

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فہرست عنوانات

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	بقیۃ کتاب النکاح	
	باب النکاح الفاسد	
	(نکاح فاسد کا بیان)	
۱	نکاح فاسد اور اس کے احکام	۲۷
۲	نکاح فاسد و باطل	۲۹
۳	قبول سے پہلے لڑکا مجلس سے اٹھ کر چلا گیا، اس کا نکاح ہوا یا نہیں؟	۳۲
۴	”ایجاب“ کے بعد ”قبول“ کے بغیر نکاح کا حکم	۳۳
۵	مجلس عقد میں قبول سے انکار کے بعد قبول	۳۶
۶	اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کر دینے کے بعد بالغ ہونے پر دوسری جگہ نکاح کر دینا	۳۷

۳۸	بیویوں کا تبادلہ ہو گیا، تین بچے ہونے پر علم ہوا.....	۷
۳۹	رشتہ چھوٹی لڑکی سے ہوا اور رخصت بڑی کو کر دیا.....	۸
۴۰	دو بہنوں کا دو بھائیوں سے عقد، رخصتی میں ادل بدل.....	۹
۴۰	نکاح میں ایک بہن کی جگہ دوسری کا نام لیا گیا.....	۱۰
۴۲	بیوی کی جگہ دوسری لڑکی کا نام لیا.....	۱۱
۴۳	نام بدل کر نکاح کرنا.....	۱۲
۴۴	نکاح کے ایجاب و قبول میں نام بدلا گیا.....	۱۳
۴۶	نکاح پڑھاتے وقت غلطی سے نام بدلا گیا.....	۱۴
۴۷	نکاح میں بجائے مخطوبہ کے شادی شدہ لڑکی کا نام لینے سے نکاح.....	۱۵
۴۸	طلاق رجعی میں دو حیض کے بعد نکاح.....	۱۶
۵۰	ساس سے نکاح.....	۱۷
۵۱	ہندہ کا نکاح دوسری عورت کی اجازت سے.....	۱۸
۵۲	بلا نکاح میاں بیوی کی طرح رہنا.....	۱۹
۵۳	بلا نکاح عورت کو اپنے پاس رکھنا.....	۲۰
☆	بیوی کو فروخت کر کے عدت پوری ہونے پر خریدار کا زبردستی نکاح کرنا، کورٹ کے فیصلہ کے	۲۱
۵۵	بعد زید کے حوالہ کرنے سے نکاح کا حکم.....	☆
فصل فی النکاح الموقت (نکاح موقت کا بیان)		
۵۹	نکاح متعہ کے احکام.....	۲۲
۶۰	اگر منکوحہ کو مرد کی نیت توقیت کا علم نہ ہو، تو کیا نکاح موقت ہوگا؟.....	۲۳

فصل فی نکاح زوجۃ المفقود والغائب (مفقود الخبر اور غائب شخص کی بیوی کے نکاح کا بیان)

۶۳	زوجہ مفقود کے نکاح ثانی کے بعد زوج اول کا جوگی بن کر آنا	۲۴
۶۴	زوجہ مفقود الخبر کے نکاح ثانی کے بعد کسی شخص پر شوہر اول کا شبہ	۲۵
۶۵	شوہر کے لاپتہ ہونے پر اس کو مردہ سمجھ کر اس کی بیوی سے نکاح	۲۶
۶۶	زوجہ مفقود کا نکاح ثانی اور بچہ	۲۷
۶۸	زوجہ غائب کے نکاح کی صورت	۲۸

فصل فی نکاح منکوحۃ الغیر (منکوحہ غیر سے نکاح کا بیان)

۷۱	شوہر والی عورت کا بغیر طلاق کے نکاح	۲۹
۷۳	بغیر طلاق دوسرے شخص سے نکاح	۳۰
۷۵	ایک شخص کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسرے سے نکاح کرانا	۳۱
۷۷	منکوحہ غیر سے نکاح	۳۲
۷۹	دوسرے کی منکوحہ سے نکاح	۳۳
۸۲	زوجہ غیر سے نکاح	۳۴
۸۳	نکاح پر نکاح	۳۵
۸۵	ایضاً	۳۶
۸۶	ایضاً	۳۷
۸۸	ایضاً	۳۸
۸۹	ایضاً	۳۹
۹۰	فاسق و فاجر شخص کی بیوی کا بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح	۴۰

۹۱	 نکاح بلا تطلق	۴۱
۹۳	 غیر مطلقہ ناشزہ کے لئے دوسرا نکاح	۴۲
۹۴	 بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح کر دینا	۴۳
۹۶	 بغیر طلاق زوجِ ثانی، زوجِ اول سے نکاح	۴۴
۹۷	 نکاح کے بعد رخصتی سے قبل نکاحِ ثانی	۴۵
۱۰۰	 نکاح کے بعد فرار ہو کر دوسرے سے نکاح کرنا	۴۶
۱۰۱	 شوہر کی دوسری شادی پر بیوی کا بغیر طلاق کے نکاحِ ثانی	۴۷
۱۰۲	 شوہر کے پاکستان جانے پر دوسرا نکاح اور طلاق پر نزاع	۴۸
۱۰۵	 نکاح کے بعد نکاح خواں اگر انکار کر دے، تو دوسرے نکاح کا حکم	۴۹
۱۰۷	 تبدیل مذہب کے بعد عورت کا دوسرا، تیسرا نکاح	۵۰
۱۰۸	 فیصلہ عدالت کے بعد نکاحِ ثانی	۵۱
۱۱۰	 عدالت سے اجازت لے کر نکاح	۵۲
۱۱۲	 عدالت سے دوسرے کا نکاح ناحق فسخ کرا کے خود نکاح کرنا	۵۳
فصل فی نکاح الحاملہ والمزنیۃ (حاملہ اور زانیہ کے نکاح کا بیان)		
۱۱۴	 حاملہ سے نکاح	۵۴
۱۱۵	 ایضاً	۵۵
۱۱۵	 ایضاً	۵۶
۱۱۶	 نفاس اور حیض میں نکاح	۵۷
۱۱۸	 مزنیہ سے نکاح	۵۸
۱۱۹	 حاملہ مزنیہ سے نکاح	۵۹
۱۲۰	 مزنیہ حاملہ کا نکاح	۶۰

۶۱	 حاملہ من الزنا سے نکاح	۱۲۱
۶۲	 حاملہ مزنیہ کا جبراً نکاح	۱۲۳
۶۳	 زنا سے حاملہ سے نکاح	۱۲۳
۶۴	 زانی کا مزنیہ حاملہ سے جبراً نکاح	۱۲۳
۶۵	 مزنیہ حاملہ سے نکاح اور وطی	۱۲۵
۶۶	 زانیہ کا نکاح زانی سے	۱۲۶
۶۷	 معتدہ مزنیہ کا عدت کے بعد زانی سے نکاح	۱۲۷
۶۸	 زنا سے پیدا شدہ لڑکی کا نکاح	۱۲۸
۶۹	 نکاح ولد الزنا	۱۲۹
فصل فی نکاح المعتدة (عدت میں نکاح کا بیان)		
۷۰	 عدت میں نکاح	۱۳۱
۷۱	 ایضاً	۱۳۳
۷۲	 ایضاً	۱۳۵
۷۳	 ایضاً	۱۳۶
۷۴	 ایضاً	۱۳۹
۷۵	 عدت میں نکاح اور صحت سے ممانعت	۱۴۰
۷۶	 طلاق کے بعد عدت میں نکاح	۱۴۱
۷۷	 طلاق کے بعد عدت میں نکاح اور تجدید نکاح سابق	۱۴۳
۷۸	 نکاح معتدہ	۱۴۴
۷۹	 ایضاً	۱۴۷
۸۰	 ایضاً	۱۴۸

۸۱	مطلقہ کا نکاح بلا عدت.....	۱۵۰
۸۲	مطلقہ بائنہ کا عدت میں نکاحِ ثانی.....	۱۵۰
۸۳	مزنہ منکوحہ سے زانی کا بلا عدت نکاح.....	۱۵۱
۸۴	نومسلمہ کا نکاح قبل عدت.....	۱۵۲
باب وعد النکاح (منگنی کا بیان)		
۸۵	منگنی سے نکاح منعقد نہیں ہوتا.....	۱۵۴
۸۶	مجلس وعدہ نکاح، کیا نکاح ہے؟.....	۱۵۵
۸۷	وعدہ نکاح سے نکاح نہیں ہوتا.....	۱۵۷
۸۸	منگنی کر کے نکاح سے انکار کرنا.....	۱۵۸
۸۹	وعدہ نکاح کر کے اس کے خلاف کرنا.....	۱۵۹
۹۰	ایضاً.....	۱۶۱
۹۱	قول وقرار سے نکاح کا حکم.....	۱۶۲
۹۲	پیغام نکاح نکاح نہیں.....	۱۶۴
باب المتفرقات		
۹۳	نکاح کے وقت کن چیزوں سے آگاہ کرنا چاہیے؟.....	۱۶۵
۹۴	خرافات و منکرات کا انعقاد نکاح پر اثر.....	۱۶۵
۹۵	کسی مقصد کے لئے عقد نکاح کا جھوٹا انکار.....	۱۶۶
۹۶	ایک مجلس میں متعدد نکاح ہوں، تو ان میں افضل کون سا ہے؟.....	۱۶۸
۹۷	بیس بچوں کے بعد کیا تجدید نکاح ضروری ہے؟.....	۱۶۹
۹۸	تجدید نکاح کی کب ضرورت ہوتی ہے؟.....	۱۶۹

۹۹	کیا ہر ماہ تجدید نکاح کی جائے؟	۱۷۰
۱۰۰	حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تجدید نکاح ہوا تھا یا نہیں؟	۱۷۱
۱۰۱	بچوں کے نکاح کا طریقہ	۱۷۱
۱۰۲	شادی میں چھوڑے کون لائے؟	۱۷۲
۱۰۳	جو شادی قرض لے کر کی جائے، اس میں شرکت	۱۷۲
۱۰۴	رشتہ کے متعلق ایک غلط رسم اور اس کی اصلاح	۱۷۳
۱۰۵	خنزیر کے برش بنانے والے کے گھر رشتہ	۱۷۵
۱۰۶	تین لڑکوں کی شادی ایک ساتھ کرنے سے کیا طلاق ہو جاتی ہے؟	۱۷۶
۱۰۷	مرحومہ بیوی کی منع کردہ جگہ پر نکاح	۱۷۷
۱۰۸	نکاح ثانی کے لئے بیوی کا مشورہ	۱۷۷
۱۰۹	بیوی کو آٹھ ماہ تک نہیں دیکھا	۱۷۸
۱۱۰	بیوی کو بچوں سے نہ ملنے کی سزا دینا	۱۷۹
۱۱۱	بیوی کے قصور پر دوسرا نکاح ہو جائے تو مساوات ضروری ہے	۱۷۹
۱۱۲	باپ شادی میں بلجہ وغیرہ پر مصر ہو تو لڑکا کیا کرے؟	۱۸۰
۱۱۳	بہتیجے کی مطلقہ سے نکاح کی وجہ سے ترک تعلق	۱۸۰
۱۱۴	بلا نکاح کے عورت کو اپنے پاس رکھنا	۱۸۱
۱۱۵	رشتہ خراب ہونے پر بچو لیے کو برا بھلا کہنا	۱۸۳
باب مایتعلق بالرسوم عند الزفاف (شادی بیاہ کی رسومات کا بیان)		
۱۱۶	منگنی کے وقت مخصوص اشیاء کا لین دین	۱۸۵
۱۱۷	خلاف شرع رسم کی پابندی	۱۸۶

۱۹۰	 منگنی میں باجہ	۱۱۸
۱۹۰	 منگنی پر کچھ رقم لینا	۱۱۹
۱۹۱	 منگنی کے موقع پر لڑکے کے والد کا مجمع کو سلام کرنا	۱۲۰
۱۹۱	 منگنی میں کیڑا بدلتے وقت لڑکے کو چاول، پان، چھالی چمانا	۱۲۱
۱۹۲	 شادی سے پہلے گھر کو لیپنا اور انگلیوں کے نشانات لگانا	۱۲۲
۱۹۲	 لڑکے کو مہندی ابٹن لگانا	۱۲۳
۱۹۲	 دو لہے کو نہلانے کا انتظام، عورت کا ساڑی کی گورڈالنا	۱۲۴
۱۹۲	 سسرال پہنچنے پر دو لہے کے ساتھ کیا جانے والا معاملہ	۱۲۵
۱۹۲	 دو لہے سے دو لہن کے سر پر سیندور ڈلوانا	۱۲۶
۱۹۳	 کنبہ والوں کو کپڑے دکھانا، جہیز کی نمائش اور اس کی فہرست	۱۲۷
۱۹۵	 شادی میں اسراف	۱۲۸
۱۹۶	 شادی ۳، ۱۳، ۲۳ کی تاریخ میں نہ کرنا	۱۲۹
۱۹۶	 شادی کی رسوم	۱۳۰
۱۹۸	 ایضاً	۱۳۱
۱۹۹	 شادی کی بعض رسوم	۱۳۲
۲۰۲	 شادی وغیرہ میں رسوم مروجہ	۱۳۳
۲۰۲	 نکاح میں ایک جوڑا دے یا دو جوڑے؟	۱۳۴
۲۰۲	 شادی میں دلہن کے لئے سرخ جوڑا	۱۳۵
۲۰۳	 شادی میں روپیہ لینے کی شرط	۱۳۶
۲۰۴	 نکاح کے بعد مصافحہ	۱۳۷
۲۰۴	 نکاح کے وقت جھک کر چلنا	۱۳۸
۲۰۴	 نکاح کے وقت سلام کرنا	۱۳۹
۲۰۴	 نکاح کے بعد دلہن کا منہ دکھانا	۱۴۰

۲۰۴	در بانی روپیہ.....	۱۴۱
۲۰۴	نکاح سے پہلے زیور، کپڑے دکھلانا.....	۱۴۲
۲۰۵	نکاح سے پہلے دلہن کا زیور وغیرہ استعمال کرنا.....	۱۴۳
۲۰۵	اہل مجلس سے قبول کرانا.....	۱۴۴
۲۰۷	نکاح کے اعلان کے لئے آتش بازی.....	۱۴۵
۲۰۸	شادی میں بھات.....	۱۴۶
۲۰۹	دولہا کی طرف سے دلہن کے لئے تحفہ کا التزام.....	۱۴۷
۲۱۰	شادی کے موقع پر انعامات.....	۱۴۸
۲۱۰	دولہا، دلہن کے لئے پاکی کی سواری.....	۱۴۹
۲۱۱	سہرا.....	۱۵۰
۲۱۲	شادی میں سہرا، گجر وغیرہ رسمیں.....	۱۵۱
۲۱۳	سہرا باندھنا.....	۱۵۲
۲۱۴	سیندور و مہندی لگانا.....	۱۵۳
۲۱۴	سلامی و رونمائی.....	۱۵۴
۲۱۵	نکاح میں دف کا حکم.....	۱۵۵
۲۱۷	نکاح میں دف اور گولہ.....	۱۵۶
۲۱۸	نکاح میں دلہن یا دولہا کا جوڑا.....	۱۵۷
۲۱۹	شادی میں اشعار، بلجہ، دف.....	۱۵۸
۲۲۰	بارات میں ڈھول.....	۱۵۹
۲۲۰	شادی میں گانا بجانا.....	۱۶۰
۲۲۳	باجے والی بارات میں شرکت.....	۱۶۱
۲۲۴	شادی میں قوالی.....	۱۶۲
۲۲۷	نکاح میں بلجہ.....	۱۶۳

۲۲۸	شادی میں باجہ اور اس میں شرکت	۱۶۴
۲۲۸	شادی میں تالا، قینچی، سروطہ دینا	۱۶۵
۲۲۹	بارات کا کھانا	۱۶۶
۲۳۲	شادی میں داماد سے زیور وغیرہ لینا	۱۶۷
۲۳۲	شادی کے لئے قومی قوانین	۱۶۸
۲۳۵	دولہا والوں سے جبراً مٹھائی وغیرہ وصول کرنا	۱۶۹
۲۳۷	رخصتی کے وقت شوہر سے روپیہ لینا	۱۷۰
۲۳۸	نوید اور دعوت میں فرق	۱۷۱
۲۳۹	شادی میں برادری کو کھانا کھلانا	۱۷۲
۲۴۰	شادی، ختنہ میں لڑکے کو سبانا، اور پھولوں کا ہار گلے میں ڈالنا	۱۷۳
۲۴۱	ختنہ کے موقع پر اناج لوٹا بھر کر دینا	۱۷۴
۲۴۱	شادی میں نیوتہ	۱۷۵
۲۴۲	شادی میں رنگین کاغذ کے گیٹ بنوانا	۱۷۶
۲۴۳	شادی میں چودھریوں کے حقوق	۱۷۷
۲۴۵	سوتے ہوئے چودھریوں کو نکاح کے لئے سلام کرنا	۱۷۸
۲۴۶	جس شادی میں رسومات ہوں، اس میں علماء کی شرکت	۱۷۹
۲۴۷	جس شادی میں منکرات ہوں، اس میں شرکت	۱۸۰
۲۴۹	شادی میں لڑکے کے مطالبات اور ان کی خرابیاں	۱۸۱
۲۵۲	شادی میں لڑکے کی فرمائشیں	۱۸۲
۲۵۳	نکاح میں غیر شرعی رسوم	۱۸۳
۲۵۴	شادی وغیرہ رسوم کی اصلاح	۱۸۴
۲۵۵	سنت کے خلاف رسم و رواج کی پابندی کی جائے یا نہیں؟	۱۸۵
۲۵۶	کیا گدی نشین کا نکاح جرم ہے؟	۱۸۶

۲۵۶	زیادتِ مہر، جہیز اور بھات وغیرہ مٹانے کے لئے کمیٹی کی بعض تجاویز.....	۱۸۷
باب من یحل نکاحہ (جس سے نکاح جائز ہے)		
۲۵۹	پھوپھی کی لڑکی سے نکاح.....	۱۸۸
۲۵۹	پھوپھی، ماموں، خالہ کی لڑکی سے نکاح.....	۱۸۹
۲۶۰	خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح.....	۱۹۰
۲۶۱	خالہ اور چچا وغیرہ کی لڑکیوں سے نکاح.....	۱۹۱
۲۶۲	حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح.....	۱۹۲
۲۶۳	چچا زاد بھائی کی لڑکی سے نکاح.....	۱۹۳
۲۶۳	بیوہ کا نکاح دیور سے.....	۱۹۴
۲۶۵	بھابھی کے پہلے شوہر کی لڑکی سے نکاح.....	۱۹۵
۲۶۵	بیوہ کا نکاح امام سے.....	۱۹۶
۲۶۶	بیوی کی چچا زاد بہن سے نکاح.....	۱۹۷
۲۶۶	بہن بھائی کے لڑکے لڑکی کا آپس میں نکاح.....	۱۹۸
۲۶۷	ساس کی ماموں زاد ہمشیرہ سے نکاح.....	۱۹۹
۲۶۷	والد کی ماموں زاد بہن سے نکاح.....	۲۰۰
۲۶۸	والد کے پھوپھی زاد بھائی سے نکاح.....	۲۰۱
۲۶۹	سوتیلی ساس سے زنا، پھر نکاح.....	۲۰۲
۲۷۰	سوتیلی خالہ سے نکاح.....	۲۰۳
۲۷۱	سوتیلی والدہ کی بہن سے نکاح.....	۲۰۴
۲۷۲	سوتیلی والدہ کی حقیقی بہن سے نکاح.....	۲۰۵

۲۰۶	سو تیلے ماموں سے شادی.....	۲۷۲
۲۰۷	چچی سے نکاح.....	۲۷۳
۲۰۸	ایضاً.....	۲۷۴
۲۰۹	چچی اور ممانی سے نکاح.....	۲۷۵
۲۱۰	بھائی کی مزنیہ کی لڑکی سے نکاح.....	۲۷۵
۲۱۱	زانی کے بیٹے کا نکاح مزنیہ کی نواسی سے.....	۲۷۶
۲۱۲	زانی اور مزنیہ کی اولاد کا آپس میں نکاح.....	۲۷۶
۲۱۳	زانی، زانیہ کی اولاد کا آپس میں نکاح.....	۲۷۷
۲۱۴	زانیہ کی لڑکی کا نکاح شریف لڑکے سے.....	۲۷۸
۲۱۵	سمدھی، سمدھن کا نکاح.....	۲۷۸
۲۱۶	بھائی کی بیوی کی بیٹی سے نکاح.....	۲۷۹
۲۱۷	بیوی کی بیٹی سے شوہر کے بھائی کا نکاح.....	۲۸۰
۲۱۸	ایک بھائی سے لڑکی، دوسرے بھائی سے ماں کے نکاح کا حکم.....	۲۸۱
۲۱۹	شوہر کے لڑکے اور بیوی کی لڑکی کا نکاح.....	۲۸۱
۲۲۰	شوہر کی لڑکی کا نکاح بیوی کے لڑکے سے.....	۲۸۲
۲۲۱	باپ اور بیٹے کا نکاح دو بہنوں سے.....	۲۸۲
۲۲۲	ایک عورت اور اس کے شوہر کی بیٹی کا نکاح ایک شخص سے.....	۲۸۳
۲۲۳	شوہر کی لڑکی اور بیوی کے لڑکے کا نکاح.....	۲۸۴
۲۲۴	بھائی سے حلالہ کروانے کے بعد دونوں بھائیوں کی اولاد کا آپس میں نکاح.....	۲۸۵
۲۲۵	ماں کے بیٹے سے نکاح.....	۲۸۶
۲۲۶	بیوی کی چچیری بھانجی اور ماں کی چچا زاد بہن کی لڑکی سے نکاح.....	۲۸۷
۲۲۷	بیوی کی بھتیجی سے نکاح.....	۲۸۸
۲۲۸	بھتیجے کی بیوی سے نکاح.....	۲۸۹

۲۲۹	بہن کی سوکن کی لڑکی اور علاقائی بھائی بہن کا نکاح.....	۲۹۰
۲۳۰	رہیبہ اور اس کی سوتیلی ماں کو نکاح میں جمع کرنا.....	۲۹۱
۲۳۱	زوجہ ربیب سے نکاح.....	۲۹۲
۲۳۲	جس لڑکے سے لواطت کی ہو، اس کے نکاح میں اپنی لڑکی دینا.....	۲۹۳
۲۳۳	شاگردہ سے نکاح.....	۲۹۴
۲۳۴	دیوبندی اور بریلوی کے درمیان مناکحت.....	۲۹۵
۲۳۵	دیوبندی لڑکی کا نکاح بریلوی لڑکے سے.....	۲۹۶
۲۳۶	اہل حدیث لڑکی کا نکاح، دیوبندی حنفی سے.....	۲۹۷
باب المحرمات الفصل الأول فی المحرمات من النسب (نسبی محرمات کا بیان)		
۲۳۷	امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن اور دیگر محرمات میں فرق.....	۲۹۸
۲۳۸	محرمات کی تفصیل.....	۲۹۹
۲۳۹	عورت کے محارم کون کون ہیں؟.....	۳۰۰
۲۴۰	بھانجی اور بھتیجی سے نکاح.....	۳۰۰
۲۴۱	بھانجی کی لڑکی سے نکاح حرام ہونے کی وجہ.....	۳۰۱
۲۴۲	ایضاً.....	۳۰۱
۲۴۳	بھانجی کی لڑکی سے نکاح، ایسی اولاد کا نسب، حق وراثت، مہر، ان دونوں کا ایک مکان میں.....	☆
☆	رہنا، ایسی عورت کا حق وراثت.....	۳۰۳
۲۴۴	سگے بھانجے کی لڑکی سے نکاح.....	۳۰۸
۲۴۵	اخپانی بہن سے نکاح.....	۳۰۹

۳۰۹	 باپ شریک بہن کے ساتھ نکاح	۲۴۶
۳۰۹	 باپ اور ماں شریک بہن سے نکاح کی حرمت	۲۴۷
۳۱۰	 چچا سے بھتیجی کا نکاح	۲۴۸
۳۱۱	 سوتیلے ماموں سے نکاح	۲۴۹
۳۱۳	 ماں کے ماموں سے نکاح	۲۵۰
۳۱۳	 پھوپھی سے نکاح	۲۵۱
۳۱۵	 موطوءۃ الحجہ سے نکاح حرام ہے	۲۵۲
۳۱۵	 سوتیلی والدہ سے نکاح	۲۵۳
۳۱۶	 بہو سے نکاح	۲۵۴
۳۱۷	 نواسی سے نکاح	۲۵۵
۳۱۷	 بیوی کی لڑکی سے نکاح	۲۵۶
۳۱۸	 منکوحہ فاسدہ کی بیٹی سے نکاح	۲۵۷
۳۱۹	 داماد سے نکاح	۲۵۸
۳۲۰	 خونی رشتے اور حرمت نکاح	۲۵۹
الفصل الثانی فی المحرمات من الرضاع (حرمت رضاعت کا بیان)		
۳۲۱	 رضاعی بھائی کی نسبی بہن اور ماں سے نکاح	۲۶۰
۳۲۱	 رضاعی بہن سے نکاح کا حکم	۲۶۱
۳۲۲	 ایضاً	۲۶۲
۳۲۳	 رضاعی بہن کی نسبی بہن سے نکاح	۲۶۳
۳۲۴	 باپ شریک رضاعی بہن سے نکاح	۲۶۴

۳۲۸	 نکاح کے وقت حرمتِ رضاعت سے خاموشی، پھر بعد میں اظہار	۲۶۵
۳۲۹	 حرمتِ رضاعت کا علم ہونے پر نکاح کا حکم	۲۶۶
۳۳۰	 رضاعی بہن سے نکاح	۲۶۷
۳۳۱	 ایضاً	۲۶۸
۳۳۱	 ایضاً	۲۶۹
۳۳۲	 ایضاً	۲۷۰
۳۳۳	 ایضاً	۲۷۱
۳۳۴	 بھول سے رضاعی بہن سے نکاح	۲۷۲
۳۳۵	 رضاعی اور سوتیلی بہن سے نکاح	۲۷۳
۳۳۶	 دودھ شریک بہن کی بہن سے نکاح	۲۷۴
۳۳۷	 بھائی کی رضاعی بھانجی سے نکاح	۲۷۵
۳۳۸	 رضاعی خالہ سے نکاح	۲۷۶
۳۳۹	 رضاعی بھائی سے نکاح	۲۷۷
۳۴۰	 رضاعی بھتیجی سے نکاح	۲۷۸
۳۴۱	 ایضاً	۲۷۹
۳۴۲	 رضاعی بھانجی سے نکاح	۲۸۰
۳۴۳	 رضاعی بھتیجی کا حکم	۲۸۱
۳۴۵	 رضاعی ماں کی اولاد سے نکاح	۲۸۲
۳۴۶	 رضاعی ماموں سے نکاح درست نہیں	۲۸۳
۳۴۷	 رضاعی چچا سے نکاح	۲۸۴
۳۴۸	 تبدیلی جنس سے پہلے اور بعد کی اولاد میں مناکحت	۲۸۵

الفصل الثالث فی حرمة المصاهرة

(حرمت مصاہرت کا بیان)

۲۸۶	 حرمت مصاہرت	۳۵۰
۲۸۷	 ایضاً	۳۵۱
۲۸۸	 ایضاً	۳۵۲
۲۸۹	 ایضاً	۳۵۳
۲۹۰	 ایضاً	۳۵۴
۲۹۱	 حرمت مصاہرت کی ایک صورت	۳۵۵
۲۹۲	 زانی کے انتقال کے بعد اس کی بیوی سے مرنیہ کی اولاد کا نکاح	۳۵۷
۲۹۳	 غلطی سے بیٹی کو بیوی سمجھ کر ہاتھ لگانے سے بیوی حرام کیوں ہو جاتی ہے؟	۳۵۸
۲۹۴	 حرمت مصاہرت دعوائے زنا سے	۳۶۰
۲۹۵	 حرمت مصاہرت کے اقرار سے رجوع	۳۶۱
۲۹۶	 کیا حرمت مصاہرت حلالہ سے ختم ہو جاتی ہے؟	۳۶۸
۲۹۷	 حرمت مصاہرت سے متعلق بیانات	۳۷۰
۲۹۸	 حرمت مصاہرت محض ظن سے	۳۷۴
۲۹۹	 حرمت مصاہرت سے نکاح ختم نہیں ہوتا، زوجین میں تفریق ضروری ہوتی ہے	۳۷۵
۳۰۰	 حرمت مصاہرت کے لئے مرد کا اقرار	۳۷۶
۳۰۱	 حرمت مصاہرت اور وجوب حد زنا میں فرق	۳۷۸
۳۰۲	 نواسہ کی بیوی سے بوس و کنار کی بناء پر حرمت	۳۸۱
۳۰۳	 بیٹے کی بیوی سے ناجائز تعلق کی بناء پر حرمت	۳۸۲
۳۰۴	 ایضاً	۳۸۴
۳۰۵	 بیٹے کی بیوی سے بوسہ وغیرہ لینے سے حرمت	۳۸۵

۳۹۰	 خسر کا اپنی بہو کے سینہ کو اپنے سینے سے ملانا	۳۰۶
۳۹۲	 خسر کا اپنی بہو کو بدکاری کے لئے لہنا	۳۰۷
۳۹۴	 بیٹی کو با شہوت چھونے سے حرمتِ مصاہرت کے بعد اپنی بیوی کو مجبوراً گھر میں رکھنا	۳۰۸
۳۹۷	 ایضاً	۳۰۹
۳۹۸	 اپنی لڑکی کو شہوت سے چھونے سے حرمت	۳۱۰
۳۹۹	 لڑکی سے بوس و کنار کا اثر سوتیلی ماں پر	۳۱۱
۴۰۰	 سوتیلی ماں کو بدعتی سے ہاتھ لگایا، حرمتِ مصاہرت کی وجہ	۳۱۲
۴۰۲	 سوتیلی ماں سے حرمتِ مصاہرت کی ایک صورت	۳۱۳
۴۰۳	 ساس کا بدن دبانے سے حرمت	۳۱۴
۴۰۵	 ساس کی شرم گاہ پر نظر پڑنے سے حرمتِ مصاہرت	۳۱۵
۴۰۵	 ماں، ساس، بیٹی کی بیوی کو مس کرنے سے حرمتِ مصاہرت	۳۱۶
۴۰۸	 بھاوج سے زنا	۳۱۷
۴۰۸	 چچی سے زنا سے حرمتِ مصاہرت	۳۱۸
۴۰۹	 سالی سے زنا اور حرمتِ مصاہرت	۳۱۹
۴۰۹	 زنا سے رشتہ کا ثبوت	۳۲۰
۴۱۰	 مزنیہ کی لڑکی سے نکاح	۳۲۱
۴۱۱	 ایضاً	۳۲۲
۴۱۲	 مزنیہ کی ماں یا بیٹی سے نکاح	۳۲۳
۴۱۳	 لاس اور ملموسہ کی اولاد کا نکاح	۳۲۴
۴۱۳	 خط بابت استفتاء بالا	۳۲۵
۴۱۵	 بحالتِ نابالغی سالی کا بوسہ لینے سے حرمت	۳۲۶
۴۱۶	 چھوٹی بچی کی شرم گاہ پر ہاتھ رکھنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی	۳۲۷
۴۱۷	 بیوی کی دادی، پھوپھی، چچی پر رات میں لاعلمی سے ہاتھ پڑ گیا	۳۲۸

۴۱۷	 رات کو غلطی سے بہن کے پاس پہنچ گیا	۳۲۹
۴۱۸	 بھائی کو شوہر سمجھ کر ہاتھ لگانے سے حرمت نہیں ہوتی	۳۳۰
۴۱۹	 غیر کو اپنی بیوی سمجھ کر صحبت کرنے سے ثبوت حرمت	۳۳۱
۴۲۰	 دائی کا ہاتھ لگانے سے حرمت کا حکم	۳۳۲
۴۲۲	 بغیر شہوت چہرہ ٹول کر پہچاننے سے حرمت مصاہرت نہیں	۳۳۳
۴۲۲	 دوسرے کا خون دینے سے کوئی رشتہ قائم نہیں ہوتا	۳۳۴
۴۲۳	 اندیشہ مصاہرت والے نکاح میں شرکت	۳۳۵
الفصل الرابع فی المحرمات بالجمع (محرمات کو ایک نکاح میں جمع کرنے کا بیان)		
۴۲۵	 پھوپھی، بھتیجی کا ایک شخص کے نکاح میں جمع ہونا	۳۳۶
۴۲۶	 خالہ، بھانجی ایک نکاح میں جمع کرنا	۳۳۷
۴۲۶	 بیوی کے ہوتے ہوئے اس کی بہن سے نکاح	۳۳۸
۴۲۸	 ایضاً	۳۳۹
۴۲۹	 مفلوج بیوی کی بہن سے نکاح	۳۴۰
۴۳۰	 بیوی کی بھانجی سے نکاح	۳۴۱
۴۳۱	 ایک عورت سے نکاح کے بعد اس کی بیٹی سے نکاح کرنا	۳۴۲
۴۳۲	 سالی کی لڑکی سے نکاح	۳۴۳
۴۳۳	 سوتیلی سالی سے نکاح	۳۴۴
۴۳۴	 علاقائی سالی سے نکاح	۳۴۵
۴۳۵	 ربیب کی ماں کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح	۳۴۶
۴۳۷	 غلط طریقہ پر پیدا شدہ لڑکی اور علاقائی سالی کی لڑکی سے نکاح	۳۴۷

۳۳۸	بیوی کے لاپتہ ہونے سے موت کا حکم اور اس کی بہن سے نکاح	۳۳۸
الفصل الخامس فی المحرمات بالشرك (غیر مسلموں سے نکاح کا بیان)		
۳۳۹	غیر مسلم سے نکاح	۳۳۹
۳۴۰	مسلم اور غیر مسلم کا نکاح	۳۵۰
۳۴۱	غیر مسلم کا قبول اسلام اور اس کا نکاح	۳۵۱
۳۴۲	نومسلم جو اپنے اسلام کو مخفی رکھتا ہے، اس کا نکاح مسلمان لڑکی سے	۳۵۲
۳۴۵	دھوکہ دے کر کافر سے نکاح	۳۵۳
۳۴۶	بیٹی کا بلا تحقیق غیر مسلک میں نکاح	۳۵۴
۳۴۸	غیر مذہب لڑکے سے نکاح	۳۵۵
۳۴۹	ہریجن کے ساتھ بھاگنے سے نکاح کا حکم	۳۵۶
۳۵۰	کتابیہ سے نکاح	۳۵۷
۳۵۲	بحالتِ مجبوری اہل کتاب سے نکاح	۳۵۸
۳۵۳	عیسائی لڑکی سے نکاح	۳۵۹
۳۵۴	یہود و نصاریٰ عورتوں سے نکاح	۳۶۰
۳۵۴	بے خبری میں شیعہ تہرائی سے نابالغ کا نکاح ہو گیا	۳۶۱
۳۵۵	سنیہ کا نکاح شیعہ سے	۳۶۲
۳۵۷	شیعہ سے نکاح	۳۶۳
۳۵۸	رضا خانی عورت سے نکاح	۳۶۴
۳۵۸	رافضی مرد، عورت سے نکاح اور ان کے عقائد	۳۶۵
۳۶۰	قادیانی سے نکاح اور ثبوت نسب	۳۶۶
۳۶۱	مغل بادشاہوں کا غیر مسلمہ سے نکاح اور اولاد کا حکم	۳۶۷

۳۶۲	انگریزی پڑھے ہوئے کا نکاح مسلمان لڑکی سے.....	۳۶۸
باب ولایت النکاح (ولایت نکاح کا بیان)		
۳۶۳	بہنوئی اور باپ شریک بھائی دونوں میں سے ولایت کا حق کس کو ہے؟.....	۳۶۹
۳۶۴	ولایت نکاح.....	۳۷۰
۳۶۴	جو شخص شرعی باپ نہیں، وہ ولی بھی نہیں.....	۳۷۱
۳۶۵	ماں اور دادی میں ولی نکاح کون ہے؟.....	۳۷۲
۳۶۶	والد اور حقیقی نانی میں سے ولایت نکاح کس کو ہے؟.....	۳۷۳
۳۶۷	اپنے بچہ کا نکاح بغیر اپنے باپ کی اجازت کے.....	۳۷۴
۳۶۸	نابالغ بچی کا بذریعہ والد ایجاب و قبول.....	۳۷۵
۳۶۹	تین برس کی بچی کا نکاح.....	۳۷۶
۳۷۰	باپ نے نکاح کر دیا، تو حق فسخ نہیں ہے.....	۳۷۷
۳۷۱	سوتیلے والد کا کیا ہوا نکاح.....	۳۷۸
۳۷۲	بھائی اور چچا میں سے ولایت کس کو ہے؟.....	۳۷۹
۳۷۳	باپ کی موجودگی میں دادا کو ولایت نکاح.....	۳۸۰
۳۷۴	دادا کو نکاح کا اختیار باپ نے دے دیا.....	۳۸۱
۳۷۵	ولایت نکاح بھائی کو ہے، ماں کو نہیں ہے.....	۳۸۲
۳۷۵	ولایت نکاح ماں کو ہے یا سوتیلے بھائی کو؟.....	۳۸۳
۳۷۷	ماں کو ولایت نکاح.....	۳۸۴
۳۷۹	ایضاً.....	۳۸۵
۳۸۰	سوتیلی والدہ کو ولایت اور بلوغ کی علامت.....	۳۸۶

۳۸۷	نابالغہ کا نکاح بغیر باپ کے پوچھے بہنوئی نے کر دیا.....	۴۸۱
۳۸۸	چچا کو حق ولایت.....	۴۸۲
۳۸۹	چچا کی موجودگی میں ماموں کو ولایت نکاح نہیں.....	۴۸۴
۳۹۰	چچا کو بالغہ پر ولایت نکاح.....	۴۸۵
۳۹۱	بالغہ کے نکاح کا حق بڑے تایا کو ہے یا چھوٹے تایا کو؟.....	۴۸۵
۳۹۲	شاردا ایکٹ کے خلاف نکاح کا حکم.....	۴۸۶
۳۹۳	بچوں کی پرورش کرنے والا ولی نکاح نہیں.....	۴۸۷
۳۹۴	رہبیہ کے نکاح کی ولایت.....	۴۸۷
۳۹۵	ولایت مجنون.....	۴۸۸
۳۹۶	بالغہ پر ولایت.....	۴۹۰
۳۹۷	ولایت میں شافیہ کے قول پر فتویٰ.....	۴۹۱
۳۹۸	ولایت نکاح سے متعلق وصیت کا حکم.....	۴۹۲
۳۹۹	بالغہ کا نکاح بغیر ولی کے، اور نابالغ کے ولی کی طلاق.....	۴۹۳
۴۰۰	بغیر ولی کی اجازت کے بالغہ کا نکاح.....	۴۹۴
۴۰۱	بالغہ کا نکاح بلا اجازت کرنا.....	۴۹۵
۴۰۲	بغیر ولی کے نکاح.....	۴۹۷
۴۰۳	غیر ولی کا کیا ہوا نکاح.....	۴۹۹
۴۰۴	ایضاً.....	۵۰۱
۴۰۵	ولی کی اجازت کے بغیر بالغہ کا نکاح اور مبسوط کی عبارت.....	۵۰۲
۴۰۶	نکاح صغیر بغیر ولی.....	۵۰۴
۴۰۷	نابالغ کا نکاح بغیر ولی نے کیا، ولی نے طلاق دی، پھر نکاح ثانی ہوا.....	۵۰۵
۴۰۸	نابالغہ کا نکاح ولی نہ کرے، تو کون کرے؟.....	۵۰۷
۴۰۹	ولی اقرب کی اجازت کے بغیر نکاح.....	۵۰۸

۴۱۰	ولی سے جبراً اجازت نکاح.....	۵۰۹
۴۱۱	ولی سے اجازت کی ایک صورت.....	۵۱۱
۴۱۲	ولی کی موجودگی میں غیر ولی کو حق نکاح.....	۵۱۱
۴۱۳	والدین سے چھپ کر نکاح کرنا.....	۵۱۳
۴۱۴	والدین کے ذمہ اولاد کا نکاح.....	۵۱۴
۴۱۵	تبرع کا مطلب، ضمیمہ سوال گذشتہ.....	۵۱۵
۴۱۶	میرا نکاح والدین ایک جگہ چاہتے ہیں، میں دوسری جگہ، کیا کرنا چاہیے؟.....	۵۱۸
۴۱۷	والدین کا لڑکے کو اس کی ناپسند جگہ نکاح کے لئے مجبور کرنا.....	۵۱۹
۴۱۸	والد کا بیٹے کو فاجر، شرابی کی بیٹی سے نکاح کرنے پر مجبور کرنا؟.....	۵۲۱
۴۱۹	نکاح سے اگر تعلیم میں حرج ہو، مگر والدین مجبور کریں.....	۵۲۲
۴۲۰	والدین کے اصرار کے باوجود دینی مشغولی کی وجہ سے نکاح نہ کرنا.....	۵۲۳
۴۲۱	نکاح میں والدین کی اطاعت.....	۵۲۳
۴۲۲	نکاح میں کس کی اطاعت کی جائے، باپ کی یا ماں کی؟.....	۵۲۴
۴۲۳	نکاح میں والدین کی پسند کا لحاظ رکھنا.....	۵۲۵
۴۲۴	والد کی مرضی کے بغیر بالغ لڑکے کا نکاح.....	۵۲۵
۴۲۵	سابقہ مطلقہ سے بضرورت دوبارہ نکاح، مگر والدین ناراض ہیں.....	۵۲۷
۴۲۶	مغالطہ سے ناپسند لڑکی سے نکاح.....	۵۲۸
فصل فی التوکیل بالنکاح (نکاح میں وکالت کا بیان)		
۴۲۷	نکاح میں ایک شخص کا اکیل اور وکیل ہونا.....	۵۲۹
۴۲۸	نکاح پڑھانے کا مسنون طریقہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کس نے پڑھایا؟.....	۵۳۰
۴۲۹	نکاح بذریعہ وکیل یا بذریعہ خط.....	۵۳۲

۴۳۰	توکیل و اجازتِ نکاح کے بعد دستخط سے مکر جانا.....	۵۳۳
۴۳۱	اجازت و دستخط کے بعد انکار.....	۵۳۴
۴۳۲	وکالت نامہ نکاح.....	۵۳۶
۴۳۳	کیا قادیانی نکاح کا وکیل ہو سکتا ہے؟.....	۵۳۸
۴۳۴	قادیانی کی وکالت سے نکاح.....	۵۳۹
۴۳۵	نکاح غائب میں توکیل کی صورت.....	۵۴۰
۴۳۶	بیرون ملک میں مقیم لڑکے کا نکاح کے لئے اپنے والد کو مختار بنانا.....	۵۴۱
۴۳۷	قاضی و وکیل کا الگ الگ ہونا، اور خطبہ پہلے ہو یا ایجاب و قبول؟.....	۵۴۲
۴۳۸	سکران کی طرف سے اجازتِ نکاح.....	۵۴۳
۴۳۹	نکاح فضولی یمین طلاق کی صورت میں.....	۵۴۵
۴۴۰	نانا کو نکاح کا وکیل بنانا.....	۵۴۶
۴۴۱	لڑکی کا لڑکے کو وکیل نکاح بنانا.....	۵۴۷
۴۴۲	توکیل نکاح کے لئے شہادت کا حکم.....	۵۴۸
باب استیمار المرأة للنکاح (عورت سے اجازتِ نکاح طلب کرنے کا بیان)		
۴۴۳	نکاح کی اجازت لینے کا طریقہ.....	۵۵۰
۴۴۴	بالغہ سے نکاح کی اجازت لینے کا طریقہ.....	۵۵۱
۴۴۵	بالغہ کا نکاح اس کی اجازت سے کیا جائے.....	۵۵۳
۴۴۶	بالغہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے.....	۵۵۵
۴۴۷	لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح.....	۵۶۰
۴۴۸	بیوہ کا نکاح بلا اذن صریح.....	۵۶۲

۴۴۹	عورت اجازت نکاح کی منکر، مرد مدعی، کس کے گواہ معتبر ہیں؟	۵۶۴
۴۵۰	نکاح کی اجازت تحریر کا شوہر مدعی ہے، عورت منکر، تو کیا حکم ہے؟	۵۶۵
۴۵۱	لڑکی کا نکاح کی اجازت دینے کے بعد انکار	۵۶۶
۴۵۲	لڑکی کے انکار کے باوجود اس کا نکاح پڑھ دینا	۵۶۸
۴۵۳	اجازت نکاح میں دل کی خواہش کا اعتبار ہے یا زبان کا؟	۵۷۱
۴۵۴	عورت کی طرف سے اجازت نکاح کا سننا	۵۷۲
۴۵۵	اجازت نکاح بالفعل	۵۷۳
۴۵۶	نامحرم وکیل یا گواہوں کا اجازت کے لئے لڑکی کے پاس جانا	۵۷۴
۴۵۷	استیذان پر کسی اور کا اقرار کر لینا اور اذن کی صورتیں	۵۷۵
۴۵۸	کس کس کے استیذان پر سکوت اذن ہے؟	۵۷۷
۴۵۹	غیر ولی کے استیذان میں سکوت اذن نہیں	۵۸۰
۴۶۰	استیذان ولی کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں	۵۸۱

باب خیار البلوغ وحدہ

(خیار بلوغ اور اس کی حد کا بیان)

۴۶۱	خیار بلوغ	۵۸۳
۴۶۲	باپ کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ نہیں	۵۸۴
۴۶۳	ڈیڑھ سال بعد خیار بلوغ	۵۸۵
۴۶۴	نابالغہ کا نکاح ولی نے کیا، شوہر بد اخلاق ہے، راہ نجات کیا اختیار کیا جائے؟	۵۸۷
۴۶۵	باپ کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ	۵۸۹
۴۶۶	باپ کے کئے ہوئے نکاح میں شرط کے خلاف ہونے پر بھی خیار بلوغ حاصل نہیں	۵۸۹
۴۶۷	چچا کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ	۵۹۰

۵۹۲		۴۶۸	صغیرہ کے لئے خیاری بلوغ
۵۹۳		۴۶۹	نابالغہ کا جبراً نکاح اور خیاری بلوغ کی تفصیل
۵۹۵		۴۷۰	بلوغ کی حد شرعی
۵۹۶		۴۷۱	حد بلوغ
۵۹۶		۴۷۲	ایضاً
۵۹۷		۴۷۳	ایضاً
۵۹۸		۴۷۴	علامت بلوغ اور اجازت نکاح
۵۹۹		۴۷۵	علامت بلوغ
۶۰۰		۴۷۶	مدت بلوغ
 باب الکفاءۃ (کفایت کا بیان) 			
۶۰۲		۴۷۷	مسئلہ کفایت
۶۰۶		۴۷۸	ایضاً
۶۱۰		۴۷۹	کفایت کیا غیر اسلامی نظریہ ہے؟
۶۱۲		۴۸۰	کیا کفایت شرعی حکم نہیں؟
۶۱۴		۴۸۱	ہندوستان میں کفایت
۶۱۵		۴۸۲	غیر کفو میں نکاح
۶۱۷		۴۸۳	ایضاً
۶۱۸		۴۸۴	غیر کفو میں نکاح اور نکاح فاسد میں عدت
۶۲۲		۴۸۵	غیر سید کا سیدہ سے نکاح کرنا
۶۲۳		۴۸۶	سیدہ کا نکاح غیر کفو میں

۶۲۴	ایضاً.....	۴۸۷
۶۲۶	سیدہ کا نکاح پٹھان سے.....	۴۸۸
۶۲۶	صالح لڑکی کا نکاح فاسق و فاجر سے کرا دینا.....	۴۸۹
۶۲۷	شیخ اور خان باہم کفو ہیں.....	۴۹۰
۶۲۸	ترک اور انصاری کفو ہیں یا نہیں؟.....	۴۹۱
۶۲۹	برات، برادری اور کفایت.....	۴۹۲
۶۳۱	حرفت میں کفایت.....	۴۹۳
۶۳۲	گوت میں نکاح کرنا.....	۴۹۴
۶۳۳	گوت نہ ملنے پر داماد سے ملازموں کی طرح خدمت لینا.....	۴۹۵
۶۳۳	ایسی تقریبات میں میانجی اور معلم کی شرکت.....	۴۹۶
۶۳۶	اپنے خاندان میں نکاح نہ کرنا (گوت بچانا).....	۴۹۷
۶۳۹	باپ کا اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کرنا.....	۴۹۸
۶۴۰	بالغہ کو بہکا کر لے جا کر اس سے نکاح کرنا.....	۴۹۹
۶۴۲	بالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو میں.....	۵۰۰
۶۴۳	لڑکی اور ولی کی رضامندی سے غیر کفو میں نکاح ہوا، تو برادری کو ترک تعلق کا حق نہیں.....	۵۰۱
۶۴۴	کفایت زائل ہو جانے کے بعد نکاح کا حکم.....	۵۰۲
۶۴۵	لڑکی کا نکاح غیر برادری میں.....	۵۰۳
۶۴۷	نداف کی لڑکی کو پٹھان لے کر بھاگ گیا، ان کا نکاح.....	۵۰۴
۶۵۰	بنجارے اور رنگریز ایک دوسرے کے کفو ہیں یا نہیں؟.....	۵۰۵
۶۵۰	نومسلم کی کفایت.....	۵۰۶
۶۵۲	والدین کی چوری سے بالغ لڑکے، لڑکی کا کفو میں نکاح.....	۵۰۷
۶۵۳	عورت کا اپنا نکاح خود کرنا.....	۵۰۸
۶۵۴	نانی کے فاحشہ ہونے کی وجہ سے نواسہ کفو ہے یا نہیں؟.....	۵۰۹

بقیۃ کتاب النکاح

باب النکاح الفاسد

(نکاح فاسد کا بیان)

نکاح فاسد اور اس کے احکام

سوال [۵۳۵۳]: زید نے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا دو گواہوں کے سامنے، مگر ان میں ایک بالغ ہے، دوسرا نابالغ مگر سمجھدار۔ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

۲..... ہندہ مذکورہ بیوہ ہے اس نے نکاح کی قبولیت اقرار سے نہیں ظاہر کی، بلکہ کنواری کی طرح سکوت کیا، ہاں اس کے بعد مباشرت وغیرہ میں رضا متحقق ہوئی۔ یہ نکاح صحیح ہے یا فاسد؟

۳..... اگر دونوں گواہ انکار کر دیں کہ ہمارے سامنے نکاح نہیں ہوا تو نکاح فسخ ہو جائے گا یا نہیں؟

۴..... اس نکاح کے بعد زید نے کئی مہینہ ہندہ کو پاس رکھا اور مجامعت کی، اس جماع کو زنا کہیں گے یا مشتبہ قابل غفو؟ اور مہر مسمی واجب ہو گا یا نہیں؟

۵..... مہر کے ادا کرنے کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... یہ نکاح صحیح نہیں ہوا کیونکہ دونوں گواہوں کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے: ”و شرط فی الشاہد أربعة أمور: الحرية والعقل والبلوغ والإسلام“. عالمگیری: ۲/۲۷۵ (۱) اور ایک گواہ کا عدم ہے۔

۲..... قول اور فعل دونوں سے رضا متحقق ہو جاتی ہے: ”فإن استأذنها (أى البكر) غیر الأقرب

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح، الباب الأول: ۱/۲۶۷، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح: ۱/۳۲۰، ۳۲۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

کأجنبي أو ولي بعيد فلا عبرة لسكوتهما، بل لا بد من القول كالشيب البالغة، لافرق بينهما إلا في السكوت؛ لأن رضاهما يكون بالدلالة كما ذكره بقوله: أو ما هو معناه من فعل يدل على الرضا كطلب مهرها ونفقتها وتمكينها من الوطى“۔ ص: ۴۶۵ (۱)۔

لیکن فقط رضا کا متحقق ہونا کافی نہیں، گواہوں کا نصاب بھی شرط ہے اور وہ موجود نہیں، لہذا نکاح نہیں ہوا۔

۳..... اگر گواہ اقرار بھی کریں تب بھی یہ نکاح صحیح نہیں، علیحدگی واجب ہے، یا از سر نو نکاح صحیح کیا جاوے تکمیل شہادت کے ساتھ (۲)۔

۴..... اس مجامعت کو زنا موجب حد نہیں کہا جاوے گا: ”وإن كان النكاح مختلفاً فيه كالنكاح بلا شهود أو بلا ولي، فلا حد عليه اتفاقاً، لتمكن الشبهة عند الكل“۔ عالمگیری: ۲/۷۵۶ (۳)۔

مہر مسمیٰ اور مہر مثل میں سے اقل واجب ہوگا: ”وإن كان قد دخل بها، فلها الأقل مما سمي لها ومن مهر مثلها“ (۴)۔

۵..... ہندہ کے سامنے رکھ دے، وہ اٹھائے یا نہ اٹھائے، زید بری ہو جائے گا، یا کسی ذریعہ سے اس تک پہنچا دیوے خواہ اس کو علم ہو دین مہر ہونے کا یا نہ ہو (۵)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، سہارنپور ۲۰/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۲/ذیقعدہ/۵۳ھ۔

(۱) (ردالمحتار، باب الولی: ۳/۶۲، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، باب الأولیاء والأکفاء: ۱/۳۳۴، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۲) ایک گواہ نابالغ ہے جس کی شہادت درست نہیں ہے (فلیراجع، ص: ۲۷، رقم الحاشیہ: ۱)

(۳) (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الرابع فی الوطء الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ: ۲/۱۴۹، رشیدیہ)

(۴) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، باب الوطء الذی یوجب الحد، مطلب فی بیان شبهة العقد: ۳/۲۴، سعید)

(۵) ”التخلية تسليماً إلا في مسائل“۔ (الأشباه والنظائر، کتاب البیوع، الفن الثانی: ۲/۱۴۶، إدارة

القرآن کراچی)

نکاح فاسد و باطل

سوال [۵۳۵۲]: ایک شخص کی زبان سے کلمہ کفر نکلا، اس کے بعد اس نے تجدید ایمان کیا، مگر نکاح کی صورت یہ ہوئی کہ ایک شخص کے سامنے اپنی اہلیہ سے یہ کہا کہ میں تم سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، تمہیں نکاح منظور ہے؟ عورت نے جواب دیا کہ مجھے منظور ہے۔ الفاظ ایجاب و قبول اس شخص نے سنے اور اس شخص نے مسجد میں جا کر دو گواہوں کے روبرو کہا کہ عورت نے میرے سامنے کہا ہے کہ مجھے مثلاً زید سے نکاح منظور ہے اور ہاں راضی ہوں، چنانچہ اس شخص نے ان ہی دو گواہوں کے سامنے زید کا نکاح کر دیا۔ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں تو نکاح فاسد ہوا یا باطل؟ اور اس حالت میں جو بچہ پیدا ہو جائے تو ثابت النسب ہو گا یا نہیں، حلالی ہو گا یا حرامی؟

پھر کچھ مدت کے بعد اس شخص کو مسئلہ معلوم ہوا کہ اس طرح نکاح صحیح نہیں ہوا تو اس کو معلوم ہوا کہ عورت اگر کسی کو وکیل بنادے کہ میرا نکاح تو روبرو ان دو گواہوں کے اپنے سے کر لے تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔ اس شخص نے دو گواہوں کے سامنے یہ کہا کہ عورت نے مجھے وکیل بنایا ہے کہ میرا نکاح اپنے سے کر لو، چنانچہ اس شخص نے عورت کا وکیل بنتے ہوئے کہا کہ میں نے اس سے اپنا نکاح کر لیا، تم گواہ رہو، اور گواہ بالکل اجنبی ہیں۔ کیا گواہوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ زوجین کو جانتے ہوں؟ یا کم از کم دو گواہوں کا تحقیق ضروری ہے خواہ وہ پہچانیں یا نہ؟ اب اس شخص نے اپنا نکاح دو اجنبی گواہوں کے سامنے کیا تو یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں، اگر نہیں تو نکاح کے صحیح ہونے کی کیا صورت ہے؟

مفصل جواب مرمت فرمائیں، براہ کرم کچھ مثالیں نکاح باطل و فاسد کی تحریر فرمادیں، نیز یہ کہ مہر کس نکاح میں ثابت ہوگا؟

”و حاصله أن التخلية قبض حكماً لو مع القدرة عليه بلا كلفة و في نحو حنطة في بيت مثلاً فدفع المفتاح إذا أمنكه الفتح بلا كلفة قبض . وفي نحو بقر في مرعى، فكونه بحيث يرى و يشار إليه قبض . و في نحو ثوب، فكونه بحيث لو مَدَّ يده تصل إليه قبض . وفي نحو فرس أو طير في بيت إمكان أخذه منه بلا معين قبض . (قوله: بلا مانع) بأن يكون مفرراً غير مشغول بحق غيره“ (رد المحتار، كتاب البيوع، فصل فيما يدخل في البيع تبعاً وما لا يدخل، مطلب في شروط التخلية: ۵۶۲/۲، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں عورت نے نکاح کی اجازت دے دی ہے گویا کہ اس مرد کو نکاح کا وکیل بنا دیا ہے تو وکیل بالنکاح کیلئے شہادت شرط نہیں، کما فی رد المحتار: ۲/ ۱۹۴ (۱)۔ پس جن گواہوں کے رو برو نکاح پڑھایا گیا، اگر وہ اس عورت کو پہلے سے پہچانتے ہیں تو شرعاً نکاح صحیح ہو گیا، یا ان کے سامنے عورت کا نام اور اس کے باپ کا نام اس طرح لیا گیا ہو جس سے وہ متمیز ہو گئی تب بھی درست ہو گیا۔

اگر گواہ پہچانتے نہیں وہ ان کے نزدیک مجہولہ ہے، نہ عورت کا نام لیا گیا نہ باپ دادا کا، بلکہ اس طرح کہا گیا کہ ایک عورت مجھ سے نکاح کرنے پر رضامند ہے اور اس نے مجھے نکاح کی اجازت دیدی ہے، میں اس کا وکیل ہوں، پھر ایجاب و قبول ہوا ہے تب بھی خصاص، قاضی خان، حاکم شہید کے نزدیک نکاح درست ہو گیا، مگر مفتی بہ قول کے مطابق درست نہیں ہوا، یا عورت سامنے ہو یا گواہ اس کو پہچانتے ہوں تب نکاح درست ہوگا (۲)۔

(۱) ”واعلم أنه لا تشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح بل على عقد الوكيل، وإنما ينبغي أن يشهد على الوكالة، إذا خيف جحد المؤكل إياها، الخ“ (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح: ۳/ ۹۵، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، الفصل الثاني: ۳/ ۲۴۱، رشیدیہ)
(و كذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل السادس عشر في الوكالة بالنكاح: ۳/ ۶۹، إدارة القرآن كراچی)

(۲) ”ثم قال في البحر: وإن كانت غائبة ولم يسمعوا كلامها بأن عقد لها وكيلا، فإن كان الشهود يعرفونها، كفى ذكر اسمها إذا علموا أنه أرادها. وإن لم يعرفوها، لابد من ذكر اسمها واسم أبيها وجدها. وجوز الخصاص النكاح مطلقاً، حتى لو وكلته فقال بحضرتها: زوجت نفسي من مؤكلتی، أو من امرأة جعلت أمرها بيدي، فإنه يصح عنده. قال قاضي خان: والخصاف كان كبيراً في العلم، يجوز الاقتداء به، و ذكر الحاكم الشهيد في المنتقى، كما قال الخصاف اهـ۔

قلت: في التاتارخانية عن المضمورات: أن الأول هو الصحيح، وعليه الفتوى، وكذا قال في البحر في فصل الوكيل والفضولي: إن المختار في المذهب خلاف ما قاله الخصاف وإن كان الخصاف كبيراً“۔
(رد المحتار، كتاب النكاح، مطلب: الخصاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به: ۳/ ۲۲، سعيد) =

صورت مسئلہ میں اگر عدم جواز کی کوئی شق ہو تب بھی جو بچہ پیدا ہوگا، وہ ثابت النسب ہوگا، کیوں کہ یہ نکاح باطل نہیں ہوگا بلکہ فاسد ہوگا، نکاح فاسد میں جو اولاد ہوتی ہے وہ حرامی نہیں کہلاتی بلکہ ثابت النسب ہوتی ہے (۱)۔

بعض علماء اس کے قائل ہیں کہ نکاح میں فاسد اور باطل دونوں ایک ہیں کچھ فرق نہیں، بعض علماء فرق کرتے ہیں کہ نکاح باطل پر وجوب مہر کا، ثبوت نسب، وجوب عدت، وغیرہ احکام مرتب نہیں ہوتے، اور فاسد پر قبل الدخول مرتب نہیں ہوتے، بعد الدخول مرتب ہو جاتے ہیں۔

نکاح فاسد اُسے کہتے ہیں جس کی صحت کی کوئی شرط مفقود ہو، جیسے مثلاً: بلا گواہ ہونے کے نکاح کر لیا، یا ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح کیا، یا چوتھی کی عدت میں پانچویں سے نکاح کر لیا، یا حرہ پر آمہ سے کر لیا۔ یہ سب انکح فاسدہ ہیں۔ بعض نے یہ تعریف کی ہے: ”جس کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے وہ فاسد ہے اور جو بالا جماع حرام ہے وہ باطل ہے“۔ پس منکوحہ غیر یا معتدہ غیر سے باوجود علم کے نکاح کرنا باطل ہوگا کیونکہ وہ زنائے محض ہے (۲)۔

= (و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، الفصل الثانی : ۲۴۱/۳، رشیدیہ)

(۱) ”و یثبت نسب الولد المولود فی النکاح الفاسد، الخ“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحكامه : ۳۳۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی النکاح الفاسد : ۲۱۵/۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)
 (و کذا فی المحیط البرہانی، الفصل السادس عشر فی النکاح الفاسد وأحكامه : ۲۴۸/۳، غفرایہ کوئٹہ)
 (۲) ”و یجب مہر المثل فی نکاح فاسد، وهو الذی فقد شرطاً من شرائط الصحة کشہود، الخ“۔ (الدر المختار)۔ ”(قوله: کشہود) ومثله تزوج الأختین معاً، ونکاح الأخت فی عدة الأخت، ونکاح المعتدہ، والخامسة فی عدة الرابعة، والأمة علی الحرۃ..... أن نکاح المحارم باطل أو فاسد..... و فسر القہستانی هنا الفاسد بالباطل..... أما نکاح منکوحہ الغیر ومعتدہ، فالدخول فیہ لا یوجب العدة ان علم أنها للغیر؛ لأنه لم یقل أحد بجوازه، فلم یعتقد أصلاً“۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، مطلب فی النکاح الفاسد : ۱۳۱/۳، ۱۳۲، سعید)

نکاح مذکورہ مسئلہ میں اگر گواہ عورت کو پہچانتے تھے، یا ان کے سامنے عورت موجود تھی، یا اس کا پورا نام مع ولدیت بتایا گیا ہے تب تو وہ نکاح صحیح ہے، اگر گواہ جانتے نہیں تھے تو مختار قول کی بنا پر وہ نکاح فاسد ہوا (۱)۔ بعد دخول مہر لازم ہوگا اور وہ مہر مثل اور مہر مسمیٰ میں سے اقل لازم ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ربیع الثانی/۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف۔

قبول سے پہلے لڑکا مجلس سے اٹھ کر چلا گیا، اس کا نکاح ہوا یا نہیں؟

سوال [۵۳۵۵]: محمد تقی (بالغ) ولد محمد شفیع کی بارات بنارس آئی، نیاز احمد صاحب (محمد شفیع کے بڑے بھائی) سے لوگوں نے کہا کہ ماسٹر صاحب! آپ کو نکاح پڑھانے کیلئے تلاش کر رہے تھے۔ لوگوں نے دو گواہ اور لڑکی کی طرف سے ایک وکیل دے کر نیاز احمد کو لڑکی کے نکاح کے لئے بھیجا، لڑکی سے قبولیت کرائی۔ بعدہ محمد تقی کے پاس نیاز احمد نے خطبہ پڑھا اور چند کلمات محمد تقی کو پڑھایا، قبولیت باقی تھی کہ محمد تقی اٹھ کر جھگڑے والوں میں چلا گیا، بعدہ بارات واپس ہو گئی، بعدہ افضل ولد محمد عمر صاحب سے لڑکی کا نکاح ہو گیا۔ علماء کے دو طبقے ہیں: ایک طبقہ محمد تقی کے نکاح کو درست کہتا ہے، اور دوسرا طبقہ افضل کے نکاح کو۔ کون سا نکاح درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محمد تقی قبول کرنے سے پہلے اٹھ کر چلا گیا تو نکاح نہیں ہوا (۳)، افضل ولد محمد عمر سے نکاح کے لیے

(۱) (رد المحتار، کتاب النکاح، مطلب: الخصاف کبیر فی العلم یجوز الاقتداء بہ: ۲۱/۳، سعید)

(۲) ”وإن كان قد دخل بها، فلها الأقل مما سمي لها ومن مهر مثلها، الخ“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب

الثامن فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۳۳۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی النکاح الفاسد: ۲۱۵/۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی رد المحتار، باب المہر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۱/۳، سعید)

(۳) ”ومن شرائط الإيجاب والقبول: اتحاد المجلس لو حاضرين وإن طال كمخيرة، الخ“۔

(الدر المختار)۔ ”(قوله: اتحاد المجلس) قال فی البحر: فلو اختلف المجلس لم ینعقد، فلو أوجب

أحدهما فقام الآخر أو اشتغل بعمل آخر، بطل الإيجاب، الخ“۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، مطلب: =

لڑکی نے اجازت نہیں دی نہ اس کو خبر ہے، تو نکاح کی خبر سن کر اگر لڑکی نے نامنظور کر دیا تو وہ بھی نکاح نہیں ہوا۔
اگر لڑکی نے منظور کر لیا تو نکاح صحیح ہو گیا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۱۳۹۶ھ۔

ایجاب کے بعد قبول کے بغیر نکاح کا حکم

سوال [۵۳۵۶]: زید بکر کی دختر کی نکاح کی نسبت بکر سے جا کر سوال کرتا ہے کہ اپنی دختر کا نکاح میرے ہمراہ کر دو اور بکر سن کر کہتا ہے کہ ہم لوگ سب خوش ہیں، تو دوسری مرتبہ آنا یا نہیں، خود آدمی بھیج کر بلوالوں گا، مشورہ بھی کر لوں گا، زید واپس چلا آتا ہے، عرصہ بیس یوم کے بعد بکر ایک مرد مسلمان کو بھیج کر زید کو بغرض عقد دختر طلب کرتا ہے، زید ہمراہ بکر چلا آتا ہے۔

بکر زید سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و قرآن شریف کو ضامن دے کر، و حاضر و ناظر جان کر سامنے گواہوں کے کہتا ہوں کہ میں نے لڑکی تجھ کو دیدی ہے۔ بعد ازاں زید دختر بکر کی رضا مندی دریافت کرتا ہے کہ تو بھی رضا مند ہے یا نہیں؟ دختر بکر عاقل و بالغ سترہ سالہ طلاق شدہ جواب دیتی ہے کہ مجھ کو قبول ہے اور زید سے اپنی کفالت و خرچ وغیرہ کا حلفیہ اقرار و بروگواہان کے لے لیتی ہے۔ کیا یہ عقد اس طرح بروئے شرع محمدی جائز ہے؟

۲..... چند یوم کے بعد منکر ہو جاتا ہے کہ میں اپنے پیر سے دریافت کر لوں، بعد ازاں یہ شرط قائم

= التزوج بإرسال کتاب: ۱۴/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۱۴۸/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الأول: ۲۶۹/۱، رشیدیہ)

(۱) ”لایجوز نکاح أحد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من أب أو سلطان بغير إذنہا بکراً کانت أو ثیباً، فإن فعل ذلک، فالنکاح موقوف علی إجازتہا، فإن أجازہ جاز، وإن ردته بطل“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء والأکفاء: ۲۸۷/۱، رشیدیہ)

”وإن زو جہا بغير استیمار، فقد أخطأ السنۃ وتوقف علی رضاہا“۔ (البحر الرائق، کتاب

النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۱۹۹/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۵۸/۳، سعید)

کردی، خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن شریف کا کوئی پاس نہ رہا، بلکہ پیر کی ذات پر انحصار رہا، جب کہ ایجاب و قبول ہو گیا تھا تو اب اجازت کی کیا ضرورت رہی؟ دوسرے دختر بکر عاقل بالغہ ہے با اختیار ہے، شرعاً اس پر بد عہدی کا کیا حکم ہے؟

سوال نمبر: امیں تو کوئی فرق نہیں آتا، یا آتا ہے، جب زید کو و دختر بکر کو بکر کے منکر ہونے کا حال معلوم ہوا تو زید نے دختر بکر کے پاس جا کر دریافت کیا ہے: تیری کیا رائے ہے اور تو رضا مند ہے؟ دختر بکر کہتی ہے کہ میں تو بہت خوش ہوں اور پہلے بھی میں نے تو خوش ہوتے ہوئے قبول کیا تھا اور اب بھی تجھ سے خوش ہوں۔ اور قبول کرتی ہوں، بلکہ آپس میں حلفیہ ایجاب و قبول کر کے زید کہتا ہے کہ بہت بہتر ہے۔ دختر بکر زید کے ہاتھ پر قرآن شریف رکھ کر رو برو گواہان کہتی ہے کہ تجھ کو میری ہر بات کا کفیل ہونا پڑے گا، تجھ کو قبول ہے؟ زید تین مرتبہ قبول کرتا ہے۔

بعد ازاں دختر بکر جب کہ عاقلہ بالغہ سترہ سالہ طلاق شدہ ہے رو برو گواہان اپنے ہاتھ پر کلام الہی رکھ کر اور کلمہ طیبہ پڑھ کر اور گواہان کا نام لے کر کہتی ہے کہ مجھ کو قبول اور منظور ہے کیونکہ میں با اختیار ہوں، قسم ہے خدا و رسول و قرآن شریف کی اور حاضر و ناظر جان کر کہتی ہوں اور اپنے باپ کو کہہ دوں گی کہ ہم نے اپنا ایجاب و قبول کر لیا ہے، یہی شرائط نکاح کے اندر ہوتی ہیں وہ پوری ہو گئیں اور میں اپنا نکاح سوائے زید کے دوسری جگہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اگر باپ جبراً زید کو نہیں دے گا تو نکاح ہو چکا ہے، مکان ہی پر تمام عمر گزار دینی ہے، حرام نہیں کھانا ہے کیونکہ دوسری جگہ نکاح نہیں ہو سکتا ہے۔

۳..... کیا شرعاً نکاح ہو گیا یا نہیں؟

۴..... اگر زید نکاح تصور کرتے ہوئے دختر بکر سے ہمبستری کرے یا کر لی ہو تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۵..... کیا سترہ سالہ عاقلہ بالغہ طلاق شدہ لڑکی با اختیار ہوتی ہے، شرع محمدی میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... عبارت مذکورہ میں لڑکی کے باپ بکر کا قول کہ ”میں نے لڑکی تجھے دیدی ہے“ تو مذکور ہے، لیکن

اس کے جواب میں زید کا کوئی قول نہیں مذکور ہے، نہ معلوم زید نے اس کے جواب میں قبول کیا ہے یا نہیں؟

اگر زید نے قبول نہیں کیا تو شرعاً نکاح منعقد نہیں ہوا، اگر قبول کیا ہے تو اس کے الفاظ لکھ کر دریافت کیجئے کیونکہ

نکاح صرف ایک کے قول سے منعقد نہیں ہوتا، بلکہ ایک ہی مجلس میں ایک کا ایجاب اور دوسرے کا قبول گواہوں کے سامنے ضروری ہوتا ہے (۱)۔ خدا کے سوا کسی کو حاضر و ناظر جاننا بہت بڑا گناہ اور شرک ہے (۲)۔

۲..... نمبر: ۲ کا جواب متفرع ہے نمبر: ۱ کی تنقیح پر۔ البتہ بلا وجہ وعدہ خلافی کرنا گناہ ہے (۳)، لیکن محض وعدہ نکاح سے نکاح نہیں ہوتا (۴)۔

۳..... اگر دونوں نے گواہوں کے سامنے یہی الفاظ کہے ہیں جو سوال میں تحریر ہیں تو اس سے نکاح نہیں ہوا، کیونکہ زید نے نکاح کو قبول نہیں کیا، نہ لفظ نکاح کا ذکر آیا، بلکہ ہر بات کا کفیل ہونے کو قبول کیا ہے جس کا دختر بکر کے کلام میں ذکر ہے اور اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، اگر کچھ اور الفاظ کہے ہیں تو وہ لکھ کر دریافت کیا جائے (۵)۔

(۱) "ومن شرائط الإيجاب والقبول: اتحاد المجلس و شرط سماع كل من العاقدین لفظ الآخر ليتحقق رضاهما، و شرط حضور شاهدين حريين مكلفين سامعين قولهما معاً، الخ". (الدر المختار، كتاب النکاح: ۱۴/۳، ۲۱، ۲۲، سعید)

(و كذا في ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب النکاح: ۱/۱۷۴-۳۲۰، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب النکاح: ۱۵۵/۳، رشیدیہ)

(۲) "قال علماءنا: من قال: أرواح المشايخ حاضرة، يكفر. الخ". (الفتاویٰ البزازیة، الفصل الثانی فیما یكون كفرا من المسلم و ما لا یكون، الفصل الثانی فیما یتعلق بالله تعالیٰ: ۳۲۶/۶، رشیدیہ)

(و كذا في البحر الرائق، باب أحكام المرتدین: ۲۰۹/۵، رشیدیہ)

(۳) "يا أيها الذين آمنوا أوفوا بالعقود"، (أوفوا بالعقود) قال: هي عقدة النکاح والبيع والحلف والعهد، الخ". (أحكام القرآن للجصاص، سورة المائدة، مطلب في عقود الجاهلية وعقود الإسلام: ۲/۱۴، قديمی)

(۴) "لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: نعم، وإن كان المجلس للزعد فزعد، وإن كان للعقد فنكاح". (البحر الرائق، كتاب النکاح: ۱۴۷/۳، رشیدیہ)

(و كذا في رد المحتار، كتاب النکاح، مطلب: كثيرا ما يتساهل في إطلاق المستحب على السنة: ۱۲/۳، سعید)

(۵) (راجع روضة الطالبية: ۱)

۴..... نمبر: ۴ کا جواب متفرع ہے نمبر: ۱، اور ۳ کی تنقیح پر۔

۵..... سترہ سال کی لڑکی خود مختار ہوتی ہے، شرعاً اس کا نکاح جب کہ وہ اپنی برادری میں مہر مثل پر کرے باپ کی اجازت پر موقوف نہیں رہتا بلکہ خود کر سکتی ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۵/۵۶ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۳/جمادی الاولیٰ/۵۶ھ۔

مجلس عقد میں قبول سے انکار کے بعد قبول

سوال [۵۳۵۷]: زید کی بارات عمر کے گھر گئی، قاضی نے نکاح پڑھنا شروع کیا، مہر کی زیادتی کی وجہ سے لڑکے نے انکار کر دیا، اس کے والد نے سمجھایا تو وہ راضی ہو گیا۔ قاضی صاحب بھی اس دوران ان میں اٹھ کر چلے گئے تھے، پھر واپس آ کر لڑکی کے والد کو بلایا کہ نکاح پڑھوا لیجئے، اس نے کہا کل فیصلہ ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ لڑکے نے دوبارہ آ کر قبول کرنے کا اقرار کر لیا، لڑکی کے والد نے قاضی کو بالکل یہ اختیار دیدیا تھا۔ یہ نکاح درست ہو گیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قاضی صاحب نے نکاح کا ایجاب لڑکی کی طرف سے لڑکے کے سامنے پیش کیا، اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، پھر لڑکے کے والد صاحب وہاں سے اٹھ کر دوسری مجلس میں اس کو لے کر گئے، ادھر قاضی صاحب مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تو پہلا ایجاب بیکار ہو گیا، اب لڑکے کے قبول کرنے سے نکاح منعقد نہیں ہوگا، جب تک لڑکی طرف سے اعادہ نہ ہو۔ غرض ایجاب و قبول کا ایک مجلس میں ہونا ضروری ہے (۲)۔ طرفین کی

(۱) "وینعقد نکاح الحرة العاقلۃ البالغة برضاها وإن لم یعقد علیہا ولی بکراً کانت أو ثیبۃ عند أبی

حنیفۃ رحمہ اللہ، الخ"۔ (الہدایۃ، باب فی الأولیاء والأکفاء: ۳/۱۳، مکتبہ شرکۃ علمیۃ ملتان)

(و کذا فی البحر الرائق، باب الأولیاء والأکفاء: ۳/۱۹۲، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، باب الأولیاء والأکفاء: ۳۳۲/۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۲) "ومن شرائط الإيجاب والقبول: اتحاد المجلس لو حاضرین"۔ (الدر المختار، کتاب

النکاح، مطلب التزوج بإرسال کتاب: ۳/۱۴، سعید)

رضا مندی ہو تو دوبارہ ایجاب و قبول کرا دیا جائے گا، نکاح درست ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۴/۹۵ھ۔

اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کر دینے کے بعد بالغ ہونے پر دوسری جگہ نکاح کر دینا

سوال [۵۳۵۸]: خلاصہ سوال یہ ہے کہ مسمیٰ انوار نے اپنی نابالغ لڑکیوں کا عقد کر دیا تھا، لیکن آنے سے سائے کی وجہ سے لڑکیاں جب بالغ ہو گئیں تو کلکٹر سے اجازت لے کر اور رقم لے کر دوسری جگہ نکاح کر دیا۔ پھر تقریباً تین چار سال بعد جبکہ ان کے دو بچے بھی پیدا ہو چکے تھے، برادری کے لوگوں نے جمع ہو کر جہاں پہلے نکاح ہوا تھا وہیں پر بھجوا دی اور ہر سہ فریقین پر جرمانہ کیا اور سزا بھی دی۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ انوار کی دونوں لڑکیاں کس کیلئے جائز ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب انوار اپنی دونوں نابالغ لڑکیوں کا خود نکاح کر چکا تھا تو وہ صحیح اور لازم ہو گیا تھا (۱)، پھر ان کے بالغ ہونے پر کلکٹر سے بلا وجہ اجازت لے کر دوسری جگہ نکاح کر دیا وہ غلط اور گناہ کیا، دوسرا نکاح ہرگز درست نہیں ہوا (۲)، برادری کو اس وقت لازم تھا کہ اس دوسرے نکاح کی پوری مخالفت کرتی (۳)، اب وہاں سے علیحدہ

= (و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، الباب الأول، الخ: ۳/۱۲۸، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ کتاب النکاح، الباب الأول: ۱/۲۶۹، رشیدیہ)

(۱) ”(وللولیٰ إنکاح الصغیر والصغیرۃ) جبراً (ولو ثیباً، ولزم النکاح)“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح،

باب الولی: ۳/۶۵، ۶۶، سعید)

(و کذا فی ملتقى الأبحر، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۱/۴۹۴، غفاریہ)

(و کذا فی الهدایۃ، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء والأکفاء: ۲/۳۱۷، شرکتہ علمیۃ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمهتکم والمحصنات من النساء﴾ الآیۃ. (سورۃ النساء:

۲۳، ۲۴)

(۳) ”عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”من رأى منکم

منکراً فلیغیرہ بیدہ، فإن لم یستطع فبلسانہ، فإن لم یستطع فبقلبہ، وذلك أضعف الإیمان“۔ (مشکوۃ

المصابیح، کتاب الأدب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، ص: ۴۳۶، قدیمی)

کر کے پہلی جگہ دونوں کو بھجوا دیا یہ ٹھیک کیا۔ سب کو اپنی غلط حرکت پر توبہ واستغفار لازم ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۲/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

بیویوں کا تبادلہ ہو گیا تین بچے ہونے پر علم ہوا

سوال [۵۳۵۹]: بکر کی شادی پانچ کوس کے فاصلہ پر شمیمہ خاتون سے ہوئی، اب لڑکی والوں نے شمیمہ نام کی دوسری لڑکی کو بکر کے یہاں رخصت کر دیا ہے۔ بکر کو اس وقت معلوم ہوا جبکہ تین بچے ہو گئے تھے تو اب بکر کیا کرے؟ اور بکر والی شمیمہ زید کے یہاں بھیج دی۔ اس کے بچے ہوئے تو اب دونوں کو بدلہ کرنا چاہیے یا نہیں؟ اور جو بچے ہیں وہ حرامی کہلائیں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید اور بکر دونوں اپنی اپنی اصل منکوحہ شمیمہ کو طلاق دیدیں، پھر جو شمیمہ جس کے پاس غلطی سے پہونچا دی گئی اور ہر ایک کے بچے ہو گئے ہیں دونوں اسی شمیمہ سے نکاح کر لیں (۲)۔ باقی یہ بہت حیرت کی بات ہے کہ صرف پانچ کوس کے فاصلہ پر شادی ہوئی اور ایک شمیمہ دوسری شمیمہ سے بدل گئی اور تین بچوں کی ماں ہونے

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا﴾ (التحریم: ۸)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلَمْ نَفْسَهُ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ، يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾

(النساء: ۱۱۰)

(۲) ”وكان أبو حنيفة - رحمه الله تعالى - في وليمة في الكوفة، وفيها العلماء والأشراف، وقد زوج صاحبها ابنه من أختين فغلطت النساء، فزفت كل بنت إلى غير زوجها ودخل بها، فأفتى سفيان بقضاء علي رضي الله تعالى عنهما على كل منهما المهر، وترجع كل إلى زوجها. فسئل الإمام، فقال: علي بالغلامين، فأتى بهما، فقال: أوجب كل منكما أن يكون المصاب عنده؟ قالا: نعم، فقال لكل منهما: طلق التي عند أخيك ففعل، ثم أمر بتجديد النكاح. فقام سفيان، فقبل بين عينيه“، (الاشباه والنظائر، الفن السابع: الحكايات والمراسلات:، ص: ۴۱۵، قديمي)

(و كذا في رد المحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: حكاية أبي حنيفة رحمه الله تعالى في

الموطوءة بشبهة: ۵۰۷/۳، سعيد)

پر پتہ چلا، اس سے پہلے خبر ہی نہیں ہوئی کہ جس سے نکاح کیا تھا وہ نہیں ہے، کیا دونوں کے والد کا نام بھی ایک ہی تھا! اور کیا دونوں کی شادی بھی ایک ہی روز ہوئی تھی، یا لڑکی والوں نے عمدہ ایسا کیا ہے؟

اگر انہوں نے اپنی لڑکی کو بغیر نکاح کے ایک اجنبی شخص کے حوالہ کر دیا اور اس کو حرام کاری میں مبتلا کیا تو وہ پرلے درجہ کے دیوث اور بے غیرت ہیں۔ بہر حال وہ اولاد مستحق میراث نہیں ہوگی، لأن الأولاد للفراش وهو ليس بثابت۔ لاعلمی کی وجہ سے شوہر کو زانی قرار دیکر مستحق رحم نہیں کیا جائے گا، اور واقعہ فراش ثابت نہ ہونے کی بناء پر ان بچوں کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۴/۹۰ھ۔

رشتہ چھوٹی لڑکی سے ہوا اور رخصت بڑی کو کر دیا

سوال [۵۳۶۰]: زید کی دو لڑکیاں تھیں، دونوں بالغ تھیں، اسے اپنی ایک لڑکی کی شادی کرنی تھی، جو عمر کے لحاظ سے بڑی تھی۔ نکاح کے وقت غلطی سے چھوٹی لڑکی کا نام لیا گیا اور پھر رخصت بڑی ہی لڑکی کو کر دی۔ تو ایسی صورت میں نکاح میں کون سی لڑکی رہے گی؟ اور میاں بیوی سے مخالفت سے گنہگار تو نہیں ہوئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس لڑکی کو شوہر نے قبول کیا ہے، نکاح اسی سے ہوا یعنی چھوٹی لڑکی سے (۱)، پھر بڑی لڑکی کو رخصت کرنا اور اس سے تعلق زوجیت قائم کرنا بہت بڑی غلطی ہے، اس سے توبہ واستغفار کریں (۲)، اب بہتر صورت

(۱) "غلط و کیلہا بالنکاح فی اسم ابیہا بغیر حضورہا، لم یصح للجهالة، و کذا لو غلط فی اسم بنتہ، إلا إذا كانت حاضرةً وأشارہ إليها فیصح۔ ولو بستان أراد تزوج الکبری فغلط فسماہا باسم الصغری، صح للصغری"۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، مطلب فی عطف الخاص علی العام: ۲۶/۳، سعید)
(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الأول، الفصل الأول: ۳۲۴/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۱۵۰/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی خیر الفتاویٰ، کتاب النکاح: ۲۷۲/۴، خیر المدارس ملتان)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿و من عمل سوءاً أو یظلم نفسه ثم یستغفر اللہ، یجد اللہ غفوراً رحیماً﴾ وقال أبو الیث السمرقندی: فالواجب علی کل مسلم أن یتوب إلى اللہ حین یصح و حین یمسی"۔ (تنبیہ الغافلین، =

یہ ہے کہ چھوٹی لڑکی جس کو قبول کیا ہے طلاق دے دے اور بڑی لڑکی سے دوبارہ ایجاب و قبول کرا کے نکاح کر دیا جائے اور چھوٹی لڑکی کو قبول کرتے وقت جو مہر تجویز کیا گیا وہ لڑکی اپنا مہر بعوض طلاق کے معاف کر دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۴/۱۳۹۴ھ۔

دو بہنوں کا عقد دو بھائیوں سے رخصتی میں ادل بدل

سوال [۵۳۶۱]: دو بہنوں کا عقد دو بھائیوں سے ہوا، ایک ہی ساتھ ہوا اور غلطی یہ ہو گئی کہ جس لڑکے کی شادی جس لڑکی سے ہوئی، وہ لڑکی دوسرے لڑکے کے پاس رہ کر آپس میں شوہر و بیوی کے تعلقات ہو گئے اور دوسری کے تعلقات دوسرے لڑکے سے زن و شوہر کے ہوئے، صبح کو معلوم ہوا کہ عقد جس لڑکے سے ہوا تھا، غلطی سے ادل بدل ہو گئی۔ اس بارے میں حکم شرعی بتلائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس غلطی کی اصلاح کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جس سے عقد ہوا ہے اس کو اس سے طلاق دلوا دی جائے اور ہر ایک اپنا مہر معاف کر دے، پھر جو جس کے پاس غلطی سے پہنچ گئی اور مغالطہ میں تعلق بھی ہو گیا اس کا اس سے عقد کر دیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نکاح میں ایک بہن کی جگہ دوسری کا نام لیا گیا

سوال [۵۳۶۲]: انوار احمد کا نکاح صفیہ بیگم سے ہونا تھا مگر بوقت نکاح منجانب ولی اندراج رجسٹر

= باب آخر من التوبة : ۶۰، مکتبہ حقانیہ پشاور)

”واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة“۔ (شرح النووي على صحيح المسلم، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمی)

(و كذا في روح المعاني تحت الآية: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾: ۱۵۹/۲۸، دار إحياء التراث بيروت)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ”بيویوں کا تبادلہ ہو گیا تین بچے پیدا ہونے کے بعد علم ہوا“۔)

میں بجائے صفیہ بیگم کے ذکیہ بیگم لکھایا گیا اور اسی نام سے ایجاب و قبول ہو گیا۔ بعد ایجاب و قبول رجسٹر میں صفیہ بیگم نے اپنا نام لکھا تو لوگوں کو تنبیہ ہوا۔ وکیل عقد نے آکر بتایا کہ یہ غلطی ہو گئی ہے، لہذا قاضی نکاح خواں نے رجسٹر میں بھی اصلاح کردی اور بغرض تصحیح نو شہ کو بھی بتلایا کہ ذکیہ بیگم نہیں بلکہ صفیہ بیگم زوجہ کا نام ہے اور عوام کو بھی بروقت اس کی تصحیح کی اطلاع کردی گئی۔ تو اس نکاح میں کوئی خلل تو واقع نہیں ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صفیہ بیگم کی جگہ ذکیہ بیگم کا نام لیکر ایجاب و قبول کر دیا گیا اور یہ دونوں بہنیں ہیں تو نکاح ذکیہ بیگم کا ہوا ہے صفیہ بیگم کا نہیں ہوا، ایسی حالت میں صفیہ بیگم سے تعلق زوجیت قائم کرنا جائز نہیں (۱)، اگر صفیہ بیگم سے تعلق قائم کرنا ہے تو انوار احمد کو چاہیے کہ وہ ذکیہ بیگم کو طلاق دیدے، بعد طلاق صفیہ بیگم سے ایجاب و قبول کرایا جائے (۲)۔ یہ طلاق اگر خلوت صحیحہ سے پہلے ہی دیدی ہے تو ذکیہ بیگم پر عدت واجب نہیں اور فوراً بعد صفیہ بیگم سے نکاح جائز ہوگا (۳)۔

(۱) ”ولو له بنتان أراد تزوج الكبرى فغلط، فسمها باسم الصغرى، صح للصغرى“۔ (الدر المختار :

۲۶/۳، کتاب النکاح، مطلب: عطف الخاص علی العام، سعید)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان : ۱/ ۳۲۴، کتاب النکاح، الباب الأول، الفصل الأول، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق : ۳/ ۱۵۰، کتاب النکاح، رشیدیہ)

(و کذا فی خیر الفتاویٰ : ۲/ ۲۷۲، کتاب النکاح، خیر المدارس، ملتان)

(۲) ”یحرم علی الرجل والجمع بین الأختین نکاحاً ولو فی عدة حتی یحرم الأخری،

فإن كانت منکوحةً فحرمتها بالطلاق أو الخلع أو الردة مع انقضاء العدة“۔ (مجمع الأنهر : ۱/ ۴۷۵،

۴۷۹، غفاریہ کوئٹہ)

(و کذا فی الدر المختار : ۳/ ۴۰، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، سعید)

(۳) ”الخلوة بلا مانع حسی و طبعی و شرعی کالوطی فی العدة و حرمة نکاح

أختها، اه“۔ (الدر المختار : ۳/ ۱۱۲ - ۱۱۸، کتاب النکاح، مطلب فی أحكام الخلوة، سعید)

قال الله تعالى: ﴿ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا﴾

(الأحزاب : ۴۹)

اگر زکیہ بیگم کوئی صفیہ بیگم کی بہن نہیں ہے تو ایجاب و قبول لغو ہوگا، صفیہ بیگم سے ایجاب و قبول مستقلاً کرایا جائے، بعد کو محض اطلاع کرنا کافی نہیں، نہ رجسٹر میں نام کی تصحیح کافی ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۶ھ۔

بیوی کی جگہ دوسری لڑکی کا نام لیا

سوال [۵۳۶۳]: میری شادی کی منگنی معروف طریقہ پر ہوئی، پھر مقررہ تاریخ میں بارات گئی۔ ہمارے خسر طفیل احمد صاحب کی دو لڑکیاں ہیں: بڑی لڑکی مسماۃ رخسانہ خاتون جو قریب البلوغ ہے جس سے میری شادی کی نسبت طے ہوئی تھی، دوسری چھوٹی لڑکی کا نام عمرانہ ہے۔ نکاح خواں نے بوقت نکاح ولی سے اجازت نہیں لی اور نہ کسی وکیل کا پتہ چلا، بلکہ مجمع میں سے ایک دو آدمیوں نے کہا کہ نکاح پڑھاؤ۔ نکاح خواں نے بوقت قبولیت بجائے ”رخسانہ خاتون بنت طفیل احمد“ کہنے کے ”ریحانہ بنت طفیل احمد“ کہا اور میں نے قبول بھی کر لیا، حالانکہ مجھے معلوم تھا کہ اس لڑکی کا نام رخسانہ خاتون ہے ریحانہ نہیں ہے، نکاح خواں کی آواز پست ہونے کے سبب دو تین احباب نے ہی سنا، لیکن بعد میں کسی نے کوئی نکیر نہیں کی اور نہ کوئی تنازعہ ہے، بلکہ کھانا وغیرہ کھانے کے بعد اسی طور پر بیوی رخصت ہو کر میرے مکان پر بھی آ گئی۔ صورت مسئلہ میں میرا یہ نکاح شرعاً ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کی منگنی رخسانہ خاتون سے طے ہوئی تھی، مگر اس کا آپ سے ایجاب و قبول نہیں کرایا گیا تو اس

(۱) ”يجب أن لا ينعقد العقد على إحداهما؛ لأنه ليس له ابنة كبرى بهذا الاسم“۔ (رد المحتار: ۲۶/۳،

كتاب النکاح، الباب الأول، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱ / ۲۷۰، کتاب النکاح، الباب الأول، رشیدیہ)

”رجل له ابنة واحدة واسمها عائشة، فقال الأب وقت العقد: زوجت منك ابنتی فاطمة،

لا ينعقد النکاح بينهما“۔ (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱ / ۳۲۲، کتاب

النکاح، الباب الأول، الفصل الأول، رشیدیہ)

کا آپ سے نکاح نہیں ہوا (۱)، اگر وہ رخصت ہو کر آپ کے یہاں آئی تو غلط آئی، آپ اس سے الگ رہیں، یہاں تک کہ کم از کم دو آدمیوں کے سامنے ایجاب و قبول ہو جائے تو آپ کا اس سے شرعاً نکاح درست ہو جائیگا۔
 عمرانہ سے نہ آپ کی منگنی ہوئی، نہ ایجاب و قبول ہوا، نہ وہ رخصت ہو کر آئی (۲)، وہ اپنی جگہ پر جہاں تھی ویسی ہی ہے، ریحانہ نام کی کوئی بچی نہیں جس کو آپ نے قبول کیا، تو یہ قبول کرنا بیکار ہو گیا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
 حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

نام بدل کر نکاح کرنا

سوال [۵۳۶۴]: زید نے گواہوں کو اس لڑکی ہندہ کا نام خالدہ بنت ولید بتلایا حالانکہ وہ ہندہ بنت بکر تھی، یا یہ کیا کہ ہندہ بنت بکر کا نام زینب بنت بکر بتایا یعنی اس کے نام کے بجائے اس کی بہن کا نام لیا اور گواہ چونکہ نہ ہندہ سے واقف تھے اور نہ زینب و خالدہ سے اس لئے وہ کچھ نہ جان سکے کہ کون ہے؟ البتہ چونکہ ہندہ

(۱) "ولو له بنتان أراد تزويج الكبرى فغلط، فسمها باسم الصغرى، صح للصغرى". (الدر المختار).
 "هذا إذا لم يصفها بالكبرى، أما لو قال: زوجتك بنتي الكبرى فاطمة، ففي الولو الجية: يجب أن لا ينعقد العقد على إحداهما؛ لأنه ليس له ابنة كبرى بهذا الاسم". (رد المحتار: ۲۶/۳، كتاب النكاح، مطلب في عطف الخاص على العام، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۲۶۰، كتاب النكاح، الباب الأول، رشيدية)

"رجل له ابنة واحدة واسمها عائشة، فقال الأب وقت العقد: زوجت منك ابنتي فاطمة، لا ينعقد النكاح بينها". (فتاوى قاضى خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، ۱/ ۳۲۴، كتاب النكاح، الباب الأول، الفصل الأول، رشيدية)

(۲) "وينعقد) متلبساً (بإيجاب) من أحدهما (و قبول) من الآخر..... (و شرط سماع كل من العاقلين لفظ الآخر) ليتحقق رضاهما (و) شرط (حضور) شاهدين (حرين) أو حرٍ وحرّتين، الخ". (الدر المختار: ۳/ ۹، ۲۱، كتاب النكاح، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۲۶۷، كتاب النكاح، الباب الأول، رشيدية)

(و كذا في البحر الرائق: ۳/ ۱۳۶، كتاب النكاح، رشيدية)

(۳) (راجع الحاشية رقمها: ۱)

سامنے بے نقاب یا آنکھوں پر پٹی باندھ کر آئی تھی اس لئے اس کے کل یا بعض چہرہ کو پہچان گئے تھے اور انہوں نے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔ تو کیا ایسی صورت میں نکاح کا انعقاد ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

امیر علی صاحب، معرفت حامد میاں، مدرسہ شاہی مراد آباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر گواہوں نے اس کو دیکھ کر پہچان لیا ہے تو نکاح صحیح ہے، زوجہ یا اس کے والد کا نام غلط لینے سے کوئی اثر نہیں ہوگا:

”غلط وکیل بالنکاح فی اسم أبیہا بغير حضورہا، لم یصح للجهالة، وكذا لو غلط فی اسم بنتہ، إلا إذا كانت حاضرة، وأشار إليها فیصح، اهـ.“ درمختار۔ ”(قوله: إلا إذا كانت حاضرة، الخ) راجع إلى المسئلتين أي: فإنها لو كانت مشاراً إليها و غلط فی اسم أبیہا أو اسمها لا یضر؛ لأن تعریف الإشارة الحسية أقوى من التسمية لما فی التسمية من الاشتراك العارض، فتلغو التسمية عندها، كما لو قال: اقتدیت بزید هذا، فإذا هو عمرو، فإنه یصح، اهـ.“ شامی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ذیقعدہ/ ۱۴۰۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

نکاح کے ایجاب و قبول میں نام بد لا گیا

سوال [۵۳۶۵]: مقصود احمد ولد اشفاق احمد سے سلمیٰ بیگم دختر امیر احمد کار جٹر قاضی میں نکاح لکھا گیا

(۱) (رد المحتار، مطلب فی عطف الخاص علی العام: ۲۶/۳، سعید)

”غلط وکیلها بالنکاح فی اسم أبیہا بغير حضورہا، لم یصح، وكذا لو غلط باسم بنتہ، ولو كانت حاضرة، صح. الخ.“ (الدر المنتقى علی هامش مجمع الأنهر، کتاب النکاح: ۳۲۲/۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی منحة الخالق علی هامش البحر الرائق، کتاب النکاح: ۱۵۰/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب النکاح: ۱۲/۲، دار المعرفة بیروت)

ہے۔ جس وقت وکیل اور گواہان سلمیٰ بیگم کے پاس قبولیت کیلئے گئے تو وکیل عباس احمد اور گواہان منظور احمد اور شکور احمد نے سلمیٰ بیگم کے سامنے تفصیلات بتلانے کے وقت مقصود احمد کا نام بتلانے کے بجائے افضال احمد بتلایا، نکاح جو پڑھایا گیا وہ مقصود احمد سے پڑھایا گیا ہے جس سے طے پایا تھا، افضال احمد جو صاحب معلومات پہنچنے پر پتہ لیا کہ مقصود احمد کا بھائی ہے، اب وکیل اور گواہان کو افضال احمد کا نام زبان پر کیوں آیا۔

جس وقت وکیل نے رجسٹر نکاح پر دستخط کئے تو افضال احمد کا نام لکھا ہوا، ان کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی کہ لڑکے کا نام افضال احمد ہے جبکہ شاہد افضال احمد ایک گواہ کی حیثیت سے ان کا نام رجسٹر نکاح میں ہے۔ یہ بات کہنے کا سبب یہ ہے کہ سلمیٰ بیگم کے پاس دو لڑکیاں جو کہ بالغ تھیں، وہ مقصود احمد کی طرف سے ہیں۔ نکاح سے فارغ ہونے کے بعد مقصود احمد کی بہن شرمایا بیگم نے ظاہر کیا کہ یہ نکاح مقصود احمد سے نہیں بلکہ افضال سے ہوا ہے، مگر وکیل اور گواہان مغالطہ میں تھے اور لڑکی کے دماغ میں مقصود احمد ہی ہے، نام صرف زبان سے نکل گیا۔ اس صورت میں نکاح افضال احمد سے ہوا یا مقصود احمد سے یا کسی سے بھی نہیں ہوا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکی نے نکاح کی اجازت دی افضال احمد کیلئے، اور نکاح ہوا مقصود احمد سے، پھر معلوم ہونے پر اگر لڑکی نے اس مقصود احمد کے نکاح پر رضا مندی ظاہر کر دی تو نکاح مقصود احمد سے صحیح ہو گیا۔ اگر رضا مندی ظاہر نہیں کی بلکہ وہ اپنے نزدیک افضال احمد کے ہی نکاح پر قائم ہے تو یہ مقصود کا نکاح صحیح نہیں ہوا (۱) اور افضال احمد سے تو ایجاب و قبول کرایا ہی نہیں گیا، اس کا نکاح منعقد ہی نہیں ہوا (۲)۔ اب اگر لڑکی کی رضا مندی بھی افضال

(۱) "وتزويج العبد والأمة بغير إذن مولاهما موقوف، فإن أجاز المولى جاز، وإن رده بطل، وكذلك لو زوج رجل امرأة بغير رضاها أو رجلاً بغير رضاها، وهذا عندنا، فإن كل عقد صدر من الفضولي، وله معجز، انعقد موقوفاً على الإجازة"، (الهداية، كتاب النكاح، فصل في الوكالة بالنكاح: ۳۲۲/۲، شركة علمیه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب السادس في الوكالة بالنكاح وغيرها: ۲۹۹/۱، رشيدية)

(۲) لأن ركن النكاح الإيجاب والقبول، وهو مفقود، كما في الدر المختار "النكاح ينعقد متلبساً

بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر" (الدر المختار، كتاب النكاح: ۵۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۱۴۴/۳، رشيدية)

احمد سے ہو تو اس سے ایجاب و قبول کرادیا جائے بشرطیکہ افضال احمد بھی اس نکاح پر آمادہ ہو اور کوئی دوسرا مانع نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نکاح پڑھاتے وقت غلطی سے نام بدلا گیا

سوال [۵۳۶۶]: کچھ ماہ پہلے میری شادی ہوئی تھی، میری بیوی کا اصلی نام کوثر حسین ہے لیکن نکاح میں اقرار کے وقت قیصر جہاں کے نام سے اقرار کرایا گیا، قاضی صاحب سے قیصر جہاں ہی نام لیکر مجھ سے تین مرتبہ اقرار کرایا، اور رسید میں بھی قیصر جہاں نام ہے۔ ذہنی الجھن میں مبتلا ہوں کہ یہ نکاح ہوا ہے یا اس میں کچھ خامی ہے؟ شرعی اعتبار سے مجھے کیا کرنا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اصلی نام قیصر جہاں تھا، لیکن صحیح تلفظ نہ ہونے کی وجہ سے کوثر حسین کہنے لگے، یا اصلی نام کوثر حسین تھا، اسی کو قیصر جہاں کہنے لگے، یا دونوں ہی نام ہیں، کوئی کوثر حسین کہتا ہے کوئی قیصر جہاں، تو ان سب صورتوں میں نکاح صحیح ہو گیا۔ اگر نام ایک ہی ہے اور وہی لیا جاتا ہے اور جس نام سے قبول کرایا جاتا ہے اور جس نام سے قبول کرایا گیا ہے وہ نام نہیں ہے اور غلطی سے نام بدل گیا تو دو گواہوں کے سامنے دوبارہ ایجاب و قبول کر لیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۷/۹۵ھ۔

= (و کذا فی الہدایۃ، کتاب النکاح: ۲/۳۰۵، شرکتہ علمیۃ ملتان)

(۱) یہ حکم اس وقت ہے جبکہ گواہوں نے زوجہ کو نہ پہچانا ہو، لیکن اگر زوجہ کو گواہوں نے پہچان لیا ہو اور پھر نام لینے میں غلطی ہو تو اس سے نکاح پر کوئی اثر نہ پڑے گا، جیسا کہ اس مسئلہ کی تفصیل عنوان: ”نام بدل کر نکاح“ کے تحت گزر چکی ہے، وایضاً قال العلامة الحصکفی: ”غلط و کیلھا فی اسم أبیہا بغير حضورھا، لم یصح للجهالة، و غلط فی اسم بنتہ، إلا إذا كانت حاضرة وأشار إليها فیصح“۔ (الدر المختار)۔ ”(قوله: إلا إذا كانت حاضرة) راجع إلى المسئلتین: أی فإنھا لو كانت مشاراً إليها و غلط فی اسم أبیہا أو اسمھا، لا یضر؛ لأن تعریف الإشارة الحسیۃ أقوى من التسمیۃ، لما فی التسمیۃ من الاشتراک العارض، فتلغو التسمیۃ عندها، كما لو قال: =

نکاح میں بجائے مخطوبہ کے شادی شدہ لڑکی کا نام لینے سے نکاح

سوال [۵۳۶۷]: زید کے یہاں دو لڑکیاں ہیں، بڑی لڑکی کا عقد پہلے ہو چکا تھا، مگر شوہر کی نالائقی کی وجہ سے قریباً آٹھ سال سے بڑی لڑکی بھی ماں باپ کے یہاں ہے۔ اب زید نے اپنی چھوٹی لڑکی کا نکاح بکر کے ساتھ کیا مگر سہواً نکاح خوانی کے وقت وکیل اور گواہاں کو جو نام بتلایا گیا وہ بجائے چھوٹی کے بڑی لڑکی کا بتلادیا اور نکاح نے یہی نام لے کر ایجاب و قبول دولہا کو کروادیا۔ نکاح خوانی کے رجسٹر پر جس وقت دولہن نے دستخط کئے تو اس غلطی کا احساس ہوا کہ نام صحیح نہیں۔ اس صورت میں یہ نکاح چھوٹی لڑکی کا بکر کے ساتھ صحیح ہو گیا کہ نہیں؟

”خلاصۃ الفتاویٰ“ کی عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نکاح درست نہیں ہوا اور بڑی کا نکاح ہو گیا، دولہا دولہن میں خلوت بھی ہو چکی، نکاح چھوٹی لڑکی کا دوبارہ پڑھانا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نکاح کے وقت بڑی لڑکی کا نام لے کر قبول کرایا گیا جس کا کہ پہلے نکاح ہو چکا ہے اور اب والد کے گھر پر ہے تو یہ نکاح کسی کا بھی نہیں ہوا، بڑی کا تو اس لئے کہ وہ محل نکاح ہی نہیں کیونکہ وہ شادی شدہ ہے (۱)،

= اقتدیت بزید هذا، فإذا هو عمرو، فإنه يصح“۔ (ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب فی عطف الخاص علی العام: ۲۶/۳، سعید)

(و کذا فی الدر المنقی علی هامش مجمع الأنهر، کتاب النکاح: ۳۲۲/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)
(و کذا فی البحر الرائق مع منحة الخالق، کتاب النکاح: ۱۵۰/۳، رشیدیہ)

”أولم تكن، ووقع فی قلبه صدقها، فلا بأس بأن تزوجها، الخ“۔ (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدة: ۵۲۹/۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراهیہ، الفصل الثانی فی العمل بخبر الواحد فی المعاملات: ۳۱۳/۵، رشیدیہ)

(۱) ”ومنها المحل القابل و هي المرأة التي أحلها الشرع بالنکاح“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح: ۲۶۷/۱، رشیدیہ)

”لا يجوز لرجل أن يتزوج زوجة غيره“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

چھوٹی کا اس لئے کہ اس کا نام لے کر قبول نہیں کرایا گیا اس لئے دوبارہ نکاح کرایا جائے، اس کے لئے چند گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کافی ہے، رجسٹر نکاح میں بھی اندراج صحیح کرایا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۸/۸۸ھ۔

طلاق رجعی میں دو حیض کے بعد نکاح

سوال [۵۳۶۸]: زید نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دی تھی، صرف دو حیض عورت کو آئے تھے کہ لڑکی کے ولی نے دوسری شادی کر دی، کیونکہ گھر والوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ اس کی شادی ہو گئی ہے، حالانکہ پہلا نکاح اگرچہ پوشیدہ ہوا تھا لیکن ایسے دو گواہوں کے سامنے ہوا تھا جو لڑکے والوں کو جانتے ہیں، اور لڑکی کے گھر والوں کو ایک گواہ اچھی طرح جانتا ہے، دوسرے گواہ کو مقام وغیرہ کا نام اور لڑکی کے باپ کا نام بتا کر شناخت دیدی گئی تھی، لہذا وہ بھی واقف ہو گیا۔

اب جواب طلب امر یہ ہے کہ نکاح اول ہوا یا نہیں؟ اور لڑکے نے محبت میں آکر اس خیال سے شادی

= (و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط ألا تكون منكوحه الغير : ۳/۴۵۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی التاتارخانیۃ، کتاب النکاح، ما يجوز من الأنکحة وما لا يجوز : ۳/۴، إدارة القرآن کراچی)

(۱) ”غلط و کیلتها بالنکاح فی اسم أبيها بغير حضورها، لم يصح للجهالة، و کذا لو غلط فی اسم بنته، إلا إذا كانت حاضرة، و أشار إليها، فیصح“۔ (الدرالمختار)۔ ”(قوله: و لو له بنتان، الخ): أى بأن كان اسم الكبرى مثلاً عائشة، والصغرى فاطمة، فقال: زوّجتک بنتی الكبرى فاطمة، وقبل، صح العقد علیها وإن كانت عائشة هی المرادة. و هذا إذا لم یصفها بالكبرى، أما لو قال: زوّجتک بنتی الكبرى فاطمة، ففی الروا الجیة: یجب أن لا ینعقد علی إحداهما؛ لأنه لیس له ابنة كبرى بهذا الاسم“۔ (ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب فی عطف الخاص علی العام: ۳/۲۶، سعید)

(و کذا فی ملتقى الأبحر علی هامش مجمع الأنهر، کتاب النکاح: ۱/۳۲۲، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی خلاصة الفتاوی، کتاب النکاح الفصل الأول: ۲/۵، امجد اکیدمی لاہور)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۳/۱۵۰، رشیدیہ)

کر لی کہ یہ جنت میں میرے ساتھ رہے گی، اگرچہ اس کو معلوم تھا کہ کچھ روز بعد یہ لڑکی الگ ہو سکتی ہے بوجہ لاعلمی والدین کے، اور یہ بھی خیال تھا کہ شاید کوئی صورت ساتھ رہنے کی بن جائے۔ یہ نکاح کیا حکم رکھتا ہے؟ اگر یہ جائز ہوا تو دوسرا نکاح عدت کے اندر جو ہوا وہ باطل ہو گیا یا نہیں؟ اور مہر وغیرہ کا بغیر احکام نکاح کیا حکم ہے؟ اپنی عزت بچانے کیلئے نہ لڑکی نے بتلایا نہ لڑکے نے، حالانکہ لڑکا دینی تعلیم سے قدرے واقف ہے اور خوف خدا بھی ہے۔ اب آپ شریعت کی روشنی میں کوئی صورت بتلائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلا نکاح دو گواہوں کے سامنے کفو میں ہوا تو وہ صحیح ہو گیا (۱)، پھر اگر بعد و طی کے طلاق رجعی دی تو اسکی عدت (تین حیض) لازم تھی (۲)، صرف دو حیض آنے پر دوسرا نکاح غلط ہوا، فاسد ہوا (۳) دونوں میں علیحدگی لازم ہے (۴)، جب تیسرا حیض آجائے تب اس دوسرے شخص سے دوبارہ نکاح کیا جائے۔ نکاح فاسد میں و طی

(۱) ”النکاح ینعقد متلبساً یا بحاب من أحدهما وقبول من الآخر“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح: ۹/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۱۲۴/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب النکاح: ۳۰۵/۲، شرکتہ علمیہ ملتان)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسھن ثلاثۃ قروء﴾ (البقرۃ: ۲۲۸)

”عدة الحرة المدخولة التي تحيض للطلاق أو الفسخ أو الرفع ثلاثة قروء: أي حیض

لقوله تعالیٰ: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسھن ثلاثۃ قروء﴾“۔ (مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب

العدة: ۱/۲۶۴، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(أنظر أيضاً الہدایۃ، کتاب الطلاق، باب العدة: ۲/۲۲۲، شرکتہ علمیہ ملتان)

(۳) ”لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ، وكذلك المعتدة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح،

الباب الثالث فی المحرمات، القسم السادس المحرمات التي یتعلق بها حق الغیر: ۱/۲۸۰، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المختار، کتاب النکاح، باب المہر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۲/۳، سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط الزوجة: ۳/۴۵۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۴) ”بل یجب علی القاضی التفريق بینھما، الخ“۔ (الدر المختار، باب المہر، مطلب فی النکاح

الفاسد: ۱۳۳/۳، سعید)

کی صورت میں مہر لازم ہوتا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۷/۱۴۰۱ھ۔

ساس سے نکاح

سوال [۵۳۶۹]: ایک شخص بمبئی میں رہتا ہے اس نے ایک شخص کو اپنے نکاح کا وکیل بنا کر وطن بھیج دیا، وکیل نے نکاح کرادیا، اس کے بعد اس نے بمبئی سے طلاق دیدی بغیر خلوت کے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ یہ شخص اپنی غیر مدخولہ مطلقہ زوجہ کی ماں سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح بالتوکیل صحیح ہے اور نکاح صحیح کے بعد زوجہ کی ماں حرام ہو جاتی ہے، خلوت سے پہلے طلاق دی ہو یا بعد میں کما فی القرآن ﴿وَأُمّهَاتِ نِسَائِكُمْ﴾، الآیہ (۲)۔ وکما فی الحدیث۔ ”أیما رجل نکح امرأة، فلا يحل له أن ینکح أمها، دخل بها أو لم یدخل بها“۔ مشکوٰۃ شریف، ص: ۳۷۵ (۳)۔ ”وحرّم بالمصاهرة بنت زوجته الموطوءة وأم زوجته وجدها مطلقاً بمجرد العقد الصحيح، وإن

= (وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۳۳۰/۱، رشیدیہ)

(وکذا فی المحيط البرہانی، کتاب النکاح، الفصل السادس عشر فی النکاح الفاسد وأحكامه:

۲۴۸/۳، مکتبہ غفریہ کوئٹہ)

(۱) ”ویجب مہر المثل فی نکاح فاسد“۔ (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المہر، مطلب فی النکاح

الفاسد، ۱۳۱/۳، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی النکاح الفاسد: ۶۱۵/۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۳۳۰/۱، رشیدیہ)

(۲) (سورۃ النساء: ۲۳)

(۳) (مشکوٰۃ المصابیح، باب المحرمات، الفصل الثالث، ص: ۲۷۵، قدیمی)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالمصاهرة: ۴۱۲/۳، ۴۱۳، دارالکتب

العلمیہ بیروت)

لم توطأ الزوجة“۔ شامی: ۲/۳۷۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ہندہ کا نکاح دوسری عورت کی اجازت سے

سوال [۵۳۷۰]: ہندہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کیا گیا، وکیل اور گواہ سب اجازت لینے کے لئے گئے تو ہندہ کی بجائے دوسری عورت نے کہہ دیا کہ نکاح پڑھا دیا جائے۔ بعدہ اس شخص کے ہمراہ چلی گئی اور صرف دورات وہاں رہی۔ اس بات کو تقریباً دو سال ہو گئے ہیں۔ اب ہندہ وہاں جانے کیلئے تیار نہیں، کہتی ہے کہ میرا نکاح اس سے نہیں ہوا تھا، میں نے اجازت نہیں دی تھی۔ تو کیا عند الشرع ہندہ کا نکاح معتبر ہے یا بغیر اجازت نکاح ہوا ہی نہیں تھا؟ جبراً دورات وہاں گذاری تھی۔ نیز ہندہ کو دوسرا نکاح کرنے سے پہلے زوج سے طلاق کی اجازت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہندہ نے نکاح کے وقت اجازت نہیں دی بلکہ دوسری عورت نے اجازت دی تو وہ اجازت معتبر نہیں، پھر نکاح ہونے کے بعد جب ہندہ کو خبر ہوئی اور اس نے انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں تو شرعاً وہ نکاح نہیں ہوا (۲)، پھر اگر اس کو ظماً و زبردستی بھیجا گیا اور وہ انکار کرتی رہی اور وہاں پہنچ کر بھی ہندہ نے کہہ دیا کہ میں نے اس نکاح کو نا منظور کر دیا، میرا نکاح نہیں ہوا تو یہ اس کو زبردستی بھیجنا بہت بڑا ظلم ہے اور سخت

(۱) (الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۳/۳۰، کتاب النکاح، سعید)

(۲) ”لا يجوز نكاح أحد علی بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها، بکراً كانت أو ثیباً، فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف علی إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردتہ بطل، کذا فی السراج الوهاج“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الرابع فی الأولیاء: ۱/۲۸۷، رشیدیہ)

”و لا تجبر البالغة البکر علی النکاح، لانقطاع الولاية بالبلوغ، فإن استأذنها هو: أي الولی، وهو السنة“۔ (الدر المختار)۔ ”وإن زوجها بغير استیمار، فقد أخطأ السنة، و توقف علی رضاها، بحر عن المحيط، الخ“۔ (رد المحتار، باب الولی: ۳/۵۸، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، باب الأولیاء والأکفاء: ۳/۱۹۴، رشیدیہ)

گناہ ہوا، اب وہاں اس کو ہرگز نہ بھیجا جائے، دوسری جگہ اس کی مرضی کے موافق نکاح کر دیا جائے۔ جن لوگوں نے اس کے ساتھ ظلم کیا وہ بھی سب گناہ گار ہوئے سب کو توبہ کرنا ضروری ہے (۱)۔

اگر ہندہ نے اجازت لینے کے وقت تو خاموشی اختیار کی مگر نکاح ہو جانے پر اس کو نا منظور نہیں کیا اور نہ رخصتی کے وقت نا منظوری کا اظہار کیا بلکہ خاموشی سے رخصت ہو گئی تو شرعاً وہ صحیح اور لازم ہو گیا، اب انکار سے کچھ نہیں ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۷/۸۸ھ۔

بلا نکاح میاں بیوی کی طرح رہنا

سوال [۵۳۷۱]: ایک مرد اور عورت میں تعلق قائم ہوا، جب لوگوں کو اس کا علم ہوا تو کہتی ہے کہ میری شادی ہو چکی ہے، دو چار بچے بھی ہو چکے ہیں، مگر اب وہ شخص کہتا ہے کہ ہم نے تو جھوٹ بول دیا تھا۔ اب کیا کیا جائے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر واقعہ نکاح نہیں ہوا بلکہ جھوٹ بولا ہے تو فوراً ایجاب وقبول کم از کم دو گواہوں کے سامنے کر لیں (۳) اور اپنے گناہوں سے توبہ کریں (۴)، اب تک سخت معصیت میں پھنسے رہے۔ جب خدا کے

(۱) مذکورہ لڑکی جب نکاح پر رضا مند نہیں تو اس لڑکی کو وہاں زبردستی بھیجنا درست نہیں:

”واتفقوا علی أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة علی الفور لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة، والتوبة من مهمات الإسلام والقواعد المتأكدة، ووجوبها عند أهل السنة بالشرع“۔ (شرح النووی علی الصحيح لمسلم، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمی)

(۲) ”ولو كانت البكر قد دخل بها زوجها، ثم قالت: لم أرض، لم تصدق علی ذلك، وکان تمكينها إياه من الدخول بها رضا، إلا إذا دخل بها وهي مكرهة“۔ (الفتاویٰ العالمیة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الألیاء: ۲۸۹/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی مبسوط السرخسی، باب نکاح البکر: ۷/۳، غفاریہ کوئٹہ)

(۳) ”وینعقد بإيجاب وقبول..... عند حرین أو حر وحرین عاقلین بالغین..... ولنا قوله علیه الصلوة والسلام:

”لأنکاح إلا بشهود، الخ“۔ (تبیین الحقائق، کتاب النکاح: ۴۴۸/۲، ۴۵۳: دارالکتب العلمیة بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۱۲۴/۳، ۱۵۵، رشیدیہ)

سامنے آدمی صدق دل سے توبہ کرتا ہے، روتا ہے، نادام ہوتا ہے، معافی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرما لیتے ہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۲/۹۲ھ۔

بلا نکاح عورت کو اپنے پاس رکھنا

سوال [۵۳۷۲]: ایک صاحب نے ایک عورت کو اپنی زوجیت میں بلا نکاح عرصہ تک رکھا جس سے لوگ یہی سمجھتے تھے کہ یہ اس کی بیوی ہے، لیکن حال ہی میں اس عورت نے کسی دوسرے سے زنا کیا جب اس کے موجودہ شوہر کو پتہ چلا تو اس نے زدکوب کیا۔ بعد میں اس عورت نے کہا کہ میں ان کے پاس نہیں رہوں گی بلکہ اس کے ساتھ رہوں گی، اس سے بڑا چرچا ہوا، موجودہ شوہر نے اس کو اجازت دیدی کہ تمہاری جہاں مرضی ہو رہو۔ کچھ دیر کے بعد لوگوں نے نکاح پڑھوانے کے لئے امام صاحب کو بلایا، لیکن امام صاحب نے کہا کہ جب تک عورت عدت نہ گزارے گی نکاح درست نہیں ہوگا، شوہر نے کہا کہ میں نے اس کو بلا نکاح اپنی زوجیت میں اب تک رکھا تھا، پھر امام صاحب نے نکاح پڑھا دیا۔ تو اب اس کا نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اگر عدت ضروری تھی تو پھر وہ نکاح درست نہ ہوا، اب کیا کریں؟ بتلایا جائے۔ فقط۔

= (و کذا فی الہدایۃ، کتاب النکاح: ۲/۳۰۵، ۳۰۶، شرکتہ علمیہ ملتان)

(۴) ”واتفقوا علی أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة، الخ“۔ (النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قدیمی)
(و کذا فی روح المعانی، تحت آية ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا توبُوا إِلَى اللَّهِ توبةً نصوحاً﴾: ۲۸/۱۵۹،
دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۱) قال الله تعالى: ﴿غافر الذنب وقابل التوب شديد العقاب﴾ (سورة المؤمن: ۳)۔ ﴿غافر الذنب وقابل التوب﴾: أي يغفر ما سلف من الذنب ويقبل التوبة في المستقبل لمن تاب إليه وخضع لديه، وقوله جل وعلا: ﴿شديد العقاب﴾ الخ“۔ (تفسير ابن كثير: ۴/۹۰، سورة غافر، دار الفیحاء بیروت)

(و کذا فی روح المعانی: ۲۴/۴۲، دار احیاء التراث العربی بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا نکاح کئے یہ کہنا کہ ”اپنی زوجیت میں رکھا“ مفہوم زوجیت کا استہزاء ہے جو کہ خطرناک ہے، ایسی باتوں سے کلی پرہیز کیا جاوے، یہ زوجیت نہیں بلکہ زنا کاری ہے جو کہ ایک دوسرے کی ضد ہیں، زوجیت کی ترغیب اور بعض صورتوں میں وجوب ہے، سنت متواترہ سے ثابت ہے (۱) اور زنا کرنا حرام ہے ممنوع ہے، اس پر سخت سزا ہے (۲)۔ ہر دو کو توبہ استغفار لازم ہے کہ کبھی ایسی حرکت نہ کریں (۳)۔ جب وہ عورت کسی کے نکاح یا عدت میں نہیں ہے تو اس کا نکاح درست ہے، عدت زنا سے لازم نہیں ہوتی بلکہ نکاح کے بعد خاص اسباب کے تحت لازم ہوتی ہے (۴)۔

اگر عورت زنا سے حاملہ ہو تو اس کا نکاح اس حالت میں بھی درست ہے، پھر اگر اس شخص سے نکاح ہو جس کا وہ حمل ہے تو اس کو صحبت بھی درست ہے، اگر دوسرے سے ہو تو وضع حمل سے پہلے صحبت وغیرہ درست نہیں ہے (۵)۔ جو بچہ نکاح سے چھ ماہ گزرنے پر پیدا ہوا وہ شوہر سے ثابت النسب ہوگا، اگر چھ ماہ گزرنے سے

(۱) ”وہو سنة، وعند التوقان واجب - بیان لصفته - أما الأول، فالمراد به السنة المؤكدة على الأصح“۔ (البحر الرائق، کتاب النکاح: ۱۴۲/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح: ۳/۱۱۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب النکاح، مطلب: كثيراً ما يتساهل في إطلاق المستحب على السنة: ۳/۷، سعید)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانِيَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ (سورة بنی اسرائیل: ۳۲)

(۳) ”اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، الخ“۔ (روح المعاني، سورة التحريم: ۱۵۹/۲۸،

دار إحياء التراث العربي بیروت)

(و کذا فی شرح النووی علی الصحيح لمسلم، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمی)

(۴) ”(قوله: لتمحضه زنا)؛ لأنه لا شبهة ملك فيه، بل سقط الحد لظنه فضلاً من الله تعالى، وهو راجع

إليه: أي إلى الواطئ، لا إلى المحل، فكان المحل ليس فيه شبهة حل، فلا يثبت النسب، بهذا الوطاء ولذا

لا يثبت به عدة؛ لأنه لا عدة من الزنا“۔ (رد المحتار، کتاب الحدود، مطلب: الحكم المذكور في بابه

أولی، الخ: ۲۳/۴، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الحدود، باب الوطئ الذي يوجب الحد، الخ: ۳۰/۵، رشیدیہ)

(۵) (راج ص: ۵۵، رقم الحاشية: ۲)

پہلے پیدا ہوا تو وہ اپنی ماں کا ہوگا، اس شوہر سے نسب ثابت نہ ہوگا (۱)۔

”وصح نکاح حبلى من زنا، وإن حرم وطؤها حتى تضع. لو نكحها الزانى، حل له وطؤها اتفاقاً، والولد له، ۱ھ“۔ درمختار۔ ”(قوله: والولد له): أى إن جاءت بعد النكاح لستة أشهر، فلولا قل من ستة أشهر من وقت النكاح، لایشب النسب، ولا يرث منه، ۱ھ“۔ ردالمحتار: ۲/۲۲ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۰ھ۔

بیوی کو فروخت کر کے عدت پوری ہونے پر خریدار کا زبردستی نکاح کرنا، کورٹ کے فیصلہ کے بعد زید کے حوالہ کر دینے سے نکاح کا حکم؟

سوال [۵۳۷۳]: ایک لڑکی مسماۃ خالدہ کا اس کے والد نے بقاعدہ شرعی رشید سے نکاح کر دیا، رشید نے کچھ مدت کے بعد اپنے دوست بکر سے کچھ روپیہ لیکر لڑکی کو بکر کے حوالہ کر دیا، بکر نے جس وقت روپیہ ادا کیا رشید نے لڑکی کو فارغ خطی لکھ دی۔ لڑکی نے اپنی عدت مقررہ بکر کے گھر پوری کی، اس کے بعد بکر کے وکیل اور گواہ نے لڑکی سے اجازت مانگی کہ وہ بکر سے نکاح کر لے، لیکن لڑکی کی رضامندی نہیں تھی، اس کو رضامند کرنے کیلئے بکر نے اس لڑکی پر جبر و تشدد کیا، مار پیٹ تک کی نوبت آئی، لڑکی نے اپنی جان بچانے کی خاطر بلا ارادہ اجازت دیدی اور بکر سے بقاعدہ شرعی نکاح ہو گیا۔ لڑکی موقعہ پا کر کسی بھی صورت سے بکر کے یہاں سے نکل کر اپنے باپ کے گھر آ گئی۔ باپ نے بکر پر عدالتی کارروائی کی، عدالت نے اپنے قانون کے مطابق لڑکی کو بکر

(۱) (سیأتی فی رقم: ۲)

(۲) (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المحرمات، مطلب مهم فی وطنی السراری الخ: ۳/۴۸، ۴۹، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب، کتاب الطلاق: ۱/۵۳۶، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدير، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۴/۳۵۸، ۳۵۹، مصطفى البابی الحلبي مصر)
(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۹، دار احیاء التراث بیروت)

سے الگ کیا اور اس کو نکاح ثانی کی اجازت دے دی۔

لڑکی کے باپ نے تیسرے شخص زید کے یہاں بلا نکاح لڑکی کو بھیج دیا، لڑکی تقریباً چھ سال سے زید کے یہاں رہتی ہے اور زید سے دو بچے بھی ہیں جو کہ اس لڑکی سے پیدا ہوئے۔ یہ چھ سال کی مدت جو لڑکی نے گزاری، یہ اس طرح سے دو سال مقدمہ کے دوران جو بکر سے چلتا رہا اس وقت رہی، اور چار سال مقدمہ سے فراغت کے بعد بھی اب تک رہتی رہی، اور ایک بچہ پہلے دو سال میں پیدا ہوا اور دوسرا اس چار سال کے عرصہ میں پیدا ہوا اب یہ لڑکی اس زید سے اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے۔ اس صورت میں حکم شرعی کیا ہے؟ زید سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یہ عدالتی کارروائی سے جدا ہونا شرعی طور پر جائز ہو یا نہیں؟ اور اب اتنی مدت یعنی چھ سال کا عرصہ گزرنے کے بعد اب زید سے نکاح (باوجود نسب زید سے ثابت ہونے کے) ہو سکتا ہے یا نہیں؟ مفصل و مدلل جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ صورت حال نہایت افسوسناک اور بے غیرتی کا مظاہرہ ہے، اس میں پہلا ظلم رشید کا ہے، دوسرا ظلم بکر کا ہے۔ رشید نے جب طلاق دی تو اس نے اپنا حق زوجیت قطع کر دیا، تیسرا ظلم والدین کا ہے کہ ان کی لڑکی کو بے غیرت داماد نے فروخت کر کے اجنبی آدمی کے حوالہ کر دیا اور انہوں نے اس کی خبر نہ لی بعد عدت بکر نے اس پر ظلم و تشدد کر کے اس سے اجازت لے کر نکاح کر لیا تو اس ظلم و تشدد کے باوجود نکاح منعقد ہو گیا (۱)۔ چوتھا ظلم لڑکی کا

(۱) ”طلاق وإيلاء وظهار ورجعة ونكاح“۔ ”يشمل ما إذا أكره الزوج أو الزوجة على عقد النكاح كما مقتضى

إطلاقهم“۔ (رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی المسائل التي تصح مع الإكراه: ۲۳۶/۳، سعید)

”(قوله: ليتحقق رضاهما): أي ليصدر منهما ما من شأنه أن يدل على الرضا؛ إذ حقيقة الرضا

غير مشروط في النكاح لصحته مع الإكراه والهزل“۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، مطلب: التزوج

بإرسال كتاب: ۲۱/۳، سعید)

(و كذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب النكاح: ۱۰/۲، دار المعرفه بيروت)

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”ثَلَاثٌ جَدَهْنِ جَدٌّ

وهزلهن جدٌّ: النكاح والطلاق والرجعة“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، باب الخلع و الطلاق، الفصل الثانی:

ہے کہ وہ غیر محرم کے مکان پر فروخت ہو کر رہی اور اس نے وہاں الگ ہونے کی کوشش نہیں کی اور جب بقاعدہ شرعی اس کا نکاح ہو گیا تو وہاں سے نکل کر اپنے ماں باپ کے گھر آ گئی، باپ ایسا دیوث نکلا کہ اس نے بغیر نکاح کے لڑکی کو زید کے حوالہ کر دیا، لڑکی کو یہاں بلا نکاح رہتے ہوئے کوئی غیرت نہیں آئی۔

زید بھی ایسا کمینہ ہے کہ غیر عورت کو بلا نکاح چھ سال تک استعمال کرتا رہا جس سے دو بچے بھی پیدا ہوئے۔ یہ سب معاشرہ میں غضب الہی کا مورد ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑے ہی حلیم ہیں جو غضب نازل نہیں فرماتے۔ اب اگر اپنی اصلاح چاہتے ہیں تو یہ سب کے سب افراد خدا کے سامنے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، توبہ کریں (۱) اور لڑکی کو زید سے علیحدہ کر دیا جائے (۲)، کوئی تعلق نہ رہے تا وقتیکہ اس سے بکر کا تعلق زوجیت منقطع ہو کر اس کی عدت پوری نہ ہو جائے، اس کے بعد زید سے نکاح کی اجازت ہوگی (۳)۔ معلوم ہوتا ہے کہ بکر اس

(۱) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت

المعصية صغيرة أو كبيرة، الخ"۔ (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/ ۳۵۴، قديمی)

(و كذا في روح المعاني تحت آية: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا توبُوا إِلَى اللَّهِ توبةً نصوحاً﴾: ۲۸/ ۱۵۹،

دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "بل يجب على القاضي التفريق بينهما"۔ (الدر المختار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد

وأحكامه: ۳/ ۱۳۳، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۱/ ۳۳۰، رشيدیه)

(و كذا في الميخبط البرهاني، كتاب النكاح، الفصل السادس عشر في النكاح الفاسد وأحكامه:

۲۲۸/ ۳، غفارية)

(۳) "ومنها ألا تكون معتدة الغير (أيضاً) لقوله تعالى: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب

أجله﴾ [البقرة: ۲۳۵]: أي ما كتب عليها من التربص، الخ"۔ (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في

شرط الزوجة: ۳/ ۲۵۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني المحرمات التي يتعلق بها حق الغير:

۲۸۰/ ۱، رشيدیه)

کو جدا کرنا نہیں چاہتا، اسی لئے دو سال تک مقدمہ چلا، جب شوہر حقوق زوجیت ادا کرے تو بیوی کو تفریق کا حق نہیں (۱) اور ایسی صورت میں نکاح ثانی کی اجازت نہیں دی جائے گی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۵/۹۰ھ۔



= (رکذا فی رد المحتار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعید)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَامْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ (البقرة: ۲۲۹)

”حتیٰ لو عجز عن حق النفقة، لا یثبت لها حق المطالبة بالتفریق“۔ (بدائع الصنائع، کتاب

النکاح، فصل فیما یبطل به الخیار: ۶۰۳/۳، بیروت)

(۲) کیونکہ منکوحۃ الغیر ہے اور منکوحۃ الغیر سے نکاح درست نہیں: ”لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وكذلك

المعتدة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، القسم السادس المحرمات التي یتعلق بها حق الغیر:

۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط ألا تكون منکوحۃ الغیر: ۴۵۱/۳،

دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۲/۳، سعید)

فصل فی النکاح الموقت

(نکاح موقت کا بیان)

نکاح متعہ کے احکام

سوال [۵۳۷۴]: اگر کوئی عالم نکاح متعہ کر رہا ہے، جانتے ہوئے بھی کہ نکاح موقت حرام ہے، پھر اس سے وطی کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پر حد زنا ثابت ہونی چاہیے۔ پھر اس سے نسب ثابت ہوگا یا نہیں؟ اور منجانب شریعت حد زنا کے علاوہ کوئی دوسرا حکم لگایا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

”نکاح المتعة باطل لا یفید الحل ولا یقع علیہا طلاق، ولا ایلاء ولا ظہار، ولا یرث أحدهما من صاحبه، هكذا فی فتاویٰ قاضی خان . فی ألفاظ النکاح، وهو أن یقول لامرأة خالية من الموانع: أتمتع بك کذا مدة: عشرة أيام مثلاً، أو یقول: أياماً، ومتعنی نفسك أياماً أو عشرة أيام، أولم یدکره أياماً بکذا من المال، کذا فی فتح القدیر“. فتاویٰ عالمگیری: ۲/۳۲۰ (۱)۔

نکاح متعہ باطل ہے، اس سے عورت حلال نہیں ہوگی اور اس پر نکاح کے شرعی احکام مرتب نہیں ہوں گے۔ حد زنا جاری کرنے کیلئے جو شرائط ہیں، وہ یہاں موجود نہیں (۲)، اگر ترک تعلقات اصلاح کیلئے مفید ہو تو وہ

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات ومما یتصل بذلك مسائل: ۲۸۲/۱، ۲۸۳، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۸۹/۳، ۱۹۰، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۵۱/۳، سعید)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۲۳۶/۳، بیروت)

(۲) شرائط حدود میں سے ایک شرط قاضی مختار اور قاضی شرعی ہونا اور دارالاسلام کا ہونا بھی ضروری ہے، لیکن چونکہ ہندوستان دارالحرب ہے اس لئے دارالحرب ہونے کی وجہ سے یہاں پر حدود زنا جاری نہیں کی جاسکتیں: قال رحمہ اللہ: =

بھی ایک سزا ہے (۱)۔ عالم سے بعید ہے کہ وہ نکاح باطل اور حرام کو اختیار کرے، تحقیق ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱/۹۲ھ۔

اگر منکوحہ کو مرد کی نیت توقیت کا علم نہ ہو تو کیا نکاح موقت ہوگا؟

سوال [۵۳۷۵]: زید نے ایک عقد خفیہ طور پر دو گواہوں کے روبرو کیا، اور عقد کے وقت ارادہ کر لیا کہ اس عقد کو اس وقت تک کیلئے کرتا ہوں جب تک کہ منکوحہ کا اچھا پیام دوسری جگہ سے آوے، کیونکہ اس عقد کا حال بوجہ خفیہ ہونے کے معلوم نہ ہوگا تو کوئی نہ کوئی ضرور پیام بھیجے گا اور اس شرط پر عقد کے موقت کو ایک گواہ کے سامنے تو بیان کیا اور دوسرے گواہ نے اس شرط کو ثقل سماعت یا عدم تو جہی یا بعد مقام کی وجہ سے نہیں سنا حالانکہ وہ وہاں موجود تھا مگر وہ گواہ اس شرط کو سننے کا منکر ہے (پھر بھی یہ شرط عقد موقت اس منکر گواہ کو دوسرے

= ”(وبزنا فی دار حرب أو بغی): ای لا یجب الحد بزنا فی دار الحرب أو فی دار البغی لقوله علیه الصلاة والسلام: ”لاتقام الحدود فی دار الحرب“۔ (تبيين الحقائق، کتاب الحدود، باب الوطی الذی یوجب الحد و الذی لا یوجبہ: ۳/۵۸۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

دوسری وجہ: مستاجرہ پر حد زنا جاری نہیں کی جاتی جبکہ نکاح متعہ بھی ایک قسم کا اجارہ ہے: ”ولا حد بالزنا بالمستأجر له: ای للزنا، والحق وجوب الحد۔

(الدر المختار، کتاب الحدود باب الوطی الذی یوجب الحد و الذی لا یوجبہ. مطلب لاتکون اللواط فی الجنة، ۲۹/۲، سعید)

تیسری وجہ: اقامت حد کیلئے امام شرط ہے جبکہ دور حاضر میں اسلامی حکومت نہیں ہے: ”ورکنہ إقامته الإمام أو نائبه فی الإقامة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الحدود، الباب الأول: ۲/۱۴۳، رشیدیہ)

(۱) ”قال الخطابی: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال، لقلته، ولا يجوز فوقها إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة و الرجوع إلى الحق“۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب ما ینہی عنہ من التہاجر و التقاطع، الفصل الأول: ۸/۷۵۸، رشیدیہ)

(و کذا فی عمدة القاری، کتاب البر والصلة، باب الهجرة: ۲۲/۲۲۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

موقع پر تنہائی میں سنادی گئی تھی)۔ خیر! تو یہ شرط عقد موقت ایک گواہ کو سنادی گئی، تو اس کے بعد بغیر تبدیل مقام دو گواہوں کے رو برو زید مذکورہ ولی مستورہ کے مابین ایجاب و قبول ہو گیا، مگر عین ایجاب و قبول میں یہ کوئی شرط مذکور نہیں ہوئی۔ تو ازراہ کرم آگاہ فرمائیے کہ یہ عقد از روئے شریعت منعقد ہو گیا یا نہیں؟ نیز منکوحہ کی والدہ زید کی محرم ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

سائل نے یہ ذکر نہیں کیا کہ اس مخفی شرط کو مخطوبہ یا ولی مخطوبہ کے سامنے بھی پیش کیا ہے یا نہیں، اگر مخطوبہ کے سامنے اس شرط کو پیش کیا اور اس نے اس کو قبول کیا، یا اس کے نابالغ ہونے کی صورت میں اس کے ولی کے سامنے پیش کیا اور اس نے قبول کیا تو شرعاً یہ عقد صحیح نہیں ہوا، بلکہ باطل ہوا، اس پر نکاح کے احکام مرتب نہیں ہوں گے اور محض عقد کی وجہ سے بغیر ہمبستری کے اسکی والدہ محرم نہیں ہوگی: ”وبطل نکاح متعة وموقت وإن جهل المدة“۔ درمختار (۱)۔

اور اگر مخطوبہ اور ولی مخطوبہ کے سامنے یہ شرط پیش نہیں کی، وہ اس سے بالکل بے خبر ہے تو محض نیت کرنے یا خفیہ طور پر گواہوں سے کہہ دینے کی بناء پر یہ نکاح موقت نہیں ہوا، بلکہ نکاح درست ہو گیا، جیسے کوئی اس نیت سے نکاح کرے کہ میں اتنی مدت کے بعد اس کو علیحدہ کر دوں گا، یہ نکاح موقت میں داخل نہیں بلکہ یہ نکاح صحیح ہے اور اس صورت میں اس کی والدہ محض نکاح کی وجہ سے بغیر ہمبستری کے بھی زید کی محرم ہو جاوے گی اور اس کے اوپر کل نکاح کے احکام مرتب ہوں گے:

”ولیس منه مالونکحها علی أن یطلقها بعد شهر أو نوى مکثہ معها مدة معينة“۔

درمختار (۲)۔

(۱) (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳/ ۵۱، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/ ۱۸۹، ۱۹۰، رشیدیہ)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۱/ ۳۳۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(۲) (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳/ ۵۱، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/ ۱۹۰، رشیدیہ)

”وحرّم المصاهرة بنت زوجته الموطوءة وأم زوجته وجدتها مطلقاً بمجرد العقد الصحيح وإن لم توطأ الزوجة، لما تقرر أن وطئ الأمهات يحرم البنات، ونكاح البنات يحرم الأمهات“. درمختار (١)۔

”(قوله: بمجرد العقد) أى: بالعقد المجرد عن الوطئ، وقد بين ذلك بقوله: وإن لم توطأ أخرج بالصحيح العقد الفاسد، فإن أمها لا تحرم بمجرد بل بالوطئ أو ما يقوم مقامه من المس بشهوة ونظر الشهوة“. طحطاوى (٢)۔ فقط واللّه سبحانه تعالى اعلم۔

حرره العبد محمود عفا الله عنه، معين مفتي مظاہر علوم سہارنپور، ١٤/١٢/٢٢ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔



= (و كذا فى مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ١ / ٣٣١، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(١) (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ٣ / ٣٠، ٣١، سعيد)

(و كذا فى البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات: ٣ / ١٦٥، رشيديه)

(و كذا فى تبیین الحقائق، كتاب النكاح، باب المحرمات: ٢ / ٢٦٠، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا فى حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ٢ / ١٢، دار المعرفة بيروت)

(٢) (حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ٢ / ١٢، دار المعرفة بيروت)

فصل فی نکاح زوجة المفقود والغائب

(مفقود الخبر اور غائب شخص کی بیوی کے نکاح کا بیان)

زوجہ مفقود کے نکاحِ ثانی کے بعد زوجِ اول کا جوگی بن کر آنا

سوال [۵۳۷۶]: آمنہ کا نکاح منظور احمد سے ہوا، لیکن کچھ عرصہ کے بعد منظور احمد لاپتہ ہو گیا، تقریباً ۹ سال کے بعد آمنہ نے دارالعلوم دیوبند سے استفسار کرنے کے بعد عقدِ ثانی کر لیا۔ اب نکاحِ ثانی کے ۱۶ سال بعد ایک شخص جوگی کی حالت میں آیا ہے جس کے بارے میں لوگوں کا گمان ہے کہ یہی منظور احمد ہے، منظور احمد اس وقت بحالتِ جوگی زندگی گزار رہا ہے۔ گاؤں کی عورتیں آمنہ سے کہتی ہیں کہ تم زوجِ ثانی کیلئے جائز نہیں رہی، جس سے آمنہ بہت پریشان ہے، زوجِ ثانی سے تین چار بچے بھی ہیں، اس لئے جواب سے جلد نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس جوگی سے دریافت کر لیا جائے کہ وہ واقعہً منظور احمد ہی ہے یا اور کوئی ہے؟ اور کیا اس نے مذہبِ اسلام ترک کر کے نعوذ باللہ کفر اختیار کر لیا ہے، اگر ایسا ہے تو کتنی مدت سے؟ اگر خدا نخواستہ یہی صورت پیش آئی ہے اور اس کی تبدیلی مذہب کے بعد اس کی بیوی نے قاعدہ شرعی کے موافق دوسرا نکاح کیا ہے تو وہ صحیح ہے اور اولاد بھی سب صحیح ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۳/۹۴ھ۔

(۱) اگر واقعاً شوہر مرتد ہو گیا ہے تو مذکورہ عورت کا بعد از عدت دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے: ”وارتداد أحدهما أي:

الزوجةین فسُخ، فلا ینقص عدداً عاجلاً بلا قضاء: أي بلا توقف علی قضاء القاضی“۔ (الدر المختار مع

رد المحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر: ۳/۱۹۳، ۱۹۴، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح، الباب العاشر فی نکاح الکفار: ۳۳۹/۱، رشیدیہ)..... =

زوجہ مفقود الخبر کے نکاح ثانی کے بعد کسی شخص پر شوہر اول کا شبہ

سوال [۵۳۷۷]: منظور احمد قبل تقسیم ملک مشرقی پاکستان چلا گیا تھا اور وہیں بیمار ہو کر اسپتال میں داخل ہو گیا تھا، جس کی اطلاع ایک آدمی نے وہاں سے آ کر دی تھی۔ تقسیم ملک کے بعد خط و کتابت کا سلسلہ بند ہو گیا تھا، جب خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہوا تو اس نے گھر پر اپنے زندہ ہونے کا کوئی خط تحریر نہیں کیا۔ اس پر نو سال کا عرصہ گزر گیا۔ پھر دارالعلوم دیوبند سے استفسار کیا گیا، دارالافتاء نے جواب دیا کہ: ”معاملہ سے واقف پانچ آدمیوں کی ایک پنچایت مقرر کی جائے جس میں ایک عالم بھی ہو، اور وہ اخبار وغیرہ میں اشتہار دیں کہ منظور احمد جہاں کہیں بھی ہو فوراً گھر آؤ، یا اپنی خیریت سے مطلع کرو، ورنہ تمہیں مردہ تصور کر کے تمہاری بیوی عدتِ وفات گزار کر دوسرا نکاح کرے گی۔“ چنانچہ اس پر عمل کرنے کے بعد آمنہ نے دوسرا نکاح کر لیا۔

۱۷ سال بعد ایک شخص منظور احمد نامی بحالتِ جوگی آیا، جس کے بارے میں لوگوں کو شبہ ہے کہ یہ آمنہ کا پہلا شوہر ہے، لیکن خود اس جوگی نے گاؤں کے معزز آدمیوں کے سامنے قسم کھا کر کہا کہ میں آمنہ کا شوہر نہیں ہوں، لیکن جب دوسرے لوگوں نے کہا کہ پہلے تو تم کہتے تھے میں آمنہ کا شوہر ہوں، تو جواب دیا کہ کسی مجبوری پر قسم کھا لیا تھا۔ منظور احمد کے والد فیض اللہ صاحب شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ میرا لڑکا ہے۔ منظور احمد پھر لا پتہ ہو گیا، اس لئے مزید اس سے کچھ پوچھا نہیں جاسکتا۔ اگر مان لیا جائے کہ وہ منظور احمد ہی تھا اور اسلام ترک نہیں کیا تو آمنہ دوسرے شوہر کیلئے جائز رہی یا نہیں، جبکہ پنچایت کے فیصلہ کے بعد عقدِ ثانی کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بھی ممکن ہے کہ وہ منظور احمد نہ ہو، کیونکہ نہ اس نے اقرار کیا، نہ اس کو قطعی طور پر کسی نے پہچانا، حتیٰ کہ اس کے والد نے بھی صرف شبہ ظاہر کیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ منظور احمد ہو، اور اس نے اسلام ترک کر کے جوگ اختیار کیا ہو، اسی وجہ سے اس نے قسم کھائی ہو کہ میں آمنہ کا شوہر نہیں ہوں، غرض احتمالات کی بناء پر آمنہ کے

= (و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر: ۳/۱، دار إحياء التراث العربی

بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر: ۳/۳، رشیدیہ)

دوسرے نکاح کو ناجائز نہیں کہا جائے گا کیونکہ شرعی فتوے اور فیصلہ کے بعد ہوا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۵/۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۵/۹۴ھ۔

شوہر کے لاپتہ ہونے پر اس کو مردہ سمجھ کر اس کی بیوی سے نکاح

سوال [۵۳۷۸]: زید اپنی بیوی سے ناراض ہو کر چلا گیا، چار سال ہو گئے۔ زید کے بھائی بکر نے یوں خیال کر کے کہ شاید زید مر گیا ہو، زید کی عدم موجودگی میں بھانج سے خود شادی کر لی۔ جب زید کو معلوم ہوا تو زید نے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دیا، جب بکر کو معلوم ہوا تو زید سے کہا کہ چونکہ تم موجود ہو اس لئے تم اس کے مالک ہو، میں چھوڑ دیتا ہوں۔ اب یہ کس طرح نکاح میں ہے، حلالہ کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس بھائی نے اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں نکاح کیا تھا یہ جائز نہیں تھا (۲)، پھر اس کی زندگی معلوم ہونے پر اس نے اس کی بیوی کو چھوڑ دیا تو اس سے اصلی نکاح ختم نہیں ہو گیا تھا، اس لئے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اگر وہ تین طلاق لکھ کر بھیج چکا ہے تو طلاق مغلطہ ہوگئی (۳)، اب بغیر حلالہ کے اس کے لئے جائز نہیں ہو سکتی (۴)۔

(۱) (قد مر تخریجہ تحت عنوان: ”زوجہ مفقود کے نکاح ثانی کے بعد زوجہ اول کا جوگی بن کر آنا“۔)

(۲) ”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط ألا تكون منکوحه الغير: ۳/۴۵۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۳) ”وإن كانت مرسومة يقع الطلاق، نوى أو لم ينوى. ثم المرسومة لا تخلوا: إما إن أرسل الطلاق بأن كتب: أما بعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا يقع الطلاق، وتلزمها العدة من وقت الكتابة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الفصل السادس فی الطلاق بالكتابة: ۱/۳۷۸، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالكتابة: ۳/۲۴۶، سعید)

(۴) ”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، الخ“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق فصل فیما تحل به المطلقة: ۲/۷۳۱، رشیدیہ) =

اس صورت میں اس بھاگ جانے والے کے بھائی کو چاہیے کہ بعد عدت اس عورت سے نکاح کر لے، یہ نکاح جائز ہو جائے گا (۱) اور جو بچے پیدا ہو چکے ہیں ان کی پرورش کا بھی انتظام ہو جائے گا۔

اگر اصلی شوہر نے تین طلاق لکھ کر نہیں بھیجی بلکہ طلاق رجعی بھیجی ہے تو عدت کے اندر اس کو رجعت کا حق حاصل ہے (۲)، بعد عدت بائنہ ہو جائے گی، پھر طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہوگی، حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۲۲/۵/۸۸ھ۔

زوجہ مفقود کا نکاح ثانی اور بچہ

سوال [۵۳۷۹]: ہندہ کے خاوند زید نے برائے طلب روزی جہاز کا سفر کیا تھا، آج تین سال

= (و کذا فی النہر الفائق، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۱/۴۳۸، إمدادیہ ملتان)

(و کذا فی مجمع الأنہر، کتاب الطلاق، باب الرجعة، ۱/۴۳۸، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعْزَمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجْلَهُ﴾ (البقرة: ۲۳۵)

(۲) ”وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ تَطْلِيقًا رَجْعِيًّا أَوْ تَطْلِيقَتَيْنِ، فَلَهُ أَنْ يَرَا جِعَهَا فِي عِدَّتِهَا، رَضِيَتْ بِذَلِكَ أَوْ لَمْ تَرْضَ“۔ (الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة وفيما تحل به المطلقة: ۱/۴۷۰، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیہ، کتاب الطلاق، مسائل المحلل وغيرها، الفصل الثالث والعشرون: ۳/۶۰۳، إدارة القرآن کراتشی)

(و کذا فی النہر الفائق، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۲/۴۱۳، ۴۱۴، إمدادیہ ملتان)

(۳) ”إِذَا كَانَ الطَّلَاقُ بَاطِلًا دُونَ الثَّلَاثِ، فَلَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا فِي الْعِدَّةِ وَبَعْدَ انْقِضَائِهَا“۔ (الفتاویٰ العالمکیریۃ،

کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۱/۴۷۲، ۴۷۳، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۳/۱۶۲، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی النہر الفائق، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۲/۴۲۰، ۴۲۱،

إمدادیہ ملتان)

گذر گئے زید کا کچھ پتہ نہیں آیا، زید زندہ ہے یا مردہ، لیکن غالب گمان ہے کہ زید زندہ نہیں۔ اور ہندہ نے شدت خوف، ابتلائے معاصی وغیرہ کے دوڑھائی سال انتظار کر کے بدون حکم حاکم گورنمنٹ، بدون حکم پنچایت زوج آخر سے نکاح کیا اور چھ مہینہ میں ہندہ کے بطن سے ایک بچہ بھی پیدا ہوا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید شرعاً مفقود ہے یا نہیں؟ اگر مفقود ہے تو ہندہ کا بدون پنچایت و بدون حکم حاکم فسخ نکاح میں خود مختار ہو کر مدت مذکورہ بالا میں زوج آخر سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو اب شرعاً ان پر کیا حکم ہے؟ نیز اس بچہ کا کیا حکم ہے؟ واضح ہو کہ زوج آخر کو بھی زید کے لاپتہ ہونے کا علم ہے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ زید کا کوئی پتہ نہیں تو وہ مفقود ہے: ”هو (أى المفقود) غائب لم يدر أحيى هو ميت، أم میت، أودع اللحد، اھ“۔ تنویر: ۳/ ۵۰۷ (۱)۔ ہندہ کا صورت مسئلہ میں نکاح زوج آخر سے شرعاً صحیح نہیں بلکہ فاسد ہے اور اس نکاح کا فسخ اور مفارقت و متارکت واجب ہے اور یہ بچہ شبہۃ العقد یا شبہۃ المحل کی وجہ سے ثابت النسب ہے، مگر زوج ثانی سے میراث کا مستحق نہیں:

”ولا حد بشبهة العقد عنده كوطء محرم نكحها، وحرر في الفتح أنها من شبهة المحل، وفيها يثبت النسب، اھ“۔ درمختار۔ ”(قوله: كوطء محرم نكحها) أى: عقد عليها، أطلق في المحرم نسباً ورضاعاً وصهرية، وأشار إلى أنه لو عقد على منكوحه الغير أو معتدته فإنه لا حد بالاتفاق، اھ“۔ رد المحتار مختصراً: ۲/ ۲۳۶ (۲)۔

”ويجب مهر المثل في نكاح فاسد بالوطء، لا بغيره..... ولكل واحد منهما

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۲/ ۲۹۲، کتاب المفقود، سعید)

(و کذا فی إعلاء السنن: ۱۳/ ۳۹، کتاب المفقود، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی المبسوط للسرخسی: ۱۱/ ۳۶، کتاب المفقود، غفاریہ کوئٹہ)

(۲) (رد المحتار علی الدر المختار: ۲/ ۲۳، ۲۴، کتاب الحدود، مطلب: الحکم المذكور فی بابہ اولی

من المذكور فی غیر بابہ، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۵/ ۱۹، ۲۵، کتاب الحدود، باب الوطی، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲/ ۴۷، کتاب الحدود، الباب الرابع فی الوطی الخ، رشیدیہ)

فسخه..... وتجب العدة..... من وقت التفريق أو متاركة الزوج، ويثبت النسب احتياطاً، وتعتبر مدته وهي ستة أشهر من الوطء، اهـ. در مختار مختصراً۔ ”أما إلارث فلا يثبت فيه (قوله: احتياطاً): أى فى إثباته لإحياء الولد، اهـ. شامى: ۵۷۷/۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۶/۶۲ھ۔

زوجة غائب کے نکاح کی صورت

سوال [۵۳۸۰]: زید نے نابالغہ لڑکی کا نکاح بعمر چھ سال کر دیا تھا۔ اس وقت لڑکے کی عمر دس سال کی تھی۔ جب لڑکی بالغہ ہو گئی اور لڑکا بھی بالغ ہو گیا تو بغیر اطلاع کئے وہ لڑکا کہیں فرار ہو گیا، جب تین سال گزر گئے تو لڑکے کے والد نے کہا کہ شاید میرا لڑکا مر گیا، تم اپنی لڑکی کی شادی کہیں اور کر دو۔ چار سال میں ایک ماہ کم تھا کہ دوسری جگہ نکاح پڑھا دیا۔ اب وہ لڑکی دوسرے شوہر کے گھر ایک ہفتہ سے تھی کہ پہلا شوہر آ گیا، لیکن اب وہ لوگوں کے بہکانے سے طلاق نہیں دیتا۔ لڑکی نہایت شریف ہے۔ ایسی صورت میں یہ عورت کون سے شوہر کی ہے؟ جو لوگ دوسرے نکاح میں تھے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

۱..... دوسرا نکاح درست تھا یا نہیں؟

۲..... دوسرے شوہر کی عدت ہوگی یا نہیں جب کہ صحبت بھی ہو چکی ہو؟

۳..... یہ عورت کون سے شوہر کی ہے؟

۴..... جس نکاح خواں نے دوبارہ نکاح پڑھایا اس کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا (۲)۔

(۱) (رد المحتار علی الدر المختار: ۳/۱۳۱-۱۳۲، کتاب النکاح، باب المہر، مطلب فی النکاح الفاسد، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۳۰/۱، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحكامه، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخالیہ: ۳/۱۱، الفصل التاسع فی النکاح الفاسد وأحكامه، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۸۰/۱،

القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشیدیہ)

۲..... اگر دوسرے شوہر کو معلوم نہیں تھا کہ اس کا نکاح کسی اور سے ہو چکا، نہ اس نے طلاق دی ہے، نہ تفریق شرعی کرائی گئی، نہ شوہر کے انتقال کی تحقیق ہے تو اس سے جدائی کرا کے لڑکی کی عدت بھی پوری کرائی جائے (۱)۔

۳..... یہ عورت پہلے شوہر کی بیوی ہے (۲)۔

۴..... اس کی عورت نکاح سے خارج نہیں ہوئی، البتہ اگر اس نے باوجود علم کے ایسا کیا تو وہ گناہ گار ہے، اس کو توبہ لازم ہے۔ جو لوگ دوسرے نکاح میں تھے ان کو بھی دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں، پہلا نکاح سب

= (و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط ألا تكون منکوحۃ الغیر: ۳۵۱/۴، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی رد المحتار: ۲۳۲/۳، باب المہر، مطلب فی النکاح الفاسد، سعید)

(و کذا فی التاتارخانیہ: ۱۱/۳، کتاب النکاح، الفصل التاسع فی النکاح الفاسد وأحكامه، إدارة القرآن کراچی)

(۱) ”لو كان النکاح فاسداً، ففرق القاضي، إن قبل الدخول، لا تجب العدة..... وإن فرق بعد الدخول، كان عليها الاعتداد من وقت التفريق، وكذا لو كانت الفرقة بغير قضاء“. (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۵۲۶/۱، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۵۴۹/۱، کتاب الطلاق، باب العدة، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیہ: ۱۱/۳، الفصل التاسع فی النکاح الفاسد وأحكامه، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”وقد صح رجوعه (أی رجوع عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) إلى قول علی رضی اللہ عنہ، فإنه كان يقول: ترد إلى زوجها الأول، ويفرق بينها وبين الآخر، لها المهر بما استحل من فرجها، ولا يقربها الأول حتى تنقضي عدتها من الآخر. بهذا كان يأخذ إبراهيم رحمه الله، وبه نأخذ أيضاً؛ لأنه تبين أنها تزوجت وهي منکوحۃ، ومنکوحۃ الغیر لیست من المحلات، بل هي من المحرمات فی حق سائر الناس“. (مبسوط السرخسی: ۴۰/۱۱، کتاب المفقود، غفاریہ)

(و کذا فی إعلاء السنن: ۶۲/۱۳، باب: إذا قدم المفقود الخ، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۰۰/۲، کتاب المفقود، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیہ: ۶۱۲/۵، الفصل الأول فی تفسیر المفقود، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الحيلة الناجزة، ص: ۶۷ - ۶۹، واپسی مفقود کے احکام، دارالاشاعت کراچی)

کا باقی ہے، توبہ سب کو لازم ہے (۱)۔

پہلے شوہر کو لازم ہے کہ اس کو شرعی طور پر آباد کرے، اس پر کوئی تہمت نہ لگائے، ورنہ سخت گنہ گار ہوگا۔
اگر اس کو آباد کرنا منظور نہیں تو طلاق دیدے تاکہ اس کی زندگی تباہ نہ ہو (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۸۸ھ۔



(۱) ”اتفقوا علی أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة“۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم: ۳۵۴/۲، کتاب التوبة، قدیمی)
(و کذا فی روح المعانی: ۱۵۹/۲۸، مبحث فی: ﴿یا أيہا الذین آمنوا توبوا إلی اللہ توبةً نصوحاً﴾ [التحریم: ۸]، دار إحياء التراث العربی، بیروت)

(۲) قال اللہ تعالیٰ ﴿فإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)
”يجب (الطلاق) لَوْ فَاتَ الإمساك بالمعروف“۔ (الدر المختار: ۲۲۹/۳، کتاب الطلاق،

فصل فی نکاح منکوحۃ الغیر

(منکوحۃ غیر سے نکاح کا بیان)

شوہر والی عورت کا بغیر طلاق کے نکاح

سوال [۵۳۸۱]: ایک نکاح بغیر طلاق کے ہوا اور دلہن بھی تخمیناً چار ماہ سے مطلقہ ہوئی ہے۔ آیا یہ نکاح ہوا یا نہیں؟

۲..... اگر دولہا سے کہا جاتا ہے کہ تمہارا نکاح حرام ہوا تو وہ کہتا ہے کہ سب کا نکاح ناجائز اور میرا جائز ہے۔ اب آیا اس کے کہنے کا کچھ تدارک بھی ہے یا نہیں، جب کہ وہ کہنے پر سرکشی کرتا ہے؟

۳..... جو باراتی اس نکاح میں شامل تھے ان کے نکاح میں کچھ فرق آیا یا نہیں، جب کہ سمجھتے تھے کہ دلہن مطلقہ بھی نہیں ہے؟

۴..... بعض باراتیوں کو بالکل علم نہیں تھا کہ نکاح ہوا ہے یا نہیں، اب اس میں عہد آیا سہواً کا فرق لگایا جائیگا یا نہیں؟ دلہن کے گاؤں کے پیش امام صاحب نے نکاح بھی نہیں پڑھایا، بلکہ دوسرے گاؤں کے آدمی کو رشوت دے کر نکاح پڑھوایا۔ کچھ جہلاء کا یہ خیال یہ سمجھ کر کوشش کی، کچھ لوگ حقیقتہً مکروہ سمجھتے تھے مگر اس قدر مکروہ نہیں سمجھتے تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... کسی دوسرے کی منکوحہ سے نکاح کرنا حرام ہے جب تک پہلا شوہر طلاق نہ دیدے اور مدخولہ ہونے کی صورت میں عدت نہ گزر جائے (۱)۔

(۱) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح،

الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغیر: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط ألا تكون منکوحۃ الغیر: ۳/۴۵۱، دار الکتب

العلمیۃ بیروت) =

۲..... حرام کو حلال کہنا سخت گناہ ہے اسی طرح حلال کو حرام کہنا جرمِ عظیم ہے (۱)، ایسا کہنے والے کو توبہ کرنا لازم ہے اور تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح بھی کر لینا چاہیے (۲)۔

۳..... باوجود علم کے اور مکروہ سمجھ کر ایسا کرنا گناہِ عظیم ہے جو شخص کسی حرام قطعی کو حلال اعتقاد کرے اس کو تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح کرنا لازم ہے، کما صرح به فی البحر و رد المحتار و غیر ہما من الكتب الفقہیة“ (۳)۔

۴..... جس کو عورت کے غیر مطلقہ ہونے کا علم نہیں تھا اس کا نکاح نہیں ٹوٹا اور گناہ بھی نہیں ہوا اور جس کو علم تھا پھر بھی وہ شریک ہوا اس کا بھی نکاح نہیں ٹوٹا مگر وہ گنہگار ہوا ہے اس کو توبہ کرنا چاہیے (۴)۔ اور جو اس حرام

= (و کذا فی الفقہ الاسلامی وأدلته، الفصل الثالث، المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة : ۶۶۴/۹، رشیدیہ)

(و کذا فی التفسیر المظہری، (پ: ۵) : ۶۴/۲، حافظ کتب، خانہ کوئٹہ)

(۱) ”والأصل أن من اعتقد الحرام حلالاً، فإن كان حراماً لغيره كمال الغير، لا يكفر. وإن كان لعينه، فإن كان دليلاً قطعياً ككفر، وإلا فلا.“ (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين : ۲۰۶/۵، رشیدیہ)
(و کذا فی رد المحتار، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجب، مطلب: إذا استحل المحرم على وجه الظن الخ : ۲۴/۴، سعید)

(و کذا فی الدر المختار، باب المرتد، مطلب: جملة من لا يقتل إذا ارتد : ۲۴۶/۴، ۲۴۷، سعید)
(۲) ”ما كان في كونه كفراً اختلافاً، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح بينه وبين امرأته، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط.“ (الفتاویٰ العالمگیریة، الباب التاسع في أحكام المرتدين، قبيل الباب العاشر في البغاة : ۲۸۳/۲، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، باب المرتد : ۶۸۸/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)
”ما يكون كفراً اتفاقاً، يبطل العمل والنكاح، وأولاده أولاد زنا، وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتحديد النكاح.“ (الدر المختار، كتاب الجهاد، باب المرتد : ۲۴۶/۴-۲۴۷، سعید)

(۳) (راجع الحاشية رقمها : ۲، ۱)

(۴) ”واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت صغيرة أو كبيرة.“ (شرح النووي على صحيح لمسلم : ۳۵۴/۲، كتاب التوبة، قديمی) =

نکاح کو حلال قطعی اعتقاد کر کے شریک ہوا ہے اس کو دوبارہ نکاح کرنا چاہیے، اور تجدید ایمان بھی کر لے (۱)۔ اور اس عورت کو اس شخص سے علیحدہ کرنا ضروری ہے، تاوقتیکہ اس کو طلاق ہو کر عدت نہ گزر جائے (۲)، جب طلاق ہو جائے اور عدت بھی گزر جائے تو دوبارہ نکاح کر کے رکھنا درست ہے (۳)۔ اور اس بات کو نہ مانے تو اس سے قطع تعلق کر دیا جائے (۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۳/۵۵ھ۔

بغیر طلاق دوسرے شخص سے نکاح

سوال [۵۳۸۲]: لڑکی کی شادی گاؤں میں ہوئی تھی، لڑکی جب شوہر کے گھر گئی تو شوہر نے بیوی کی

= قال الله تعالى: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ، يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ "قالوا: يجب على كل مسلم أن يتوب إلى الله حين يصبح وحين يمسى". (تنبيه الغافلين، ص: ۶۰، باب آخر من التوبة، مكتبه حقانيہ پشاور)

(۱) (راجع، ص: ۷۲، رقم الحاشية: ۱)

(۲) "بل يجب على القاضى التفريق بينهما، الخ". (الدر المختار، باب المهر، مطلب فى النكاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعيد)

(و كذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن فى النكاح الفاسد وأحكامه: ۳۳۰/۱، رشيدية)

(و كذا فى المحيط البرهانى، الفصل السادس عشر فى النكاح الفاسد وأحكامه: ۲۴۸/۳، غفاريه كوئٹہ)

(۳) قال الله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

"عدة الحرة المدخولة التى تحيض ثلاثة قروء: أى حيض، لقوله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن

بأنفسهن ثلاثة قروء﴾". (مجمع الأنهر، باب العدة: ۴۶۴/۱، دار إحياء التراث العربى بيروت)

قال الله تعالى: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (سورة البقرة: ۲۳۵)

(۴) "قال الخطابى: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان

الهجران فى حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك..... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة

على مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح،

كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، (رقم الحديث:

۵۰۲۷: ۵۸/۸، رشيدية)

طرف توجہ نہیں کی، پتہ چلا کہ لڑکے کا تعلق بھانج سے ہے، لڑکی کو اس بارے میں جب پورا اطمینان ہو گیا تو اس نے روکنے کی تدبیر کی مگر کامیاب نہ ہوئی، مجبوراً لڑکی جب اپنے گھر آئی تو والدہ سے یہ قصہ بیان کیا۔ داماد کو بلایا گیا، سمجھایا گیا مگر وہ باز نہیں آیا۔

لڑکی نے سسرال جانے سے انکار کر دیا، کئی مرتبہ لڑکے والے لینے کیلئے آئے مگر لڑکی قطعاً تیار نہیں ہوئی، پنچائیتیں ہوئیں، طے پایا کہ لڑکا بھی یہیں رہے گا جس کے لئے لڑکا تیار نہیں ہوا۔ لڑکے نے بد معاش کے ذریعہ لے جانے کی سعی کی۔ لڑکی غریب گھرانے کی تھی، ذرائع نہ بنے، پریشان ہو کر ایک دوسری جگہ انتظام کر دیا۔ لڑکے نے وہاں بھی سعی کی، بذریعہ پولیس گرفتاری کی سعی کی، مگر لڑکی پر قابو نہیں پاسکے۔ لڑکا نہ طلاق دینے کے لئے تیار ہے نہ فیصلے کے لئے۔ لڑکی کا باپ کل سامان بھی واپس کرنے کے لئے تیار ہے۔ کیا ان تمام مجبوریوں میں جہاں وہ لڑکی ہے نکاح ہو سکتا ہے؟

منشی نذیر احمد مراد آباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نکاح کر دیا ہے تو نکاح بالکل درست نہیں ہوا، فوراً ان کو علیحدہ کر دیا جائے، جب تک شوہر طلاق نہ دے، یا شرعی طور پر تفریق نہ ہو جائے دوسری جگہ نکاح نہیں ہو سکتا (۱)۔ اگر لڑکا تعلق زوجیت رکھنے اور حقوق ادا

= (و کذا فی عملہ القاری، کتاب البر والصلة، باب ما ینہی عنہ من التحاسد والتدابیر: ۲۲/۲۱۴، ۲۲۱، ۲۲۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱) ﴿والمحصنات من النساء﴾ عطف علی أمہاتکم یعنی حرمت علیکم المحصنات من النساء: ای ذوات الأزواج، لا یحل للغير نکاحهن ما لم یمت زوجها أو یطلقها وتنقضی عدتها من الوفاة أو الطلاق۔ (التفسیر المظہری: ۶۴/۲، حافظ کتب خانہ)

(و کذا فی الفقہ الإسلامی وأدلته، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۶۶۴۶/۹، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس المحرمات التي یتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل: ۵۱۶/۳، سعید)

کرنے کا وعدہ کرے تو اس کے پاس بھیج دیا جائے، پھر لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ مودت و موافقت کر کے اپنی طرف مائل کر سکتی ہے۔ اگر با نکل توقع نہ ہو تو بعوض مہر طلاق حاصل کر لی جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۶/۸۷ھ۔

ایک شخص کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسرے سے نکاح کرانا

سوال [۵۳۸۳]: زید بہ ہمراہ چند اشخاص بکر کے گھر آیا اور مقصد بیان کیا، جواباً بکر نے کہا کہ ”میں نے اپنی دختر فلانی تیرے لڑکے کو دے دی“ تو زید نے اپنے پسر کیلئے قبول کی، مٹھائی تقسیم ہو گئی۔ بعد انقضائے مدت بروز جمعہ مولانا عبداللطیف صاحب جامع مسجد کے خدمت میں مع زید کے روبرو درخواست پیش کی کہ میں نے اپنی لڑکی زید کے پسر کو دی تھی اب میری رضا نہیں، کیا میں اپنی لڑکی دوسری جگہ دے سکتا ہوں؟ مولانا موصوف بموجب شریعت حکم دیں مجھے منظور ہے۔ مولانا موصوف نے ہردو کے حلفیہ بیان لئے، ہردو نے مثل سابق بیان دیئے اور رشتہ داروں نے تصدیق کی۔ مولانا موصوف نے فرمایا کہ شرعاً یہی نکاح ہے، دوسری جگہ لڑکی دینے کی شرعاً اجازت نہیں۔ بکر بخیر رہا۔

بعد انقضائے مدت مولانا موصوف نے بغیر فیصلہ زید کے وہی لڑکی خود شامل ہو کر عمر کو نکاح کر دی۔ مولانا موصوف نے کئی مواضع میں انجمن کی صورت میں حلفاً عہد و قرار لیا کہ آئندہ شادی پر گانے گانا، ڈھول بجانا، آتش بازی کرنا بند ہے، جو اس عہد کو توڑے گا اس پر بطور شریعت و برادری ڈنڈ لگایا جائے گا، چنانچہ اس پر عمل درآمد بھی ہوا۔ الحاصل ایک شادی میں شریک ہوئے اور ازاول تا آخر شریک رہے، مگر عہد و پیمان کا کچھ خیال نہ

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يَقِيْمَا حُدُودَ اللَّهِ، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾ (سورة البقرة:

”إِذَا تَشَاقَّ الزَّوْجَانِ وَخَافَا أَنْ لَا يَقِيْمَا حُدُودَ اللَّهِ، فَلَا بَأْسَ بِأَنْ تَفْتَدِيَ نَفْسَهَا مِنْهُ بِمَالٍ يَخْلَعُهَا

بِهِ، فَإِذَا فَعَلَا ذَلِكَ، وَقَعَتْ تَطْلِيقُهُ بَائِنَةً وَلَزِمَهَا الْمَالُ“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الثامن فی الخلع،

الفصل الأول: ۱/۴۸۸، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایۃ، باب الخلع: ۲/۴۰۴، مکتبہ شریکۃ علمیہ ملتان)

کیا، آتش بازی کرائی، اس عہد شکنی سے لوگوں کو رنج ہوا۔ اب استدعا یہ ہے کہ حسب شریعت مولانا موصوف و اہل مجلس و حواریین کو کیا علم ہے؟

محمد ایوب خان، سکندر ریالہ، ڈاک خانہ کوہالہ، تحصیل ایبٹ آباد، ضلع ہزارہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک جگہ نکاح صحیح ہو جانے کے بعد دوسری جگہ درست نہیں، نکاح جائز نہیں جب تک شوہر سابق سے علیحدگی، طلاق و خلع وغیرہ کے ذریعہ سے نہ ہو جائے اور عدت نہ گزر جاوے: ”لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذا المعتدة، کذا فی السراج الوہاج“۔ عالمگیری: ۲/۲۷، رحیمیہ (۱)۔

بکر کے الفاظ جو کہ سوال میں درج ہیں کنایات نکاح میں سے ہیں صریح نہیں، نکاح اور رشتہ دونوں کے لئے مستعمل ہیں، پس اگر گواہوں کے سامنے مہر وغیرہ کا ذکر ہوا اور یہ الفاظ نکاح کے لئے کہے گئے اور اس مجلس کو مجلس نکاح سمجھا گیا تب تو نکاح ہوا ورنہ نہیں، بلکہ محض وعدہ ہے (۲)، لہذا اگر حسب تفصیل سابق پہلا نکاح صحیح ہو گیا تھا تو دوسرا نکاح صورت مسئلہ میں صحیح نہیں ہوا، باوجود علم کے اس میں شرکت کرنے والے گناہ گار ہوئے، سب کو عموماً اور مولوی صاحب کو خصوصاً علی الاعلان توبہ کرنا ضروری ہے (۳)۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التي تتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان، کتاب النکاح، باب فی المحرمات: ۳۶۶/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب النکاح، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۲/۳، سعید)

(۲) ”وانما یصح بلفظ تزویج و نکاح؛ لأنهما صریح، وما عداهما کنایة. هو کل لفظ وضع لتملیک عین کاملہ، فلا یصح بالشركة فی الحال، خرج الوصیة غیر المقیدة بالحال، کهبہ و تملیک و صدقة و عطیة و قرض و سلم و استیجار و صلح و صرف. و کل ما تملک به الرقاب بشرط نية أو قرينة و فهم الشهود المقصود، الخ“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح: ۱۶/۳، ۱۷، سعید)

(و کذا فی الہدایہ، کتاب النکاح: ۳۰۵/۲، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

(و کذا فی النہر الفائق، کتاب النکاح: ۱۷۹/۲، إمدادیہ ملتان)

(۳) ”واتفقوا علی أن التوبة من جميع المعاصی واجبة وأنها واجبة علی الفور لا یجوز تأخیرها، سواء =

آتشبازی اور گانا ڈھول بجانا وغیرہ ناجائز ہیں اس سے اجتناب ضروری ہے (۱)، البتہ مال کا جرمانہ ایسے مجرموں کو نہیں کرنا چاہیے: ”والحاصل أن المذهب عدم التعزیر بأخذ المال“۔ بحر: ۵/۴۱ (۲)۔
 بلکہ ترک تعلقات وغیرہ دوسری سزائیں مقرر کی جائیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
 حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۱/۵۳ھ۔
 صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ، صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ، ۱۵/محرم/۵۳ھ۔

منکوحہ غیر سے نکاح

سوال [۵۳۸۲]: زید نے مثلاً منکوحہ عمر سے نکاح ناجائز کیا، زید کو عمر نے متعدد بار مختلف ذرائع سے مثلاً: خط و کتابت، زبانی، اشتہار عام سے اطلاع دی کہ زید میرے (عمر) کے ساتھ شریعت کر لے، مگر زید روپوش ہو کر منکوحہ عمر کو ساتھ لے کر کراچی چلا گیا۔ اب اس صورت میں جبکہ زید نے منکوحہ غیر سے نکاح کر کے اس کو حلال جانا، نیز شریعت سے انکار و انحراف کیا۔ زید کے لئے کیا حکم ہے؟

عمر الدین، شمس آباد۔

= كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. والتوبة من مهمات الإسلام وقواعده المتأكدة، ووجوبها عند أهل السنة بالشرع“۔ (شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب التوبة: ۲/۳۵۲، قدیمی)
 (و کذا فی روح المعانی، سورة التحريم، تحت الآية: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا توبُوا إِلَى اللَّهِ توبةً نصوحاً﴾: ۲۸/۱۵۹، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۱) ”و یکره استماع صوت اللهو والضرب به، والواجب علی الإنسان أن یجتهد ما أمکن حتی لا یسمع، الخ“۔ (البحر الرائق، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع: ۸/۳۸۰، رشیدیہ)

”والتغنی حرام وأما الرقص، والتصفيق والصريخ و ضرب الأوتار والبوق الذي يفعله بعض من يدعى التصوف، فإنه حرام بالإجماع؛ لأنها زی الکفار، الخ“۔ (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتب الصلوة، فصل فی صفة الأذکار، ص: ۳۱۹، قدیمی)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۲۹، سعید)

(۲) (البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۵/۶۸، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الحدود، مطلب فی التعزیر بأخذ المال: ۴/۶۲، سعید) =

الجواب حامداً ومصلحاً:

منکوحہ غیر سے نکاح کرنا حرام ہے، لہذا زید کا نکاح منکوحہ عمر سے صحیح نہیں ہوا: ”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج، اهـ“۔ الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۸۸/۲ (۱)۔

اگر زید کو علم ہے کہ یہ نکاح حرام ہے اور پھر اس نے حرام نکاح کیا تو شرعاً اس پر حد واجب ہے، اگر حد کے شرائط متحقق ہوں تو اس پر حد جاری کی جائے بشرطیکہ حکومت اسلامی موجود ہو:

”أما نكاح منكوحة الغير ومعتدة، فالدخول فيه لا يوجب العدة ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لكونه زناً، كما في القنية وغيرها، اهـ“۔ شامی (۲)۔

شریعت کر لے اور شریعت کرنے سے انحراف کا مطلب اگر یہ ہے کہ شریعت کے موافق فیصلہ کرنے سے انکار کیا تو اس کا جواب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا یعنی وہ حرام کا مرتکب اور سخت گنہگار ہے، اس کے ذمہ توبہ کرنا لازم ہے۔ اگر شرائط موجود نہ ہوں تو اس سے سب کو قطع تعلق واجب ہے تاکہ وہ تنگ آ کر توبہ کر لے (۳) اور

= (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۱۶۷/۲، رشیدیہ)

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الفقہ الاسلامی وأدلته، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۶۶۳۶/۹، رشیدیہ)

(و کذا فی التفسیر المظہری [پ: ۵]: ۶۴/۲، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(۲) (رد المحتار، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل: ۵۱۶/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة: ۲۴۲/۳، رشیدیہ)

(۳) ”قال الخطابی: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليالٍ لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مرّ الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق“۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب ما ينهی عنه من التهاجر والتقاطع و اتباع العورات، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۰۲۷): ۷۵۸/۸، رشیدیہ) =

اس عورت کو واپس کر دے۔ اگر کچھ اور مطلب ہے تو اس کو واضح کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۶/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۱/جمادی الثانیہ/۵۵ھ۔

دوسرے کی منکوحہ سے نکاح

سوال [۵۳۸۵]: بختاورد نامی ایک بیوہ عورت سے اُبن نامی ایک شخص نے اس شرط پر نکاح کیا کہ بختاورد کے لڑکے نابالغ مسمیٰ نور محمد کو کوئی بازو لگا دیا جائے گا، چنانچہ اُبن نے اسی شرط کو منظور کر کے اپنی بھانجی مسماۃ واجدل نابالغہ کے والد مسمیٰ ولی محمد سے کہہ کر نور محمد کا نکاح واجدل نابالغہ سے بولایت والدش ولی محمد پڑھوا دیا اور اپنا نکاح بختاورد مذکورہ سے پڑھوا لیا۔ ہر دو نکاحوں کے وقت مجمع کثیر معتبر اشخاص کا موجود تھا، اس واقع کو عرصہ پندرہ سولہ سال کا گزر چکا ہے، بختاورد تاحال اُبن کے گھر آباد ہے۔

یادداشت ریکارڈ کے لئے ریاست ہذا میں اس وقت رجسٹر نکاحات میں نکاح کا اندراج ضروری ہے، لیکن قاضی نکاح خواں نے ان ہر دو نکاحوں کا اندراج نہ کرائے۔ عرصہ ۱۵، ۱۶ کے بعد جب نور محمد اور مسماۃ واجدل عرصہ تین سال سے بالغ ہیں، نور محمد نے اپنی منکوحہ کو اس کے ورثہ سے طلب کیا برائے شادی تو انھوں نے جواب دیا: اگر ہمارے کسی لڑکے کیلئے کوئی دوسری لڑکی دو گے تو ہم واجدل کی شادی تمہارے ساتھ کر دیں گے ورنہ نہیں۔

سابقہ نکاح سے جو مسماۃ واجدل کے والد ولی محمد نے اُبن کے عوض نور محمد سے کر دیا تھا، ولی محمد والد لڑکی اور اس کے دیگر رشتہ داران منحرف ہو گئے اور انکار کر دیا کہ ہم نے کوئی نکاح نہ کیا تھا اور نور محمد مذکورہ کی طرف سے دوسری لڑکی نہ ملنے پر انھوں نے واجدل لڑکی کا دوسرا نکاح کسی دوسری جگہ پر کر دیا ہے۔ سابقہ ہر دو نکاح کے گواہ چشم دید تیس سے چالیس معتبر و حلفیہ زندہ ہیں، مقدمہ عدالت میں دائر ہے، عدالت کا غزنکاح کا طلب کرتی ہے، قاضی نکاح خواں فوت ہو چکا۔ اب دریافت طلب امور یہ ہیں کہ:

۱..... مسماۃ واجدل کا پہلا نکاح جو اس کے لڑکے نے بختاورد کے لڑکے نور محمد کیساتھ اس وقت کیا تھا جب کہ ہر دو نابالغ تھے اور جس کے ثبوت میں تیس چالیس گواہ حلفیہ بیان دینے والے اور معمر موجود ہیں جائز ہے یا

اندر راج رجسٹر نہ ہونے کے باعث ناجائز ہے؟

۲..... مسماۃ واجدل کا دوسرا نکاح جو اب اس کے رشتہ داروں اور والد نے دوسری جگہ پر کر دیا ہے حلال ہے یا حرام؟ اور اس نکاح سے جو اولاد پیدا ہوگی اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

۳..... دوسرے نکاح کا پڑھنے والا اور ہر دو گواہاں جو نکاح میں موجود تھے آیا بہ روئے شرع شریف قابل تعزیز ہیں؟ اس مقدمہ کی پیشی مورخہ، ۱۰/ فروری/ ۱۹۴۲ء ہے اور یہ فتویٰ عدالت میں ۱۰/ تاریخ کو پیش کرنا ہے۔ مفصل بالتشریح مع حوالہ کتب وحدیث وفقہ اور صاف خوشخط ہو، تا کہ پڑھنے میں دقت نہ ہو اس لئے کہ اسلامی معاملہ ہے اسلامی ریاست کا مقدمہ ہے، عقلی میں باعث تکلیف نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... مسماۃ واجدل کا پہلا نکاح نور محمد کے ساتھ شرعاً صحیح و معتبر ہو گیا، رجسٹر میں اندراج شرعاً ضروری نہیں، جو اب مجلس نکاح میں موجود تھے ان کی گواہی کافی ہے۔

تنبیہ: عوض میں نکاح کرنے کا مطلب اگر یہ ہے کہ اس نکاح میں مہر مقرر نہیں ہوا بلکہ بجائے مہر کے یہ نکاح کر دیا گیا تو یہ شرط شرعاً ناجائز ہے، لیکن ایسی شرط سے نکاح ناجائز نہیں ہوتا، بلکہ یہ شرط غیر معتبر ہوتی ہے اور نکاح درست ہو جاتا ہے اور مہر مثل لازم ہوتا ہے:

”وینعقد أى: النکاح متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعاً للمضى، كزوجة نفسی أو بنتی أو مؤکلتی منك، ویقول الآخر: تزوجت“. درمختار، ص: ۳۰۶/۲ (۱)۔ ”وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة جبراً ولزم النکاح، اھ“۔ درمختار: ۴۶۹/۲ (۲)۔

(۱) (الدر المختار، کتاب النکاح: ۹/۳، سعید)

(و کذا فی الهدایة، کتاب النکاح: ۳۰۵/۲، مکتبہ شریکة علمیہ ملتان)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح: ۱۸۹/۳، ۱۹۰، مصطفی البابی الحلبي مصر)

(۲) (الدر المختار، باب الولی: ۲۵/۳، ۲۶، سعید)

”ویجوز نکاح الصغیر والصغیرة إذا زوجها الولی بکراً كانت الصغیرة أو ثیباً، والولی هو العصبۃ، الخ“۔ (الهدایة، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۳۱۶/۲، شریکة علمیہ ملتان)

(و کذا فی البحر الرائق، باب الأولیاء والأکفاء: ۲۰۸/۳، رشیدیہ)

”ووجب مهر المثل فی الشغار، هو أن يزوجه بنته على أن يزوجه الآخر بنته أو أخته مثلاً معاوضة بالعقدین، وهو منهي عنه؛ لخلوه عن المهر، فأوجبنا منه مهر المثل، فلم يبق شغاراً، اهـ.“
در مختار: ۵۱۴/۲ (۱)۔

۲..... مسماة واجدل کا جو دوسرا نکاح ہوا ہے زنا کے حکم میں ہے، وہ شرعاً بالکل ناجائز و حرام ہے، جس سے دوبارہ نکاح ہوا ہے زنا کے حکم میں ہے، اس سے جو اولاد پیدا ہوگی اس کا نسب اس شخص سے ثابت نہیں ہوگا:
”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج، اهـ.“ عالمگیری: ۲۸۰/۱ (۲)۔ ”(أما نكاح منكوحة الغير و معتدته) والدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً، ولهذا يجب الحد مع العلم بالفرقة؛ لكونه زناً، كما في القنية وغيرها، اهـ.“ شامی: ۲۳۸/۳ (۳)۔

۳..... مسماة واجدل اور اس کا والد اور جس سے دوسرا نکاح ہوا ہے، وہ اور نکاح خواں، نیز جملہ شرکائے مجلس اور جو لوگ اس نکاح سے خوش تھے، یا باوجود قدرت کے اس کو نہیں روکا سب گناہ گار ہوئے، سب کو لازم ہے کہ توبہ کریں اور جس شخص کو پہلے نکاح کا علم نہیں بلکہ ناواقفیت کی وجہ سے اس دوسرے نکاح میں شریک ہوا وہ اس درجہ قابل ملامت نہیں، توبہ اس کو بھی چاہیے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۲/۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم، صحیح: عبداللطیف، ۲۵/۱/۶۱ھ۔

- (۱) (الدر المختار، باب المهر، مطلب: نكاح الشغار: ۱۰۶/۳، سعید)
(و كذا في مجمع الأنهر، باب المهر: ۳۴۸/۱، دار احیاء التراث العربی)
(و كذا في الهداية، باب المهر: ۳۲۷/۲، مكتبة شركة علمیه)
(۲) (الفتاویٰ العالمگیریة، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)
(۳) (رد المحتار، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۲/۳، سعید)
(و كذا في فتاویٰ قاضی خان، باب في المحرمات: ۳۶۶/۱، رشیدیہ)
(و كذا في البدائع، فصل في شرط ألا تكون منكوحة الغير: ۴۵۱/۳، دار الكتب العلمية)
(۴) قال النووي: ”واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور لا يجوز“

زوجہ غیر سے نکاح

سوال [۵۳۸۶]: ایک شخص نے اپنی لڑکی کی شادی اسلام سے کی، اس کے بعد لیاقت نے اپنی بددیانتی سے جس کی تفصیل یہ ہے کہ بہت سے کپڑے اور سونے چاندی کا سامان جو اسلام نے نکاح کے وقت بری میں دیا تھا وہ ضبط کر لیا (۱)۔ دوسرے یہ کہ اس بددیانت شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح دوسرے شخص کے لڑکے سے کر دیا اور اپنے دو لڑکوں کی شادی اس شخص کی دو لڑکیوں سے کر لی۔

لڑکی کے نکاح ثانی کی نوعیت یہ ہوئی کہ لڑکی کے باپ نے قاضی کو جھوٹ کہا کہ اسلام نے لڑکی کو طلاق دیدی ہے اور اس جھوٹ پر فتویٰ بھی لے لیا ہے کہ چونکہ اس نے طلاق دے دی، لہذا اب نکاح ثانی کیا جاسکتا ہے، حالانکہ شوہر اول اسلام نے طلاق نہیں دی ہے، جس کے لئے وہ حلفیہ بیان دے سکتا ہے کہ اس نے طلاق نہیں دی اور نہ طلاق کے بارے میں کوئی گفتگو ہوئی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ لڑکی کا نکاح ثانی درست ہو یا نہیں؟ نکاح اول باقی رہا یا نہیں، جبکہ شوہر اول نے اب تک طلاق نہیں دی ہے اور نہ دینا چاہتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب قاعدہ شریعت کے مطابق نکاح ہو جائے تو دونوں شوہرو بیوی بن جاتے ہیں اور اس بیوی کا نکاح کسی دوسرے شخص سے جائز نہیں ہوتا بلکہ حرام ہوتا ہے:

”ولا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج“.

الفتاویٰ عالمگیری: ۲/۷ (۲)۔

= تأخیرھا، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة“۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمی)

(و کذا فی روح المعانی: ۲۸/۱۵۹، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۱) ”بری: ساچق کے روز دولہا کی طرف سے دوہن کے کپڑے، زیورات، میوہ، مٹھائی، ایک پاپوش زنانه“۔ (نور اللغات: ۵۸۸/۱، سنگ میل لاہور)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق

الغیر: ۱/۲۸۰، رشیدیہ)

لہذا اس نے جو اپنی لڑکی کا دوسرا نکاح کر دیا ہے یہ جائز نہ ہوگا اور ثبوت طلاق کے لئے صرف اس کا دعویٰ کافی نہیں ہے، یا شرعی شہادت موجود ہو (۱) یا شوہر اقرار کرے (۲)۔

مفتی کے سامنے جیسا سوال بیان کر کے پیش کیا جائے گا وہ اسی کے موافق حکم شرعی بتلا دے گا، سوال کا صحیح طور پر پیش کرنا سائل کی ذمہ داری ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/صفر/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/صفر/۸۹ھ۔

نکاح پر نکاح

سوال [۵۳۸۷]: ایک عورت نے جس کا خاوند یک سال سے گھر سے چلا گیا تھا اور اس کا کچھ پتہ

= (وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط ألا تكون منكوحه الغير: ۳/۴۵۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی الفقہ الاسلامی وأدلته، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۶/۲۶۲، رشیدیہ)

(وکذا فی التفسیر المظہری [پ: ۵]: ۲/۶۴، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(وکذا فی رد المحتار، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل: ۳/۵۱۶، سعید)

(۱) "ونصابها (أی نصاب الشهادة) لغيرها من الحقوق، سواء كان الحق مالا أو غيره كنكاح وطلاق ووکالة..... رجلان أو رجل وامرأتان". (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الشهادة: ۵/۴۶۵، سعید)

(وکذا فی اللباب فی شرح الکتاب: ۳/۱۴۲، کتاب الشهادة، قدیمی)

(وکذا فی الهدایة، کتاب الشهادة: ۳/۱۵۳، ۱۵۴، امدادیہ ملتان)

(۲) "أن من أقر بطلاق سابق، يكون ذلك إيقاعاً منه في الحال؛ لأن من ضرورة الاستناد الوقوع في الحال، وهو مالک للإيقاع غير مالک للاستناد". (المبسوط للسرخسی، باب الطلاق: ۴/۱۰۹، حبیبہ کوئٹہ)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی الإكراه علی التوکیل بالطلاق والنکاح والعتاق:

۳/۲۳۶، سعید)

نہیں کہ آیا وہ مرگیا یا کہ زندہ ہے، اس عورت نے ایک میانجی کو بلا کر اپنا نکاح کسی اور سے کر لیا اور سوائے اس عورت کے کہ اس نے میاں جی سے کہا کہ میرا خاوند مر گیا ہے اور کسی محلہ والے نے نہ کچھ کہا اور نہ عورت کا چال چلن درست ہے۔ صبح کو محلہ والوں کو علم ہوا کہ اس عورت نے اپنا نکاح کر لیا ہے، میانجی کو بلا کر دریافت کیا گیا: تم نے نکاح کس طرح پڑھایا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے محض عورت کے کہنے سے نکاح پڑھایا ہے۔ اس میانجی کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر میاں جی کو اس کے شوہر کے زندہ ہونے کا حال نہیں معلوم تھا اور عورت کے کہنے سے یقین کر کے نکاح پڑھا دیا تو اس سے میانجی کی امامت میں نقصان نہیں آیا، نہ میانجی کا نکاح ٹوٹا۔ اور جس شخص سے نکاح ہوا، ہے اگر اس کو بھی علم نہیں تھا اور عورت کی بات کا یقین کر کے اس سے نکاح کیا ہے تو گناہ نہیں ہوگا (۱)، البتہ تا وقتیکہ پہلے شوہر سے شرعی طریق پر موت، خلع اور طلاق کے ذریعہ سے جدائی ہو کر عدت نہ گزر جائے دوسرا نکاح صحیح نہ ہوگا۔ مفارقت و متارکت لازم ہے، کما فی رد المحتار (۲)۔

(۱) ”واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة“ (شرح النووي على صحيح مسلم: ۳۵۴/۲، کتاب التوبة، قدیمی)
(۲) ”أما نكاح منكوحه الغير و معتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً، ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة؛ لأنه زنا، كما في القنية وغيرها..... بل يجب على القاضي التفريق بينهما“ (رد المحتار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۱۳۲/۳، ۱۳۳، سعید)

”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة“ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)
(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط ألا تكون منكوحه الغير: ۴۵۱/۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الفقه الإسلامی و أدلته، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۶۶۳۶/۹، رشیدیہ)

اور اگر اس کے نکاح کا علم تھا اور پھر نکاح پڑھا دیا تو وہ شخص اور میانجی دونوں گناہگار ہوں گے، دونوں کو توبہ کرنا ضروری ہے، نکاح کسی کا بھی نہیں ٹوٹا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۱/ شعبان/ ۱۳۵۵ھ، الجواب صحیح: عبداللطیف، ۱۱/ شعبان/ ۱۳۵۵ھ۔

ایضاً

سوال [۵۳۸۸]: زید نے دختر نابالغہ کا نکاح بکر سے کر دیا تھا پھر بکر سے بلا طلاق دلوائے خالد سے کر دیا ہے۔ اب یہ نکاح دوسرا جائز ہے یا نہیں اور ایسا کرنے والے کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دوسرا نکاح شرعاً ناجائز ہے، اگر خالد کو معلوم ہے کہ جس لڑکی سے زید نے میرا نکاح کیا ہے اس کا نکاح پہلے بکر سے کر چکا ہے اور بکر نے اس کو طلاق نہیں دی تو شرعاً خالد بھی گناہگار ہوا، اگر صحبت کریگا تو یہ زنا ہوگا، جس کا گناہ خالد کے ساتھ زید کو بھی ہوگا (۲) اور جو لوگ نکاح میں شریک ہوئے وہ سب گناہگار ہیں (۳)۔ خالد کے ذمہ واجب ہے کہ زید کی لڑکی سے علیحدہ رہے اور زید کے ذمہ واجب ہے کہ اپنی لڑکی کو بکر کے پاس بھیجے اور لڑکی کو حرام ہے کہ خالد کے ساتھ مباشرت کرے۔ اور جو لوگ نکاح میں شریک ہوئے یا ان کو قدرت ہے تو حسب

(۱) "واتفقوا علی أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء

كانت المعصية صغيرة أو كبيرة" (شرح النووی علی صحیح مسلم: ۳۵۴/۲، کتاب التوبة، قدیمی)

(۲) "أما نكاح منكوحه الغير و معتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد

بجوازه فلم ينعقد أصلاً، ولهذا يجب الحدم مع العلم بالحرمة؛ لأنه زنا، كما في القنية وغيرها".

(رد المحتار، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل: ۵۱۶/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة: ۲۲۲/۴، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط ألا تكون منكوحه الغير: ۴۵۱/۳، دار الکتب

العلمیة بیروت)

(۳) توبہ کرنا ہر گناہ سے چاہے چھوٹا گناہ ہو یا بڑا واجب اور ضروری ہے، اس میں تاخیر کرنا درست نہیں، بلکہ گناہ کے سرزد ہوتے

ہی توبہ کی جائے، کما تقدم فی رقم: ۱

استطاعت سب کے ذمہ ضروری ہے کہ زید کی لڑکی کو بکر کے گھر بھجوائیں اور خالد کے پاس نہ رہنے دیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۱/۵۹ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۳/محرم الحرام/۵۹ھ۔

ایضاً

سوال [۵۳۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین در بارہ مسائل ہذا، مسائل حسب

ذیل میں:

زید کی شادی ایک عورت سے ہوئی کہ زید کی ہمشیرہ ان کی بیوی کے رشتہ دار منسوب کی جاتی ہے، کچھ عرصہ کے بعد زید کی ہمشیرہ حالت بلوغت میں ہو جاتی ہے اور ان ایام میں زید کی بیوی بھی اپنے والدین کے یہاں ہے۔ زید کی ہمشیرہ بخوشی خود دوسری جگہ اپنا نکاح ثانی کر لیتی ہے، مگر اس میں زید کے سسرال والے زید کی ہمشیرہ کے اس نکاح ثانی کے خلاف ہے، حالانکہ زید کی ہمشیرہ بالغ ہے۔ اس ناراضگی میں چند آدمی زید کی بیوی کو زید کے گھر آنے سے منع کرتے ہیں جس پر زید عدالتی چارہ جوئی کر کے حقوق زوجیت کا دعویٰ دائر کرنے کے بعد ڈگری حاصل کر لیتا ہے، مگر بعد حاصل کرنے ڈگری بھی زید کی بیوی اس کے گھر نہیں آتی ہے، بیوی تو آنے پر رضامند ہے مگر چند گمراہ اشخاص کی سازش سے ایسا نہیں ہوتا ہے۔

بعد میں زید کی بیوی ان کے والدین کے گھر ہی فاحشہ ہو جاتی ہے اور بچہ ولد الحرام پیدا ہوتا ہے، زید پھر ایک دعویٰ عدالت میں اسی شخص کے خلاف دائر کرتا ہے جس شخص سے زید کی بیوی نے حرام کیا ہے، اس کو چھ ماہ قید اور پچاس روپے جرمانہ ہوا۔ بعد ازاں زید کے سسرال والے زید کی بیوی کا حرام ایک نکاح دوسری جگہ کر دیتے ہیں، وہاں زید کی بیوی چند یوم رہ کر اپنے جدید خاوند کی رضامندی سے زید کے گھر آ جاتی ہے۔

(۱) ”عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من

رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ، فإن لم یستطع فبلسانہ، فإن لم یستطع فبقلبہ، وذلک أضعف الإیمان“.

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۲/۴۳۶، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا نکاح جب شریعت کے موافق صحیح اور نافذ ہو گیا اور پھر نہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی، نہ قاضی نے تفریق کی تو زید کے سسرال والوں نے جو زید کی بیوی کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا تو وہ نکاح ناجائز ہے:

”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج“.

الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲/۲۸۸ (۱)۔

اب جب کہ زید کی بیوی زید کے پاس آگئی تو زید کو مواصلت کے لئے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں، البتہ زید کی بیوی پر عدت واجب ہوگی اگر وہ شخص جس سے زید کی بیوی کا نکاح ہوا، نہیں جانتا تھا کہ جس سے میں نکاح کر رہا ہوں یہ زید کی بیوی ہے اور زید کے نکاح سے خارج نہیں اور اس نے زید کی بیوی کے ساتھ جماع کیا ہے یا خلوت صحیح کی ہے، لیکن اگر جانتا تھا کہ یہ زید کی بیوی ہے اور زید کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی تو عدت واجب نہیں:

”ولو تزوج بمنكوحة الغير وهو لا يعلم أنها منكوحة الغير، فوطئها، تجب العدة، وإن كان يعلم أنها منكوحة الغير، لا تجب حتى يحرم على الزوج وطئها. كذا في فتاوى قاضى خان“. عالمگیری: ۲/۲۸۸ (۲) وخلاصہ: ۲/۱۱۸ (۳)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۲۱/۱۲/۵۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ عبد الرحمن غفرلہ، عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلّق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط ألا تكون منكوحة الغير: ۳/۴۵۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی رد المحتار، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل: ۳/۵۱۶، سعید)

(و کذا فی الفقہ الإسلامی وأدلّته، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۶۶۴۶/۹، رشیدیہ)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلّق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(۳) (خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الطلاق، الفصل الثامن فی العدة: ۲/۱۱۸، امجد اکیدمی، لاہور) =

ایضاً

سوال [۵۳۹۰]: ایک لڑکی کو شوہر اس کی ماں کے یہاں چھوڑ کر بمبئی چلا گیا اور خط میں لکھا کہ میں دو ماہ کے بعد آ رہا ہوں، مگر لڑکی آٹھ دس روز بعد ہی گھر سے نکل گئی اور اس نے عدالت میں جا کر کسی دوسرے سے نکاح کر لیا، نہ اس کے شوہر نے طلاق دی اور نہ وہ بمبئی سے ابھی تک آیا ہے۔ تو یہ نکاح درست ہو یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب یہ معلوم ہے کہ شوہر موجود ہے، خط و کتابت بھی کرتا ہے اور اس نے طلاق بھی نہیں دی، پھر بھی دوسرا نکاح کر لیا تو یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، عورت سے اگر صحبت ہوئی تو وہ حرام ہوئی، عورت بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں موجود ہے، فوراً اس شخص سے علیحدہ ہو جانا چاہیے، اگر علیحدہ نہیں ہوگی حرام کاری میں مبتلا رہے گی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۶/۳/۸۸ھ۔

= (و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، باب المحرمات: ۱/۳۶۶، رشیدیہ)
(۱) "أما نکاح منکوحۃ الغیر و معتدۃ، فالدخول فیہ لا یوجب العدة إن علم أنها للغیر؛ لأنه لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد أصلاً، و لهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لکونه زناً، کذا فی القنیۃ و غیرہا.....
بل یجب علی القاضی التفریق بینہما، الخ"۔ (رد المحتار، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل: ۱۳۲/۳، ۱۳۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة: ۳/۲۴۲، رشیدیہ)
"لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ، و كذلك المعتدة"۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي یتعلق بها حق الغیر: ۱/۲۸۰، رشیدیہ)
(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط ألا تكون منکوحۃ الغیر: ۳/۴۵۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی الفقہ الإسلامی و أدلتہ، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۶۶۳۶/۹، رشیدیہ)

ایضاً

سوال [۵۳۹۱]: اگر کوئی شخص اپنی لڑکی شادی شدہ کا نکاح دوسری جگہ کر دے جبکہ شوہر سابق خود نان و نفقہ کا ذمہ دار ہے، تو ایسے شخص اور شریک نکاح اور نکاح خواں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ شوہر نے طلاق نہیں دی اور ضروریات و نفقہ کا کفیل ہے اور حقوق زوجیت ادا کرتا ہے تو پھر دوسری جگہ نکاح کا کوئی حق نہیں ہے، لڑکی کے والد نے ایسی حالت میں جو نکاح کیا ہے تو یہ شرعی نکاح نہیں بلکہ زنا اور حرام کاری ہے، یہ معصیت کبیرہ اور انتہائی بے غیرتی ہے (۱)۔ علم کے باوجود جو لوگ اس میں شریک ہوئے وہ سب گنہگار ہوئے، سب کو صاف صاف توبہ لازم ہے (۲)۔

لڑکی کو اس بات میں والد کی اطاعت ناجائز ہے (۳)، فوراً دونوں میں جدائی کرادی جائے، ہرگز ایک

= (و کذا فی التفسیر المظہری (پ: ۵): ۶۴/۲، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(۱) ایسا نکاح اگر باوجود علم کیا جائے تو بشرط حکومت اسلامیہ ایسے شخص کو حد لگائی جائے گی: ”أما نكاح منکوحۃ الغیر ومعتدته، فالدخول فیہ لایوجب العدة، إن علم أنها للغیر؛ لأنه لم یقل أحد بجوازه أصلاً، ولهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة، لکونه زناً، کما فی القنیة وغیرها“۔ (رد المحتار، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد و الباطل: ۵۱۶/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة: ۲۴۲/۴، رشیدیہ)

”لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره وكذلك المعتدة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب

النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي یتعلق بها حق الغیر: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(۲) ”واتفقوا علی أن التوبة من جميع المعاصی واجبة، وأنها واجبة علی الفور، لایجوز تأخیرها، سواء

كانت المعصية صغيرة أو كبيرة“ (شرح النووی علی صحیح مسلم: ۳۵۴/۲، کتاب التوبة، قدیمی)

(۳) ”وعن النّوّاس بن سَمْعَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

”لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِی مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ“۔ رواه فی شرح السنة“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإمارة

والقضاء، الفصل الثانی: ۳۲۱/۲، قدیمی)

”عن علی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ”لَا طَاعَةَ فِی مَعْصِيَةِ، =

جگہ نہ ہونے دیا جائے (۱)، لڑکی اپنے اصلی شوہر کے پاس جا کر رہے۔ جس نے نکاح پڑھایا ہے اگر اس کو اصل حقیقت معلوم تھی تو وہ بھی گنہگار ہے، اس کو بھی توبہ لازم ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۸۸ھ۔

فاسق و فاجر شخص کی بیوی کا بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح

سوال [۵۳۹۲]: ایک لڑکی کی شادی دس سال کی عمر میں ہو جاتی ہے (یہ شادی والد نے کی) جس کو عرصہ سات سال کا ہو گیا، لڑکی ابھی تک رخصت نہیں ہوئی۔ شوہر چور، بدمعاش اور شرابی ہے۔ لڑکی کہتی ہے کہ میں اس چور کے ہاں ہر گز نہیں جاؤں گی، اگر مجھے زبردستی بھیجا گیا تو میری جان و عزت کو زبردست خطرہ ہے، میرا نکاح دوسری جگہ کر دیا جائے۔ اس صورت میں نکاح دوسری جگہ ہو سکتا ہے یا نہیں، جبکہ خطرہ ہے کہ شوہر عصمت فروشی کرے، یا بیچ دے، یا مار ڈالے، یا ناک کان کاٹ لے۔ ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح سے پہلے یہ سوچنا چاہیے تھا جس سے شادی کی جا رہی ہے وہ چور ہے، بدمعاش ہے، یا کیا ہے، تاہم نابالغہ کا نکاح جب اس کے والد نے کر دیا ہے تو وہ صحیح اور لازم ہو گیا، لڑکی کو اختیار بلوغ حاصل نہیں (۳)۔

= إنما الطاعة في المعروف. متفق عليه. (مشکوۃ المصابیح، کتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول: ۳۱۹/۲، قدیمی)

(۱) "بل يجب على القاضي التفريق بينهما". (الدر المختار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۲۳۳/۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۲۳۸/۳، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(۲) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء

كانت المعصية صغيرة أو كبيرة" (شرح النووي على الصحيح لمسلم: ۳۵۳/۲، کتاب التوبة، قدیمی)

(۳) "فإن زوجها الأب أو الجد يعنى: الصغير والصغيرة، فلا خيار لهما بعد بلوغهما، الخ". (الهداية،

باب فی الأولیاء والأکفاء: ۳۱۷/۲، شركة علمية ملتان)

(و کذا فی البحر الرائق، باب الأولیاء والأکفاء: ۲۱۱/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی النهر الفائق، باب الأولیاء والأکفاء: ۲۰۹/۲، مکتبہ امدادیہ ملتان)

اگر یہ صحیح بھی ہو کہ شوہر چور، بدمعاش ہے تو ہر چور، بدمعاش سے یہ خطرہ کہ وہ عصمت فروخت کر دے گا، یا بیچ ڈالے گا، یا جان سے مار دے گا، یا ناک کان کاٹ ڈالے گا صحیح نہیں ہے، لڑکی کو اس کے یہاں بھیجنے پر راضی کیا جائے۔

اگر شوہر کی طرف سے کچھ خطرہ ہو تو معزز آدمیوں کو درمیان میں ڈال کے اطمینان کر لیا جائے (۱)۔ اگر شوہر آباد کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو تو اس کو طلاق کے لئے آمادہ کیا جائے، اگر وہ نہ آباد کرے، نہ طلاق دے تو حاکم مسلم باختیار سے یا شرعی کمیٹی سے تفریق کرائی جائے، تفریق کا طریقہ رسالہ ”الحیلۃ الناجزہ“ میں مذکور ہے (۲) اس کو سامنے رکھ کر اس کے موافق تفریق ہو سکتی ہے، پھر دوسری جگہ شادی ہو سکے گی، اس کے قبل اس کا کوئی سوال نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، ۸/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دایر العلوم دیوبند ۱۰/۷/۸۸ھ۔

نکاح بلا تطلق

سوال [۵۳۹۳]: میرے ایک رشتہ دار نے اپنی دختر کی شادی۔ عرصہ تقریباً گیارہ سال گزر راجب

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وإن خفتن شقاق بينهما، فابعثوا حَكَمًا من أهلہ و حَكَمًا من أهلہا، إن یریدا إصلاحًا، یوفق اللہ بينهما، إن اللہ کان علیمًا خبیرًا﴾ (سورۃ نساء: ۳۵)

(۲) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: ”صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے، اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو طلاق واقع کر دے۔“ (حیلۃ ناجزہ، باب: حکم زوجہ متعنت، ص: ۷۳، ۷۴، دارالاشاعت کراچی)

(۳) ”لا یحوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ، الخ“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، القسم السادس، المحرمات التي یتعلق بہا حق الغیر: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان، باب فی المحرمات: ۳۶۶/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۲/۳، سعید)

کہ لڑکی کی عمر ۹، ۱۰ سال کی تھی۔ ایک لڑکے کے ساتھ کر دی تھی، جب سے اب تک نہ تو وہ لڑکی اپنے شوہر کے گھر میں آباد ہوئی ہے اور نہ اب تک اس نے اپنے شوہر کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اور نہ ابھی اس کے شوہر نے اپنی بیوی کو کسی قسم کا کھانا خرچہ وغیرہ دیا ہے، کیوں کہ وہ لڑکا بذاتِ خود شرابی وزانی اور بدمعاش ہے اور لڑکی نہایت ہی ٹھیک چلن، شریف اور پڑھی لکھی ہوئی ہے۔ اب جب کہ لڑکی کو ہوش آئی تو اس کے شوہر کی بدچلنی و برائی کی وجہ سے بالکل نفرت پیدا ہو گئی ہے اور وہ اس کے گھر میں آباد ہونا بالکل نہیں چاہتی، والدین کے ہر چند زور دینے پر بھی وہ بجائے اپنے شوہر کے گھر میں آباد ہونے کے زہر کھا لینا اچھا سمجھتی ہے، یا والدین کے گھر اپنا منہ کالا کرنے پر ترجیح دے رہی ہے۔

لہذا اے بزرگوار صاحب! ہماری مشکل کشائی میں حضور سے صرف اتنا معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آیا کوئی ایسا مسئلہ بھی ہے کہ ان کا نکاح فسخ ہو جائے، کیونکہ وہ لڑکا طلاق دینے سے انکار کرتا ہے اور لڑکی اس کے گھر آباد ہونے سے انکار کرتی ہے؟ لوگوں کی جان زحمت میں ہے بلکہ کھانا پینا بھی حرام ہو گیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئلہ میں چونکہ خود باپ نے نکاح کیا ہے اس لئے لڑکی کو بعد بلوغ اس کے فسخ کرنے کا حق نہیں ہے، باپ دادا کے علاوہ اگر کوئی اور ولی نابالغی کی حالت میں نکاح کر دے تو اس میں اختیارِ بلوغ حاصل ہوتا ہے، یعنی اگر بالغ ہوتے ہی فوراً دو گواہوں کے سامنے اس نکاح سے ناراضی ظاہر کر دے تو اس کے بعد حاکم مسلم باختیار کے ذریعہ سے نکاح کو فسخ کرایا جاسکتا ہے، لیکن یہاں پر خود باپ نے نکاح کیا ہے، ایسی حالت میں نکاح کے فسخ کرانے کا حق حاصل نہیں (۱)، اب جب تک شوہر طلاق نہ دے لڑکی کا دوسری جگہ

(۱) ”ولہما خيار الفسخ بالبلوغ فی غیر الأب والجد بشرط القضاء : أى للصغير والصغيرة إذا بلغا

..... بخلاف ما إذا زوجهما الأب والجد، فإنه لا خيار لهما بعد بلوغهما، الخ“۔ (البحر الرائق، کتاب

النکاح، باب الأولیاء والأکفاء : ۳/۲۱۱، رشیدیہ)

(وکذا فی الهدایة، باب الأولیاء والأکفاء : ۲/۳۱۷، شریکۃ علمیہ)

(وکذا فی رد المحتار، باب الولی، مطلب مهم: هل للعصبة تزویج الصغير امرأة غیر کفاء له: ۳/۷۰،

نکاح نہیں ہو سکتا۔

اگر کسی طرح سمجھا کر، یا ڈرا کر رضا مندی سے، یا زور ڈال کر شوہر سے طلاق حاصل کر لی جائے گی تو پھر لڑکی کا نکاح دوسرے سے درست ہوگا، یا خلع کر لیا جائے یعنی لڑکی اپنے حقوق مہر وغیرہ ساقط کر دے خواہ لڑکی کی طرف سے کچھ روپیہ دے کر شوہر سے خلع کر لیا جائے (۱) بغیر اس کے دوسری جگہ لڑکی کا نکاح درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱/۵۹ھ
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/محرم/۵۹ھ۔

غیر مطلقہ ناشزہ کے لئے دوسرا نکاح

سوال [۵۳۹۴]: کسی شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا اور لڑکی اس کے یہاں کچھ دنوں آتی رہی اور اب وہ اس کے یہاں جانا نہیں چاہتی اور وہ شخص لینے آتا ہے اور اس کے ماں باپ نہیں بھیجتے اور عرصہ ۸/ سال کا ہو گیا ہے۔ لڑکی اپنی اجازت سے یا اپنے ماں باپ کی اجازت سے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۱) قال الله تعالى: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يَاقِيَا حُدُودَ اللَّهِ، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾. (سورة البقرة: ۲۲۹)

”إذا تشاق الزوجان و خافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به، فإذا فعلا ذلك، وقعت تطليقة بائنة و لزمها المال“. (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن في الخلع، الفصل الأول: ۴۸۸/۱، رشيدية)

(و كذا في الهداية، باب الخلع: ۴۰۴/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)
(۲) ”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة“. (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيدية)

(و كذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط أن لا تكون منكوحه الغير: ۴۵۱/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل الثالث، المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۶۶۴۶/۹، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں کر سکتی جب تک شوہر طلاق نہ دے (۱)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور۔

بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح کر دینا

سوال [۵۳۹۵]: ہندہ کی بچپن کی حالت میں برضائے والدین ایک گاؤں میں شادی ہو گئی تھی، پھر بوجہ جھگڑا ہونے کے والدین نے یہ کہا کہ ہم نہیں بھیجیں گے، پھر پھوپھی زاد بھائی کیساتھ والدین نے نکاح پڑھا دیا بغیر طلاق لئے، اس کے دو سال بعد ان سے لڑائی کر کے طلاق لی پھر نکاح ثانی نہیں ہوا، پھر زوج ثانی نے ہندہ کو مار پیٹ کر باہر نکال دیا، پھر اس نے زبردستی ہندہ کو پکڑ کر گھر میں بٹھالیا کیونکہ اس کا والد فوت ہو چکا تھا، اس مجبوری میں پھر رات کو اس کے ساتھ ہمبستر ہوا، پھر اس کے سات بچے پیدا ہوئے وہ اسی طرح گاہے گاہے مارتا رہا اور طلاق بھی دیتا رہا، اب کی بار رو کے جب عورت نے کہا کہ کسی مولوی سے دریافت کرو کہ یہ ناجائز ہے تو اس نے اس کو مار پیٹ کر ہمبستری کی اب کی طلاق پر، پھر عورت باہر نکل آئی کہ چاہے مجھے قتل کر دے میں تیرے گھر میں نہیں رہنا چاہتی۔

پہلے عورت لاعلم تھی، اب اس نے چار بچوں کی ماں ہونے کی حالت میں قرآن شریف پڑھا، اب اس کو معلوم ہوا کہ یہ ناجائز حرکت ہے اور اس مرد نے منع کیا کہ میرے گھر میں قرآن شریف نہ پڑھو۔ بینواتو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغی کی حالت میں جب والدین نے نکاح کر دیا تھا تو وہ لازم ہو گیا تھا (۲) اس کے بعد بلا طلاق جو

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿والمحصنت من النساء إلا ما ملکت ایمانکم کتاب اللہ علیکم﴾ (النساء: ۲۴)
 ”ومنہا: أن لا تكون منكوحۃ الغیر؛ لقولہ تعالیٰ: ﴿والمحصنات من النساء﴾ معطوفاً علی
 قولہ عزوجل: ﴿حرمت علیکم أمہاتکم﴾ ﴿والمحصنات من النساء﴾ وھن ذوات الأزواج
 اھ۔“ (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل بیان عدم جواز نکاح منكوحۃ الغیر: ۵۴۸/۲،
 رشیدیہ)

(۲) ”ولہما خيار القسح بالبلوغ فی غیر الأب والجد بشرط القضاء: أى للصغیر و الصغیرة =

نکاح ثانی کر دیا گیا وہ قطعاً ناجائز ہوا، بلکہ بدستور پہلے شوہر کا نکاح برقرار رہا۔ اور جب شوہر اول نے طلاق دی تب اس کی زوجیت سے علیحدہ ہو گئی لیکن نکاح ثانی قبل از طلاق ہوا ہے وہ کسی طرح جائز نہیں ہوا اور پھر بعد میں بھی نکاح ثانی کی تجدید نہیں کی گئی، لہذا شوہر ثانی شرعی شوہر نہیں، جس طرح بھی ممکن ہو اس سے علیحدہ رہنا واجب ہے۔ اتنے زمانے تک جو شوہر ثانی رہے رکھا ہے یہ بھی ناجائز طریقہ پر رکھا ہے، اس کی طلاق کی بھی حاجت نہیں۔

اگر شوہر ثانی کو نکاح کرتے وقت یہ علم تھا کہ یہ عورت دوسرے کے نکاح میں ہے اور اس نے طلاق نہیں دی تو یہ نکاح بالکل باطل ہوا، اب اس کے لئے عدت کی بھی ضرورت نہیں، بلکہ جس طرح بھی ممکن ہو عورت اس سے علیحدہ ہو کر دوسری جگہ نکاح کرے، یا اسی سے نکاح کرے اگر اس کو علم نہ تھا اس سے علیحدگی کے بعد تین حیض عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرے:

”أما نكاح منكوحه الغير و معتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً، ولهذا يجب الحدمع العلم بالحرمة، لكونه زناً، كما في القنية وغيرها، اهـ“۔ رد المحتار مختصر، باب العدة: ۲/۹۳۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/ذی الحجہ/۵۶ھ۔

= بخلاف ما إذا زوجهما الأب والجد، فإنه لا خيار لهما بعد بلوغهما“۔ (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۲۱۱، رشیدیہ)

(و كذا في الهداية، باب الأولياء والأكفاء: ۲/۳۱۷، مكتبة شركة علميه ملتان)

(و كذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۱/۳۳۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (رد المحتار، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۳/۵۱۶، سعید)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۳/۲۴۲، رشیدیہ)

”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة“۔ (الفتاویٰ العالمیہ، كتاب

النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشیدیہ)

(و كذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط ألا تكون منكوحه الغير: ۳/۲۵۱، دار الكتب

العلمية بيروت)

بغیر طلاق زوج ثانی زوج اول سے نکاح

سوال [۵۳۹۶]: زید نے اپنی منکوحہ کو طلاق بائن دیدی اور عورت مطلقہ نے پونے دو ماہ کے بعد عمرو سے نکاح کر لیا۔ اس کے چند روز کے بعد اول خاوند زید کے پاس چلی گئی اور زید سے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ اب زید کہتا ہے کہ میں اس عورت کو از روئے شرع شریف حلال کر کے رکھنا چاہتا ہوں، فلہذا علمائے دین اس کی صورت مع حوالہ کتب معتبرہ بتائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بغیر عمرو سے طلاق حاصل کئے زید سے نکاح نہیں ہو سکتا، زید سے جو تعلق اس مدت میں رہا وہ مطلقاً حرام اور زنا ہے، اور ان تین لڑکوں کا نسب بھی زید سے شرعاً ثابت نہیں، پونے دو ماہ میں عدت طلاق (تین حیض) گزر سکتی ہے: ”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج“. الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲/۲۸۰ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= (و کذا فی رد المحتار، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل: ۵۱۶/۳، سعید)

”والمحصنات من النساء عطف علی أمهاتکم یعنی حرمت علیکم المحصنات من النساء: أي ذوات الأزواج لا يحل للغير نکاحهن ما لم يمت زوجها أو يطلقها وتنقضی عدتها من الوفات أو الطلاق“۔ (التفسیر المظهری: ۲/۲۴، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(و کذا فی الفقہ الإسلامی وأدلته، کتاب النکاح، الفصل الثالث، المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۶۶۲/۹، رشیدیہ)

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي تتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط ألا تكون منکوحہ الغير: ۴۵۱/۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی رد المحتار، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل: ۵۱۶/۳، سعید)

(و کذا فی الفقہ الإسلامی وأدلته، کتاب النکاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۶۶۲/۹، رشیدیہ)

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ذوالحجہ/ ۱۴۰۷ھ۔
جواب صحیح ہے لیکن یہ شرط ہے کہ عورت نے انقضائے عدت کا دعویٰ بھی کیا ہو (۱)۔ فقط۔

سعید احمد غفرلہ، ۲۲/ ذوالحجہ/ ۱۴۰۷ھ۔

نکاح کے بعد رخصتی سے قبل نکاح ثانی

سوال [۵۳۹۷]: دو نکاح ۶۸ء، میں ہوئے: ایک نکاح جناب مست عرف عبد الحمید صاحب پسر جناب مولیٰ بخش صاحب، ساکن قروں کا ہمراہ مسماۃ رشیدہ بانو دختر چاند محمد، ساکن جے پور کا ہوا، یہ نکاح جے پور میں ہوا۔ دوسرا نکاح جناب ولی محمد صاحب پسر جناب چاند محمد صاحب، ساکن جے پور کے ہمراہ مسماۃ روشن جہاں دختر جناب مولیٰ بخش، ساکن قروں سے ہوا، یہ نکاح قروں میں ہوا۔ یہ دونوں نکاح آٹے ساٹے کے تھے یعنی روشن جہاں عبد الحمید کی بہن تھی اور رشیدہ بانو ولی محمد کی بہن تھی۔ روشن جہاں کی رخصتی نکاح کے بعد کر دی گئی اور اپنے شوہر کے ساتھ رہتے ہوئے ایک بچی کو جنم دیا مگر رشیدہ بانو کی رخصتی نکاح کے بعد عمل میں نہیں آئی اور پانچ چھ سال کی مدت گزر گئی یعنی یہ لڑکی سسرال نہیں گئی۔

اس پانچ چھ سال کی مدت میں دونوں پارٹیوں میں نفاق پیدا ہو گیا، اس نفاق کی وجہ سے روشن جہاں سے جو لڑکی پیدا ہوئی تھی وہ اپنے نانا ماموں کے پاس ہی ہے، اس دوران میں دونوں پارٹیوں میں مقدمہ بازی بھی ہو گئی ہے، جے پور والوں نے جے پور میں اور قروں والوں نے قروں میں مقدمے کئے۔ دوران مقدمہ مست عرف عبد الحمید ولد مولیٰ بخش نے تین خط جے پور لکھوائے جو الگ الگ شخصوں کے نام تھے، تینوں خط کا مضمون ایک ہی ہے جن کی فوٹو اسٹیٹ کاپی خدمت میں بھجوا رہا ہوں، خط کی عبارت اس طرح سے ہیں:

”از قروں“ جناب چاند محمد صاحب کو قروں سے مولیٰ بخش کا سلام معلوم ہو، بعد سلام کے معلوم ہو کہ

(۱) ”قالت: مضت عدتی والمدة تحتملہ، وکذبها الزوج قبل قولها مع حلفها، وإلا فلا“.

”(قوله: مضت عدتی) أعلم أن إنقضاء العدة لا ينحصر في إخبارها بل يكون به وبالفعل بأن تزوجت باخر بعد مدة تنقضي في مثلها العدة، فلو قالت بعده: لم تنقض، لم تصدق؛ لأن الإقدام عليه دليل الإقرار“۔ (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: وطء المعتدة بشبهة:

ہم سب یہاں خیریت سے ہیں اور آپ سب لوگوں کی خیریت خداوند کریم سے نیک چاہتے ہیں، دیگر احوال یہ ہے کہ: ہم نے آپ کو کئی بار لکھا، کوئی جواب نہیں آیا، لہذا درخواست یہ ہے کہ ہمارے لڑکے کو آپ کی لڑکی سے نکاح ہوئے قریب آٹھ نو سال ہو گئے، آپ نے ہم کو ابھی تک وداع نہیں دی۔ اور جب ہم اپنی لڑکی روشن جہاں کو لینے آپ کے یہاں گئے جب ہم نے آپ سے وداع کا کہا تھا، جب آپ نے ہم کو وداع کے بارے میں صاف انکار کر دیا کہ ہم آپ کو وداع نہیں دیتے ہیں، آپ کو منظور ہے۔ جب ہم نے آپ سے کہا کہ ہاں ہم کو منظور ہے اور یہ رشتہ لڑکے کو بھی نا منظور ہے، اس لئے آپ اب اپنی لڑکی کا انتظام اور کسی دوسری جگہ دیکھ لینا اور ہم بھی اپنے لڑکے کا انتظام دوسری جگہ دیکھ لیں گے، اس لئے ہمارا تمہارا جو رشتہ ہے آج سے ختم ہے اور ہم نے ایک خط میاں جی یسین محمد اور ایک خط بندو جی کو بھی لکھ دیا ہے۔“

مقدمہ دونوں جانب کا چل رہا ہے اس ہی دوران میں مست عرف عبدالحمید نے اپنی دوسری شادی دوسری جگہ کر لی، اس شادی کو قریب آٹھ نو سال ہو گئے اور بچے بھی ہیں۔ برخلاف اس کے ۱۹۸۲ء میں کورٹ نے رشیدہ بانو کے حق میں فیصلہ دے دیا کیونکہ عبدالحمید کا وصول خارج کر دیا۔ ستمبر ۱۹۸۵ء میں چاند محمد نے رشیدہ بانو کا دوسرا نکاح دوسرے لڑکے سے کر دیا۔ برائے کرم شرعی احکام سے آگاہ کریں کہ کیا رشیدہ بانو کا نکاح درست ہے یا خلاف شرع ہے؟ اگر خلاف شرع ہوا تو اس نکاح کا عذاب و ثواب کس پر عائد ہوتا ہے آیا والد پر، قاضی صاحب پر، وکیل پر، گواہان پر؟ مندرجہ بالا خطوط جو مولیٰ بخش نے لکھوائے تھے قاضی صاحب نے دیکھ لئے تھے۔ فقط۔

حاجی عبدالرحیم جے پور، ۲۰/۹/۱۹۸۵ء

الجواب حامداً ومصلیاً:

رشیدہ بیگم کے شوہر نے اگر طلاق نہیں دی اور عدالت نے یک طرفہ بیان پر تفریق کر دی تو اس سے شرعاً نکاح ختم نہیں ہوا (۱) اور دوسری جگہ نکاح درست نہیں ہوا (۲)۔ اگر باوجود علم کے دوسرا نکاح کیا گیا ہے تو

(۱) ”حقیقت یہ ہے کہ خلع کے فقہی مفہوم ہی میں یہ بات داخل ہے کہ وہ شوہر اور بیوی دونوں کی رضا مندی سے انجام پائے، اس

کے سوا کوئی اور شکل نہیں۔“ (حیلہ ناجزہ، ص: ۲۴، اسلام میں خلع کی حقیقت، دارالاشاعت کراچی)

(۲) ”أما نكاح منكوحه الغير ومعتدته، فلم ينعقد أصلاً، فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله في العدة، =

خود رشیدہ بیگم اور اس کے ولی اور نکاح کے شاہد اور وہ شخص جس سے نکاح کیا گیا ہے، سب گنہگار ہیں، جو لوگ علم کے باوجود اس نکاح میں شریک ہوئے، یا اس سے خوش ہوئے سب کو توبہ کرنا لازم ہے (۱) اور واجب ہے کہ رشیدہ بیگم کو اس دوسرے شخص سے علیحدہ کر دیں (۲) اور اس کے اصلی شوہر سے جب تک طلاق نہ ہو جائے دوسری جگہ نکاح نہ کیا جائے (۳) اور جب کہ اس کے اصلی شوہر نے دوسری شادی بھی کر لی تو اس کو چاہئے کہ

= ولہذا يجب الحد مع العلم بالحرمة، لكونه زنا“۔ (رد المحتار، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل: ۵۱۶/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة: ۲۳۲/۴، رشیدیہ)

(۱) ”واتفقوا علی أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة علی الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة“۔ (شرح النووی علی الصحيح لمسلم، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمی)

(و کذا فی روح المعانی: ۱۵۹/۲۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(۲) ”بل يجب علی القاضي التفريق بينهما، الخ“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۳۳۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی المحيط البرهانی، کتاب النکاح، الفصل السادس عشر فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۲۲۸/۳، غفاریہ کوئٹہ)

(۳) ”لا يحوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط ألا تكون منكوحة الغير: ۴۵۱/۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الفقہ الإسلامی وأدلته، الفصل الثالث المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۶۶۴۶/۹، رشیدیہ)

رشیدہ بیگم کو طلاق دے کر آزاد کر دے تاکہ اس کو دوسری جگہ نکاح کا حق ہو جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۱۴۰۶ھ۔

نکاح کے بعد فرار ہو کر دوسرے سے نکاح کرنا

سوال [۵۳۹۸]: ہندہ حنفیہ سنیہ ہے اس کی شادی زید اہل حدیث یعنی غیر مقلد کے ساتھ ہوئی تھی اور اس شادی کو تقریباً ایک سال ہوا، اس دوران ہندہ کے پاس شوہر کی آمد و رفت بھی رہی۔ پھر بکر جو کہ حنفی سنی ہے وہ ہندہ کو لے کر فرار ہو گیا اور ہندہ بکر کے ساتھ تقریباً ایک مہینہ غائب رہی، پھر ایک مہینہ کے بعد بکر کے ساتھ مکان واپس آئی اور بکر کے ساتھ شادی کر لی، حالانکہ زید نے ہندہ کو طلاق نہیں دی ہے، تو اس بات کو لوگوں سے پوچھا تو کہا کہ یہ شادی جائز ہے، اس لئے حقیقت میں ہندہ کے ساتھ زید کی شادی ہی نہیں ہوئی تھی اس لئے کہ ہندہ مقلدہ ہے اور زید غیر مقلد ہے۔ تو اب علمائے سنی و حنفی سے سوال ہے کہ یہ شادی بغیر طلاق کے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ اہل حدیث آئین بالجبر و رفع یدین کا اہل حدیث ہے کہ ائمہ مجتہدین کو گالیاں نہیں دیتا اور علمائے مقلدین کو مشرک نہیں کہتا تو ہندہ کا نکاح اس کے ساتھ صحیح ہو گیا (۱)، پھر ہندہ کا بکر کے ساتھ فرار اختیار کرنا اور اس کے ساتھ نکاح کرنا درست نہیں، یہ شرعی نکاح نہیں، جب تک زید اس کو طلاق نہ دے اور پھر عدت نہ گزر جائے اس کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۱۴۰۱ھ۔

(۱) ”ومنها إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر“۔ (کفایت المفتی،

كتاب النکاح: ۵/۱۹۶، دارالاشاعت کراچی)

(و کذا فی خیر الفتاوی، کتاب النکاح: ۳/۳۲۳، جامعہ خیر المدارس ملتان)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل: ۳/۴۶۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح،

الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشیدیہ) =

شوہر کی دوسری شادی پر بیوی کا بغیر طلاق کے نکاح ثانی

سوال [۵۳۹۹]: مسماۃ سلمہ کا نکاح عبداللہ سے ہوا تھا، دونوں کی زندگی خوشگوار تھی، دو بچے بھی ہوئے۔ عبداللہ کلکتہ میں تھا، فسادات کے دوران جان بچانے کے لئے ڈھا کہ چلا گیا، معلوم ہوا کہ وہاں اس نے دوسری شادی بھی کر لی ہے، اس بات کو چھ سال کا عرصہ گزر گیا، بچوں اور سلمہ کی پرورش کا کوئی سہارا نہیں۔ تو اب سلمہ دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابھی موجودہ حالت میں سلمہ کی دوسری شادی کی اجازت نہیں ہے (۱)، جب شوہر کا پتہ معلوم ہے تو اس کو خط لکھا جائے کہ تم نے وہاں دوسری شادی کر لی ہے، یہاں تمہاری بیوی پریشان ہے، نہ تم آ سکتے ہو نہ اس کو بلا سکتے ہو، لہذا اس کو طلاق دے دو تا کہ وہ اپنا دوسرا انتظام کر سکے، جب وہ طلاق دیدے تو عدت تین حیض گزار کر سلمہ کو دوسری شادی کا حق ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط ألا تكون منكوحه الغير: ۳/۴۵۱، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی الفقہ الإسلامی و أدلتہ، کتاب النکاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۶/۶۶۳، رشیدیہ)

(۱) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة"۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي تتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشیدیہ)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط ألا تكون منكوحه الغير: ۳/۴۵۱، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی الفقہ الإسلامی و أدلتہ، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۶/۶۶۳، رشیدیہ)

(وکذا فی التفسیر المظہری [پ: ۵]: ۲/۶۴، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾۔ (سورة البقرة: ۲۲۸) =

شوہر کے پاکستان جانے پر دوسرا نکاح اور طلاق پر نزاع

سوال [۵۴۰۰]: زید اور ہندہ کی شادی بحالت نابالغی ہوئی، چند سال بعد زید نے اپنے باپ کے ساتھ پاکستان جا کر وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی، اب دونوں بالغ ہو چکے ہیں، ایسی کوئی صورت نہیں کہ ہندہ زید کے پاس پاکستان جاسکے۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک تحریر عمر کی اپنے بھائی امین کے پاس آئی کہ ”میں نے اپنے زید کو ذیقعدہ میں شادی مقرر کر لی، لہذا بھائی امین کو معلوم ہو کہ ہندہ کے باپ خالد سے اپنے زیورات وغیرہ وصول کر لینا۔“ ایک تحریر پاکستان سے خالد کے پاس اس کے بھائی بکر کی آئی کہ ”عمر نے اپنے لڑکے زید کی شادی کر لی ہے اور میں نے راضی نامہ لے لیا ہے، لہذا آپ اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح کوئی اچھا رشتہ تلاش کر کے دوسری جگہ کر دینا، راضی نامہ میرے پاس ہے۔“

یہ دونوں تحریریں دوسرے ملک کے ذریعہ وصول ہوئی تھیں، امین و خالد نے یہ دونوں تحریریں چند علماء کے سامنے پیش کیں، تو فیصلہ دیا کہ ان تحریروں سے طلاق کا ثبوت نہیں ملتا، جب تک یہ بات ثابت نہ ہو جائے کہ واقعی زید نے طلاق دیدی ہے، ہندہ کا نکاح ثانی جائز نہ ہوگا۔ امین کے پاس خالد کی طرف سے چند لوگ یہ تحریر لینے کے لئے آئے، لیکن امین نے یہ خط دینے سے انکار کر دیا جس کو امین اپنی سمجھ کے مطابق طلاق نامہ سمجھے ہوئے تھا، حالانکہ لڑکی کے متعین خط میں مندرجہ بالا الفاظ کے علاوہ عمر نے کچھ نہیں لکھا تھا۔ ان چند لوگوں میں سے چار آدمی دہلی مدرسہ امینیہ میں مفتی صاحب کے پاس پہونچے، انہوں نے حلفیہ بیان دیا کہ ہم نے زید کے چچا کے پاس طلاق نامہ دیکھا ہے، نیز مفتی صاحب کے سامنے تحریر کی کہ زید اور اس کے باپ نے پاکستان سے لکھا ہے (حالانکہ زید کی کوئی تحریر نہیں تھی) کہ ہم نے شادی کر لی ہے، تم لوگ زیور وغیرہ وصول کر لو، اور یہ طلاق کے بعد ہی وصول کیا جاتا ہے۔ ہماری قوم میں دستور ہے کہ بغیر طلاق دیئے ہوئے دوسرا آدمی اپنی لڑکی نہیں دیتا۔

= ”عدة الحرة المدخولة التي تحيض ثلاثة قروء أى: حیض، لقوله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾“ (مجمع الأنهر، باب العدة: ۴۶۳/۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

وقال الله تعالى: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (سورة البقرة: ۲۳۵)

جب ان لوگوں نے تحریر و تقریر سے مفتی صاحب کو اعتماد دلایا کہ تحریر ہے تو مفتی صاحب نے ہندہ کو مطلقہ تسلیم کرتے ہوئے اس کے نکاحِ ثانی کو جائز قرار دیدیا، یہاں آتے ہی ان لوگوں نے ہندہ کا نکاحِ ثانی کر دیا۔ خالد اور امین کے پاس جو تحریر تھی مندرجہ بالا تحریروں کو لفظ بلفظ لکھ کر چند آدمیوں نے علمائے دہلی اور علمائے دیوبند کے پاس پہنچا کر فتویٰ طلب کیا، دونوں جگہ سے یہی فتویٰ ملا کہ زید کے باپ ہندہ کے چچا کی تحریر عند الشریعہ قابل تسلیم نہیں، اور ثبوت طلاق کے لئے یہ تحریریں ناکافی ہیں، لہذا ہندہ کا نکاح ناجائز و حرام ہے، زید کے چچا امین کا تحریر دینے سے انکار کوئی معنی نہیں رکھتا۔

ہندہ کے نکاح کے بعد قوم میں دو فریق ہو گئے: فریقِ اول مفتی صاحب کے فتویٰ پر جمع ہوئے ہیں، وہ سوال کی غلطی جہالت و ضد کی وجہ سے نہیں مانتے، بس کہتے ہیں کہ مفتی صاحب نے لکھ دیا تو نکاح ہو گیا۔ فریقِ ثانی اصل تحریر کے مطابق جو فتویٰ ہے ان کو تسلیم کرتے ہوئے ہندہ کے نکاح کو ناجائز کہتے ہوئے آج تک اس کو زنا قرار دیتے ہیں۔

ہندہ کے نکاحِ ثانی کے چند ماہ بعد بذریعہ کویت پاکستان سے سرکاری اسٹامپ پر تحریر شدہ طلاق نامہ پانچ گواہوں کی شہادت و زید کے دستخط شدہ آیا، اس میں مندرجہ تاریخ سے چار ماہ قبل ہندہ کا نکاح ہو چکا تھا۔ نیز زید کے باپ نے پاکستان سے لکھا کہ اصل طلاق نامہ یہی ہے، اگر کوئی ہماری طرف سے دوسری تحریر طلاق نامہ کی صورت میں کوئی بھیجے تو اسے جعلی تسلیم کرنا، ہم نے اس سے قبل طلاق نہیں دی ہے۔ فریقِ اول کے پاس آج تک کوئی ایسا ثبوت نہ مل سکا جس کو زید نے اپنے نکاح کے وقت تحریر ادا ہوگا، بقول ہندہ کے چچا کے کہ میرے پاس طلاق نامہ ہے، لیکن ہندہ کے چچا نے آج تک وہ طلاق نامہ فریقِ اول کے پاس نہیں بھیجا جس میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہو گیا۔

فریقِ ثانی کے ایک دو آدمی حج بیت اللہ کے لئے گئے تھے، ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ مکہ مکرمہ میں پاکستانی حاجیوں سے ملاقات ہوئی تھی اور ان سے مفصل گفتگو اس سلسلے میں ہوئی ہے۔ پاکستانی حاجی جو زید کے نکاح کے وقت موجود تھے، وہ کہتے ہیں کہ ہندہ کا نکاحِ ثانی سے قبل زید نے طلاق دیدی تھی، اور ان حاجیوں نے بطور شہادت اپنی طرف سے یہ تحریر حاجی صاحبان ہندہ کو دیدی کہ زید کا نکاح فلاں سن میں ہوا تھا اور اس نے اسی وقت طلاق نامہ تحریر کر دیا تھا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا عند الشرع ان حاجیوں کی تحریر کا اعتبار ہوگا جو نکاح بعد الطلاق ثابت کرتے ہیں، یا زید کی تحریر کا جس سے نکاح قبل از وقت ثابت ہوتا ہے؟ اب اگر بالفرض کوئی تحریر زید کی طرف سے ایسی دستیاب ہو جس سے یہ احتمال نکاح بعد الطلاق ثابت ہو جائے تو کیا یہ ثبوت عند الشرع قابل تسلیم ہوگا، اور یہ نکاح باقی رہے گا، کیا نکاح ہندہ کا ہر حال میں دوبارہ ہوگا؟ فریق اول بضد ہے کہ ہم نے جائز سمجھ کر نکاح کیا تھا، وہ ہمارے لئے اب بھی جائز ہے، فریق ثانی نکاح کو ناجائز اور زید کی تحریر ملنے کے بعد نکاح جدید کو لازم بتاتا ہے، اس قصے کو لے کر قوم میں اختلاف شدید پیدا ہو گیا، اور یہ احتمال ہے کہ حدود شرعیہ کے خلاف ورزی کسی ضد میں نہ کر بیٹھیں، لہذا شریعت مطہرہ کے مطابق حقیقت کو واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مفتی صاحب کے پاس جس طرح سوال پہونچے گا، اس کے مطابق جواب لکھ دیا جائے گا، واقعہ کے مطابق صحیح سوال کرنا سائل کے ذمہ ہے، اگر کوئی شخص مردار کا گوشت لائے اور مفتی صاحب سے کہے کہ میں بکری کا گوشت لایا ہوں جو کہ عبدالرحمان مسلمان نے میرے سامنے خرید کر ”بسم اللہ، اللہ اکبر“ پڑھ کر ذبح کی ہے، کیا یہ جائز ہے؟ مفتی صاحب کا جواب یہی ہوگا کہ یہ جائز ہے، مگر ظاہر ہے کہ اس فتویٰ کی وجہ سے وہ مردار کا گوشت حرام ہی رہے گا، حلال نہیں ہو جائے گا۔

اس تمہید کے بعد سنئے: طلاق کا اختیار شوہر کو ہوتا ہے (۱)، شوہر کے والد کے زبانی یا تحریری طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی، الا یہ کہ شوہر نے ہی اپنے والد کو طلاق دینے کا وکیل بنا دیا ہو۔ صورت مسئلہ میں جب اس کا کوئی پختہ ثبوت نہیں کہ ہندہ کا نکاح ثانی شوہر اول کے طلاق کے بعد ہوا ہے بلکہ اس کے خلاف ثبوت ہے اور نکاح ثانی کا مدار صرف طلاق نامہ قرار دیکر لیا گیا، حالانکہ وہ طلاق کے لئے کافی نہیں ہے۔

اور جو طلاق نامہ شوہر کے دستخط سے آیا ہے اس کی تحریر سے پہلے ہی نکاح ثانی کر دیا گیا تھا، تو اب

(۱) ”وأهله (أى الطلاق) زوج عاقل بالغ مستيقظ الطلاق لمن أخذ بالساق“ (الدر المختار).

”کناية عن ملك المتعة“ (رد المحتار: ۳/۲۳۰، ۲۳۲، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۱/۱۸۰، کتاب الطلاق، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۵۳، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه، رشیدیہ)

دوبارہ ایجاب و قبول کرادیا جائے تاکہ نکاح بالیقین صحیح ہو جائے (۱)، شک و شبہ نہ رہے، باہمی نزاع بھی ختم ہو جائے، حرام سے بچنے کے لئے یہی صورت اختیار کی جائے۔ حاجی صاحبان کا بیان بھی زید سے مل کر یا زید کی طرف سے طلاق نامہ دیکھ کر نہیں ہے، جیسا کہ انہوں نے سنا ویسا ہی بیان کر دیا، اس لئے ان کا بیان بھی شرعی شہادت کے درجہ میں نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العنوم دیوبند۔

نکاح کے بعد نکاح خواں اگر انکار کر دے تو دوسرے نکاح کا حکم

سوال [۱۵۴۰۱]: ایک عورت نے برضا و رغبت خویش ایک شخص سے بحضور شاہدین نکاح کرایا، دو گواہوں کے علاوہ نکاح پڑھنے والا ایک تیسرا آدمی تھا کہ عرصہ کے بعد چار پانچ عامی آدمیوں نے (جو کہ نہایت غضب و غصہ میں تھے) نکاح خواں سے ڈرا کر پوچھا کہ تُو نے اس عورت کا نکاح فلاں شخص سے پڑھایا ہے؟ ان کی غصہ بھری حالت کو دیکھ کر نکاح خواں نے جواب میں کہا کہ نہیں، صرف نکاح خواں کے اتنا کہنے پر انہوں نے اس عورت کا نکاح دوسری جگہ پڑھ دیا۔ کیا اس عورت کا پہلا نکاح صحیح اور درست ہو یا نہ؟ اگر صحیح و درست ہوا تو کیا ان چار آدمیوں کے سامنے نکاح خواں کا نکاح پڑھنے سے انکار کر دینے پر نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہ؟ حالانکہ وہ عدالت قانونی یا شرعی میں اپنی نکاح خوانی کی شہادت پر بدستور ثابت و قائم ہے۔

اگر پہلا نکاح حسب شریعت صحیح منعقد ہو چکا ہے اور نکاح خواں کے اتنا کہنے پر فسخ نہیں ہوا تو اس عورت کا نکاح جو دوسری جگہ پڑھایا گیا ہے اس کا کیا حکم اور نکاح پڑھنے والے اور نکاح کرنے والا اور مجلس نکاح ثانی میں شامل ہونے والوں سے شرعاً کیا برتاؤ کیا جائے؟ بینوا بالدلیل، توجروا من الرب الجلیل۔

الراقم أبوالمحمود محمد إمام غزالی کان اللہلہ، ازٹمن، ضلع اٹک پنجاب، ۲۲/محرم الحرام/۱۳۵۴ھ۔

(۱) ”وینعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعاً للمضى“۔ (الدر المختار علی تنویر

الأبصار: ۹/۳، کتاب النکاح، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۲۶۷، کتاب النکاح، الباب الأول، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایہ: ۲/۳۰۵، کتاب النکاح، مکتبہ شرکتہ علمیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زوجین اپنے نکاح پر قائم ہیں اور دو گواہ عاقل و بالغ و مسلم موجود ہیں کہ ہمارے سامنے ایجاب و قبول ہوا ہے تو وہ نکاح صحیح ہے اور اس حالت میں عورت کا دوسرا نکاح درست نہیں ہوا۔ نکاح خواں ایجاب و قبول کے لئے محض وکیل ہوتا ہے، اصیل مقرر ہے اور گواہ بھی رکھتا ہے تو پھر وکیل کا انکار معتبر نہیں ہے، خصوصاً جب کہ عدالت شرعی و قانونی میں اپنی نکاح خوانی کی شہادت پر بدستور قائم بھی ہے، پھر کسی مجلس میں اس کا انکار کچھ مفید نہیں۔ اور اگر نکاح خواں کو ایجاب و قبول کے لئے وکیل ہی نہ بنایا ہو، محض خطبہ یا اعلان نکاح اس کے ذریعہ سے کرایا گیا تو اس کی اتنی بھی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ بہر حال نکاح اول درست ہو گیا اور نکاح ثانی درست نہیں ہوا:

”و شرط حضور شاہدین حرین مکلفین سامعین قولہما فاهمین مسلمین، الخ“۔
الدر المختار مختصراً: ۲/۴۱۹ (۱)۔ ”ولا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة“۔ الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲/ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۱/۵۴ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱/۵۴ھ۔

(۱) (الدر المختار، کتاب النکاح: ۳/۴۱، ۲۲، سعید)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب النکاح: ۲/۳۰۶، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۳/۱۵۵، رشیدیہ)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي تتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب النکاح، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل: ۳/۵۱۶، سعید)
(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط ألا تكون منکوحۃ الغير: ۳/۴۵۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی الفقہ الإسلامی وأدلته، کتاب النکاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، باب المرأة المتزوجة: ۹/۲۶۴۶، رشیدیہ)

تبدیل مذہب کے بعد عورت کا دوسرا، تیسرا نکاح

سوال [۵۴۰۲]: ایک عورت کسی کے ورغلا نے سے یا یوں ہی کسی خاص مقصد کے لئے عدالت میں جا کر کہتی ہے کہ میں مذہب عیسائی وغیرہ ہو گئی ہوں، اب میری اور میرے خاوند کی موافقت نہیں ہو سکتی تو عدالت نے اس کے خاوند کو بلوایا تو وہ جب پہلی تاریخ پر حاضر عدالت ہوا تو عدالت نے تاریخ ڈال دی تو دوسری تاریخ میں حاضر نہیں ہوا تو عدالت نے عورت کو کہا: جا جہاں چاہ بیٹھ جا، لیکن اس کے خاوند نے نہ زبان سے طلاق دی ہے اور نہ کاغذ وغیرہ لکھا ہے تو پھر مذکورہ عورت کی ماں نے روپیہ کے لالچ میں آ کر اپنی لڑکی کا دوسرا خاوند بنا دیا۔

اب اس کا خاوند ثانی مر گیا، ابھی اس کے دو ماہ گزشتہ ہوئے ہیں تو مذکورہ عورت کی ماں نے نقدی کی لالچ میں آ کر تیسرے خاوند کی تیاری کر دی۔ غرض روپیہ کے طمع میں آ کر ایک میانجی نے تیسرے خاوند کے ساتھ نکاح کر دیا۔ آپ سے فتویٰ دریافت کیا جاتا ہے کہ حاضرین نکاح اور میاں جی کو کوئی تعزیر ہے یا نہیں، اگر ہے تو کیا؟ اگر تعزیر سے انکار ہو تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ اور وہ کون ہیں اور ہم ان کو کیا کہیں؟ اپنے فتویٰ کے ساتھ بیان کریں اور ایسے نکاح کرنے والے کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عدالت میں جا کر عیسائی مذہب اختیار کرنے یا اس کا اقرار کرنے سے مفتی بہ قول پر نکاح فسخ نہیں ہوا، لہذا دوسرا اور تیسرا نکاح شرعاً ناجائز ہے، عورت کے ذمہ واجب ہے کہ اپنے پہلے شوہر کے پاس رہے۔ اس دوسرے اور تیسرے نکاح سے عورت اور اس کی ماں دونوں کو سخت گناہ ہوا، اور جن سے نکاح کیا ہے اگر ان کو اس کا علم ہے کہ شوہر اول نے طلاق نہیں دی اور ہمارے لئے یہ عورت حرام ہے تو وہ بھی سخت گناہ گار ہوئے، اب سب کے ذمہ توبہ لازم ہے۔ اور یہ بھی واجب ہے کہ کوشش کر کے عورت کو اس کے شوہر اول کے پاس پہنچا دیں جس طریقہ سے عورت نے عدالت کے ذریعہ سے دوسرے نکاح کی اجازت لی ہے وہ اجازت شرعاً بالکل ناقابل اعتبار ہے اس سے نکاح فسخ نہیں ہوتا:

”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج“.

فتاویٰ عالمگیری مصری : ۱/ ۲۸۰ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۲/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۱/۲/۵۹ھ۔

فیصلہ عدالت کے بعد نکاح ثانی

سوال [۵۴۰۳]: ایک عورت عدالت میں دعویٰ پیش کرتی ہے جس نے اپنے خاوند پر ایک عورت کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی ہے اور ساتھ ہی اس بات کی بھی کہ مجھے میرا شوہر بُری طرح مارتا پیٹتا ہے اور مجھ پر زنا کی تہمت لگاتا ہے، مگر شوہر ان دونوں باتوں سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے نہ اس کو مار پیٹ کی، نہ کوئی تہمت لگائی ہے اور جس کے متعلق یہ مجھ پر تہمت لگاتی ہے وہ میری نکاح کی ہوئی بیوی ہے۔ اور یہ مدعیہ خود بھی یہ دعویٰ کرنے کے وقت اس عورت کو اپنے شوہر کے نکاح میں ہونے کا اقرار کرتی ہے اور مدعیہ اپنے اس دعویٰ کی بنا پر کہ مجھے مار پیٹ کرتا ہے اور مجھے بدچلن ہونے کی تہمت لگاتا ہے، عدالت سے اس بات کا مطالبہ کرتی ہے کہ میں طلاق لینے کی حقدار ہوں، اس لیے عدالت مجھے طلاق دلوا دے۔

عدالت کا مجسٹریٹ ایک غیر مسلم شخص ہے، خاوند کی غیر حاضری میں یہ حکم کر دیا: ”مذکورہ سببوں کی بنا پر یہ دعویٰ منظور کیا جاتا ہے اور مدعیہ کی طلاق عدالت تسلیم کرتی ہے اور مدعیہ کو مدعی علیہ کی بندش سے رہا کیا جاتا ہے۔“ عدالت کے اس حکم کے بعد اسی روز عورت مذکورہ کے باپ و چچا وغیرہ نے مل کر ایک دوسرے شخص سے اس کا نکاح کر دیا اور عدالت سے یہ فیصلہ ہوتے ہی اسی روز عورت مذکورہ کے اصلی شوہر کی طرف سے اس

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي تتعلق بها حق الغير : ۱/ ۲۸۰، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل : ۳/ ۵۱۶، سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط ألا تكون منکوحۃ الغير : ۳/ ۴۵۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی الفقہ الإسلامی وأدلته، کتاب النکاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، باب المرأة المتزوجة : ۹/ ۶۶۴، رشیدیہ)

فیصلہ کو رد کرنے کے لئے عدالت میں اپیل بھی دائر کر دی گئی اور وہ اس کو یعنی مدعی علیہ اپنے بیوی کو گھر لے جانے کے مطالبہ پر مُصر ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ:

۱..... صورتِ مذکورہ بالا میں عدالت میں دی ہوئی طلاق ہوئی یا نہیں؟

۲..... عورتِ مذکورہ کا جو دوسرا نکاح کیا گیا وہ درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو کن کن وجہ سے؟

۳..... یہ نکاح کرنے والے اور کروانے والے شرع میں کیا حکم رکھتے ہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... شرعاً یہ طلاق قطعاً غیر معتبر ہے (۱)، اس مذکورہ طلاق کی وجہ سے اپنے شوہر کے نکاح سے نہیں نکلتی

بلکہ بدستور اس کی بیوی ہے۔ غیر مسلم حاکم نہ تو کسی مسلم کا نکاح فسخ کر سکتا ہے اور نہ اس کی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔ غرض یہ کہ اس کا حکم صورتِ مسئلہ میں کسی طرح نافذ نہیں: ”أهله أي: أهل القضاء أهل

الشهادات، فلا تصح تولية كافر وصبي، الخ“۔ بحر: ۶/۲۶۰ (۲)۔

۲..... جبکہ پہلا نکاح فسخ نہیں ہوا اور نہ طلاق واقع ہوئی تو یہ نکاح ثانی کیسے درست ہو سکتا ہے؟ نکاح

ثانی شرعاً بالکل باطل ہے اور اس سے جو صحبت ہوگی وہ بالکل حرام ہوگی: ”أمانكاح منكوحه الغير و معتدته، فلم ينعقد أصلاً، فعلى هذا يفرق بين فاسده و باطله في العدة، ولهذا يجب الحدم مع العلم بالحرمة، لكونه زناً، الخ“۔ درمختار: ۲/۹۳۸ (۳)۔

(۱) ”وأهله (أي أهل الطلاق) زوج عاقل بالغ مستيقظ، الخ“۔ (الدر المختار، كتاب الطلاق، مطلب طلاق المدور: ۳/۲۳۰، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقه و فیمن لا یقع طلاقه: ۱/۳۵۳، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب الطلاق، باب طلاق السنۃ، الفصل الأول: ۲/۳۵۸، مکتبہ شریکۃ علمیہ ملتان)

(۲) (البحر الرائق، کتاب القضاء: ۶/۴۳۷، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب القضاء: ۲/۱۵۰، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب القضاء: ۵/۸۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) (رد المحتار، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل: ۳/۵۱۶، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة: ۴/۲۴۲، رشیدیہ)

۳..... وہ عورت اور وہ شخص جس سے نکاح ثانی ہوا ہے اور اس نکاح میں تمام شرکت کرنے والے اور اس سے خوش اور راضی رہنے والے اور باوجود قدرت کے اس کو نہ روکنے والے سب کے سب گنہگار ہیں، سب کے ذمہ واجب ہے علی الاعلان توبہ کریں (۱) اور عورت کو پہلے شوہر کے پاس پہنچانے کی کوشش کریں (۲)، البتہ جن لوگوں کو پورا حال معلوم نہیں بلکہ ناواقفیت سے نکاح میں شریک ہوئے وہ گنہگار نہیں ہوئے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۸/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارنپور۔

عدالت سے اجازت لے کر نکاح

سوال [۱۵۴۰۴]: دو بہنیں تھیں ان دونوں کا نکاح ہو گیا، بڑی کی رخصتی کردی، چھوٹی کی نہیں، پانچ سال بعد چھوٹی لڑکی کے شوہر نے کہا کہ رخصت کر دو تو لڑکی والوں نے منع کر دیا۔ اس کے بعد مقدمہ بازی شروع ہو گئی، مقدمہ لڑ کے والے جیت گئے، مگر لڑکی والوں نے جب بھی نہیں بھیجا۔ اس کے بعد لڑکی والے نے دوسرا نکاح کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ ہم نے سرکار سے طلاق لے لی۔ کیا یہ نکاح درست ہے؟ منع کرنے والوں نے بہت منع کیا مگر لڑکی والے نہیں مانے اور اس کے بارے میں پنچایت بھی ہوئی، پنچوں نے فیصلہ لڑ کے کے حق میں دے دیا، لڑکی والے سے کہا کہ لڑکی بھیج دو، لڑکی والے نے کہا پنچ تمہارے رشتہ دار ہیں اس لئے یہ ایسا فیصلہ کیا ہے۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلَمْ نَفْسَهُ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ، يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ فالواجب على كل مسلم أن يتوب إلى الله حين يصبح وحين يمسي. (تنبيه العافلين، ص: ۶۰، باب آخر من التوبة، مكتبة حقانية پشاور)

”واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة.“ (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمي) (وكذا في روح المعاني تحت آية: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا﴾: ۱۵۹/۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ، وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدة: ۲)

الجواب حامداً ومصلیاً:

چھوٹی بہن جب رخصتی کے قابل ہوگئی تھی اور اس کا شوہر رخصتی کا مطالبہ کر رہا تھا تو رخصتی کرنا لازم تھا، انکار کر کے عدالت سے اجازت لے کر دوسری جگہ اس کا نکاح کر دینا صحیح نہیں ہوا (۱)، اس کے شوہر پر بڑا ظلم ہوا، یہ نکاح شرعی نکاح نہیں، بلکہ حرام کاری کا دروازہ ہے، فوراً لڑکی کو وہاں سے علیحدہ کریں (۲) اور اصلی (پہلے) شوہر کے پاس رخصتی کر دیں اور توبہ واستغفار کریں (۳)۔ اپنی غلطی اور حماقت کا اقرار کریں ورنہ دنیا و

(۱) ”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح،

الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط ألا تكون منکوحۃ الغير: ۴۵۱/۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی الفقہ الاسلامی و أدلتہ، کتاب النکاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۶۶۳۶/۹، رشیدیہ)

(و کذا فی التفسیر المظہری: [پ: ۵]: ۶۳/۲، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(۲) ”بل يجب على القاضى التفريق بينهما، الخ“۔ (الدر المختار، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۳۳۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی المحیط البرہانی، کتاب النکاح، الفصل السادس عشر فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۲۴۸/۳، غفاریہ کوئٹہ)

(۳) ”واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة، الخ“۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمی)

(و کذا فی روح المعانی تحت آية: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا﴾: ۱۵۹/۲۸، دار إحياء التراث العربی، بیروت)

آخرت میں سخت وبال ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۵/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۹/شعبان/۹۲ھ۔

عدالت سے دوسرے کا نکاح ناحق فسخ کرا کے خود نکاح کرنا

سوال [۵۴۰۵]: آج سے کئی سال پہلے میں نے مسماۃ رضی سے شادی کی تھی۔ شادی کے وقت رضی کے والد نے مجھ سے ایک تحریر لی تھی، جس میں یہ تھا کہ میں سسرال میں رہ کر ان کی خدمت کروں گا اور بلا کسی وجہ کے گھر سے نہیں نکلوں گا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ایک ماسٹر محمد جمیل کی ڈیوٹی گھر کے پاس والے اسکول میں تھی۔ ماسٹر مذکور انتہائی شریر اور کمینہ ذلیل خصلت آدمی ہے، اس نے میرے سر کے ساتھ خفیہ تعلق بڑھا کر میرے خلاف کیا۔ اب سسرہ وقت مجھے گھر سے چلے جانے کا حکم دینے لگا، گالم گلوچ شروع رکھا۔

مجبور ہو کر چند روز کے واسطے کاروبار کے لئے سسر کو اطلاع کر کے چلا گیا۔ کام پر مجھے عرصہ چھ ماہ گزر گیا۔ جب گھر واپس پہونچا تو ماسٹر مذکور نے میری منکوحہ سے تعلق پیدا کر کے اس کو بھی میرے خلاف کیا اور میری اس تحریر کو شرطیہ طلاق بنا کر سرینگر کے ایک رشوت خور مفتی بشیر سے پانچ سو روپیہ دے کر فتویٰ حاصل کر لیا۔ مفتی نے کہا: عدالت سے فیصلہ کرا لو، میں بھی لکھ کر دیتا ہوں۔

چنانچہ ماسٹر مذکور نے مسماۃ رضی کو لے کر عدالت سے تنسیخ نکاح کی درخواست دلائی جس پر جج نے نکاح فسخ کر دیا اور ماسٹر نے رضی کو اپنے نکاح میں لے لیا اور ازدواجی زندگی بسر کرنی شروع کی۔ ماسٹر کی اس سیاہ حرکت سے سب مسلمان برہم ہیں اور چونکہ اس فتویٰ میں سیاہ کارنامہ درج ہے اس لئے وہ کسی کو دکھلاتا نہیں ہے۔

ہم نے علمائے دیوبند سے انفرادی طور پر دریافت کیا، سب نے کہا وہ تمہاری بیوی ہے، ماسٹر زنا کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اب مرکز دیوبند سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ کیا میری اس تحریر سے میری منکوحہ کو طلاق ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور کیا فریقین کی حاضری کے بغیر قاضی فیصلہ نافذ کر سکتا ہے یا نہیں؟ مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بات اتنی ہی ہے تو آپ کی بیوی پر طلاق نہیں ہوئی ہے، بلا وجہ شرعی نکاح فسخ کرنے سے فسخ نہیں

ہوتا۔ اور دوسرے نکاح کی اجازت نہیں (۱)۔ مفتی صاحب کا فتویٰ یہاں بھیجیں تو اس کے متعلق کچھ کہا جائے۔
جیسا سائل سوال کرتا ہے، مفتی کا جواب اسی کے موافق ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/۹۴ھ۔



(۱) ”ولا یجوز نکاح منکوحۃ الغیر، عند الكل، ولو تزوج بمنکوحۃ الغیر وهو لا یعلم أنها منکوحۃ الغیر فوطئها [تجب العدة، وإن کان یعلم أنها منکوحۃ الغیر فوطئها] لا تجب العدة حیث لا یحرم علی الزوج وطؤها“۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیۃ، کتاب النکاح، الفصل الثامن فی بیان ما یجوز من الأنکحة وما لا یجوز:

فصل فی نکاح الحاملہ والمزنیۃ

(حاملہ اور زانیہ کے نکاح کا بیان)

حاملہ سے نکاح

سوال [۵۴۰۶]: زید نے ہندہ سے نکاح کیا، نکاح کے بعد ٹھیک پانچ ماہ آٹھ دن میں ہندہ سے لڑکی پیدا ہوئی، کیا یہ لڑکی زید کی ہے؟ زید کا نکاح درست ہوا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس لڑکی کا نسب زید سے نہیں ہے (۱)، یہ نکاح درست ہو گیا (۲)، آئندہ جو اولاد پیدا ہوگی وہ زید کی شمار کی جائے گی (۳)۔ فقط۔

(۱) ”وإذا تزوج الرجل امرأة، فجاءت بالولد، لأقل من ستة أشهر منذ تزوجها، لم يثبت نسبه. وإن جاءت به لستة أشهر فصاعداً، يثبت نسبه.“ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب: ۵۳۶/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۲۶۲/۴، ۲۷۳، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۳۵۸/۴، ۳۵۹، مصطفیٰ البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی الهدایۃ، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۴۳۲/۲، شركة علمية ملتان)

(۲) ”وقال أبو حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى: يجوز أن يتزوج امرأة حاملاً من الزنا، ولا يطأها، حتى تضع. وأيضاً قال: وفي مجموع النوازل: إذا تزوج امرأة قد زنى هو بها، وظهر بها حمل، فالنكاح جائز عند الكل، وله أن يطأها عند الكل، الخ.“ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، القسم السادس: المحرمات التي تتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۴۸/۳، ۴۹، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۳۲۹/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۳) (راجع الحاشیة رقمها: ۱)

ایضاً

سوال [۵۴۰۷]: زانیہ عورت کا نکاح جب کہ وہ زنا سے حاملہ ہو بحالت حمل ایسے شخص سے جس سے وہ حاملہ نہیں ہوتی ہے جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو صحبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح جائز ہے لیکن وضع حمل سے پہلے صحبت جائز نہیں: ”وصح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیرہ وإن حرم وطؤها ودواعیہ حتی تضع“۔ درمختار مختصراً: ۲/۵۰، (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۱۰/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۰/شوال/۵۳ھ۔

ایضاً

سوال [۵۴۰۸]: ایک کنواری لڑکی نے زنا کرایا اور اس کو زنا کرانے سے حمل رہ گیا اور یہ بات مشہور ہو گئی، پھر اس لڑکی کا نکاح اس حمل ہی کے زمانہ میں ہو گیا اور جس کے ساتھ نکاح کیا گیا اس کو بھی اس کا علم ہے اور اس نے اس کے ساتھ وطی بھی کی ہے تو آیا یہ نکاح درست ہو یا نہیں؟ اب اس کے بچہ پیدا ہو چکا ہے، اس کا پہلا نکاح ہی کافی ہے یا دوبارہ نکاح کرایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو عورت زنا سے حاملہ ہو اس سے نکاح مفتی بہ قول پر درست ہے اور جس سے وہ حمل ہے اگر اسی سے نکاح ہو تو وطی بھی درست ہے، اور اگر کسی دوسرے سے نکاح ہو تو وضع حمل سے پہلے وطی درست نہیں، تاہم اگر وطی کر لی ہے تب بھی دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں پہلا ہی نکاح کافی ہے:

”صح نکاح حبلی من زنا عند الطرفين، وعليه الفتوى لدخولها النص. وفيه إشعار بأنه

(۱) (الدر المختار، کتاب النکاح باب المحرمات: ۳/۴۸، ۴۹، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح، القسم السادس المحرمات التي تتعلق بها حق الغير:

۱/۲۸۰، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۹، دار إحياء التراث العربی بیروت)

لنکح الزانی، فالوطی جائز بالإجماع خلافاً لأبی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ قیاساً علی الحبلی من غیرہ۔ ولا توطی الحبلی من الزنا أى: یحرم الوطؤ وكذا دواعیه، ولا تجب النفقة إلى أن تضع الحمل اتفاقاً؛ لقوله عليه الصلوة والسلام: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر، فلا يسقين ماءه زرع غیره" یعنی إتيان الحبالی، خلافاً للشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ. وفى الفوائد عن النوازل: أنه یحل الوطؤ عند الكل وتستحق النفقة. كذا فى النهاية، اهـ. مجمع الأنهر: ۱/۳۲۹ (۱)۔

اگر اس نکاح کی تجدید کر لی جائے تو بھی ناجائز نہیں بلکہ اس صورت میں سب کے نزدیک نکاح درست ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، یکم/شعبان۔

نفاس اور حیض میں نکاح

سوال [۵۴۰۹]: نفاس کے اندر نکاح جائز ہے یا ناجائز اور حیض میں نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں تجدید نکاح حالت حیض اور حالت نفاس دونوں میں درست ہے (۲) اور صورت

(۱) (مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۹، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و كذا فى الفتاوى العالمکیریه، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التى یتعلق بها حق الغير:

۱/۲۸۰، رشیدیہ)

(و كذا فى الدر المختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳/۴۸، سعید)

(و كذا فى تبیین الحقائق، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۲/۴۸۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) "عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما أنه طلق امرأته وهى حائض فذكر ذلك عمر رضى الله تعالى عنه

لنبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: "مره فليراجعها ثم ليطلقها طاهراً أو حاملاً". (الصحيح لمسلم، كتاب

الطلاق، باب تحريم طلاق الحائض بغير رضاها وأنه لو خالف وقع الطلاق ويؤمر برجعته: ۱/۴۷۶، قديمي)

(وصحيح البخارى، كتاب الطلاق، باب: إذا طلق الحائض يعتد بذلك الطلاق: ۲/۷۹۰، قديمي)

(ومشکوۃ المصابيح، کتاب النکاح، باب الخلع والطلاق: ۲/۲۸۳، قديمي)

مسئلہ کے علاوہ میں بھی حیض اور نفاس نکاح سے مانع نہیں (۱) بشرطیکہ عورت عدت میں نہ ہو، عدت میں ہونا البتہ مانع نکاح ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، یکم/شعبان۔

(۱) عن المسور بن مخرمة أن سبيعة الأسلمية نفست بعد وفاة زوجها بليال، فجاءت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فاستأذنته أن تنكح، فأذن لها فنكحت. (صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب: ﴿وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن﴾ : ۸۰۲/۲، قدیمی)

قوله: "نفست" بضم النون وفتحها وكسر الفاء من النفاس بمعنى الولادة، وقال الهروي: "إذا حاضت فالفتح لا غيره".

قوله: "بليال" قيل خمس وعشرون ليلة، وقيل: أقل من ذلك، ووقع في رواية الزهري: "فلم تلبث أن وضعت". وعند أحمد "لم أمكث إلا شهرين حتى وضعت". وفي الرواية الماضية في تفسير الطلاق: فوضعت بعد موته بأربعين ليلة، وعند النسائي، بعشرين ليلة، وعند أبي حاتم: بعشرين أو خمس عشرة، وعند الترمذي والنسائي: بثلاثة وعشرين يوماً أو خمسة وعشرين يوماً، وعند ابن ماجه: ببضع وعشرين. (عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب العدة، باب قوله تعالى: ﴿وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن﴾ : ۲۰/۲، ۲۳۵، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) "ولا يجوز نكاح منكوحه الغير ومعتدة الغير عند الكل". (الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب النکاح، الفصل الثامن فی بیان مايجوز من الأنکحة وما لايجوز: ۸/۳، قدیمی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط الأتکون منكوحه الغير: ۳/۵۱، دارالکتب العلمیة بیروت)

(و کذا فی الفقه الاسلامی وأدلته، کتاب النکاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۶/۹، رشیدیہ)

(و کذا فی التفسیر المظهری (پ: ۵): ۲/۶۲، حافظ کتب خانہ)

"حدثني أبو الطاهر وحرمله بن يحيى وتقال بافى اللفظ عن ابن شهاب قال حدثني =

مزنیہ سے نکاح

سوال [۵۴۱۰]: زید کی شادی ہوگئی اور تین چار لڑکے ہو گئے، پھر زید نے دوسری عورت سے جس کا خاوند مر گیا ہے اس سے اس نے بغیر نکاح کئے صحبت کی بہت دنوں تک، اور بعد میں نکاح کیا، ۶ یا ۷ ماہ بعد، نکاح ہوا یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔

بندہ غوث میسوری عفی عنہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس عورت کی عدت گزر چکی تھی اس کے بعد اس سے زید نے نکاح کیا ہے تو یہ نکاح صحیح ہے (۱) بشرطیکہ کوئی اور مانع شرعی نہ ہو۔ نکاح سے قبل صحبت کرنا اگرچہ حرام ہے لیکن مانع نکاح نہیں: ”إذا تزوج امرأة قد زنى بها، وظهر بها قبل، فالنكاح جائز عند الكل، الخ“۔ عالمگیری: ۱/۲۸۵ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۱/رجب/۵۳ھ۔

= عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ أن أباه كتب إلى عمر بن عبد الله بن الأرقم الزهري فلما قال لي ذلك، جمعت عليّ ثيابي حين أسيت فأتيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فسألته عن ذلك فأفتاني بأني قد حللت حين وضعت حملي وأمرني بالتزوج إن بدالي. قال ابن شهاب: فلا أرمي بأساء أن تتزوج حين وضعت وإن كان في دمها غير أنه لا يقربها زوجها حتى تطهر“۔ (الصحيح لمسلم، كتاب الطلاق، باب انقضاء العدة المتوفى عنها وغيرها بوضع الحمل: ۱/۴۸۶، قديمي)

(۱) قال الله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (البقرة: ۲۲۸)

”عدة الحرة المدخولة التي تحيض ثلاثة قروء: أي حيض، لقوله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن

بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (مجمع الأنهر، باب العدة: ۱/۴۶۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

قال الله تعالى: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (سورة البقرة: ۲۳۵)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير:

حاملہ مزنیہ سے نکاح

سوال [۵۴۱۱]:۱۔ زید کا ایک عورت سے ناجائز تعلق ہو گیا اور عورت زید کے نطفہ سے حامل ہو گئی، اور اس سے بچہ پیدا نہیں ہوا، ایسی صورت میں زید کا نکاح اس عورت سے جائز ہے یا نہیں؟ عورت کہتی ہے کہ میرے پیٹ میں زید کا نطفہ ہے۔

۲۔ جائز ہے تو کس حدیث کی رو سے؟ مع آیات قرآنی مفصل ہونا چاہیے۔

۳۔ اگر ناجائز ہے تو کس حدیث کی رو سے؟ مع آیات قرآنی۔

۴۔ عورت تعلق ناجائز ہونے سے پیشتر غیر شادی شدہ یعنی کنواری تھی، عورت اور مرد ایک مکان میں رہتے ہیں اور عورت پردہ نشین نہیں ہے۔ عام طور سے باہر نکلتی ہے، عورت مرد کا تعلق ناجائز ہو جاتا ہے اور عورت بیان کرتی ہے کہ نطفہ اسی مرد کا ہے اور ابھی بچہ بھی پیدا نہیں ہوا۔ ایسی صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱، ۲، ۳۔ جائز ہے: ”رجل تزوج حاملاً من زنا منه، فالنکاح صحیح عند الكل، ويحل وطؤها عند الكل، ۱ھ“۔ شلبی: ۱۱۳/۲ (۱)۔ ناجائز تعلق مطلقاً حرام ہے، اس سے ہمیشہ کے لئے توبہ لازم ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً﴾ (۲)۔ اور چہرہ کھول کر بے پردہ باہر نکلنا

= (و کذا فی الدر المختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳/۴۸، ۴۹، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۹، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۱) (حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۲/۴۸۵، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح، القسم السادس المحرمات التي تتعلق بها حق الغير:

۱/۲۸۰، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۹، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۲) (سورة بنی اسرائیل: ۳۲)

بھی ناجائز ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۳/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۱۶ھ۔

مزنیہ حاملہ کا نکاح

سوال [۵۴۱۲]: اگر مطلقہ عورت کو ایام عدت میں حمل من الزنا ہو جائے تو اس کی عدت کیا ہوگی؟ نیز زانی مزنیہ سے زمانہ عدت میں نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس سے دنیاوی معاملہ کرنا کیسا ہے مثلاً: سلام وکلام، کھانا، پینا وغیرہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

”إذا حبلت المعتدة وولدت تنقضی به العدة، سواء كان من المطلق أو من زنا“۔ شامی:

۲/۴۰۶ (۲)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس کی عدت وضع حمل ہوگی، عدت میں نکاح کرنے کی زانی کو اجازت نہیں، زنا بھی حرام ہے اور حالت عدت میں مزنیہ سے نکاح بھی حرام ہے۔ ایسے نکاح کی وجہ سے معاملات (سلام، کلام، کھانا، پینا وغیرہ) تو سائل کے نزدیک تحقیق طلب ہے، مگر نفس زنا کا حکم کیا کچھ ہلکا ہے کہ اس کے متعلق دریافت نہیں کیا؟

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزْوَاجَكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ،

ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذِينَ، وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (سورة النور: ۵۹)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ، ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ، إِنْ

اللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ. وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ، وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ، وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ

إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ النخ (سورة النور: ۳۰، ۳۱)

(۲) (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب فی عدة الموت: ۳/۵۱۱، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة: ۴/۲۲۹، رشیدیہ)

(و کذا فی النهر الفائق، کتاب الطلاق، باب العدة: ۲/۴۷۹، امدادیہ ملتان)

اگر ترک تعلق اصلاح کے لئے مفید تو ترک تعلق کر دیا جائے: ”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج، سواء كانت العدة عن طلاق أو وفاة“. فتاویٰ عالمگیری، جلد: ۲ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱/۹۲ھ۔

حاملہ من الزنا سے نکاح

سوال [۵۴۱۳]: زید عمرو کے گھر دو تین سال سے رہتا ہے، عمرو کی ایک لڑکی ہندہ ہے، اس سے زید کی شادی طے پائی تھی لیکن ابھی ہندہ اور زید کا نکاح نہیں ہوا تھا، صرف ہندہ اور زید کے والدین نے بات چیت مکمل کر رکھی تھی، اس کی معلومات ہندہ اور زید دونوں کو تھیں، چنانچہ دونوں زید و ہندہ ایک ہی گھر میں (عمرو کے یہاں) رہتے تھے جب کہ زید کا عمرو چچا لگتا ہے، اس کی وجہ سے زید عمرو کے یہاں رہتا تھا، اسی اثناء میں زید نے ہندہ سے جماع کر لیا اور اس جماع کے نتیجہ میں حمل قرار پا گیا تو اس صورت میں زید کا ہندہ سے نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

۲..... نکاح کے بعد زید ہندہ سے پھر دوبارہ جماع کر سکتا ہے یا نہیں؟

۳..... اس کے حمل کا کیا حکم ہے، کیا حرامی کہلائے گا؟

۴..... زید اور ہندہ کے لئے شرعاً کیا حکم نافذ ہوگا؟ جواب سے آگاہ کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... زید کا اسی حالت میں ہندہ سے نکاح کر دیا جائے (۲)۔

(۱) (الفتاویٰ العالمیہ، کتاب النکاح، القسم الثانی: المحرمات التي تتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط الزوجة: ۳/۴۵۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/۱۳۲، سعید)

(۲) ”وصح نکاح حبلى من زنا وإن حرم وطؤها اتفاقاً، والولد له“. (الدر المختار، کتاب النکاح، باب

المحرمات: ۳/۴۸، ۴۹، سعید)

۲..... کر سکتا ہے (۱)۔

۳..... اس کے دریافت کرنے کا ابھی وقت نہیں جب بچہ پیدا ہو جائے، اس وقت یہ لکھ کر دریافت کریں کہ نکاح سے اتنے روز بعد بچہ پیدا ہوا ہے۔

۴..... اگر ثبوت شرعی ہو جائے تو احکام بہت سخت ہیں، مگر ان کے شرائط یہاں موجود نہیں، اس لئے توبہ واستغفار پر کفایت کی جائے (۲)۔ اور نکاح ہونے سے پہلے ان کو ہرگز ایک جگہ نہ ہونے دیا جائے، فوراً پردہ کرایا جائے اور تمام خاندان کو عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے کہ پردہ شرعی نہ ہونے کی وجہ سے کس قدر مفاسد اور فتنے پیدا ہوتے ہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۸/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح، القسم الثانی: المحرمات التي تتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳۲۹/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)
(۱) قال الحافظ ابن الهمام: "رجل تزوج حاملاً من زنا منه، فالنکاح صحیح عند الكل، ويحل وطؤها عند الكل". (فتح القدير، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۲۴۱/۳، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۲۸/۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح، القسم السادس المحرمات التي تتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(۲) "اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة". (روح المعاني، سورة التحريم: ۱۵۹/۲۸، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی شرح النووی علی الصحيح لمسلم، کتاب التوبة: ۳۵۲/۲، قدیمی)

(۳) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزْوَاجِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ، ذَلِكَ أَذْنَىٰ أَنْ يَعْرِفْنَ، فَلَا يُؤْذِينَ، وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (سورة الأحزاب: ۵۹)

وقال الله تعالى: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ، وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ، ذَلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ، إِنَّ اللَّهَ =

حاملہ مزنیہ کا جبراً نکاح

سوال [۵۴۱۴]: ہندہ ایک بیوہ عورت ہے اس کے منکوحہ خاوند سے تین بچے ہیں، اپنے شوہر کے انتقال کے بعد گزر معاش کے لئے باغات اور بڑے گھروں میں جا کر مزدوری کرتی تھی اور اسی حالت میں اس کو ناجائز حمل قرار پا گیا جس کو وہ آٹھویں ماہ تک چھپائے رہی۔ چونکہ وہ باغات میں مزدوری کرتی تھی اس لئے اس کی حالت تمام کو ظاہر ہو گئی، جب اس کی رشتہ دار خواتین نے اس سے دریافت کیا تو پہلے وہ اپنے حاملہ ہونے کی تردید کرتی رہی، پھر جب اس کا طبی معائنہ ہوا تو اس نے اعتراف کرتے ہوئے بتایا کہ اس کا ناجائز حمل بکر سے تھا۔

بکر اس کے گھر میں کرایہ پر تھا اور ایک شادی شدہ سرکاری ملازم تھا جب لوگوں نے بکر سے دریافت کیا تو اس نے خدا اور رسول کی گواہی دے کر ہندہ کے بیان کی تردید کی اور آخر تک انکار کرتا رہا اور آج بھی انکار کرتا ہے، مگر مسجد کی کمیٹی نے بکر کے بیان کو بالائے طاق رکھ دیا اور اس کی بے جا بے رخی کرنے اور ملازمت پر ڈاکہ ڈالنے کی دھمکی دے کر ایام حمل میں ہندہ کا نکاح بکر سے کر دیا، ہندہ کا نکاح بکر سے بالکل جبراً ہوا ہے یہاں تک کہ جب بکر نے ہندہ کے بیان کو غلط قرار دیا تو ایک شخص نے چند اشخاص کی موجودگی میں بکر کو مار پیٹا بھی۔ از روئے شرع ارشاد فرماوے کہ ہندہ کے حالت حمل میں بکر کا جبراً نکاح جائز ہوا ہے یا نہیں؟

زنا سے حاملہ سے نکاح

سوال [۵۴۱۵]: ۲..... کمیٹی نے بکر کا نکاح ہندہ سے کرنے کو عوام میں اپنی فتح سمجھی تھی، جس سے بکر واقف ہو گیا اور کہا کہ اگر کمیٹی اس کو اپنا طرہ امتیاز سمجھتی ہے تو وہ ہندہ سے نکاح کرے گا مگر ایام حمل میں نہیں بلکہ اسقاط حمل اور غسل نفاس کے بعد جسے کمیٹی نے مقرر کر دیا۔ کیا بکر کا یہ طرز عمل از روئے شرع درست تھا یا نہیں؟

زانی کا مزنیہ حاملہ سے جبراً نکاح

سوال [۵۴۱۶]: ۳..... اگر رشیدہ کو زید کا ناجائز نطفہ ٹھہر گیا تو کیا زید کے لئے یہ لازم ہو گیا کہ وہ

= خیر بما یصنعون۔ وقل للمؤمنات یغضضن من أبصارهن، ویحفظن فروجهن، ولایبدین زینتھن

الما ظہر منها﴾ الآية (سورة النور: ۳۰، ۳۱)

رشیدہ سے جبراً نکاح کر لے؟ اگر نہیں تو ایسی حالت میں شرعی اصول کیا ہے؟ اگر لازم ہے تو کیونکر؟ اس صورت کی تفصیل فرمائیں شرعی بنیاد پر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... حالات مذکورہ کے پیش نظر کسی کو جبر کرنے کا حق نہیں تھا (۱)، تاہم جب کہ ہندہ اور بکر نے اس نکاح کو تسلیم کر لیا اور ایجاب و قبول کر لیا، خواہ جبراً ہی سہی شرعاً یہ نکاح معتبر ہو گیا، مگر جبر کرنے والے اس جبر سے گنہگار ہوئے (۲)، حالت حمل میں بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے، پھر اگر اسی شخص سے نکاح ہو جس کا حمل ہے تو اس کو صحبت بھی درست ہوتی ہے، اگر کسی اور سے ہو تو وضع حمل سے پہلے صحبت کی اجازت نہیں ہے، کذا فی فتح القدير (۳)۔

(۱) (راجع، ص: ۱۲۵، رقم الحاشیة: ۱)

(۲) قال ابن عابدین تحت (قوله: ما یصح مع الإكراه): ”فقال: طلاق وإیلاء وظہار ورجعة، ونکاح یشمل ما إذا أكره الزوج أو الزوجة على عقد النکاح، كما هو مقتضى إطلاقهم“۔ (ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی المسائل التي تصح مع الإكراه: ۲۳۶/۳، سعید)

وقال تحت (قوله: يستحق رضاهما): ”أی یصدر منهما ما من شأنه أن يدل على الرضا، إذ حقيقة الرضا غير مشروط فی النکاح، لصحته مع الإكراه، والهزل“۔ (ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب: التزوج بإرسال کتاب: ۲۱/۳، سعید)

”عن أبی هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”ثلث جدهن جد، وهزلهن جد: النکاح، والطلاق، والرجعة“۔ رواه الترمذی وأبو داود“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، باب الخلع، والطلاق، الفصل الثانی: ۲۸۳/۲، قدیمی)

(۳) ”فإن تزوج حبلى من زنا، جاز النکاح، ولا یطأها حتى تضع حملها“۔ (الدرالمختار)۔ ”(قوله: فإن تزوج حبلى من زنا) من غيره جاز النکاح خلافاً لأبی یوسف، أما لو كان الحمل من زنا منه، جاز النکاح بالاتفاق..... رجل تزوج حاملاً من زنا منه، فالنکاح صحیح عند الكل، ويحل وطؤها عند الكل، الخ“۔ (فتح القدير، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۲۴۱/۳، مصطفى الحلبي مصر)

(وکذا فی الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۴۸/۳، ۴۹، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب النکاح، القسم السادس، المحرمات التي یتعلق بها حق =

- ۲..... بکر کو اس نکاح کی اجازت نہ دینے اور اس پر راضی نہ ہونے کا پورا حق تھا، کذا فی الدر المختار (۱)۔
- ۳..... لازم تو نہیں مگر رشیدہ کو اس پر رضا مند ہو جانا چاہیے کہ وہ زید سے نکاح کرے، اس میں بہت سے فتنوں سے حفاظت ہے، کذا فی الزیلعی (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔
- حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۸۸ھ۔

مزنیہ حاملہ سے نکاح اور وطی

سوال [۵۴۱]: ایک شخص نے کسی اجنبیہ سے زنا کیا اسے حمل رہ گیا، ان دونوں کا یہ فعل اس شہریا گاؤں میں مشہور ہو گیا، مگر لوگوں نے جب زانیہ سے دریافت کیا کہ تیرے ساتھ یہ شخص زنا کرتا ہے تو زانیہ عورت نے بالکل صاف انکار کر دیا، بلکہ ایک غیر شخص کی طرف اس قول کو منسوب کیا۔ اب نکاح کے متعلق فکر ہوا تو لوگوں نے اس ہی غیر شخص سے اس کا نکاح حمل ہونے کی حالت میں پڑھوا دیا، اول شخص جو کہ زانی تھا اس کو کچھ سزا وغیرہ نہیں دی گئی۔ ثانی شخص یعنی جس نے اس زانیہ سے نکاح کیا ہے اسی حالت میں وطی کرنا کیسا ہوگا؟ عند الشرع کس سزا کا مستوجب ہوگا؟

= (الغیر: ۱/۲۸۰، رشیدیہ)

(۱) "ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح، لانقطاع الولاية بالبلوغ، فإن استأذنها هو أی: الولی وهو السنة، الخ"۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۵۸/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۱۹۴/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۲/۴۹۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) "قال: وحلی من زنا، لا من غیره أی: حل تزوج الحلی من الزنا، ولا یحل تزوج الحلی من غیره..... لأن هذا الحمل محترم حتی لا یجوز إسقاطه، والامتناع فی المجمع علیه لحرمة الحمل، وصیانتہ عن سفیه بماء الغیر لا لصاحب الماء..... بخلاف ما إذا تزوجت بالزانی الذی حبلت منه؛ لأن الأحکام مرتبة علیه من حل الوطء، ووجوب النفقة، الخ"۔ (تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/۴۸۵، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳/۴۸، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۹، دار إحياء التراث العربی بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ غیر شخص بھی زنا کا اقرار کرتا ہے یا نہیں، اگر اقرار کرتا ہے تو اس سے نکاح جائز ہے اور وطی بھی جائز ہے، اگر انکار کرتا ہے تو نکاح جائز ہے، مگر وطی وضع حمل سے پہلے جائز نہیں، کذا فی الفتاویٰ الہندیہ:
۲/۲۸۸، کتاب النکاح (۱)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۳/۵۸ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم، ۲/ربیع الآخر/۵۸ھ۔

زانیہ کا نکاح زانی سے

سوال [۵۴۱۸]: زانی مرد کا نکاح زانیہ سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر زانیہ حاملہ ہو جائے تو اس زانی
مرد کا نکاح اس سے کس وقت ہو سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زانی کا زانیہ کو حمل ہو تب بھی اس سے زانی کا نکاح درست ہے اور صحبت بھی درست ہے، زانیہ نہ کسی
کے نکاح میں ہو نہ عدت میں تب بھی اس کا نکاح درست ہوتا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۷/۸۸ھ۔

(۱) "وقال أبو حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى يجوز أن يتزوج امرأة حاملًا من الزنا، ولا يطأها حتى
تضع. وقال أبو يوسف: لا يصح، والفتوى على قولهما وفي مجموع النوازل: إذا تزوج امرأة قد
زنى هو بها، وظهر بها حمل، فالنكاح جائز عند الكل، وله أن يطأها، الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب
النكاح، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشیدیہ)
(و كذا في الدر المختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/۴۸، ۴۹، سعید)

(و كذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۹، دار إحياء التراث العربی بیروت)
(۲) "وصح نكاح حبلى من زنا لا حبلى من غيره حتى تضع، لو نكحها الزانى حل له وطؤها اتفاقاً، والولد
له". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/۴۸، ۴۹، سعید)

(و كذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۹، دار إحياء التراث العربی بیروت) =

معتدہ مزنیہ کا عدت کے بعد زانی سے نکاح

سوال [۵۴۱۹]: ہندہ کو اس کے شوہر نے تین طلاق دیدی، یا ہندہ کا شوہر مر گیا تو زید نے ہندہ سے ایام عدت میں زنا کر لیا (العیاذ باللہ) تو کیا ہندہ عدت گزرنے کے بعد زید (زانی) سے نکاح کر سکتی ہے؟ یا زید کے لئے ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی؟ اور ہندہ کی عدت میں کوئی خلل تو نہیں واقع ہوا؟ عوام میں مشہور ہے کہ عدت میں زنا کرنے والے پر وہ عورت مزنیہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ نیز یہ بھی مشہور ہے کہ عدت میں اگر زنا کر لیا تو دوبارہ عدت گزارنی پڑے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس معصیت کبیرہ کی وجہ سے نہ مزنیہ اس زانی پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوتی ہے (۱) نہ اس پر دوسری عدت واجب ہوتی ہے (۲)، بلکہ پہلی عدت ختم ہونے تک دونوں الگ الگ رہیں، پھر جب عدت ختم ہو جائے تو

= (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التي تتعلق بها حق الغير؛ ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(۱) (قولہ: ”أوزنا“): أي وحل تزوج الموطوءة بالزنا. أي الزانية، لورای امرأة تزنی فتزوجها جاز، وللزوج أن يطأها بغير استبراء، وقال محمد: لأحب له أن يطأها من غير استبراء..... وهذا صريح في جواز تزوج الزانية“. (البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۸۸/۳، رشیدیہ)

”وصح نکاح حبلى من زنا لا حبلى من غيره، الخ“. (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲۸/۳، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲۸۵/۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۱۸۷/۳، رشیدیہ)

(۲) ”فظهر أن الحامل من الزنا لا عدة عليها أصلاً، الخ“. (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة: ۲۲۹/۳، رشیدیہ)

”لا تجب العدة على الزانية، وهذا قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى، الخ“۔ (الفتاویٰ

العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة: ۵۲۶/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، باب العدة، مطلب: عشرون موضعاً يعتد فيها الرجل: ۵۰۳/۳، سعید)

نکاح کر لیں (۱)، گناہ سے توبہ کریں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۱/۹/۹۳ھ۔

زنا سے پیدا شدہ لڑکی کا نکاح

سوال [۵۴۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت منکوحہ اپنے خاوند کو چھوڑ کر اس کی بلا مرضی بازار میں بیٹھ گئی اور فحش پیشہ کرنے لگی، عورت و مرد کی قوم میں مسمیٰ زید ایک شخص نے قومی غیرت و شرم سے اس عورت کو اپنے گھر میں رکھ لیا اور قوم نے تعلقات اس بناء پر ترک کر دیئے۔ اسی حالت میں اس کے ایک لڑکی پیدا ہوئی، بعد میں جرمانہ داخل کرنے کے بعد اور معافی مانگ لینے سے زید قوم میں داخل ہو گیا، مگر وہ عورت اسی طرح اس کے پاس ہے۔ تو اب اس لڑکی (جو کہ حرام نطفہ سے ہے) سے نکاح کر دینا اور اس کو اپنے گھر لے جانا درست ہے یا نہیں؟

فضل الرحمن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنا سے پیدا ہونے والے لڑکے اور لڑکی کا نکاح دوسرے سے صحیح ہو جاتا ہے بشرطیکہ اور کوئی مانع شرعی

(۱) ”ومنها: ألا تكون معتدة الغير (أيضاً)؛ لقوله تعالى: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (البقرة: ۲۳۵) ای: ما کتب علیها من التربص“۔ (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط الزوجة: ۳/۳۵۱، دارالکتب العلمیة بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التي تتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/۱۳۲، سعید)

(۲) ”واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة، الخ“۔ (شرح النووی علی الصحيح لمسلم، کتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قدیمی)

(و کذا فی روح المعانی، تحت آية: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً﴾: ۲۸/۱۵۹، دار إحياء التراث العربی بیروت)

نہ ہو، اسی طرح اس کا نکاح بھی پڑھنا پڑھانا درست ہے (۱)۔ مال کا جرمانہ جائز نہیں (۲)۔

تنبیہ: اگر شرعی ضرورت ہو، دوسرے طرق مقاطعہ وغیرہ سے کرنا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبدالرحمن عفی عنہ، الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/محرم الحرام/۵۲ھ۔

نکاح ولد الزنا

السوال [۵۴۲۱]: یا أيہا الأساتذۃ الکرام والمفتیون العظام! هل ترون جواز تزوج ولد

الزنا مع غیر ولد الزنا، فإن کان رأيکم فیہ إيجاباً کان أوسلباً، فهل لکم فی شفائی بأن بینوا مأخذہ، وتوضحوا مخارجہ؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

إن کان السؤال عن نفس الجواز، فلا إشکال فیہ، وإن کان عن الکفاءة، فجوابہ يفہم مما قال الحصکفی فیما علّقه علی الملتقى: "لو تزوّجته علی أنه حر، فإذا هو عبد، أو علی أنه فلان

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَأَحِلُّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ﴾ (النساء: ۲۴)

"أى ما عدا من ذکرن من المحارم هن لکم حلال". (تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۷۴، النساء: ۲۴،

سہیل اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی التفسیر المنیر: ۶/۵، دار الفکر بیروت)

(و کذا فی التفسیر المظہری: ۲/۶۶، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقراۃ: ۳/۴۱۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۲) "إذ لا يجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغير سبب شرعی". (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب

الحدود، فصل فی التعزیر: ۲/۱۶۷، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الحدود، باب حد القذف، فصل فی التعزیر: ۵/۶۸، رشیدیہ)

"لا يأخذ مال فی المذهب". (الدر المختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی

التعزیر بأخذ المال: ۳/۶۱، سعید)

بن فلان فإذا هو لقيطٌ أو ابن زنا، أو على أنه سني فظهر أنه بدعي، أو على أنه قادر على المهر أو النفقة فإذا هو عاجز، فإنه يثبت لها الخيار“ (١)۔

وإن أشكل عليه ابن عابدين في حاشيته على الدرالمختار حيث قال: ”لكن ظهر لي الآن أن ثبوت حق الفسخ لها للتغيرير، لالعدم الكفاءة، بدليل أنه لو ظهر كفوء، يثبت لها حق الفسخ؛ لأنه غرّها ولا يثبت للأولياء؛ لأن التغيرير لم يحصل لهم، وحقهم في الكفاءة، وهي موجودة، وعليه فلا يلزم أن ثبوت الخيار لها في هذه المسائل ظهوره غير كفوء“ (٢)۔

قلت: هذا ممكن، لكن فيما لم يثبت فيه التصريح من الفقهاء لعدم الكفاءة، وأما ماصرحوا فيه بعدم الكفاءة، فالتعليل فيه شيان: التغيرير، وعدم الكفاءة. قال في الدرالمختار: ”وتعتبر الكفاءة نسباً، وديانةً، ومالاً، بأن يقدر على المعجل، ونفقة شهر، اه“ (٣)۔

قال البزازی: ”مجهول النسب لا يكون كفوءاً المعروف النسب، اه“ (٤)۔ ”وسئل شيخ الإسلام عن مجهول النسب، هل هو كفوء لامرأة معروفة النسب؟ قال: لا، كذا في المحيط. اه“ هندية (٥)۔

والكفاءة حق المرأة وحق الأولياء، ولا حقهم فقط دونها، كما نص عليه التمرتاشي، ورد الشامي مستظهراً لعبارة الذخيرة، والظهيرية، والبحر (٦)۔ فقط والله سبحانه تعالى اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا الله عنه، معين مفتي مدرسه مظاہر علوم سہارنپور، ٣/٣/٦١ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطيف، ٥/ربيع الاول/٦١ھ۔

الجواب صحیح: سعيد احمد غفر له۔



(١) (الدرالمنتقى، كتاب الطلاق، باب العین: ٢/١٢١، غفاريه كوثله)

(٢) (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب العین وغيره، مطلب في طبائع فصول السنة الأربعة:

٣/٥٠١، ٥٠٢، سعيد)

(و كذا في حاشية الطحطاوى على الدرالمختار، باب العین: ٢/٢١٣، دارالمعرفة بيروت)

(٣) (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ٣/٨٦ - ٩٠، سعيد)

(٤) (البزازیة على هامش الفتاوى العالمکیرية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء: ٢/١١٦، رشيدیه)

(٥) (الفتاوى العالمکیرية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء: ١/٢٩٣، رشيدیه)

(٦) (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ٣/٨٥، سعيد)

فصل فی نکاح المعتدة

(عدت میں نکاح کا بیان)

عدت میں نکاح

سوال [۵۴۲۲]: ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور اس وقت اس کو امید نہ تھی، دو ماہ کے بعد ایامِ عدت میں امید ہو گئی، عدت کے بعد عورت نے اپنا نکاح اس مرد سے پڑھا لیا جس سے امید تھی یعنی بچہ پیدا ہونے سے قبل۔ آیا نکاح درست ہو گا یا نہیں اور بچہ کیسا قرار پائے گا؟ ایامِ عدت میں ایسا کرنے کی وجہ سے مرد و عورت دونوں کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

بندہ حسن محلہ قاضی خان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عدتِ وفات ختم ہونے کے بعد اگر نکاح کیا ہے تو وہ صحیح ہے اور نکاح سے کم از کم چھ ماہ گزرنے سے پہلے بچہ ہوا ہے تو وہ اس نکاح سے ثابت النسب نہ ہو گا اور عدتِ وفات اس صورت میں صحیح قول پر چار ماہ دس روز ہی رہے گی، وضع حمل کو عدت نہیں قرار دیا جائے گا:

”والصحيح ما ذكره محمد أن عدة المتوفى عنها زوجها لا تتغير بوجود الحمل بعد الوفاة، ولا تنتقل من الأشهر إلى وضع الحمل، ويعلم كون الحمل من الزنا بولادتها قبل ستة أشهر من حين العقد“۔ شامی: ۲/۹۳۴ (۱)۔

(۱) رد المحتار میں اصل عبارت اس طرح ہے: ”والذي ذكره محمد أن هذا في عدة الطلاق، أما في عدة الوفاة فلا تتغير بالحمل، وهو الصحيح، كذا في البدائع، اهـ..... وإنما العدة لموت الزوج أو طلاقه، قال الرحمتي: ويعلم كون الحمل من زنا بولادتها قبل ستة أشهر من حين العقد“۔ (رد المحتار، باب العدة، مطلب في عدة الموت: ۳/۵۱۱، سعید) =

اگر زنا کا شرعی ثبوت ہو جائے اور شرائطِ رجم موجود ہوں تو حکومت اسلامی دونوں کو رجم کرا دے، اگر شرائطِ رجم موجود نہ ہوں تو سوسو کوڑے لگوائے (۱)، حکومت اسلامی جس جگہ موجود نہ ہو تو وہاں یہ حد زنا جاری نہیں کی جائے گی (۲)، ایسی جگہ ترکِ تعلقات وغیرہ کی سزا دی جائے تاکہ وہ دونوں تنگ آ کر توبہ کر لیں اور آئندہ دوسروں کو عبرت ہو (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ ذی الحجہ/ ۱۴۳۵ھ۔

= (و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، باب العدة : ۲/ ۲۱۹، دار المعرفة بیروت)
 ”والصحيح ما ذكره محمد : أن عدة المتوفى عنها زوجها لا تتغير بوجود الحمل بعد الوفاة ولا تنتقل من الأشهر إلى وضع الحمل بخلاف عدة الطلاق“۔ (بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی انتقال العدة : ۴/ ۳۳۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) ”وإذا وجب الحد و كان الزانی محصناً، رجمه بالحجارة حتى يموت؛ لأنه عليه السلام رجم ماعزاً و قد أحسن. و قال فی الحديث المعروف و زنا بعد الإحصان، و علی هذا إجماع الصحابة و إن لم يكن محصناً و كان حراً فحده مائة جلدة، لقوله تعالى : ﴿الزانية و الزانی فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة﴾ الخ“۔ (الهدایۃ، کتاب الحدود، فصل فی کیفیۃ الحد و إقامته : ۲/ ۵۰۹، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الحدود : ۴/ ۱۰، ۱۳، سعید)

(۲) ”وهو أن يكون المقيم للحد هو الإمام أو من ولاه الإمام“۔ (بدائع الصنائع، کتاب الحدود، فصل فی شرائط جواز إقامتها : ۹/ ۲۵۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

”تجب علی الإمام إقامتها یعنی بعد ثبوت السبب“۔ (مجمع الأنهر، کتاب الحدود : ۱/ ۵۸۴، دار إحياء التراث العربی)

(۳) ”قال الخطابی : رخص للمسلم أن يغضب علی أخیه ثلاث لیل لقلته، و لا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران فی حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك فإن هجرة أهل الأهواء و البدع واجبة علی مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة و الرجوع إلى الحق“۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب ما ينهی منه من التهاجر و التقاطع و اتباع العورات، الفصل الأول، (رقم الحديث :

۵۰۲۷ : ۸/ ۷۵۸، رشیدیہ)

ایضاً

سوال [۵۴۲۳]: ہندہ بیوہ ہوگئی، عدتِ وفات ابھی اس کی ختم نہ ہوئی تھی کہ اس کا نکاح اس کے متوفی شوہر کے بھائی کے ساتھ کر دیا گیا، حالانکہ مسماۃ مذکورہ رضا مند نہ تھی، اس واسطے وہ تین روز گھر سے بے گھر رہی، تیسرے دن اس نے شخص مذکور کو جس کے ساتھ نکاح کر دیا گیا تھا، مجبور کیا طلاق دینے پر، چنانچہ اس نے طلاق دیدی، سرکاری کاغذ پر بموجب قانون انگریزی طلاق نامہ لکھ دیا، اس کے بعد اب مسماۃ ہندہ اسی شخص کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا اس کا نکاح اس شخص کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں، کیونکہ پہلا نکاح تو بسبب عدت میں ہونے کے صحیح نہ ہوا، پھر طلاق کس بات کی ہے؟ اگر دوبارہ نکاح جائز ہو تو کیا مزید عدت کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ پہلا نکاح عدت کے اندر اگر دانستہ کرایا گیا ہے تو نکاح پڑھانے والا اور شرکائے مجلس گناہ گار ہوئے یا نہیں؟ شرعاً ان کی تادیب و تنبیہ اور ان کی نجات کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اگر نکاح پڑھانے والا پیش امام بھی ہے، حکم شرعی کا منکر ہو اور بے جاتا ویلات سے کام لے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ مفصل تحریر ہو۔

خاکسار: سید عطاء الحق۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عدت میں نکاح جائز نہیں (۱)، نکاح کرنے والا اور نکاح پڑھنے والا اور تمام شرکائے مجلس، نیز جو لوگ اس نکاح کے روکنے پر قادر تھے پھر خاموش رہے اور نہیں روکا تو یہ سب کے سب گناہ گار ہوئے (۲)، سب کو توبہ

= (و کذا فی عمدة القاری، کتاب البر والصلة، باب الهجرة: ۲۲ / ۲۲۱، خیرہ بیروت)

(۱) "قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "التائب من الذنب کمن لا ذنب له". (فیض القدیر (رقم

الحديث: ۳۳۸۵): ۵ / ۲۷۳۶، مکتبہ نزار مصطفى الباز مکة المکرمہ)

(۲) "عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "من

رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ، فإن لم یستطع فبلسانہ، فإن لم یستطع فبقلبہ، وذلك أضعف الإیمان".

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۲ / ۴۳۶، قدیمی)

لازم ہے (۱) امام اگر توبہ نہ کرے تو اس کو امامت سے علیحدہ کر دیا جائے بشرطیکہ اس سے بہتر امامت کے لائق کوئی دوسرا آدمی موجود ہو، نیز اس کی علیحدگی میں کوئی فتنہ پیدا نہ ہو (۲)، اگر توبہ کر لے تو پھر اس کی امامت میں بھی کوئی مضائقہ نہیں (۳)۔

عدت میں نکاح ہوا ہے وہ باطل ہے، کیونکہ عورت اور مرد ہر دو کو اس کے ناجائز اور حرام ہونے کا علم تھا، اس لئے اس نکاح کے بعد اگر صحبت کی ہے تو وہ حرام اور زنا کے حکم میں ہے، جو طلاق دی ہے وہ بھی بیکار، اس

== قال العلامة المناوی: "من رأى" یعنی منکم معشر المسلمین المکلفین القادرین!
 "منکراً": أى شيئاً قبحه الشرع فعلاً أو قولاً ولو صغيرة "فليغيره": أى فليزيله وجوباً شرعاً "فإن
 لم يستطع" ذلك بلسانه لوجود مانع كخوف فتنة أو خوف على نفس أو عضو أو مال محترم أو شهر
 سلاح "فبقلبه" ينكره وجوباً، الخ". (فيض القدير، (رقم الحديث: ۸۶۸۷): ۱۱/۵۸۰۰، مكتبة نزار
 مصطفى الباز مكة المكرمة)

وقال الملا علی القاری: "أضعف الإيمان": أى شعبه أو خصال أهله، والمعنى أنه أقلها ثمرة،
 فمن غير المراتب مع القدرة كان عاصياً". (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، الفصل الأول: ۸/۸۶۱،
 (رقم الحديث: ۵۱۳۷)، رشیدیہ)

(۱) "وأتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء
 كانت المعصية صغيرة أو كبيرة". (شرح النووي على الصحيح المسلم: ۲/۳۵۴، کتاب التوبة، قديمی)
 (۲) "ويكره إمامة عبد و أعرابي و فاسق و أعمى و مبتدع لا يكفر بها، وإن كفر بها فلا يصح الاقتداء به
 أصلاً، و ولد الزنا، هذا إن وجد غيرهم، و إلا فلا كراهة، الخ". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، کتاب
 الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، ۶۱۱، رشیدیہ)

(و كذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤكدة: ۱/۱۰۸، دار إحياء التراث
 العربی بیروت)

(۳) "قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "التائب من الذنب کمن لا ذنب له". (فیض القدير (رقم
 الحديث: ۳۳۸۵): ۵/۲۷۳۶، مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

طلاق کی وجہ سے عدت لازم نہیں، محض عدت وفات گزرنے کے بعد نکاح درست ہے:

”وأما نكاح منكوحه الغير و معتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة، لكونه زناً، كما في القنية وغيرها، اهـ“۔ رد المحتار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۲/۶/۲۴ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/جمادی الثانیہ/۶۲ھ۔

ایضاً

سوال [۵۴۲۲]: ایک عورت کو اس کے شوہر نے خلوت کے بعد میں طلاق دی، اس عورت نے ایک دوسرے شخص سے اسی تاریخ طلاق کی شب کو بغیر عدت طلاق پوری کئے ہوئے نکاح کر لیا اور آٹھ ماہ دس یوم بعد بچہ پیدا ہو گیا۔ آیا یہ نکاح کرنا اس کا جائز ہے یا نہیں اور یہ عورت اس موجودہ شخص کی بیوی قرار دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر بیوی قرار نہیں دی جاسکتی تو کیا کرنا چاہئے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

عدت کے اندر نکاح ناجائز ہے لہذا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، بچہ پیدا ہونے کے بعد دوبارہ نکاح کرنا چاہئے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ذی الحجہ/۵۷ھ۔

(۱) (رد المحتار، باب المہر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۲/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، باب العدة: ۲۴۲/۴، رشیدیہ)

”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة“۔ (الفتاویٰ العالمیہ، کتاب

النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلّق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط الزوجة: ۴۵۱/۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة“۔ (الفتاویٰ العالمیہ، کتاب النکاح، =

ایضاً

سوال [۵۴۲۵]: متوفی زید کی بیوی ہندہ نے بعد انتقال زید کے تین مہینہ پانچ دن کے عمو سے نکاح کر لیا اور بعد نکاح دو تین روز کے عمو کو یہ معلوم ہوا کہ اس نے عدت ہی کے اندر نکاح کیا، بعد معلوم ہو جانے کے بھی عمو نے ہندہ مذکورہ کو تفریق یا متارکت و فسخ کچھ بھی نہیں کی اور اس طرح دونوں باہم زندگی بسر کرنے لگے یعنی وطی بھی کرنے لگے۔ اس حالت پر آٹھ مہینے گزرنے کے بعد عمو نے کسی ملا صاحب کے ذریعہ سے صرف نکاح دہرا لیا، بعد نکاح اس آٹھ مہینہ کے اندر تفریق، متارکت، فسخ ان تینوں میں سے کسی ایک کو ایک لحظہ کے لئے بھی اختیار نہ کیا۔ اب عمو نے جس طرح نکاح دہرا لیا، از روئے شرع عمو کے لئے نکاح جائز ہو گیا یا نہیں، اگر عمو کے لئے نکاح مذکورہ جائز نہ ہو تو از روئے شرع جائز ہونے کی کیا صورت ہے؟ کتب معتبرہ و حدیث صحیحہ سے مع عبارت و نام کتاب تحریر فرمائیں، روز جزا میں اس کا اجر ملے گا۔

نوٹ: اس کے بعد سائل نے مجموعہ فتاویٰ جلد اول: ۳۱۱، باب النکاح سے استفتاء: ۲/۲۹۶، مع جواب نقل کر کے لکھا ہے (۱) کہ سوال دوم کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر کا نکاح صرف دہرانے سے صحیح نہیں ہوا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

عدت وفات غیر حاملہ کے لئے چار ماہ دس روز ہے (۲)، عدت پوری ہونے سے پہلے نکاح ناجائز

= الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، (رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط الزوجة: ۳/۴۵۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/۱۳۲، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، باب العدة: ۴/۲۴۲، رشیدیہ)

(۱) (مجموعۃ الفتاویٰ (اردو): ۲/۲۶، سعید)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَالَّذِينَ يَتوفون منکم و یذرون أزواجاً، یتربصن بأنفسهن أربعة أشهر و عشراً﴾

(سورة البقرة: ۲۳۴)

”(قوله: و للموت أربعة أشهر و عشراً) أى: عدة المتوفى عنها زوجها بعد نکاح صحیح إذا =

ہے، اگر عمر و کو علم ہو کہ ہندہ کی عدت پوری نہیں ہوئی تو یہ نکاح باطل اور زنا ہے، آٹھ ماہ بعد جب دوبارہ نکاح کیا ہے تو وہ صحیح ہے، جب پہلا نکاح قطعاً باطل ہوا تھا تو دوبارہ نکاح کے لئے مستقل عدت کی ضرورت نہ تھی۔ تفریق قاضی متارکت، منخ کی ضرورت بھی شبہ کے موقع پر ہوتی ہے اور جہاں خالص زنا ہو وہاں ان اشیاء کا محل ہی نہیں، بلکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر معتدة الغیر سے باوجود علم کے نکاح کرے تو حد شرعی یعنی حد زنا واجب ہے (جب کہ شرائط متحقق ہوں)۔

اگر عمر و کو علم نہیں تھا تو پہلا نکاح جو کہ بحالت عدت کیا ہے وہ فاسد ہوا، اس سے متارکت واجب ہے، جب تک متارکت نہ ہو جائے نکاح صحیح نہیں، لہذا بغیر متارکت جو آٹھ ماہ بعد نکاح کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں۔ اب جواز کی شکل یہ ہے کہ عمر و متارکت کرے یعنی زبان سے ایسے الفاظ کہے جس سے مضمون ترک سمجھا جائے، مثلاً یہ کہے کہ ”میں نے تجھ کو علیحدہ کر دیا، چھوڑ دیا، میرا تیرا کوئی تعلق نہیں“ وغیرہ وغیرہ، یا طلاق دیدے، اس کے بعد عدت تین حیض گزارے اور اس مدت میں عمر و ہندہ بالکل علیحدہ رہیں، وطی، خلوت وغیرہ کچھ نہ ہو، جب یہ عدت پوری ہو جائے تب از سر نو نکاح کریں:

”وعدة المنكوحة نكاحاً فاسداً فلا عدة في باطل، والموطوءة بشبهة، ومنه تزوج امرأة الغير غير عالم بحالها..... الحيض للموت وغيره كفرقة أو متاركة؛ لأن عدة هؤلاء لتعرف براءة الرحم وهو بالحيض، ولم يكتف بحیضة احتياطاً، اهـ۔“ در مختار مختصراً۔

”(قولہ: نكاحاً فاسداً) ہی المنكوحة بغير شهود، و نكاح امرأة الغير بلا علم بأنها متزوجة، و نكاح المحارم مع العلم بعدم الحل فاسدٌ عنده خلافاً لهما۔ (قولہ: فلا عدة في باطل) أما نكاح منكوحة الغير و معتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً، فعلى هذا يفرق بين فاسده و باطله في العدة، ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة؛ لكونه زناً۔

= كانت حرة أربعة أشهر وعشرة أيام؛ لقوله تعالى: ﴿والذين يتوفون﴾ الخ۔ (البحر الرائق، باب العدة:

۲۲۲/۴، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایۃ، باب العدة: ۲/۲۲۳، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

(قوله : الحيض) جمع حيضة: أي عدة المذكورات ثلاث حيض. (قوله: كفرقة) الأول كتفريق: أي تفريق القاضي، وسيأتي أن ابتداء العدة في الموت من وقت الموت، وفي غيره من وقت التفريق والتمتاركة: أي إظهار العزم من الزوج على ترك وطئها بأن يقول بلسانه: تركته بعد وطئه ونحوه، ومنه الطلاق. اهـ. در مختار (۱)۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ بغیر عدت گزارے بعد متارکت کے نکاح کر لیں لیکن اگر عمرو کے علاوہ کسی اور سے ہندہ نکاح کرنا چاہے تو متارکت کے بعد عدت گزارنا ضروری ہے بغیر عدت گزارے نکاح درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۳/۵۸ھ۔

”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعنودة، سواء كانت العدة عن طلاق، أو وفاة، أو دخول في نكاح فاسد، أو شبهة نكاح ويجوز لصاحب العدة أن يتزوجها، كذا في محيط السر حسی، اهـ. فتاویٰ عالمگیری (۲)۔

نقل فتویٰ منسلکہ اس کے حق میں ہے، جب کہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اس صورت میں بغیر عدت گزارے نکاح درست نہیں (۳)۔ صورت مسئلہ میں خود صاحب عدت (عمرو) سے نکاح کرنا بعد متارکت بلا عدت گزارے بھی درست ہے (۴)۔ محمود بقلم خود۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر سہارنپور، ۲۲/ربیع الثانی/۵۸ھ۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب العدة، مطلب: عدة المنكوحه فاسداً والموطوءة بشبهة: ۵۱۶/۳-۵۲۳، سعید)

(و كذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار، باب العدة: ۲۲۱/۲-۲۲۲، دار المعرفة بيروت)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۲۲۲/۲، رشيدية)

(۲) (الفتاوى العالمكيريّة، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيدية)

(و كذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط الزوجة: ۴۵۱/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) (راجع الحاشية المتقدمة)

(۴) ”إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها.“ (الفتاوى العالمكيريّة، =

عدت میں نکاح

سوال [۵۴۲۶]: طلاق کے کتنے مہینے کتنے دن کے بعد دوسرے لڑکے سے نکاح کرنا چاہیے؟
طلاق دیئے ہوئے پانچ مہینے ہوئے اور ایک سال کا لڑکا ہے اور مہینہ (ماہواری) نہیں ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں
عدت پوری ہونے پر نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق کے بعد جب تین مرتبہ ماہواری آجائے تب عدت ختم ہوگی اور دوسرا نکاح درست ہوگا (۱)، بچہ
گود میں ایک سال کا ہے اور طلاق کو پانچ مہینے ہوئے اور ماہواری نہیں ہو رہی ہے تو ابھی نکاح کی اجازت
نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۷/۱۴۰۶ھ۔

= الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة : ۴/۱، رشیدیہ

”وینکح مبانته بما دون الثلاث“۔ (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب فی العقد

علی المبانة : ۳/۴۰۹، سعید)

(و کذا فی فتح القدير، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة : ۴/۱۷۶، مصطفى البابی الحلبي
بمصر)

(۱) قال الله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

”عدة الحرة المدخولة التي تحيض ثلاثة قروء: أي حيض، لقوله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن

بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (مجمع الأنهر، باب العدة : ۴/۴۶۲، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة : ۲/۵۲۶، رشیدیہ)

(۲) ”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح،

الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير : ۱/۲۸۰، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط الزوجة : ۳/۴۵۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الطلاق، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد : ۳/۱۳۲، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة : ۴/۲۴۲، رشیدیہ)

عدت میں نکاح اور صحبت سے ممانعت

سوال [۵۴۲۷]: متوفی کے ورثا نے امام مسجد سے کہا کہ ہمیں عورت کے اغواء ہونے کا خطرہ ہے اس لئے کسی طرح جلد از جلد اس کا نکاح ہمارے خاندان کے فلاں آدمی سے کر دو، امام مسجد نے ایک اور مولوی صاحب سے مشورہ لیا جس نے کہا عدت گزرنے سے پہلے نکاح نہیں ہو سکتا، مگر عورت کو ڈرانے کے لئے آپ نکاح پڑھ دیں اور عورت کو کہہ دیں کہ بس اب تیرا نکاح ہو گیا ہے، مگر خاوند کو اس مدت میں صحبت سے منع کر دیں تاکہ وہ زنا کا مرتکب نہ ہو۔ پھر جب عدت گزر جائے گی تو از سر نو نکاح پڑھنا اور اس کے بعد عورت خاوند پر حلال ہوگی۔ چنانچہ امام مسجد نے نکاح کر دیا اور خاوند کو صحبت سے منع کر دیا، لیکن خاوند نے اس پابندی کی کوئی پرواہ نہیں کی اور عورت سے تعلقات زن و شوہر قائم کر لئے۔

اسی دوران عورت کو پتہ چل گیا کہ اس کا نکاح نہیں ہوا، تو وہ ایک شخص کے ساتھ بھاگ گئی۔ از روئے شریعت مطہرہ ہر ایک کا حکم تحریر فرمائیں، امام مسجد، شرکائے نکاح اور امام کو مشورہ دینے والے پر کیا کیا تعزیر ہے؟ عورت کا نکاح کس صورت میں صحیح ہو سکتا ہے؟ نکاح مذکورہ کے بعد صحبت کرنے والے پر کیا حکم ہے؟ اور اغوا کنندہ پر کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حالت عدت میں نکاح کی بات اور وعدہ لینا بھی جائز نہیں، قرآن کریم میں ممانعت آئی ہے (۱)، قرآن کریم کی قدر نہ کرتے ہوئے اپنی مصالح کو پیش نظر رکھ کر یہ غلط کام کیا گیا جس کے نتیجے میں مرد اور عورت حرام کاری میں مبتلا ہوئے اور مصلحت بھی فوت ہو گئی۔ جس نے یہ غلط مشورہ دیا وہ بھی توبہ کرے اور جو اس غلط نکاح میں شریک و معاون ہوئے سب توبہ و استغفار کریں (۲)۔ اجنبی کے ساتھ بھاگ جانا بھی مستقل

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَضْتُمْ بِهِ مِنْ خُطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ، عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ، وَلَكِنْ لَا تَأْخُذْنَ بِهِنَّ سِرّاً، إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا، وَلَا تَعْزَمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجْلَهُ﴾. (البقرة: ۲۳۵)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءاً أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُوراً رَحِيماً﴾ فالواجب علی کل مسلم أن يتوب إلى الله حين يصبح وحين يمسى. (تنبيه الغافلين، باب التوبة: ۶۰، قدیمی) =

معصیت ہے، بھگا کر لے جانے والا بھی سخت گنہگار ہے (۱)۔ تعزیر کے لئے اپنے علاقے کے اہل علم سے دریافت کریں۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۹/۱۳۹۵ھ۔

طلاق کے بعد عدت میں نکاح

سوال [۵۴۲۸]: حسن محمد خان نے اپنی منکوحہ بیوی مسماۃ سردارنی کو بوجہ بے التفاتی اور زبان درازی کے جنوری ۱۹۴۲ء میں ایک طلاق دیدی، پھر اس کو سمجھایا گیا، نہ سمجھنے پر ایک ماہ بعد اس کو دوسری طلاق دیدی گئی، بعد ازاں ۱۹۴۳ء میں اس کو تیسری طلاق تحریری دیدی۔ اب میری برادری مسماۃ سردارنی کو میرے گھر آباد کرنا چاہتی ہے۔ اب کیا کریں؟ فقط۔

حسن محمد خاں، قصبہ بھرائی، ریاست بنگالہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دوسری طلاق کے بعد رجعت کر لی ہے یعنی عدت ختم ہونے سے پہلے طلاق واپس لے کر شوہرو بیوی کی طرح رہنا شروع کر دیا تھا اور پھر تیسری طلاق دی ہے، یا دوسری طلاق کے عدت ختم ہونے سے قبل

= ”واتفقوا علی أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، على الفور، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة“۔ (شرح النووی علی الصحيح لمسلم، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمی)

(و کذا فی روح المعانی، تحت آية: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا﴾: ۱۵۹/۲۸، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۱) ”وفی الأشباه: خدع امرأة إنسان وأخرجها وزوجها، يحبس حتى يتوب أو يموت لسعيه في الأرض بالفساد“۔ (الدر المختار)۔ ”(قوله: حتى يتوب أو يموت) عبارة غيره حتى يردّها. وفي الهندية: وغيرها: قال محمد: أحبسه أبداً حتى يردّها أو يموت“۔ (رد المحتار، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطلب: العامی لا مذهب له: ۸۱/۴، سعید)

(و کذا فی شرح الأشباه والنظائر، الفن الثانی، کتاب الحدود و التعزیر: ۷۴/۲، إدارة القرآن کراچی)

تیسری طلاق دی ہے تو اب وہ مغلطہ ہوگئی ہے (۱)، اس عورت کو رکھنا حرام ہے۔ جواز کی صورت یہ ہے کہ عدت ختم ہونے پر عورت کسی شخص سے باقاعدہ نکاح کرے اور وہ ہمبستری کے بعد یا طلاق دے یا مرجائے تو عدت گزار کر آپس میں نکاح درست ہوگا، اس سے قبل درست نہیں (۲)۔ اگر دوسری طلاق کی رجعت نہیں کی یہاں تک کہ عدت ختم ہوگئی، پھر تیسری طلاق دے دی تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ بیکارگئی (۳)، اس صورت میں اگر طرفین رضا مند ہوں تو دوبارہ نکاح درست ہے بغیر نکاح کے رکھنا پھر بھی درست نہیں لیکن اس نکاح کے بعد اگر پھر طلاق دے گا تو ایک طلاق سے مغلطہ ہو جائے گی (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۶/۷/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۸/رجب/۶۲ھ۔

(۱) "الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن بشرط العدة"، (الدر المختار)، "(قوله: بشرط العدة)

الشرط لا بد منه في جميع صورة اللحاق"، (رد المحتار: ۳/۶۰۳، باب الكنايات، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۷۷، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

(۲) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرية وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً،

ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها"، (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق: ۱/۴۷۳، فصل فيما تحل

به المطلقة، رشيدية)

(و كذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/۴۰۹، باب الرجعة، رشيدية)

(۳) "ومحله المنكوحه"، (الدر المختار)، "أى ولو معتدة عن طلاق رجعى أو بائن غير ثلاث في حرة"،

(رد المحتار: ۳/۲۳۰، كتاب الطلاق، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۴۸، كتاب الطلاق، رشيدية)

(۴) "وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها وبعد انقضائها"، (الفتاوى العالمكيرية:

۱/۴۷۱، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيدية)

(و كذا في تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۳/۴۰۷، باب الرجعة، سعيد)

(و كذا في الهداية: ۲/۳۹۹، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه شرکت علمیه ملتان)

طلاق کے بعد عدت میں نکاح اور تجدید نکاح سابق

سوال [۵۴۲۹]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق بائن دی، پھر دوسرا ایک مرد عدت کے اندر عورت مطلقہ سے نکاح کر کے برابر جماع کرتا تھا اور بی بی ہمیشہ اس کے پاس رہتی تھی، یہاں تک چار حیض اس کے نکاح میں رہی، پانچ حیض کے بعد مرد نے تجدید کر لیا، کیا نکاح ثانی صحیح ہوا اور عدت کے اندر نکاح کیا معصیت ہوئی، اس لئے شرعاً اس کی کیا سزا ہونی چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نے یہ نہیں لکھا کہ کس لفظ سے تین طلاق بائن دی، لہذا جواب میں بائن اور مغلظہ کے متعلق کوئی حکم نہیں تحریر کیا جاتا، صرف آپ کی مزعومہ صورت (وقوع مغلظہ) کا حکم بیان کیا جاتا ہے: اگر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی تھی تو عورت کے ذمہ (بشرطیکہ وہ مدخولہ ہو) واجب تھا کہ عدت گزار کر کسی دوسرے مرد سے شریعت کے موافق نکاح کرتی اور پھر بعد صحبت کے وہ شخص اگر فوت ہو جاتا یا طلاق دیدیتا تو عدت گزار کر شوہر اول سے نکاح درست ہوتا۔

صورت مسئلہ میں وقوع طلاق کے بعد عدت کے اندر دوسرے شخص سے نکاح ہوا ہے، اگر دوسرے شخص کو معلوم تھا کہ یہ عورت عدت میں ہے اور عدت میں نکاح ناجائز ہے، تب تو یہ نکاح قطعاً باطل اور زنا محض ہوا (۱) اور حلالہ کے لئے نکاح صحیح لازم ہے نکاح فاسد سے حلالہ نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ اس نکاح کے بعد طلاق واقع نہیں ہوئی، لہذا شوہر اول نے جو دوبارہ نکاح کیا ہے وہ قطعاً صحیح نہیں ہوا (۲)۔ جس نے عدت کے اندر

(۱) ”أما نكاح منكوحه الغير و معتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير، و يجب الحد مع العلم بالحرمة لكونه زناً، كذا في الفتنية وغيرها“، (رد المحتار، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۵۱۶/۳، سعید)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۲۴۲/۴، رشیدیہ)

(و كذا في النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۴۸۰/۲، امدادیہ ملتان)

(۲) ”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة و ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، و يدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها، كذا في الهداية“، (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب السادس =

نکاح اور جماع کیا ہے اس کے ذمہ توبہ واستغفار لازم ہے، حکومت اسلامیہ نہ ہونے کی وجہ سے کوئی حد جاری نہیں کی جاسکتی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۱/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبداللطیف، ۱۳/ذی قعدہ/۵۸ھ۔

نکاح معتدہ

سوال [۵۴۳۰]: زید و بکر حقیقی بھائی تھے، ہندہ اور زبیدہ حقیقی بہن تھیں، دونوں کی شادی دونوں بھائیوں کے ساتھ ہوئی یعنی ہندہ کی زید کے ساتھ اور زبیدہ کی بکر کے ساتھ، مگر زید عرصہ آٹھ سال کا ہوا کہ فوت ہو گیا، ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑا۔ اب ہندہ مع اپنے لڑکا و لڑکی کے بکر اپنے دیور کے ساتھ پرورش پاتی رہی۔ اس کے بعد بکر نے اپنی بیوی زبیدہ کو طلاق دے دیا، مگر مطلقہ زبیدہ کو گھر سے نہیں نکالا اور طلاق کے تین چار روز بعد ہندہ اپنی بھانج و نیز سالی سے نکاح کر لیا بغیر گواہ و شادی کے قاضی کے سامنے کر لیا، صبح کو قاضی نے بکر و ہندہ کے نکاح کا اعلان کر دیا۔ اب دونوں میں زن و شوئی کا برتاؤ ہونے لگا اور مطلقہ زبیدہ بھی اسی مکان میں رہتی تھی، مگر پھر ڈیڑھ سال بعد ہندہ سے نکاح کر لیا، اس نکاح میں بہت سے لوگوں نے شرکت کی۔ اس واقعہ کو ڈیڑھ ماہ ہوئے اور زبیدہ بھی اب تک بکر کے مکان میں رہتی ہے اور کچھ لوگ بکر کے ساتھ میل جول خورد و نوش رکھتے ہیں اور کچھ لوگ بایکٹ کئے ہوئے ہیں۔ اب دریافت طلب چند امور ہیں جو ذیل میں مذکور ہیں:

۱..... بکر نے زبیدہ کو طلاق کے بعد رکھا ہے، کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

۲..... جو بکر نے زبیدہ کو طلاق دینے کے چار پانچ روز بعد اس کی بہن ہندہ سے نکاح کر لیا یہ جائز ہے

= فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة : ۱/۳۷۳، رشیدیہ

(و کذا فی النہر الفائق، کتاب الطلاق، باب الرجعة : ۲/۴۲۱، ۴۲۲، امدادیہ ملتان)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة : ۲/۳۹۹، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

(۱) ”فإن كان في دار الحرب أو في دار البغي، فلا يوجب الحد؛ لأن المقيم للحدود هم الأئمة“.

(بدائع الصنائع، کتاب الحدود، فصل فیما یرجع الی المقدوف فیہ : ۲۲۹/۹، دار الکتب العلمیہ

بیروت)

یا نہیں؟

۳..... بکر نے ہندہ کو طلاق دینے کے بعد دوبارہ ڈیڑھ سال بعد نکاح کیا جائز ہے یا نہیں اور جو لوگ

شریک ہوئے بعد کے نکاح میں اس کا کیا حکم ہے؟

۴..... جو لوگ بکر کی حمایت کرتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

۵..... جو لوگ بائیکاٹ کئے ہیں یہ کیسا ہے؟

چودھری محمد فاروق۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... جب اس کو طلاق دے کر تعلق زن و شوئی منقطع کر چکا ہے تو اب اس کو اپنے مکان میں رکھنا

نا جائز ہے، اس کو علیحدہ کرنا واجب ہے (۱)۔

۲..... یہ نکاح ناجائز ہوا: ”ولا یجوز أن یتزوج أخت معتدته، سنوۃ کانت العدة من طلاق

رجعی أو بائن أو ثلث أو عن نکاح فاسد أو عن شبهة، اھ“۔ عالم گیری: ۲/۲۸۷ (۲)۔

جب تک زبیدہ کی عدت پوری نہ ہو جائے، اس کی بہن سے بکر کو نکاح کرنا جائز نہیں۔ اگر نکاح کے

وقت بکر اور ہندہ نے صرف قاضی کے سامنے ایجاب و قبول کیا ہے اور کوئی شخص موجود نہ تھا تو یہ شہادت بھی تام

(۱) ”وطلاق البدعة أن یطلقها ثلاثاً بكلمة واحدة، أو ثلاثاً فی طهر واحد، وإذا فعل ذلك وقع الطلاق،

وبانت منه، وكان عاصياً“۔ (اللباب فی شرح الكتاب، کتاب الطلاق: ۲/۱۶۸، قدیمی)

”وطلاق البدعة أن یطلقها ثلاثاً بكلمة واحدة أو ثلاثاً فی طهر واحد، فإذا فعل ذلك وقع

الطلاق، وكان عاصياً..... ولنا أن الأصل فی الطلاق هو الحظر لما فیہ من قطع النکاح الذی تعلقت

به المصالح الدینیة والدنیایة، والإباحة للحاجة إلى الخلاص، ولا حاجة إلى الجمع بین الثلث، وهی فی

المفرق على الأطهار ثابتة نظراً إلى دلیلها، والحاجة فی نفسها باقية فأمكن تصویر الدلیل علیها،

والمشروعية فی ذاته من حیث أنه إزالة الرق لا تنافی الحظر لمعنی فی غیره“۔ (الهدایة، کتاب الطلاق،

باب طلاق السنة: ۲/۳۵۵، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الرابع المحرمات

بالجمع: ۱/۲۷۹، رشیدیہ)

نہیں، شرعاً نکاح کے لئے کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا حاضر ہونا ضروری ہے، بغیر اس کے نکاح فاسد ہوتا ہے، کذا فی الدر والہندیہ وغیرہما (۱)۔

۳..... ہندہ نے جو دوبارہ نکاح کر لیا تو شرعاً یہ نکاح صحیح اور معتبر ہے، جائز نکاح میں شرکت جائز اور ناجائز میں ناجائز۔ ناجائز کام میں امداد ناجائز ہے، بکر کو سمجھانا چاہیے کہ وہ پہلی مطلقہ یعنی زبیدہ کو علیحدہ کر دے، اگر مان جائے تو خیر ورنہ (اگر مفید ہو تو) اس سے ترک تعلق کر دیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۸/۵۸ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/شعبان/۵۸ھ۔
صحیح: عبداللطیف، ۷/شعبان/۵۸ھ۔

(۱) ”ویشترط العدد فلا ینعقد النکاح بشاہد واحد، ہکذا فی البدائع. ولا یشرط وصف الذکورۃ حیث ینعقد بحضور رجل وامرأتین، کذا فی الہدایۃ“. (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطلاق، الباب الأول: ۲۶۷/۱، رشیدیہ)

”وشرط حضور شاہدین حرین أو حر وحرّین مکلفین سامعین قولہما معاً - علی الأصح - فاهمین أنه نکاح علی المذہب - بحر - مسلمین لنکاح مسلمۃ ولو فاسقین أو محدودین فی قذف..... أمر الأب رجلاً أن ینزع صغیرتہ فزوجہا عند رجل أو امرأتین والحال أن الأب حاضر، صح؛ لأنه یجعل عاقداً حکماً“. (الدر المختار، کتاب النکاح: ۳/۲۳، ۲۴، سعید)
(وکذا فی الہدایۃ، کتاب النکاح: ۲/۳۰۶، مکتبہ شریکۃ علمیہ ملتان)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (سورۃ المائدہ: ۲)
”فقال أبو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ: أما هذا فقد قضی ما علیہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: ”من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ، فإن لم یستطع فبلسانہ، فإن لم یستطع فبقلبہ، وذلك أضعف الإیمان“. (الصحيح لمسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون النہی عن المنکر من الإیمان: ۵۱/۱، قدیمی)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد وعیسیٰ ابن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون، کانوا لا یتناہون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون﴾ (سورۃ المائدہ: ۷۸، ۷۹)

نکاح معتدہ

سوال [۵۴۳۱]: ایک لڑکی جو اپنے شوہر سے نا اتفاقی کی وجہ سے تقریباً تین سال سے تین میل دور اپنے شوہر سے علیحدہ رہ رہی تھی، بسیار پریشانی کے بعد طلاق حاصل کی گئی، آج طلاق کا صرف ایک ہی ہفتہ ہوا ہوگا کہ خاموشی سے اس کا نکاح ثانی کر دیا گیا ہے۔ یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر رخصتی اور خلوت صحیح ہو چکی تھی، اس کے بعد نا اتفاقی ہو کر تین سال تک علیحدہ رہنے کے باعث طلاق حاصل کی گئی ہے تو عدت تین حیض ہے (۱)۔ عدت ختم ہوئے بغیر خاموشی کے ساتھ نکاح ثانی کر دیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہوا، اس نکاح کی بناء پر صحبت وغیرہ درست نہیں بلکہ دونوں میں تفریق لازم ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

”عدة الحرة المدخولة التي تحيض ثلاثة قروء: أي حیض، لقوله تعالیٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب العدة: ۴۶۳/۱، دار إحياء التراث العربی، بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة: ۵۲۶/۱، رشیدیہ)

(۲) ”﴿و لا تعزموا عقدة النکاح حتی يبلغ الكتاب أجله﴾ یعنی انقضاء العدة عام و منع غیرہ: ای غیر الزوج فی العدة لاشتباه النسب بالعلوق“۔ (رد المحتار، باب الرجعة، مطلب فی العقد علی المبانة: ۴۰۹/۳، سعید)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، باب الرجعة: ۱۷۴/۲، دار المعرفة بیروت)

(و کذا فی الہدایہ، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳۹۹/۲، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب

النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱ - رشیدیہ)

ایضاً

سوال [۵۴۳۲]: ایک شخص نے اپنی زوجہ بالغہ صحبت کی ہوئی کو تین طلاق بائن دیدی تھی، دو حیض گزرنے کے بعد دوسرے ایک مرد نے نکاح کر لیا ہے۔ یہاں کا عبداللطیف قاری کہتا ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہوا، اس لئے پھر سات مہینے کے بعد اس کے ساتھ نکاح دہرایا گیا۔ دہرانے کے بعد ۹/ مہینے کے اندر اسی سے حاملہ ہو گئی۔ کیا زوج ثانی کا نکاح جائز ہوا یا نہیں اور زوج اول کی عدت کس طرح ادا کرے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صریح الفاظ میں تین طلاق دی ہے تو وہ مغلطہ ہو گئی (۱)، اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے ذمہ تین حیض عدت گزارنا واجب ہے (۲)، صرف دو حیض گزرنے پر جو نکاح کر لیا ہے وہ درست نہیں ہوا، اگر باوجود مسئلہ جاننے کے یہ نکاح کیا ہے تو یہ زنا ہے۔ اس کی وجہ سے دوبارہ عدت واجب نہیں (۳)، بلکہ دو حیض پہلے گزر چکے،

(۱) "کرر لفظ الطلاق، وقع الكل، وإن نوى التاكيد ذین" (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب طلاق

غير المدخول بها، مطلب فيما قال: امرأته طالق وله امرأتان الخ: ۳/ ۲۹۳، سعید)

"وإذا قال لامرأته: أنت طالق و طالق و طالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولة طلقت

ثلاثاً، وإن كانت غير المدخولة طلقت واحدة" (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی

إيقاع الطلاق، الفصل الأول: ۱/ ۳۵۵، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ، کتاب الطلاق، باب تکرار الطلاق و إيقاع العدد: ۳/ ۲۸۸، إدارة

القرآن کراچی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

"عدة الحرة المدخولة التي تحيض ثلاثة قروء: أي حیض، لقوله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن

بأنفسهن ثلاثة قروء﴾" (مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب العدة: ۱/ ۴۶۴، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة: ۱/ ۵۲۶، رشیدیہ)

(۳) "أما نكاح منكوحه الغير و معتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد

بجوازه، فلم ينعقد أصلاً، فعلى هذا يفرق بين فاسده و باطله في العدة، ولهذا يجب الحد مع العلم

بالحرمة لكونها زناً، كما في القنية وغيرها" (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب فی النکاح =

ایک حیض اور گزارنا واجب ہے، پس دوبارہ نکاح جو سات ماہ بعد ہوا ہے، ظاہر یہ ہے کہ اتنی مدت میں ایک حیض اور آچکا ہوگا، لہذا یہ نکاح صحیح ہے۔ اگر اتنی مدت میں کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے ایک حیض نہیں آیا تو یہ دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا، ایک اور حیض آنے پر نکاح صحیح ہوگا (۱)۔ (اگر حیض آنے سے پہلے پہلے حمل ہو گیا تو عدت وضع حمل ہے، وضع حمل کے بعد نکاح ہونا چاہیے) (۲)۔

اگر یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا تو تین حیض مستقل طور پر عدت واجب ہے، پس سات ماہ میں اگر تین حیض آچکے تھے تو دوبارہ نکاح صحیح ہوگا، ورنہ وہ بھی صحیح نہیں ہوا (۳)، وضع حمل کے بعد کرنا چاہیے۔ اگر صریح الفاظ میں طلاق نہیں دی تو الفاظ طلاق لکھنے سے حکم معلوم ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۴/۵۷ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۹/ربیع الثانی/۵۷ھ۔

= الفاسد والباطل : ۵۱۶/۳، سعید

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة : ۲۴۲/۴، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس : المحرمات التي تتعلق بها حق الغير : ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(۱) (راجع، ص : ۱۴۸، رقم الحاشیة : ۳)

(۲) ”وعدة الحامل وضع الحمل مطلقاً“ (مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب العدة : ۴۶۶/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب فی عدة الموت : ۵۱۱/۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة : ۵۲۸/۱، رشیدیہ)

(۳) ”أما نکاح منکوحۃ الغير و معتدته، فالدخول فيه لا یوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم یقل أحد بجوازه، فلم یعتقد أصلاً، فعلى هذا یفرق بین فاسده و باطله فی العدة، ولهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لکونها زناً، كما فی القنیة و غیرها“۔ (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل : ۵۱۶/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة : ۲۴۲/۴، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس : المحرمات التي تتعلق =

مطلقہ کا نکاح بلا عدت

سوال [۵۴۳۳]: ماقولکم رحمکم اللہ! إن الرجل طلق امرأته طلاقاً ثلاثاً، وتزوجت برجل آخر بلا انقضاء العدة بدليل أن الطلاق وقع بعد العقد قبل الزفاف، والحضار عند عقد الثاني يسئلونهما عن الدخول الآن، فيقول الزوج الأول بالحلف: إن الخلوة الصحيحة وقعت بيننا بلا مانع، وتقول المرأة: إن الزوج الأول جامعني، ويقولان: إن سكوتنا عن هذا الأمر عند العقد الثاني لعدم العلم - فالمطلوب أن عقد الثاني صحيح أم باطل؟

الجواب حامداً ومصلياً:

العقد الثاني ليس بصحيح، فعلى الثاني أن يفارقها، وعليها أن تعتد للأول، والجهل ليس بعذر بينهما، إلا أن حد الزنا لا يجب لعدم العلم بالمسئلة: "أما نكاح منكوحه الغير ومعتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير، ويجب الحد مع العلم بالحرمة، لكونه زناً، كذا في القنية وغيرها، اهـ". رد المحتار: ۲/ ۹۳۸ (۱)۔

"لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". هندية (۲)۔ وبعد مضي العدة لا يكفي العقد السابق بل يجب العقد الجديد۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۶/ ۲/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم۔

مطلقہ بائنہ کا عدت میں نکاح ثانی

سوال [۵۴۳۴]: عورت موطوءہ جس کو طلاق بائن دی گئی ہے، کسی اور شخص سے عدت کے اندر نکاح

= بہا حق الغير : ۱/ ۲۸۰، رشیدیہ)

(۱) (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل : ۳/ ۵۱۶، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة : ۳/ ۲۴۲، رشیدیہ)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس : المحرمات التي تتعلق بها حق

الغير : ۱/ ۲۸۰، رشیدیہ) =

کر سکتی ہے یا نہیں؟ بشرط اثبات صحبت حلال ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا نکاح کرنا حرام ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

مزنیہ منکوحہ سے زانی کا بلاعدت نکاح

سوال [۵۴۳۵]: ایک شخص کسی دوسرے کی عورت کو لاتا ہے، چار پانچ سال اپنے گھر رکھتا ہے، اس سے بچے بھی پیدا ہو گئے، اب اس کو طلاق بھی ہو گئی۔ تو کیا اب بغیر توبہ واستغفار وعدت اس زانیہ مطلقہ سے اس زانی کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ بغیر عدت کے نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح زنا کرنا حرام ہے اسی طرح طلاق کے بعد عدت میں نکاح کرنا بھی حرام ہے، اگرچہ وہ عورت اپنے شوہر سے کتنی ہی مدت سے الگ اور زنا میں مبتلا ہو، ایسی ہٹ بہت خطرناک ہے، اس کو لازم ہے کہ اس عورت کو فوراً جدا کر دے اور توبہ واستغفار کرے (۲)۔

= (و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط الزوجة : ۳/ ۴۵۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱) "أما نکاح منکوحۃ الغیر و معتدته، فالدخول فیہ لا یوجب العدة إن علم أنها للغیر؛ لأنه لم یقل أحد

بجوازه، فعلى هذا یفرق بین فاسده و باطله فی العدة. ولهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة، لکونه زنا، کما

فی القنیة و غیرها". (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد : ۳/ ۱۳۲، سعید)

"لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، و كذلك المعتدة". (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب

النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي یتعلق بها حق الغیر : ۱/ ۲۸۰، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط الزوجة : ۳/ ۴۵۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة : ۴/ ۲۴۲، رشیدیہ)

(۲) "لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، و كذلك المعتدة". (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، =

جب طلاق کے بعد عدت تین ماہواری ختم ہو جائے، تب اس سے نکاح کرے، ورنہ سخت قہر میں گرفتار ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نومسلمہ کا نکاح قبل عدت

سوال [۵۴۳۶]: ہندہ نے اسلام قبول کیا اور اسلام میں داخل ہونے کے فوراً بعد کہتی ہے کہ میرا نکاح زید (جو خاندانی مسلمان ہے) سے ہو جائے اور زید بھی راضی ہے، مگر شرعاً تین حیض گزارنے کے بعد ہی نکاح کی اجازت دی گئی ہے تو اس صورت میں قاضی وقت ان دونوں کے اصرار پر نکاح پڑھا دے تو نکاح بلا کراہت درست ہوگا، اگر صحیح بھی ہو جائے تو کیا ترک عدت کا گناہ ان دونوں کے ذمہ عائد ہوگا؟ کیا قاضی صاحب بھی گنہگار ہوں گے؟

العجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کا شوہر موجود ہے تو فوراً اس کا نکاح درست نہیں اس سے وہ بھی گنہگار ہوگی اور مرد بھی گنہگار ہوگا اور قاضی صاحب بھی گنہگار ہوں گے۔ قبول اسلام کے بعد (اگر شوہر مسلمان نہ ہو) تین حیض گزارنے پر وہ بائنه

= الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير : ۱/ ۲۸۰، (رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط الزوجة : ۳/ ۴۵۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة : ۲/ ۲۴۲، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار لابن عابدین الشامی، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد

والباطل : ۳/ ۵۱۶، سعید)

(۱) قال الله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة : ۲۲۸)

”عدة الحرة المدخولة التي تحيض ثلاثة قروء: أي حیض، لقوله تعالى: ﴿والمطلقات

يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب العدة : ۱/ ۴۶۴، دار إحياء التراث

العربی بیروت)

وقال الله تعالى: ﴿ولا تعزموا عقدة النکاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (سورة البقرة : ۲۳۵)

ہوگی، پھر اس کے بعد تین حیض بطور عدت لازم ہوں گے، پھر نکاح درست ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔



(۱) ”و لو أسلم أحدهما ثمة أى: فى دار الحرب، لم تبين حتى تحيض ثلاثاً أو تمضى ثلاثة أشهر قبل إسلام الآخر إقامة لشرط الفرقة قيام السبب، وليست بعدة لدخول غير المدخول بها“۔ (الدر المختار)۔
قال الشامى: ”(قوله: وليست بعدة) أى: ليست هذه المدة عدة؛ لأن غير المدخول بها داخله تحت هذا الحكم. ولو كانت عدة، لاختص ذلك بالمدخول بها. وهل تجب العدة بعد مضي هذه المدة؟ فإن كانت المرأة حربية، فلا؛ لأنه لا عدة على الحربية، وإن كانت هى المسلمة، فخرجت إلينا، فتمت الحيض هنا، فكذلك عند أبى حنيفة رحمه الله تعالى خلافاً لهما؛ لأن المهاجرة لا عدة عليها عنده خلافاً لهما كما سيأتى، الخ“۔ (رد المحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مطلب الصبي والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق الخ: ۳/ ۱۹۱، ۱۹۲، سعيد)

(و كذا فى البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۳/ ۳۷۰، رشيدية)

(و كذا فى فتح القدير، باب نكاح أهل الشرك: ۳/ ۲۲۱، ۲۲۲، مصطفى البابى الحلبي مصر)

(و كذا فى النهر الفائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۲/ ۲۸۸، إمداديه ملتان)

باب وعد النکاح

(منگنی کا بیان)

منگنی سے نکاح منعقد نہیں ہوتا

سوال [۵۴۳۷]: زید مع چند کس واسطے ناٹھ مانگنے اپنے فرزند بالغ کے بکر صاحب دختر کے گھر گیا، دختر نابالغ تھی، بکر صاحب دختر نے اپنے بھائی حقیقی احمد اللہ کو جواب دینے کے لئے اجازت دی، احمد اللہ مذکور نے اپنی طرف سے خالد کو جو کہ زید کا بہنوئی ہے۔ جواب دینے کے واسطے مختار بنایا۔ امام صاحب نے۔ جن کو خود زید اپنے ساتھ لایا تھا۔ کہا کہ زید ناٹھ اپنے فرزند کے واسطے مانگتا ہے تو خالد۔ زید کے بہنوئی۔ نے جواب دیا کہ ہم نے دے دیا تو امام صاحب نے دعاء فرمائی جو کہ خود امام صاحب کے بیان سے عیاں ہے۔ اسی طرح باقی گواہان کا بیان ہے۔

صرف زید کا حقیقی بھائی اور خالد زید کا بہنوئی بیان دیتے ہیں کہ ایجاب بھی ہوا قبول بھی، زید نے کہا جو کہ سراسر غلط ہے، بلکہ ان دو گواہان کے لئے بکر صاحب دختر نے کہا تھا کہ قرآن شریف ہاتھ میں لو، مگر انکاری ہو گئے ہیں اور مجلس داہنداری یعنی منگنی کے سب کے سب مانتے ہیں، اسی وجہ سے مہر کا ذکر یا خطبہ نہیں پڑھا گیا کیونکہ مجلس داہنداری کی تھی۔ پس صورت بالا میں نکاح ہوا یا نہیں؟ عند اللہ جواباً مشکور فرمائیں و عبارت فقہ درج فرمائیں۔ بینوا و توجروا۔

تنقیح:

جو لوگ ایجاب اور قبول دونوں کو بیان کرتے ہیں ان سے وہ الفاظ لکھوا کر بھیجے جن سے ایجاب و قبول ہوا ہے، ایجاب کے الفاظ علیحدہ ہوں اور قبول کے لئے علیحدہ ہوں تب جواب دیا جائے گا، نیز اس سے پہلے کبھی

پیغام بھیجا ہے یا یہ گفتگو اول ہی مرتبہ ہوئی؟ اور ان بیانات کو بھی ہمراہ بھیجئے (☆)۔

از: دارالافتاء مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/شعبان/۱۴۵۵ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عبدالرحمن مدعی کے بیان میں بھی تصریح ہے کہ ”مجلس داہنداری بود“ اسی طرح عبداللہ، احمد اللہ، غلام رسول، احمد جونیہ، عزیز جو، چودھری وجے جو سب اس کے مقرر ہیں کہ ”مجلس رشتہ اور منگنی کی تھی“ اس کا کوئی اقرار نہیں کرتا کہ ”مجلس نکاح کی تھی“ اور ہمارے عرف میں مجلس نکاح اور ہوتی ہے اور مجلس رشتہ اور، اور منگنی ہمارے یہاں صرف وعدہ نکاح کا نام ہے، صرف وعدہ سے نکاح نہیں منعقد ہوتا بلکہ نکاح کے لئے مستقلاً دوسری مجلس منعقد کی جاتی ہے، لہذا اگر وہاں کا عرف بھی یہی ہے تو صورت مسئلہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا:

”کُتِرُوا جُنَى نَفْسِكَ إِذَا لَمْ يَنْوُوا الْاِسْتِقْبَالَ، أَى الْاِسْتِعَادَ أَى: طَلَب الْوَعْد قَالَ فِى شَرْح الطَّحَاوِى: لَوْ قَالَ: هَلْ أُعْطِيتُنِيهَا؟ فَقَالَ: أُعْطِيتْ، إِنْ كَانَ الْمَجْلِسُ لِلْوَعْدِ فَوَعْدٌ وَإِنْ كَانَ لِلْعَقْدِ فَنِكَاحٌ، اھ۔“ شامی: ۲/۴۰۸ (۱)۔

نیز امام صاحب کے الفاظ کہ ”زید ناٹھ اپنے فرزند کے واسطے مانگتا ہے“ صریح ہیں کہ رشتہ کی درخواست کی جا رہی ہے اور جواب میں خالد کا کہنا کہ ”ہم نے دے دیا“ بھی رشتہ ہی پر محمول ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/شوال/۱۴۵۵ھ۔

مجلس وعدہ نکاح کیا نکاح ہے؟

سوال [۵۴۳۸]: ایک شخص نے اپنی نابالغ لڑکی کو اس کے چچا زاد بھائی کے لڑکے سے شادی کرایا، اور ان دونوں بھائیوں نے وعدہ کیا کہ ”ہم دوسرے سے شادی نہیں کرائیں گے“۔ کچھ دن کے بعد لڑکے کے

(☆) اس تنقیح کا جواب تنقیح اصل کتاب میں موجود نہیں۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح: ۳/۱۱، ۱۲، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۳/۱۴، رشیدیہ)

(و کذا فی النہر الفائق، کتاب النکاح: ۲/۸، ۱۷، إمدادیہ ملتان)

باپ غریب ہو گئے اور وہ روزی کے لئے باہر چلے گئے، اور لڑکی کے باپ نے اپنی لڑکی کی شادی دوسری جگہ کر دی۔ اس دوران وہ لڑکے کا باپ آپہونچا، اور ان کے پہونچنے کی خبر سن کر لڑکی کا باپ آیا اور اپنی معذورت پیش کر کے کہا کہ میں نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے، اس کو آپ معاف فرمائیے، میں مجبور ہوں۔ تو لڑکے کے باپ نے جواب دیا کہ اگر میں زندہ رہوں تو دیکھوں گا کس طرح آپ دوسری جگہ شادی کراتے ہیں، اگر میں زندہ رہا تو بندوق سے تیری جان نکالوں گا اور اگر مر گیا تو قیامت میں اس کا جواب دینا ہوگا اللہ کے دربار میں۔ مسجد میں اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کرایا گیا۔ اب یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ مجلس عقد نکاح کی مجلس تھی اور گواہوں کے سامنے نکاح کا ایجاب و قبول کیا گیا تو وہ نکاح صحیح ہوگا (۱)، پھر دوسری جگہ شادی کا حق نہیں رہا، وہ نکاح ثانی غلط ہے (۲)۔ اگر پہلی دفعہ نکاح کا ایجاب و قبول نہیں کیا گیا بلکہ رشتہ کیا گیا جو وعدہ نکاح ہے (۳)، تو بلا وجہ وعدہ خلافی کرنا گناہ ہے، لیکن اگر مصلحت کا تقاضا یہ ہے

(۱) "النکاح ینعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما و قبول من الآخر". (الدر المختار، کتاب النکاح :

۹/۳، سعید)

(و کذا فی الهدایة، کتاب النکاح : ۳۰۶/۲، شریکة علمية ملتان)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح : ۱۴۴/۳، رشیدیہ)

(۲) "لا يجوز لرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح،

الباب الثالث فی المحرمات، القسم السادس : المحرمات التي يتعلّق بها حق الغير : ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط أن لا تكون منکوحه الغير : ۳/۴۵۱، دار

الکتب العلمیة بیروت)

(و کذا فی الفقہ الاسلامی وأدلته، کتاب النکاح، الفصل الخامس : المحرمات من النساء، باب المرأة

المتزوجة : ۶۶۲/۹، رشیدیہ)

(۳) "کُتِرَ وَجَنَى نَفْسِكَ إِذَا لَمْ يَنْوَا الْإِسْتِقْبَالَ: أَى الْإِسْتِعَادَ: أَى طَلَبَ الْوَعْدِ قَالَ فِي شَرْحِ

الطحاوی: لَوْ قَالَ: هَلْ أُعْطِيتْنِيهَا؟ فَقَالَ: أُعْطِيتَ، إِنْ كَانَ الْمَجْلِسُ لِلْوَعْدِ فَوَعْدٌ، وَإِنْ كَانَ لِلْعَقْدِ

فَنِكَاحٌ". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح : ۱۲۱/۳، سعید) =

کہ اس جگہ نکاح نہ کیا جائے بلکہ دوسری جگہ کر دیا جائے تو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے۔ اس بات پر بندوق مارنے کا حق ہرگز نہیں اور قیامت میں بھی عذاب نہیں ہوگا۔ لڑکی کی مصلحت کو ملحوظ رکھنا چاہئے، یہ ولی کی ذمہ داری ہے۔ مسئلہ وعدہ الأشباه والنظائر میں (۱)، اور مجلس نکاح کی بحث شامی میں مذکور ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۴/۱۳۹۶ھ۔

وعده نکاح سے نکاح نہیں ہوتا

سوال [۵۴۳۹]: زید نے اپنے دوست بکر سے مذاقاً کہا کہ ”تمہاری لڑکی فاطمہ کا عقد اور رشتہ

= (و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح : ۱۴۷/۳، رشیدیہ کوئٹہ)

(و کذا فی النہر الفائق، کتاب النکاح : ۱۷۸/۲، امدادیہ ملتان)

(۱) ”الخلف فی الوعد حرام“ ”إذا وعد الرجل أخاه و من نیته أن یفی فلم یف، فلا إثم علیہ.“ (انتہی) وقیل: علیہ، فیہ بحث، فإن أمر: ﴿أوفوا بالعقود﴾ مطلق، فیحمل عدم الإثم فی الحدیث علی ما إذا منع مانع من الوفاء. (شرح الأشباه والنظائر، کتاب الحظر والإباحة : ۲۳۶/۳، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی مرقاة المفاتیح، کتاب الأدب، باب الوعد، الفصل الثانی : ۶۱۴/۸، ۶۱۵، رشیدیہ)

(و کذا فی فیض القدر (رقم الحدیث: ۸۹۴): ۸۹۱/۲، مکتبہ نزار مصطفی الباز مکة المکرمہ)

(۲) ”النکاح ینعقد متلبساً بإیجاب من أحدهما و قبول من الآخر.“ (الدر المختار، کتاب النکاح : ۹/۳، سعید)

(و کذا فی الہدایة، کتاب النکاح : ۳۰۶/۲، شركة علمية ملتان)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح : ۱۴۴/۳، رشیدیہ)

”کتزو جنى نفسک إذا لم یثوا الاستقبال أى الاستیعاد أى: طلب الوعد“ قال فی شرح

الطححاوی: لو قال: هل أعطیتنیہا؟ فقال: أعطیت، إن کان المجلس للوعد فوعد، وإن کان للعقد

فنکاح. (الدر المختار مع رد المختار، کتاب النکاح : ۱۲، ۱۱/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح : ۱۴۷/۳، رشیدیہ کوئٹہ)

(و کذا فی النہر الفائق، کتاب النکاح : ۱۷۸/۲، امدادیہ ملتان)

میرے لڑکے خالد کے لئے مطلوب ہے“ بکمر نے جواباً کہا کہ ”ہاں! مجھے منظور ہے، میں راضی ہوں“۔ اس کے بعد دونوں فاطمہ اور خالد کو بہو اور داماد کہنے لگے۔ مذکورہ الفاظ کا تکرار متعدد مجلسوں میں ہوتا ہے۔ یہ واضح رہے کہ فاطمہ اور خالد کم سن (ایک سال یا اس سے بھی کم عمر کے تھے)۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان مذکورہ الفاظ سے کیا شرعاً نکاح منعقد ہو گیا؟ اور کیا یہ ایجاب و قبول میں داخل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ صرف (رشتہ) خطبہ ہے، جو کہ وعدہ نکاح کے درجہ میں ہے، نکاح نہیں، لہذا ابھی نکاح منعقد نہیں ہوا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

منگنی کر کے نکاح سے انکار کرنا

سوال [۵۴۴۰]: چودھری عطا محمد کے لڑکے کی منگنی ہوئی چودھری علی محمد کی لڑکی کے ساتھ جس کا نام شریفابی بی ہے، لیکن اب وہ انکار کرتا ہے کہ شادی نہیں کروں گا۔ ہمارے یہاں کا رواج ہے کہ جب کوئی رشتہ مانگتا ہے تو برادری بٹھا کر صلاح کر کے لڑکی کے ماں باپ پھر زبان رشتہ کی دے دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ فلاں دن آ کر لڑکی کو کپڑے لگا کر چلے جائیں تو اسے ہم ”کپڑا مائی“ کہتے ہیں یا ”منگنی“۔ تو بارات لڑکے کے گھر سے جاتی ہے، اور لڑکی والے بھی اپنے رشتہ داروں کو دعوت میں بلاتے ہیں اور لڑکی کو کپڑے وغیرہ لگائے جاتے ہیں اور اس کے بعد مٹھائی وغیرہ استعمال کی جاتی ہے۔ ایسا طریقہ چودھری محمد یونس ولد عطا محمد کے لڑکے کا ہوا، لیکن اب چودھری علی محمد اور اس کے رشتہ دار شادی دینے سے انکار کرتے ہیں۔ اب فتویٰ صادر فرمائیں کہ شرع محمدی میں کیا حکم ہے؟

(۱) ”قال فی شرح الطحاوی: لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد، وإن كان للعقد فنكاح“۔ (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح: ۱۲۰، ۱۱/۳، سعید)

(و كذا فی البحر الرائق، كتاب النكاح: ۱۳۷/۳، رشیدیہ)

(و كذا فی النهر الفائق، كتاب النكاح: ۱۷۸/۲، إمدادیہ ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

منگنی کے لئے یہ چیزیں شرعاً لازم نہیں، بغیر ان کے بھی درست ہے، منگنی ایک وعدہ ہے، بلا وجہ وعدہ خلافی کرنا شرعاً بہت برا ہے: ”والخلف فی الوعد حرام“، کذا فی الدر المختار (۱) کوئی واقعی عذر ہو تو منگنی کو توڑنا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، چھتہ مسجد دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۱۴۰۶ھ۔

وعدہ نکاح کر کے اس کے خلاف کرنا

سوال [۵۴۴۱]: زید و ہندہ کے والدین نے زید و ہندہ کا نکاح ان کے بچپن میں طے کر رکھا تھا، زید کے والد کے انتقال ہونے پر اس کی والدہ نے اپنا دوسرا نکاح ہندہ کے بڑے والد (یعنی ہندہ کے والد کے بڑے بھائی) سے کر لیا۔ اب تقریباً دو سال سے زید کے دونوں ذمہ داروں نے ہندہ سے نکاح کرنے کا کسی مصلحت سے انکار کر دیا، یہ بات ہندہ کے والدین کے لئے تکلیف کا سبب بنی۔ کہتے ہیں کہ ہمارا ان لوگوں سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ ہندہ کے والد کا یہ انتقام کہ اپنے بڑے بھائی سے ترک تعلق مذکورہ بالا وجہ سے کر لیں تو جائز ہے یا نہیں؟ اس سرح دوسرے بھائیوں پر ان کا دباؤ ڈالنا کہ بڑے بھائی سے اس بنیاد پر مقاطعہ رکھیں تو

(۱) لم أجده

”الخلف فی الوعد حرام“ ”إذا وعد الرجل أخاه و من نيته أن يفى فلم يف، فلا إثم عليه.“ (انتہی) وقیل: علیہ، فیہ بحث فان أمر: ﴿أو فوا بالعقود﴾ مطلق، فیحمل عدم الإثم فی الحدیث علی ما إذا منع مانع من الوفاء.“ (شرح الأشباہ والنظائر، کتاب الحظر والإباحة: ۲۳۶/۳، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی مرقاة المفاتیح، کتاب الأدب، باب الوعد، الفصل الثانی: ۶۱۴/۸، ۶۱۵، رشیدیہ)

(و کذا فی فیض القدير (رقم الحدیث: ۸۹۴): ۸۹۱/۲، نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”آیۃ المنافق ثلاث: إذا حدث کذب، إذا وعد أخلف، وإذا أوتمن خان.“ (مشکوۃ المصابیح، باب الکبائر و علامات النفاق، الفصل الأول: ۱/۱، قدیمی)

(وصحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب علامة المنافق: ۱۰/۱، قدیمی)

جائز ہے یا نہیں؟

۲..... ہندہ کے والد اور ان کے دوسرے چچاؤں کو اپنے بڑے بھائی سے مذکورہ بالا وجہ سے کس طرح معاملہ کھنا چاہئے، حسن مدارات کا یا نزاع و جھگڑا و فساد کا؟

۳..... نکاح کے بچپن سے طے ہونے کے باوجود کسی مصلحت سے انکار کر دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... نکاح بیوہ بعد عدت شرعاً مستحسن ہے (۱)۔ وجہ مذکورہ کی بناء پر مقاطعہ کرنا اور مقاطعہ پر دوسروں کو آمادہ کرنا غلط اور خلاف شرع ہے، جن پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے وہ ہرگز دباؤ میں نہ آئیں، مقاطعہ کی ممانعت نہایت قوی ہے، اس کی نحوست کی وجہ سے مغفرت سے محرومی ہوتی ہے، کما فی الحدیث (۲)۔

۲..... جھگڑے سے حتی الوسع پرہیز کریں (۳)، ملاطفت و شفقت سے فہمائش کریں (۴)۔

(۱) ﴿وَأَنْكَحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ﴾ الآية. هذا أمر بالتزويج والأَيَامَىٰ جمع أيم، ويقال ذلک للمرأة التي لا زوج لها وللرجل الذي لا زوجة له، وسواء كان قد تزوج ثم فارق، أو لم يتزوج واحد منهما، الخ. (تفسير ابن كثير، [پ: ۱۸]، سورة النور: ۳/۲۸۶، سهيل اكيڈمی لاہور)

(و كذا في روح المعاني: ۱۸/۱۴۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في فتاوى دار العلوم ديوبند، كتاب النكاح: ۷/۴۴، إمداديه ملتان)

(۲) ”لا يحل للرجل أن يهجر أخاه“ وعنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”يفتح أبواب الجنة يوم الاثنين ويوم الخميس، فيغفر لكل عبد لا يشرك بالله شيئاً، إلا رجل كانت بينه وبين أخيه شحناء، الخ.“ (مشکوٰۃ المصابيح، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، ص: ۴۲۷، قدیمی)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَنَازَعُوا، فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ، وَاصْبِرُوا، إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ (سورة الأنفال: ۴۶)

(۴) قال الملا علي القاري: ”وينبغي للأمر والناهي أن يرفق ليكون أقرب إلى تحصيل المطلوب، فقد قال الإمام الشافعي: من وعظ أخاه سرّاً فقد نصحه وزانه، ومن وعظه علانية فقد فضحه وشانه.“ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۱۳۷):

۳..... اگر وہاں نکاح کرنا مصلحت کے خلاف ہو اور لڑکی کی زندگی دینی اور خوشگوار متوقع نہ ہو تو انکار کرنا

بھی درست ہے۔ حموی میں خلف وعدہ کے تحت اس قسم کے وعدوں کی بحث کی ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱/۹۲ھ۔

نکاح کا وعدہ کر کے اس کے خلاف کرنا

سوال [۵۴۴۲]: ایک شخص نے بوقت شادی طفل خود اس بات کا وعدہ کیا کہ ”وہ اپنی لڑکی۔ جو اس

وقت خور و سالہ اور نابالغہ ہے۔ کا ناطہ عوض معاوضہ کر دے گا“۔ مگر اب لڑکی عرصہ سے بالغ ہو چکی ہے اور لڑکا ابھی

نابالغ نادار اور ذریعہ معاش نہیں رکھتا۔ علاوہ ازیں منجانبین سخت کشیدگی اور حالات مکرر ہو چکے ہیں اور ناطہ کرنے

کی صورت میں مضرت لڑکی کا یقین غالب ہے۔ اندریں حالات اس دو رفتن میں اگر وعدہ کنندہ اپنے وعدے کی

خلاف ورزی کرے تو وہ شرعی نقطہ نگاہ سے قابل گرفت ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو اس کا دفعیہ کس صورت

میں ہو سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وعدہ کرنے سے نکاح منع نہیں ہوتا، البتہ بلا وجہ وعدہ خلافی کرنے سے گناہ ہوتا ہے اور وعدہ کرتے

وقت اس نیت سے وعدہ کرنا کہ بعد میں مخالفت کروں گا سخت گناہ ہے، ہاں! اگر وعدہ کرتے وقت تو وعدہ پورا

کرنے کی نیت تھی لیکن بعد میں کچھ ایسے عوارض پیش آ گئے کہ وعدہ پورا کرنا دشوار ہے یا مصالح کے خلاف ہے تو

پورا کرنا واجب نہیں، اس کے خلاف کرنا درست ہے، کما صرح به الحموی فی شرح الأشباہ والنظائر

(۱) ”إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفى، فلم يف، فلا إثم عليه“۔ (انتہی)۔ ”وقيل: عليه، فيه بحث،

فإن أمر ﴿أوفوا بالعقود﴾ مطلق فيحمل عدم الإثم في الحديث على ما إذا منع مانع من الوفاء“۔ (شرح

الأشباہ والنظائر، کتاب الحظر والإباحة: ۲۳۶/۳، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الوعد، الفصل الثانی: ۶۱۵/۸،

رشیدیہ)

(و کذا فی فیض القدير، (رقم الحديث: ۸۹۴): ۸۹۱/۲، نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

نقلًا عن العقد الفريد، ص: ۴۵۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲/۱۱/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۵/ذیقعدہ/۵۶ھ۔

قول وقرار سے نکاح کا حکم

سوال [۵۴۴۳]: عمر و فاطمہ دونوں حقیقی بھائی بہن ہیں، عمر کی دو لڑکیاں پیدا ہوئی ہیں اور فاطمہ کے دو لڑکے پیدا ہوئے ہیں۔ دونوں بھائی بہن آپس میں اپنے بچوں کے متعلق ایک دوسرے سے شادی کے قول وقرار کرتے ہیں، چنانچہ بچوں کے بڑے ہونے کے بعد عمر اپنی بڑی لڑکی کی شادی اپنی بہن فاطمہ کے بڑے لڑکے سے کر دیتا ہے باقاعدہ شرعی نکاح کے ساتھ، چنانچہ دونوں خوش و خرم ہیں۔ اس کے بعد فاطمہ اپنے بھائی سے کہتی ہے کہ میرا چھوٹا لڑکا عرصہ دس سال سے بھاگ گیا ہے، اس لئے بھائی! تم اپنی لڑکی کی شادی کسی اور جگہ کر دو، چنانچہ عمر نے دوسری جگہ شادی کر دی ہے۔

اس کے بعد بعض لوگوں نے۔ واللہ اعلم۔ دشمنی سے یا کسی اور وجہ سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوا ہے، اس لئے کہ اس لڑکی کا نکاح فاطمہ کے چھوٹے لڑکے سے بچپن میں ہو چکا ہے، چنانچہ فاطمہ کو بھی

(۱) "الخلف فی الوعد حرام، کذا فی أضحیة الذخيرة". (الأشباه والنظائر) "قوله: الخلف فی الوعد حرام" قال السبکی: ظاهر الآيات والسنة تقتضی وجوب إفاء. وقال صاحب القعد الفريد فی التقليد: إنما یوصف بما ذکر أی: بأن خلف الوعد نفاق إذا قارن الوعد العزم علی الخلف، كما فی قوله المذکورین فی آية: ﴿لئن أخرجتم لنخرجن معکم﴾ فوصفوا بالنفاق لإبطانهم خلاف ما أظهروا. وأما من عزم علی الوفاء، ثم بدا له، فلم یف بهذا، لم یوجد منه صورة نفاق، كما فی الإحياء من حدیث طویل عن أبی داؤد والترمذی مختصراً بلفظ: "إذا وعد الرجل أخاه ومن نیته أن یفی، فلم یف، فلا إثم علیہ". (انتهی). وقیل: علیہ، فیہ بحث، فإن أمر ﴿أوفوا بالعقود﴾ مطلق، فیحمل عدم الإثم فی الحدیث علی ما إذا منع مانع من الوفاء". (غمز عیون البصائر للحموی، کتاب الحظر والإباحة: ۲۳۶/۳، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب الوعد، الفصل الثانی: ۶۱۵/۸، رشیدیہ)

(و کذا فی فیض القدير، (رقم الحدیث: ۸۹۴): ۸۹۱/۲، مکتبۃ نزار مصطفى الباز مکة المکرمہ)

لوگوں نے بہکا لیا ہے وہ بھی ایسا ہی کہتی ہے۔ اب کیا ہم اس پہلے نکاح کو جب کہ وہ نکاح ہی نہیں تھا، بلکہ آپس میں قول و قرار تھا اور شاید گواہ بھی نہیں ہے، کیا یہ دوسرا نکاح صحیح ہو گیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس چھوٹے لڑکے اور لڑکی کے متعلق صرف وعدہ ہوا تھا کہ ان کی شادی کر دیں گے اور نکاح نہیں کیا گیا تھا، نہ نکاح پڑھنے والا کوئی موجود تھا، نہ گواہ موجود تھا، تو محض وعدہ کر لینے سے نکاح نہیں ہو گیا اور عمر نے دوسری جگہ جو شادی کر دی ہے وہ صحیح اور معتبر ہے (۱)۔ دشمنی کی وجہ سے غلط بات کہنا اور بہکانا سخت مذموم ہے (۲)۔ فاطمہ کو بھی چاہئے کہ اصل حقیقت کو نہ چھپائے۔ وعدہ آور ہے اور شادی آور ہے، دونوں ایک چیز نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۵/۱۳۸۹ھ۔

(۱) ”(وینعقد) متلبساً (بایجاب) من أحدهما (وقبول) من الآخر (و) شرط (حضور) شاهدين (حرین) أو حر و حرّین (مکلفین سامعین قولهما معاً، الخ)“۔ (الدر المختار: ۹/۳ - ۲۱، کتاب النکاح، سعید)

”وَأَمَّا شَرْوُطُهُ وَمِنْهَا الشَّهَادَةُ . قَالَ عَامَّةُ الْعُلَمَاءِ : إِنَّهَا شَرْطُ جَوَازِ النِّكَاحِ .“
(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۶۷/۱، کتاب النکاح، الباب الأول، رشیدیہ)
(وکذا فی البحر الرائق: ۱۴۴/۳، ۱۵۵، کتاب النکاح، رشیدیہ)

(۲) ”عن جابر رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”ما من امرئ مسلم يخذل امرأ مسلماً في موضع ينتهك فيه حرمة وينتقص فيه من عرضه إلا خذله الله تعالى في موطن يحب فيه نصرته“.

”وعن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من رمى مسلماً بشئ يريد به شينه، حبسه الله على جسر جهنم حتى يخرج مما قال“۔ (الحديث) (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الثاني، ص: ۴۲۴، قدیمی)

(۳) ”إن المجلس للنكاح فنكاح، وإن للوعد فوعد“۔ (الدر المختار: ۱۲/۳، کتاب النکاح، سعید)

پیغام نکاح، نکاح نہیں

سوال [۵۴۴۴]: زید نے اپنے لڑکے کا عمر کی لڑکی کے لئے شادی کا پیغام دیا، عمر نے بعد مشورہ عزیزان، زید کے لڑکے کے لئے قبول کر لیا۔ دین مہر کے شرائط بھی طے ہو گئے۔ زید نے اپنے لڑکے کو جو لندن میں زیر تعلیم ہے اس رشتہ کی منظوری سے مطلع کر دیا، زید نے قبول کر لیا۔ اس کے بعد رسم منگنی تقریباً پچاس اشخاص کی موجودگی میں ادا ہو گئی۔ لہذا شرعی نقطہ نظر سے اس ایجاب و قبول کی بابت کیا حکم ہے؟

۲..... زید کے ایک پرانے دوست نے ان واقعات کے علم ہونے کے باوجود اس لڑکی سے اپنے لڑکے کا پیغام دیدیا۔ کیا شرعی نقطہ نظر سے ایسا کرنا جائز تھا؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... بیان واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی نکاح کا ایجاب و قبول نہیں ہوا، بلکہ یہ خطبہ ہے اور اس کی حیثیت وعدہ کی ہے، اس سے ابھی طرفین شوہر و بیوی نہیں ہیں، حاضرین مجلس نے بھی اس کو خطبہ ہی سمجھا ہے (۱)۔

۲..... اس طرح خطبہ ہو جانے کے بعد دوسرے شخص کے خطبہ سے حدیث میں ممانعت آئی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/ربیع الثانی/۸۸ھ۔

(۱) ”کتز وجنی نفسک إذا لم یسنو الاستقبال: ای الاستعداد: ای طلب الوعد..... قال فی شرح الطحاوی: لو قال: هل أعطیتنیہا؟ فقال: أعطیت، إن کان المجلس للوعد فوعد، وإن کان للعقد فنکاح.“ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح: ۳/۱۱، ۱۲، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۳/۱۲۷، رشیدیہ)

(و کذا فی النہر الفائق، کتاب النکاح: ۲/۱۷۸، إمدادیہ ملتان)

(۲) ”وعنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا یبیع الرجل علی بیع أخیه، ولا یخطب علی خطبة أخیه، إلا أن یأذن له.“ (مشکوۃ المصابیح، باب المنہی عنہا من البیوع، الفصل الأول، ص: ۲۴۷، قدیمی)

(والصحيح لمسلم، کتاب البیوع، باب تحریم الرجل علی بیع أخیه الخ: ۳/۲، قدیمی)

(وصحيح البخاری، کتاب البیوع، باب: لا یبیع علی بیع أخیه ولا یسوم علی سوم أخیه الخ: ۱/۲۸۷، قدیمی)

باب المتفرقات

نکاح کے وقت کن چیزوں سے آگاہ کرنا چاہئے؟

سوال [۵۴۴۵]: نکاح پڑھانے سے قبل امام کو کون کون سی شرط سے آگاہ کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس بات کی اس وقت ضرورت ہو اس کو بتادیں، دینی اخلاق و اعمال کی تعلیم کی سب کو ہی ضرورت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۱۳۹۴ھ۔

خرافات و منکرات کا انعقاد نکاح پر اثر

سوال [۵۴۴۶]: جس شادی میں خرافات مثلاً رت جگا (۱) کہ جس میں مستورات تمام شب گاتی

بجاتی ہیں اور غیر محرموں کو اپنی آواز سناتی ہیں، بارات کے موقع پر انگریزی بلجہ اور دوسرے باجے، نیز دیگر سامان رقص و سرود بھی ہوتا ہے۔ اس موقع پر اہل شادی محض مرتکب گناہ ہیں یا نکاح ہی نہیں ہوتا، جیسا کہ زید نے ایک وعظ میں حکایت بیان کی کہ ایک شخص نے غصہ میں اپنی زوجہ کو طلاق دیدی۔ بعد میں علمائے کرام سے طالب ہوا کہ اس کی زوجہ بدون دوسرے کے نکاح میں جائے اور بعد طلاق اس پر حلال ہو جائے مگر باریاب نہ ہو سکا۔ اگر کسی عالم نے فرمایا کہ تمہارا نکاح نہیں ہوا، بلکہ اس دوران میں تم نے زنا کیا ہے، پس نکاح دوبارہ پڑھو، نیز ایسی شادیوں میں شرکت کرنا اور کھانے میں شریک ہونا کیسا ہے؟

(۱) ”رت جگا: شب بیداری، خوشی یا عبادت میں رات بھر جاگنا، ایک قسم کی خوشی کی نیاز جو عورتیں دلواتی ہیں، ہندوؤں کی ایک عبادت جو رات بھر جاگنے اور کتھا کے ذریعے سے کی جاتی ہے“۔ (فیروز اللغات، مادہ (ن)، رت، ص: ۷۰۴، فیروز سنز، لاہور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

خرافات مذکورہ ممنوع اور ناجائز ہیں، ایسی شادی میں شرکت بھی درست نہیں، لیکن انعقادِ نکاح پر اس سے اثر نہیں پڑتا، اگر شریعت کے مطابق ایجاب و قبول ہو چکا ہے تو نکاح صحیح ہو گیا: ”وینعقد بإيجاب وقبول“۔ تنویر (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، یکم/ربیع الاول/۵۶ھ۔

کسی مقصد کے لئے عقدِ نکاح کا جھوٹا انکار

سوال [۵۴۴]: ہندہ نے نکاحِ ثانی زید سے پچاس ساٹھ برادری کے مسلمانوں میں کر لیا، بعد نکاحِ زوج سابق کے رشتہ داروں نے جائیداد کا جھگڑا کر کے مقدمہ عدالت میں دائر کر دیا، فریقین نے وکیل کر لئے۔ ہندہ کا ایک ہندو وکیل ہے جس نے یہ رائے دی ہے کہ ہندہ نکاحِ ثانی سے انکار کر دے تو زوج سابق کی جائیداد پر قابض رہ سکتی ہے، اس پر عمل کرتے ہوئے ہندہ اور اس کا ایک متنبی لڑکا دونوں نکاح سے انکاری ہو گئے، عدالت میں جوابِ دعویٰ میں لکھا دیا کہ نکاح نہیں ہوا۔ برادری کی تھوک بندی (۲) کی وجہ سے چند اہل برادری نے بھی یہ کہہ دیا کہ نکاح نہیں ہوا، حالانکہ وہ پچاس ساٹھ مسلمان اب تک بھی کہتے ہیں کہ نکاح ہوا اور ہم مجلسِ نکاح میں شریک تھے۔

ایسی حالت میں صرف جائیداد کی وجہ سے زوجہ اور زوج کا نکاح سے انکار کرنا قابلِ تسلیم ہوگا یا نہیں؟ اور جو مسلمان اس کا ساتھ دے رہے ہیں وہ کیسے ہیں؟ اور مسلمانوں کے مجمع میں شرعی نکاح کو جو بوجہ مقدمہ و سخن پروری انکار کرتے ہیں وہ از روئے شرع شریف کیسے ہیں؟ عدالت میں مقدمہ دائر ہے اور چند مسلمانوں کی گواہی بھی ہو چکی ہے کہ نکاح ہو گیا اور ایک اسٹامپ پر سرکاری فرائض نویس کا نکاح نامہ لکھا ہوا بھی ہے جس پر

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب النکاح: ۹/۳، سعید)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب النکاح: ۳۰۶/۳، مکتبہ شرکت علمیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۱۴۴/۳، رشیدیہ)

(۲) ”تھوک بندی: اقرار نامہ، جو گاؤں کے برابر تقسیم کرنے پر لکھا جاتا ہے“۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۲۲، فیروز سنز، لاہور)

برادری والوں کی شہادت ثبت ہے۔ باوجود ان تمام باتوں کے پھر نکاح سے انکار کرنا مقدمہ کی وجہ سے کیسا ہے اور ساتھ دینے والے کیسے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جھوٹ بولنا شرعاً حرام اور کبیرہ گناہ ہے، لیکن اپنا حق وصول کرنے اور ظلم دفع کرنے کے لئے جب کوئی دوسری صورت قابو میں نہ ہو، تعریضاً کذب جائز ہے، صراحۃً اس وقت بھی جائز نہیں ہے (۱)۔ اگر وہ جائیداد ہندہ کی نہیں بلکہ زوج سابق کے دیگر ورثاء کی ہے اور ہندہ اپنا مہر اور حصہ وراثت لے چکی یا معاف کر چکی ہے تب تو کسی طرح ہندہ کو جھوٹ بولنا جائز نہیں، قطعاً حرام ہے، جو لوگ اس کے ساتھ اس کبیرہ گناہ میں شریک ہیں، وہ بھی کبیرہ گناہ کے مرتکب ہیں، سب کو توبہ کرنا فرض ہے۔ اگر وہ جائیداد ہندہ کی ہے خواہ بعوض دین مہر ہو یا وراثت یا کسی اور طرح وہ ہندہ کی ملک ہے اور زوج سابق کے ورثاء ہندہ کو نہیں دیتے اور ہندہ کسی دوسری طرح اس جائیداد کو وصول نہیں کر سکتی تو ہندہ کو تعریضاً کذب جائز ہے اور اس معاملہ میں جو لوگ اس کی اعانت میں ہیں وہ بھی گنہگار نہیں:

قال اللہ تعالیٰ: ﴿تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (۲)۔

اور ہندہ کے انکار کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹا اور زوج نے اگر یہ الفاظ کہے ہیں کہ میں نے ہندہ سے نکاح نہیں کیا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی:

”وفی الفتاویٰ: رجل قال لامرأته: تو مرا چیزے نباشی، هو خمسة ألقاظ: أحدها ما ذكرنا، الثاني: إذا قال، لم يكن نكاح، الثالث: إذا قال لها: لم أتزوجك، فلا يقع الطلاق في هذه

(۱) ”الكذب مباح لإحياء حقه، ودفع الظلم عن نفسه، والمراد التعريض؛ لأن عين الكذب حرام، قال: وهو الحق“ (رد المحتار، فصل في البيع: ۴۲۷/۶، سعید)

”ويكره التعريض بالكذب إلا لحاجة“ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراہیۃ، الباب السابع

عشر فی الغناء واللہو و سائر المعاصی والأمر بالمعروف: ۳۵۲/۱، رشیدیہ)

(وکذا فی فیض القدير، (رقم الحديث: ۶۲۷۶): ۴۴۵۲/۹، مکتبہ نزار مصطفى محمد الباز (ریاض)

(۲) (سورة المائدة: ۲)

الألفاظ الثلاثة وإن نوى". خلاصة، ص: ۹۷ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ شعبان/ ۱۴۲۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۸/ شوال/ ۱۴۲۵ھ۔

ایک مجلس میں متعدد نکاح ہوں، تو ان میں افضل کون سا ہے؟

سوال [۵۴۴۸]: تبلیغی اجتماع میں تیس آدمیوں کی شادیاں ہوئیں، اس میں بکر نے اپنا نکاح سب

سے پہلے پڑھوایا، زید نے بکر سے کہا کہ تم نے غلطی کی، اپنا نکاح سب سے بعد میں پڑھواتے: "سید القوم

خادمہم"۔ بکر نے جواب دیا: دعویٰ ایران کا، دلیل توران کی، جو کچھ کیا بالکل ٹھیک کیا: ﴿فاستبقوا

الخيرات﴾ (۲)۔ زید کا کہنا کہ "غلطی کی" درست ہے یا نہیں؟ نیز ان کی دلیل دعویٰ کے مطابق ہے یا نہیں؟

ایک تو ہے جواز، ایک ہے فضیلت تو اس میں افضل بات کیا ہے، نکاح پہلے پڑھوانا یا بعد میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ضرورت و مصلحت تقدیم میں ہو تو تقدیم افضل ہے، تاخیر میں ہو تو تاخیر افضل ہے: "سید القوم

خادمہم" یہاں چسپاں نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۹/ ۱۳۹۵ھ۔

(۱) (خلاصة الفتاوى، كتاب الطلاق، باب الكنايات، الجنس الأول: ۹۷/۲، امجد اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی التاتارخانیة، باب الكنايات، نوع آخر فی قوله: لست لی بامرأة و ما يتصل به الخ: ۳۲۱/۳،

إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی البزازیة علی هامش العالمکیرية، باب الكنايات، نوع آخر فی إنکار النکاح: ۱۹۶/۱،

رشیدیہ)

(۲) (سورة البقرة: ۱۴۸)

(۳) "عن سهل بن سعد رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "سید القوم

فی السفر خادمهم، فمن سبقهم بخدمة لم يسبقوه بعمل إلا الشهادة". (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب

الجهاد، باب آداب السفر، الفصل الثالث، ص: ۳۴۰، قدیمی)

بیس بچوں کے بعد کیا تجدید نکاح ضروری ہے؟

سوال [۵۲۴۹]: یہ جو مشہور ہے کہ جس عورت کو ایک شوہر سے بیس بچے ہوں اس کو دوبارہ نکاح کرنا چاہئے۔ اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بے اصل اور غلط ہے، اس سے نکاح ختم نہیں ہوتا، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۲/۹۰ھ۔

تجدید نکاح کی ضرورت کب ہوتی ہے؟

سوال [۵۲۵۰]: اس بارے میں حکم شرع سے مطلع فرمائیں جس کا حوالہ: ب، نمبر: ۹۲۱، مؤرخہ ۱۷/۹/۸۸ھ ہے، اس میں مزید یہ پوچھنا ہے کہ جن صاحب اور جماعت نے عداً یہ نکاح کیا اور کرایا، ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ کیا وہ صرف توبہ واستغفار کے مستحق ہیں یا تجدید نکاح بھی کرنا ہے؟ علانیہ توبہ واستغفار کے علاوہ تجدید نکاح کا بھی حکم دیا جائے؟ اس کے بارے میں تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی کی عدت میں نکاح ثانی جائز نہیں ہے: "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج". از فتاویٰ عالمگیری (۱)۔

لہذا جو نکاح اس طرح کر دیا گیا وہ شرعاً معتبر نہیں ہوا، بلکہ گناہ ہوا، مرد و عورت میں علیحدگی کرادی جائے، عدت ختم ہونے پر دوبارہ نکاح کیا جائے، جن لوگوں نے یہ نکاح کرایا ہے، وہ گنہگار ہوئے، ان کو توبہ واستغفار لازم ہے۔ اور اس بات کو پورے طور پر ظاہر کر دیا جائے کہ یہ نکاح غلط ہوا، اس کے باوجود ان لوگوں پر

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریۃ، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱ رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، فصل فی شرط الزوجة: ۳/۴۵۱، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی رد المحتار، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۲/۳، سبحد)

اپنے نکاح کی تجدید لازم نہیں، گناہ اگرچہ کبیرہ ہو، اس سے تجدید نکاح لازم نہیں ہوتی، البتہ اگر خدا نخواستہ کفر کا صدور ہو جائے تو ایمان کے ساتھ نکاح بھی ختم ہو جاتا ہے پھر تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہوتی ہے (۱)۔

جس مسئلہ میں اختلاف ہو کہ اس سے کفر ہوا یا نہیں ہوا، وہاں احتیاطاً تجدید ایمان و تجدید نکاح کا امر کیا جاتا ہے: ”ما كان في كونه كفراً اختلاف، يؤمر قائله بتجديد النكاح والتوبة، الخ“ (۲)۔

کبیرہ گناہ کی وجہ سے اہل سنت والجماعت کے نزدیک نہ کفر ہوتا ہے، نہ ایمان سے خارج ہوتا ہے، کذا فی شرح الفقہ الاکبر (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۱/۸۸ھ۔

کیا ہر ماہ تجدید نکاح کیجائے؟

سوال [۵۴۵۱]: میں نے سنا ہے کتاب ”شامی“ میں لکھا ہے کہ ہر ماہ میں تجدید نکاح احتیاطاً کر لیا جائے، ”واللہ اعلم“۔ تو ایسی صورت میں دو گواہوں کے موجود ہونے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ جو صورت ہو، بیان فرمایا جائے۔ تجدید نہ کرنے میں کوئی خلاف تو نہیں؟ جیسا کہ اکثر لوگ اس کے متعلق گوش آشنا بھی نہیں

(۱) ”ما كان في كونه كفراً اختلاف، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح، وبالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط ثم إن كانت لية القائل الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتي ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك، وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السیر، الباب التاسع، قبیل باب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب التاسع فی أحكام المرتدين، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ البزازیہ، کتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو کفراً أو خطأ، الفصل الثاني، النوع الأول فی المقدمة: ۶/۳۲۲، رشیدیہ)

(۳) ”ولا نکفر مسلماً بذنب من الذنوب وإن كانت كبيرة إذا لم يستحلها، ولا نزيل عنه اسم الإيمان“ (شرح الفقہ الاکبر للقاری، الکبيرة لا تخرج المؤمن عن الإيمان، ص: ۷۱، قدیمی)

(و کذا فی شرح العقيدة الطحاوية، باب قضية التكفير، ص: ۲۳۲، الجامعة الستارية بکراتشی)

چہ جائیکہ عمل کریں!۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن سے آپ نے سنا ہے ان سے ”شامی“ کی اصل عبارت مع حوالہ جلد و باب لکھوا کر بھیجیں، اس کو دیکھ کر انشاء اللہ تعالیٰ جواب پیش کیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تجدید نکاح ہوا تھا یا نہیں؟

سوال [۵۴۵۲]: حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا کا تجدید نکاح ہوا تھا، آخر میں ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ یا پہلے والا نکاح قائم تھا؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلے والا نکاح قائم تھا، کذا فی اللمعات شرح مشکوٰۃ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بچوں کے نکاح کا طریقہ

سوال [۵۴۵۳]: ۶ سال سے کم عمر کے بچوں کے نکاح کا طریقہ کیا ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں کی طرف سے ان کے لئے ان کے والد ایجاب و قبول کر لیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۴/۹۴ھ۔

(۱) ”عن عکرمۃ، عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: ”رد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابنتہ زینب علی ابی العاص بالنکاح الاول ولم يحدث نکاحاً“۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب المحرمات، الفصل الثانی: ۳۳۶/۶، رشیدیہ)

(و کذا فی شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح، باب المحرمات، الفصل الثانی: ۳۷۶/۶، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی التعليق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح، باب المحرمات، الفصل الثانی: ۳۶/۴، طبع، حیدر آباد دکن)

(۲) ”وللولیٰ إنکاح الصغیر والصغیرۃ“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۶۵/۳، سعید) =

شادی میں چھوڑے کون لائے؟

سوال [۵۴۵۴]: شادی میں جو چھوڑے لٹائے جاتے ہیں، وہ لڑکی والا لائے یا لڑکے والا؟ کون سی صورت افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو اس فضیلت کو حاصل کرنا چاہے، لے آئے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۲/۱۳۹۱ھ۔

جو شادی قرض لے کر کی جائے اس میں شرکت

سوال [۵۴۵۵]: زید کی لڑکی جو ان ہے، زید غریب آدمی ہے، جہاں سے بھی بات ہوتی ہے سب کہتے ہیں کہ ہم گھڑی لیں گے، سائیکل لیں گے، اور بہت سی چیزیں مانگتے ہیں۔ گھر میں کوئی مرد نہیں رہتا، اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں بدنامی نہ ہو جائے، ادھر لڑکی جو ان، ادھر غربت۔ مجبوراً زید نے قرض لے کر شادی کر دی۔ گاؤں کے بہت سے مولوی حضرات زید کے خلاف ہو گئے اور اس شادی میں شرکت کو منع کرتے ہیں۔ اس میں زید کہاں تک خطا وار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس تقریب میں کوئی خلاف شرع چیز: ناج بوجہ وغیرہ نہیں تو محض قرض لینے کی وجہ سے شرکت ممنوع نہیں، سب شریک ہو سکتے ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۳/۲۰۸، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۲/۵۰۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ (البقرة: ۱۴۸)

(۲) ”عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”إذا دُعی أحدکم إلى الولیمة فلیأتها“، وفي رواية لمسلم: ”فلیجب“ عرساً کان أو نحوه ومن الأعذار المسقطۃ للوجوب أو الندب أن یكون فی الطعام شبهة أو هناك منہی کالخمر أو اللہو أو فرش الحریر وغير ذلك“ =

رشتہ کے متعلق ایک غلط رسم (گوت (۱)) اور اس کی اصلاح

سوال [۵۴۵۶]: ہم لوگ قدیم مسلم راجپوت ہیں، راجپوتوں میں بہت سی ذاتیں ہوتی ہیں، مثلاً: چوہان، گوت، بیس وغیرہ۔ ہم گوتم ہیں اور بیسوں کے یہاں ہماری نانہال ہے۔ ہندوؤں میں یہ دستور ہے کہ جس کی لڑکیاں لاتے ہیں اس ذات میں اپنی لڑکیوں کی شادی نہیں کرتے، ہمارے یہاں بھی یہی ذہن بنا ہوا ہے، مگر کچھ رشتے اس سے قبل اس کے خلاف ہو چکے ہیں۔

احقر نے بھی اپنی لڑکی کو اپنے ماموں زاد بھائی کے لڑکے کے ساتھ جو فارغ دارالعلوم بھی ہیں، منسوب کرنا چاہا، اس پر اہل خاندان کو اعتراض ہوا، کچھ کا کہنا تھا کہ یہ رشتہ الٹا ہے اور کچھ کہتے تھے: وہ ہم سے نیچے ہیں، ان کو لڑکی نہیں دی جاسکتی۔ اس بناء پر انھوں نے احقر کا مقاطعہ (سماجی بائیکاٹ) کر دیا، نکاح میں بھی شرکت نہیں کی، اور جو شریک ہونا چاہتے تھے انھیں بھی روکا۔ قاضی صاحب نے اس بناء پر نکاح پڑھانے سے انکار کیا اور یہ بھی کہا کہ وہ لڑکا عالم ہے، میں اس کا نکاح نہیں پڑھا سکتا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ:

۱..... کیا یہ میرا رشتہ کرنا اسلامی نقطہ نگاہ سے غلط ہے؟

۲..... جن لوگوں نے یہ رشتہ کرنے کی وجہ سے بائیکاٹ کر دیا ہے، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا وہ صحیح راستہ پر ہیں؟

۳..... قاضی صاحب جنہوں نے نکاح نہیں پڑھایا ہے، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... مسلمانوں میں بہت سی غیروں کی رسمیں پھیلی ہوئی ہیں جن کی اصلاح ضروری ہے (۲)۔ شادی

= (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب الولیمة، الفصل الأول: ۳۷۰/۶، رشیدیہ)

(وکذا فی إعلاء السنن، کتاب النکاح، باب جواز الولیمة إلى أيام إن لم یکن فخراً: ۱۱/۱۲، إدارة القرآن کراچی)

(والصحيح لمسلم، کتاب النکاح، باب الأمر بإجابة الداعی إلى دعوة: ۴۶۲/۱، قدیمی)

(۱) ”گوت: خاندان، گھرانہ، حسب نسب، قوم، قبیلہ، فرقہ“۔ (فیروز اللغات، مادہ ”گ، و“، ص: ۱۱۱، فیروز سنز، لاہور)

(۲) ”من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف“ =

کے سلسلہ میں ماموں زاد، خالہ زاد، چچا زاد بھائی سے پرہیز کرنا غلط اور غیر اسلامی رواج ہے، شرعیہ رشتہ ناجائز نہیں، بلکہ ان سے عقد نکاح درست ہے (۱)، ان کو حرام سمجھنا اسلامی عقیدہ نہیں بلکہ خطرناک عقیدہ ہے، جو شخص اس غلط رسم کو توڑ کر عقد کر دے گا وہ بہت بڑے اجر و ثواب کا مستحق ہوگا، اس کی مدد کرنے والے بھی مستحق ثواب ہوں گے (۲)۔ اور جو شخص مدد کے بجائے ایسے عقد میں رکاوٹ ڈالے گا وہ غیر اسلامی عقیدہ کا مددگار ہو کر سخت گنہگار اور مجرم ہوگا، اس کو اپنی حرکت سے باز آنا اور توبہ و استغفار کرنا ضروری ہے (۳)۔ قاضی کا منصب بلند ہے اس کو سنت کی اشاعت ضروری ہے، اس کا رکاوٹ ڈالنا اور محض غلط رواج کی بناء پر نکاح پڑھانے سے انکار کر دینا شریعت کی نظر میں بہت فتنج اور مذموم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۹۲ھ۔

= الإیمان“۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب لأمر بالمعروف، الفصل الأول، ص: ۴۳۶، قدیمی)

(وفیض القدير لعبد الرؤوف المناوی رحمہ اللہ تعالیٰ، (رقم الحديث: ۸۶۸۷): ۱۱/۵۸۰۰، مکتبہ نزار مصطفی الباز مکة المكرمة)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَأَحِلْ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ ۖ﴾ (النساء: ۲۴)

قال ابن كثير تحت هذه الآية: ”أى ما عدا من ذُكر من المحارم، هن لكم حلال“، (تفسير

ابن كثير: ۱/۴۷۴، سهيل اكيڊمى لاہور)

(و كذا فى التفسير المنير: ۵/۶، دار الفكر بيروت)

(و كذا فى التفسير المظهرى: ۲/۶۶، حافظ كتب خانہ كوئٹہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ، وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ فيعم النهى كل ما

هو من مقولة الظلم والمعاصى، ويندرج فيه النهى عن التعاون على الاعتداء والانتقام“، (روح

المعاني: ۶/۵۷، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(۳) ”واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصى واجبة، وأنها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها، سواء

كانت المعصية صغيرة أو كبيرة“، (النووى على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قدیمی)

(و كذا فى روح المعانى، تحت آية: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا﴾: ۲۸/۱۵۹،

دار إحياء التراث بيروت)

خنزیر کے بال کے برش بنانے والے کے گھر رشتہ

سوال [۵۴۵۷]: میرے ایک عزیز کی بہن کا ایک جگہ کانپور میں رشتہ طے ہو گیا ہے، لڑکے والے اور خود لڑکا اشیاء کی درآمد برآمد کا کام کرتے ہیں۔ ابھی چند دنوں پیشتر جب شادی کی تاریخ متعین کرنے کے لئے قدم اٹھایا گیا تو معلوم ہوا کہ ان لوگوں کے پاس کہیں باہر سے برش بنوا کر بھیجنے کا آرڈر آیا ہوا ہے اور وہ تیار کرا کر باہر بھیج رہے ہیں، لیکن برش خنزیر کے بالوں کے بنوائے جاتے ہیں اور بھیجے جاتے ہیں۔ یہ معلوم ہو کر لڑکی والے فکر مند ہیں کہ ایسی صورت میں ان لوگوں کا کاروبار درست ہے یا نہیں؟ نیز طے شدہ رشتہ کو باقی رکھا جائے یا ختم کر دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قول صحیح کے مطابق خنزیر کے بال نجس ہیں (۱)، ان کی بیع بھی ناجائز ہے جیسا کہ کتب فقہ، درمختار، شامی (۲)، بحر وغیرہ میں موجود ہے (۳)، لیکن یہ چیز محتاج تحقیق ہے کہ برش خنزیر کے بال سے بنتے ہیں، کیوں

(۱) ”وأما الخنزير فشعره وعظمه وجميع أجزائه نجسة“۔ (البحر الرائق: ۱/۱۹۱، کتاب الطہارۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی الحلبي الكبير، ص: ۱۵۴، فصل فی الأنجاس، سہیل اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی الدر المختار: ۵/۷۲، کتاب البیوع، مطلب فی التداوی بلبن البنت، سعید)

قال الجصاص رحمه الله: ”واللحم وإن كان مخصوصاً بالذكر، فإن المراد جميع أجزائه كذا لك خص لحم الخنزير بالنهي تأكيداً لحكم تحريمه وحظراً لساير أجزائه، فدل على أن المراد بذلك جميع أجزائه وإن كان النص خاصاً في لحمه“۔ (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۱۷۴، باب تحريم الخنزير، قديمی)

(۲) ”وشعر الخنزير لنجاسة عينه، فيبطل بيعه، ابن كمال“۔ (الدر المختار)۔ ”قوله: لنجاسة عينه: أي عين الخنزير أي: بجميع أجزائه“۔ (رد المحتار، باب البيع الفاسد، مطلب فی التداوی بلبن البنت: ۵/۷۲، سعید)

(۳) ”وشعر الخنزير أي: لم يجز بيعه إهانةً له، لكونه نجس العين كأصله، فالبيع هنا لو جاز لكان إكراماً، وفي الخمر والخنزير كذلك لو جاز لكان إعزازاً، وقد أمرنا بالإهانة“۔ (البحر الرائق: ۶/۱۳۲، =

کہ مجھ سے ایک صاحب نے کہا تھا کہ یہ تو ایک گھاس ہے اس سے بنتے ہیں، برش میں بال کے علاوہ دوسری چیزیں بھی ہوتی ہیں جو متقوم ہیں، مناسب یہ ہے کہ استخارہ مسنونہ کر لیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۱۴۰۱ھ۔

تین لڑکوں کی شادی ساتھ کرنے سے کیا طلاق ہو جاتی ہے؟

سوال [۵۴۵۸]: کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر تین لڑکوں کی شادی ایک ساتھ کرو گے تو اچھا نہیں ہے، طلاق ہو جاتی ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بات غلط ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، رشیدیہ

”وشعر الخنزیر ینتفع به للخز (أی: لایجوز بیع شعره“۔ (تبیین الحقائق: ۳/۴۷۶، باب البیع

الفاسد طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی أحكام القرآن للجصاص: ۱/۵۷۱، باب تحریم الخنزیر، قدیمی)

خنزیر کے بالوں سے انتفاع کو ضرورت کی وجہ سے امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے ایک قول میں جائز قرار دیا گیا ہے، مگر علامہ شامی رحمہ اللہ نے بدائع اور اختیار کے حوالے سے خنزیر کے بالوں کے نجس ہونے کو صحیح قرار دیا ہے: ”هو ظاهر الروایة أن شعره نجس، وصححه فی البدائع، ورجحه فی الاختیار“۔ (رد المحتار: ۱/۲۰۶، مطلب فی أحكام الدباغة، سعید)

(۱) اس قسم کی باتیں جو مشہور ہوتی ہیں، یہ اکثر طور پر بدشگونی، نحوست اور بدفالی کی بنیاد پر کہی جاتی ہیں اور چونکہ تمام امور کا وقوع اور عدم وقوع اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے، لہذا نیک شگونی و بدشگونی کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں:

”وسئل نفع الله بعلومه: السؤال عن النجس والسعد وعن الأيام والليالي التي تصلح لنحو

السفر والانتقال ما يكون جوابه؟

”فأجاب رضى الله عنه: من يسأل عن النجس وما بعده، لا يجاب إلا بالإعراض عنه وتسفيه

مافعله ويبين له قبحه، وأن ذلك من سنة اليهود لا من هدى المسلمين المتوكلين على خالقهم وبارئهم =

مرحومہ بیوی کی منع کردہ جگہ پر نکاح

سوال [۵۴۵۹]: میری بیوی مرحومہ مرنے سے پہلے مجھے نصیحت کرتی رہتی تھی کہ میرے مرنے کے بعد تو فلاں جگہ شادی نہ کرنا، اور جہاں چاہے شادی کر لینا، اب اس کا انتقال ہو گیا ہے اور میرا رشتہ وہیں سے پکا ہو رہا ہے۔ اب اس بارے میں تحریر کریں کہ میں رشتہ قبول کروں یا نہ کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی کے منع کر دینے سے وہ عورت آپ پر حرام نہیں ہوئی (۱)، شادی کریں گے تو نکاح درست ہو جائے گا (۲)، آپ کو اختیار ہے اپنی مرحومہ بیوی کا کہنا مانیں یا اپنے دل کا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱۲/۹۲ھ۔

نکاح ثانی کے لئے بیوی کا مشورہ

سوال [۵۴۶۰]: ایک بیوی ہے، تو اس پر نکاح کرنے میں اس بیوی کی اجازت کی ضرورت ہے یا نہیں؟

= الذين لا يحسبون وعلى ربهم يتوكلون. وما ينقل من الأيام المنقوطة ونحوها عن علي كرم الله وجهه باطل كذب لا أصل له، فليحذر من ذلك، والله أعلم. (الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيتمي، مطلب في الجواب عن الأيام والليالي وسعيدها ونحيسها، ص: ۴۱، ۴۲، قديمي)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲۴)

وقال ابن كثير تحت هذا الآية: "أى ما عدا من ذكر من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۴/۱، سهيل اكيڈمی لاہور)

(و كذا في التفسير المنير: ۶/۵، دار الفكر بيروت)

(و كذا في التفسير المظهرى: ۲/۲۶، حافظ كتب خانہ كوئٹہ)

(۲) "النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/۹، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۴۳، رشيدية)

(و كذا في الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۰۵، شركة علمية ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعاً تو ضروری نہیں مگر نباہ اس سے کرنا ہے، اگر اس کا مشورہ نہیں ہوگا تو دشواری ہوگی (۱)۔ فقط واللہ

تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بیوی کو آٹھ ماہ تک نہیں دیکھا

سوال [۵۴۶۱]: میری بیوی نیک ہے، وفا شعار ہے، نو بچے ہیں، ۲۰/ برس شادی کو گذر گئے،

کبھی ناراضگی کی نوبت نہیں آئی۔ میں ۱۹۶۸ھ میں حج کو گیا تھا اور بیوی سے کہہ کر گیا تھا کہ ”گھر سے باہر مت نکلتا“، لیکن وہ ایک دفعہ سینما گئی، پھر ایک دفعہ عرس میں گئی، پھر کسی اور جگہ گئی، جس پر میرے بھائی نے اس کو بہت مارا۔ جب میں حج سے واپس آیا تو یہ واقعہ مجھے بتلایا۔

حج سے آنے پر میرے سالے صاحب بھی مجھے بمبئی لینے آئے تھے، میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنی بہن کو اپنے گھر لے جائیں، انھوں نے ایسا ہی کیا، مگر سب محلہ والوں نے میری عورت کو بے قصور کہا، لیکن مجھے شک رہا۔ اب میں نے ۸، ۹/ ماہ سے اپنی زوجہ کی شکل نہیں دیکھی، ویسے ہی نفقہ برابر دے رہا ہوں، بچے میرے ساتھ ہیں۔ میرا یہ عمل شرعاً درست ہے یا نہیں؟ نیز میرا ارادہ ہے کہ اب دوسری شادی کر لوں، کیونکہ گھر میں پکانے کی بہت دقت ہے، میرا یہ خیال صحیح ہے یا نہیں؟

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَانْكَحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلثَ وَرُبْعَ، فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾

(النساء: ۳)

”وَلِلْحَرِّ أَنْ يَتَزَوَّجَ أَرْبَعًا مِنَ الْحَرَائِرِ وَالْإِمَاءِ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى:

﴿فَانْكَحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلثَ وَرُبْعَ﴾“ (الهداية: فصل في المحرمات: ۳۱۱/۲،

شركة علمية ملتان)

(و کذا فی فتح القدیر، فصل فی المحرمات: ۲۳۹/۳، مصطفى البابی الحلبي بمصر)

(و کذا فی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: باب: وہ عورتیں جن سے نکاح درست ہے: ۲۲۵/۷، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

بیوی کو بچوں سے نہ ملنے کی سزا دینا

سوال [۵۴۶۲]: ۲..... اس کو گھر میں ابھی تک نہیں لایا اور بچوں سے نہیں ملوایا، یہ سزا کافی ہے

یا نہیں؟

بیوی کے قصور پر دوسرا نکاح ہو جائے تو مساوات ضروری ہے

سوال [۵۴۶۳]: ۳..... میرا خیال ہے کہ دوسری شادی کے بعد بھی میری پہلی عورت حج کو جا کر آگئی

تو میں دونوں کو سنبھال لوں گا۔ تو ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... غلطی انسان کے ساتھ لگی ہوتی ہے، مرد ہو یا عورت سب سے ہی کچھ نہ کچھ چھوٹی بڑی غلطی ہو جاتی

ہے، غلطی پر نادم ہو کر سچے دل سے توبہ کرنے سے اللہ پاک بھی معاف فرما دیتے ہیں (۱)۔ آٹھ مہینے تک آپ

نے اس کو الگ رکھا، یہ سزا بہت کافی ہے، اس مدت میں آپ اس کو خرچ دیتے رہے یہ مزید احسان کیا۔

۲..... بچوں سے ملوانا چاہیے، اتنی طویل جدائی اچھی نہیں (۲)۔

۳..... بلا ضرورت دوسری شادی کرنے میں اکثر پریشانی ہوتی ہے، دونوں میں اتفاق ہونا مشکل ہوتا

ہے، جو شخص دونوں کا حق ادا کر دے اور انصاف سے رہے تو اس کی اجازت بھی ہے (۳)۔ آپ خود ہی غور

(۱) ”عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ماروی عن اللہ

تبارک وتعالیٰ أنه قال: ”یا عبادی! انکم تخطئون باللیل والنهار وأنا أغفر الذنوب جميعاً، فاستغفرونی

أستغفر لکم..... اھ“۔

”عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ”کل بنی آدم خطاء، وخیر

الخطائین التوابون“۔ (مشکوۃ المصابیح، باب الاستغفار، الفصل الثانی، ص: ۲۰۳، قدیمی)

(۲) ”قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ”لعن اللہ من فرق بین الوالدۃ وولدها“۔ (فیض القدير:

۵۰۰۴/۱۰، (رقم الحديث: ۷۲۸۱)، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث وربع، فإن خفتم ألا تعدلوا فواحدة﴾

(سورة النساء: ۳)

کر لیں، حق تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے اور سب معاملات دینی و دنیاوی میں بہترین طریقہ پر مدد فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۱۳۸۸ھ۔

باپ شادی میں باجہ وغیرہ پر مصر ہو تو لڑکا کیا کرے؟

سوال [۵۴۶۴]: ایک لڑکا بالغ اپنی شادی سنت نبوی کے مطابق کرنا چاہتا ہے، مگر اس کے والد کہتے ہیں کہ شادی مع مراسم ہوگی (باجہ وغیرہ بھی شامل ہوگا)۔ ایسی صورت میں وہ لڑکا کیا کرے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اللہ تعالیٰ سے دعاء کرے، والد کو کسی بزرگ کے ذریعہ تفہیم کرائے، اللہ تعالیٰ مقلب القلوب ہے (۱)۔
فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۹۳ھ۔

بہتیجے کی مطلقہ سے نکاح کی وجہ سے ترک تعلق

سوال [۵۴۶۵]: ایک شخص مر گیا ہے، اس نے ایک بھائی اور ایک لڑکا چھوڑا، یہ لڑکا شادی شدہ ہے، اس نے کسی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، بعد عدت اس کے چچا نے خود اس سے نکاح کر لیا ہے۔ پس یہ نکاح درست ہے یا کہ نہیں؟ اگر درست ہے تو پھر گاؤں یا خاندان والوں کا اس بنا پر اس سے ترک تعلق درست ہے یا کہ نہیں؟ اور ترک تعلق بھی ایسا کہ اگر اس کے خاندان میں کوئی مر گیا ہے تو نماز جنازہ کوئی نہیں پڑھے گا، اور نہ اس کا کھانا مہیا کریں گے، پس اس مسئلہ کا تشفی بخش جواب دیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتیجے کی بیوی سے اگر کوئی دوسرا رشتہ حرمت کا نہ ہو تو اس سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے، جب طلاق

(۱) [فرع]: فی فصول العلامی: إذا رای منکراً من والدیہ یا مرهما مرة، فإن قبلاً فیہا، وإن کرها سکت عنہا، واشتغل بالدعاء والاستغفار، فإن الله تعالى یکفیه ما أهمه من أمرهما. (رد المحتار، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، مطلب فی تعزیر المتهم: ۷۸/۴، سعید)

کے بعد عدت گزار کر نکاح کیا ہے تو اس پر اعتراض کرنا غلط ہے (۱) اور اس کی وجہ سے ترکِ تعلق کر دینا ظلم ہے (۲) اور نماز جنازہ میں شرکت نہ کرنا گناہ ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۸/۹۱ھ۔

بلا نکاح کے عورت کو اپنے پاس رکھنا

سوال [۵۴۶۶]: ایک صاحب نے ایک عورت کو اپنی زوجیت میں بلا نکاح عرصہ تک رکھا جس سے لوگ یہی سمجھتے تھے کہ یہ اس کی بیوی ہے، لیکن حال ہی میں اس عورت نے کسی دوسرے سے زنا کیا، جب اس کے موجودہ شوہر کو پتہ چلا تو اس نے زدکوب کیا۔ بعد میں اس عورت نے کہا کہ میں ان کے پاس نہیں رہوں گی بلکہ اس کے ساتھ رہوں گی جس سے بُرا چرچا ہوا، موجودہ شوہر نے اس کو اجازت دیدی کہ تمہاری جہاں مرضی ہو رہو۔ کچھ دیر کے بعد لوگوں نے نکاح پڑھوانے کے لئے امام صاحب کو بلایا، لیکن امام صاحب نے کہا کہ جب تک عورت عدت نہ گزارے گی نکاح درست نہیں ہوگا۔ شوہر نے کہا کہ میں نے اس کو بلا نکاح اپنی زوجیت میں

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَحِلُّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ﴾ الآية (سورة النساء: ۲۴)

قال العلامة عماد الدین فی تفسیر هذه الآية: "أی ما عدا من ذکر من المحارم، هن لكم

حلال"۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۱، سہیل اکیڈمی، لاہور)

(و کذا فی التفسیر المنیر: ۶/۵، دارالفکر بیروت)

(و کذا فی التفسیر المظہری: ۶/۲، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات: ۴/۳، رشیدیہ)

(۲) "عن أبی ایوب الأنصاری رضی اللہ عنہ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "لا یحل للرجل أن یهجر أخاه فوق ثلاث لیل". الحدیث. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب ما بنہی عنہ من التہاجر، ص: ۴۲۷، قدیمی)

(و کذا فی عمدة القاری، کتاب الأدب، باب ما ینہی من التحاسد: ۱۳۷/۲۲، مطبعة خیریہ، بیروت)

(۳) "عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "حق المسلم علی المسلم

خمس: رد السلام، و عیادة المریض، و اتباع الجنائز". الحدیث. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الجنائز،

الفصل الأول، ص: ۱۳۳، قدیمی)

اب تک رکھا تھا، پھر امام صاحب نے نکاح پڑھا دیا۔ تو اب اس کا نکاح درست ہو یا نہیں؟ اگر عدت ضروری تھی تو پھر وہ نکاح درست نہ ہوا، اب کیا کریں؟ بتلایا جائے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا نکاح کئے یہ کہنا کہ اپنی زوجیت میں رکھا مفہوم زوجیت کا استہزاء ہے جو کہ خطرناک ہے، ایسی باتوں سے کلی پرہیز کیا جاوے، یہ زوجیت نہیں بلکہ زنا کاری ہے جو کہ ایک دوسرے کی ضد ہیں، زوجیت کی ترغیب اور بعض صورتوں میں وجوب ہے، سنت متواترہ سے ثابت ہے (۱) اور زنا کرنا حرام ہے ممنوع ہے، اس پر سخت سزا ہے (۲)۔ ہر دو کو توبہ استغفار لازم ہے کہ کبھی ایسی حرکت نہ کریں (۳)۔ جب وہ عورت کسی کے نکاح یا عدت میں نہیں ہے تو اس کا نکاح درست ہے۔ عدت زنا سے لازم نہیں ہوتی بلکہ نکاح کے بعد خاص اسباب کے تحت لازم ہوتی ہے (۴)۔

(۱) ”وہو سنة، وعند التوقان واجب - بیان لصفته - أما الأول، فالمراد به السنة المؤکدة علی

الأصح“۔ (البحر الرائق، کتاب النکاح: ۱۴۲/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح: ۳/۱۱۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب النکاح، مطلب کثیراً ما یتساهل فی إطلاق المستحب علی السنة: ۷/۳،

سعید)

(۲) قال اللہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَ، إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ (سورة بنی اسرائیل: ۳۲)

(۳) ”اتفقوا علی أن التوبة من جميع المعاصی واجبة، الخ“۔ (روح المعانی، پارہ: ۲۸، التحريم:

۲۸/۱۵۹، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(و الصحيح لمسلم، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمی)

(۴) ”(قوله: لتمحضه زنا)؛ لأنه لا شبهة ملک فيه، بل سقط الحد لظنه فضلاً من اللہ تعالیٰ، وهو راجع

إليه: أي إلى الواطی، لا إلى المحل، فكان المحل ليس فيه شبهة حل، فلا یشب النسب بهذا الوطی، ولذا

لا تثبت به عدة؛ لأنه لا عدة من الزنا“۔ (رد المحتار، کتاب الحدود، مطلب: الحکم المذكور فی بابہ

أولی الخ: ۲۳/۴، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الحدود، باب الوطی الذی یوجب الحد الخ: ۳۰/۵، رشیدیہ)

اگر عورت زنا سے حاملہ ہو تو اس کا نکاح اس حالت میں بھی درست ہے، پھر اگر اس شخص سے نکاح ہو جس کا وہ حمل ہے تو اس کو صحبت بھی درست ہے، اگر دوسرے سے ہو تو وضع حمل سے پہلے صحبت وغیرہ درست نہیں ہے۔ جو بچہ نکاح سے چھ ماہ گزرنے پر پیدا ہوا وہ شوہر سے ثابت النسب ہوگا، اگر چھ ماہ گزرنے سے پہلے پیدا ہوا تو وہ اپنی ماں کا ہوگا، اس شوہر سے نسب ثابت نہ ہوگا۔

”وصح نکاح حبلى من زنا، وإن حرم وطؤها حتى تضع. ولونكحها الزانى، حل له وطؤها اتفاقاً، والولد له، ۱ھ“۔ درمختار۔ ”(قوله: والولد له): أى إن جاءت بعد النكاح لستة أشهر، فلولا قل من ستة أشهر من وقت النكاح، لاثبت النسب، ولا إرث منه، ۱ھ“۔ ردالمحتار: ۲/۲۲۲ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۰ھ۔

رشتہ خراب ہونے پر بچوں کو برا بھلا کہنا

سوال [۵۴۶]: عرض یہ ہے کہ لڑکی کا رشتہ ہو یا لڑکے کا رشتہ ہو، اور وہ رشتہ دار غلط ہو جائیں، لڑکی کی طرف سے یا لڑکے کی طرف سے بات خراب ہو جائے تو وہ بچوں کو برا کہتے ہیں (۲) اور اس کے بچوں کو بدو عادیٰ ہیں۔ لہذا دو چار رشتہ جو کئے وہ مناسب نہیں ہوئے، بگاڑ کی صورت آگئی۔ اب بچوں کو کہتا ہے اللہ کی

(۱) (ردالمحتار للعلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى، كتاب النكاح، باب المحرمات، مطلب مهم في وطئ السراري الخ: ۳/۴۹، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيدية)

(و كذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۹، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب، كتاب الطلاق: ۱/۵۳۶، رشيدية)

(و كذا في فتح القدير، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۴/۳۵۸، ۳۵۹، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) ”بچوں کو دلال، ضامن، فیصلہ کرنے والا، نزاع دور کرنے والا“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۸۳، فیروز سنز، لاہور)

طرف سے جوڑی کا سنجوگ ہے (۱)۔ لڑکی کے والد اور لڑکے کے والد یہ کہتے ہیں کہ دیوبند سے فتویٰ منگا دو تو مجھ کو صبر آئے گا کہ خطا بچولے کی ہے یا دوسرے کی؟ لڑکے کے مقدر پھوٹے ہیں، یا اللہ کی طرف سے جوڑی سنجوگ ہے؟ اس فتوے کا جواب بھیج دیں تاکہ لڑکی والے اور لڑکے والے کو تسلی اور سکون ہو جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جوڑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شدہ ہوتا ہے، دنیا میں اس کا ظہور ہوتا ہے۔ جو شخص نیک نیتی کے ساتھ خیر خواہی کے لئے درمیان میں واسطہ بن جاتا ہے اور کوشش کرتا ہے وہ مستحق اجر و ثواب ہے۔ اگر بعد میں موافقت نہ ہو تو بچولے کو برا بھلا کہنا غلط ہے۔ ہاں! اگر بچولیا خود ہی بد خواہی کرے اور جان بوجھ کر غلط جگہ پھنسانے کے لئے رشتہ کرادے تو وہ گنہگار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۱۳۹۹ھ۔



(۱) ”سنجوگ: دوستی، ملاقات، میل ملاپ“۔ (نور اللغات: ۳/۳۶۸، سنگ میل لاہور)

سنجوگ: میل ملاپ، اتفاقی ملاقات، موقع، اتفاق، نصیب، قسمت“۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۱۲، فیروز

باب مایتعلق بالرسوم عند الزفاف

(شادی بیاہ کی رسومات کا بیان)

منگنی کے وقت مخصوص اشیاء کا لین دین

سوال [۵۴۶۸]: قبل از عقد مناکحت لڑکی والوں کا لڑکے والوں سے مٹھائی وغیرہ کا لینا بالشرط یا بلا شرط عرف کی بناء پر اور لڑکے والوں کا دینا طیب خاطر سے یا مجبوری کی وجہ سے کیا حکم رکھتا ہے؟

۲..... ڈالی مقرری کا جواز ہے یا نہیں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب جانبین سے لڑکا و لڑکی والے راضی ہو جاتے ہیں تو ایک دن مقرر کیا جاتا ہے اور اس دن لڑکے والے چند اشخاص کچھ مٹھائی وغیرہ اور لڑکی کے لئے کپڑے اور پان چھالیاں لے کر لڑکی والے کے ہاں پہنچتے ہیں اور وہاں لڑکی والے کے برادری وغیرہ کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔

سب سے پہلے ایک ڈالی میں کچھ پان چھالیاں اور کچھ نقد رکھ کر لڑکی کی والدہ یا دادی وغیرہ کے پاس بھیجی جاتی ہے، وہ سب چیزیں لے لیتی ہے اور چند پان، چند چھالیاں واپس کر دیتی ہے، بعدہ موجودہ لوگوں کو پان چھالیاں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں۔ اور بعض جگہ کا یہ بھی رواج ہے کہ اس ڈالی کو لے کر مسجد میں بھی عورتیں جاتی ہیں اور کہیں کہیں تو مزارات بلکہ ہندوؤں کے معبد میں سلام وغیرہ کرنے کو جاتی ہیں۔

اب ان صورتوں میں کیا ایک ہی حکم ہوگا، یا کیا صورت ہوگی؟ کیا جواز کی بھی کوئی صورت کسی حالت میں نکل سکتی ہے؟ جواب مفصل مع حوالہ کتب تحریر فرمایا جائے۔

۳..... جبر کر کے ڈالی مقرری کے دن یا بارات کے دن ابواب یعنی حمام وغیرہ دیگر اخراجات کے لئے روپیوں کا لڑکے والوں سے لینا کیسا ہے؟

۴..... قبل از عقد ڈالی مقرری کے دن لڑکے والوں سے کپڑے لے کر لڑکی والوں کو پہنانا کیسا ہے؟

۵..... اگر مذکورہ بالا امور کے بغیر ارتکاب کئے کہیں شادی نہ ہوتی ہو، یا بڑی مشکل ہو جاتی ہو تو ایسی

صورت میں کیا کیا جاوے؟ کیا کوئی جواز کی صورت نکل سکتی ہے یا نہیں اور تقویٰ کیا ہوگا؟ اور ایسے موقعوں پر مقتدایان قوم کو کیا کرنا چاہئے جب کہ بصورت عدم پابندی رسوم شادی قریب غیر ممکن یا عادتہ محال ہو جاتی ہے؟

خلاف شرع رسم کی پابندی

سوال [۵۴۶۹]:۶ اگر کوئی کہے کہ ہم کو ان امور کے جائز یا ناجائز سے کوئی واسطہ نہیں، ہم وہی کریں گے جو باپ دادا نے کیا ہے تو اس شخص کا کیا حکم ہے، آیا کلمہ کفر یہ ہے یا نہیں؟ امید ہے کہ سب جوابات مفصل مع حوالہ کتب متعددہ بہت جلد تحریر فرما کر ممنون فرمایا جائے۔

عبدالرزاق از پورنیہ بہار۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... "أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة". در مختار۔ وقال الشامي: "(قوله: عند التسليم): أي بأن أبي أن يسلمها أخوها أو نحوه حتى يأخذ شيئاً، وكذا لو أبي أن يزوجه، فللزوج الاسترداد قائماً أو هالکاً؛ لأنه رشوة، بزازية". شامي: ۲/۲۶۵ (۱)۔

"لو أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة". بحر: ۳/۸۷ (۲)۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ یہ رشوت ہے، اگر شرط نہ کی جائے اور لڑکے والے بطیب خاطر مگر بناء علی المعروف دیتے ہیں تب بھی بقاعدہ "تمعروف کالمشروط" ناجائز ہے۔ اگر شرط کر لی جائے اور بجبوری

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب المهر، قبیل مطلب فی دعوی الأب أن الجهاز عارية: ۳/۱۵۶، سعید)

(۲) (البحر الرائق، کتاب النکاح، باب المهر، قبیل قول الكنز: "ولو نکح ذمی ذمیة بمیئة الخ": ۳/۳۲۵، رشیدیہ)

(و کذا فی البزازیة علی هامش الفتاوی العالمگیریة، کتاب النکاح، الفصل الثانی عشر فی المهر، نوع آخر تزوجه بمهر سر أو بشیء علانیة: ۳/۱۳۶، رشیدیہ)

دیں تو اس کا ناجائز ہونا بالکل اظہر ہے، ہاں! اگر کہیں عرف نہ ہو اور بلا طلب و بلا شرط بطیب خاطر دیں تو یہ ہدیہ ہوگا اس کا لینا درست ہے:

”قال فی الوسيلة الأحمدية شرح الطريقة المحمدية: ولعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الراشي والمرتشى، ومن الرشوة ما أخذه ولي المرأة قبل النكاح إذا كان بالسؤال أو كان إعطاء الزوج بناءً على عدم رضائه على تقدير عدمه. أما إذا كان بلا سؤال ولا عن عدم رضائه، فيكون هديةً، فيجوز.“ مجموعة الفتاوى: ۲/۲۱۶ (۱)۔

۲..... اس ڈالی میں دو امر قابل غور ہیں: اول ان اشیاء کا حکم جو لڑکے والے لڑکی والوں کو دیتے ہیں۔ دوم: اس ہیئت مخصوصہ کا حکم۔ سوال میں تو وہی تفصیل ہے جو کہ جواب نمبر: ایس گزری۔ دوم کا حکم یہ ہے کہ یہ شرعاً بے اصل ہے کہ محض ایک رسم ہے، جس کا التزام کر رکھا ہے اور التزام مالا یلزم ناجائز ہے (۲)، نیز اس میں فخر اور ریاء ہے اور اس وجہ سے یہ رسم کی جاتی ہے، لہذا شرعاً ممنوع ہے۔ اس قسم کے رسوم کے مفاسد کو اور مضرات کو ”اصلاح الرسوم“ میں نہایت بسط سے بیان کیا ہے (۳)۔

۳..... قطعاً ناجائز ہے:

”ولا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. كذا في البحر“.

(۱) (مجموعة الفتاوى، مترجم لمولانا عبدالحی الکنوی، کتاب الحظر والإباحة، (استفتاء نمبر: ۷۲): ۲/۲۳۰، سعید)

(۲) ”وفیه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر، وجاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: ”إن الله عز وجل يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه“۔ (مراقبة المفاتيح، کتاب الصلوة، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الأول: ۳/۳۱، (رقم الحديث: ۹۳۶)، رشیدیہ)

”الإصرار على أمر مندوب يبلغه إلى حد الكراهة“۔ (السعاية، کتاب الصلوة، قبیل فصل فی

القراءة: ۲/۳۶۵، سهیل اکیڈمی لاہور)

(۳) (إصلاح الرسوم، لشيخ المشايخ مولانا أشرف على التهانوي رحمه الله تعالى)

ص: ۴۱، عالمگیری: ۷۷۸/۲ (۱)۔ فی ردالمحتار: ”و من السحت ما يأخذ الصهر من الختن بسبب بنته“ (۲)۔

وفی الخانیة: ”رجل خطب امرأة وهي تسكن فی بیت أختها، وزوج أختها لا یرضی بنکاح هذا الرجل إلا أن یدفع إلیه دراهم، فدفع الخاطب دراهم، کان له أن یسترد ما دفع إلیه؛ لأنه رشوة“ (۳)۔

وفی الهندیة: ”خطب امرأة فی بیت أختها أن یدفعها حتی یدفع إلیه دراهم فدفع و تزوجها، یرجع بما دفع؛ لأنه رشوة، کذا فی القنیة“ (۴)۔

۴..... اس کا جواب نمبر: ۱ میں گزرا، اس میں اتنی وسعت اور ہے کہ اگر ان کپڑوں کو مہر میں شمار کر لیا جائے تو شرعاً درست ہے، لیکن اس مخصوص رسم کا عدم جواز جواب نمبر: ۲ میں گزر چکا ہے۔

۵..... جو امور شرعاً ناجائز اور منع ہیں وہ شادی کی رعایت سے جائز نہیں ہو سکتے، انسان کو چاہئے (کہ) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اپنے دین اور شرعی احکام پر پختہ رہے، انشاء اللہ کوئی مجبوری پیش نہ آئے گی: ﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ (۵)۔ اور مقتدا کو تو ایسے مواقع میں خصوصاً احکام شرعیہ پر نہایت سختی سے جمار ہنا چاہئے، کیونکہ اس کی شرکت سے عوام کی طبائع میں ان امور قبائح کا مستحسن ہونا محتمل ہے۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۱۶۷/۲، رشیدیہ)

(و البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۶۸/۲، رشیدیہ)

وقد ذکرہ سلیم رستم باز بلفظ: ”لیس لأحد أن يأخذ مال غیرہ بلا سبب شرعی“۔ (شرح

المجلة: ۶۲/۱، المادة: ۹۷، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۲) (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، ذکر الفروع: ۴۲۴/۶، سعید)

(۳) (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب النکاح، فصل فی حبس المرأة نفسها بالمهر: ۳۹۱/۱، رشیدیہ)

(۴) (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب السیر، الباب التاسع أحكام فی المرتدین، مطلب: موجبات الکفر

أنواع، منها ما يتعلق بالعلم والعلماء: ۲۷۲/۲، رشیدیہ)

(۵) (سورة الطلاق: ۳)

۶..... ایسا سخت گناہ اور نہایت خطرناک ہے حتیٰ کہ بعض فقہاء نے ایسا کہنے والے کی تکفیر کی ہے، لہذا ایسے شخص کو فوراً توبہ کرنی ضروری ہے، جس قول کے قائل اور جس فعل کے مرتکب کی تمام فقہاء نے تکفیر کی ہو اس کو بالاتفاق تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہے اور جس کی بعض نے تکفیر کی ہو اس کے کفر و ایمان کے حق میں اگرچہ عدم کفر کی روایت کو ترجیح دی جائے گی، لیکن تجدید ایمان اور تجدید نکاح اس کو بھی احتیاطاً ضروری ہے:

”إذا قال الرجل لغيره: حكم الشرع في هذه الحادثة كذا، فقال ذلك الغير: ”من برسم كارميكيم نه بشرع“ يكفر عند بعض المشايخ“. عالمگیری: ۸۹۱/۲ (۱)۔

”سئل الحاكم عبد الرحمان عن قال: ”برسم كارميكيم نه بحكم شرع“. هل هو كفر؟ قال: إن كان مراده فساد الحق وترك الشرع واتباع الرسم لا رد الحكم، لا يكفر، كذا في المحيط“. عالمگیری: ۸۸۱/۲ (۲)۔

”ما كان في كونه كفراً اختلافاً، فإن قائله يؤمر بتجديد التكاح و بالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط“ (۳) ”إذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر ووجه واحد يمنع، فعلى المفتي أن يميل إلى ذلك الوجه، كذا في الخلاصة (۴)۔“ ”في البرازية: إلا إذا صرح بإرادة توجب الكفر، فلا ينفعه التأويل، كذا في البحر الرائق“ (۵)۔

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، موجبات الكفر انواع، منها مایتعلق بالعلم والعلماء: ۲۷۱/۲، ۲۷۲، رشیدیہ)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في أحكام المرتدين، منها ما يتعلق بذات الله تعالى و صفاته و غیر ذلك: ۲۵۸/۲، رشیدیہ)

(۳) العبارة المذكورة من أولها إلى آخرها من الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲۸۳/۲، رشیدیہ)

(۴) (خلاصة الفتاوى، كتاب ألفاظ الكفر، الفصل الثاني في ألفاظ الكفر ما يكون كفراً الخ أما الأول في المقدمة: ۳۸۲/۳، رشیدیہ)

(۵) (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۱۰/۵، رشیدیہ)

(و كذا في البرازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الثاني فيما يكون كفراً من المسلم الخ: ۳۲۰/۶، رشیدیہ)

”ثم إن كان نية القائل الوجه الذي يمنع الكفر، فهو مسلم، وإن كان نيته الوجه الذي يوجب التكفير، لا ينفعه فتوى المفتي، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك، وتجديد النكاح بينه وبين امرأته“. كذا في المحيط والبحر (۱) وغير ذلك من كتب الفقه۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۱/۵۴ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۷/۱/ذیقعدہ/۵۴ھ، جوابات صحیح ہیں: سعید احمد غفرلہ۔

منگنی میں باجہ

سوال [۵۴۷۰]: منگنی میں باجہ لے جانا ضروری ہے، والدین بھی کہتے ہیں کہ اگر میں باجہ نہیں لے گیا تو لوگ مجھے دھوکہ باز کہیں گے، اب میرے لئے مشکل ہے، اس لئے والدین مجبور کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

باجہ بجانا اور سننا اور باجہ جس محفل میں ہو اس میں شرکت کرنا سب منع ہے (۲) اور ناجائز کام میں کسی کی اطاعت نہیں، والدین ہوں یا کوئی اور ہو: ”لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق“، الحدیث۔ مشکوٰۃ شریف (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

منگنی پر کچھ رقم لینا

سوال [۵۴۷۱]: یہاں گاؤں میں یہ رواج ہے کہ لڑکی کی شادی کی جب بات چیت ہوتی ہے تو لڑکے والے آکر گاؤں کے برادری والوں کو بلاتے ہیں جب سب جمع ہوتے ہیں تو لڑکے والے سے دس پانچ

(۱) (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۵/۲۰۹، ۲۱۰ رشیدیہ)

(۲) ”قال رحمه الله تعالى: السماع والقول والرقص الذي يفعله المتصوفة في زماننا حرام، لا يجوز القصد إليه والجلوس عليه، وهو الغناء والمزامير سواء“، (الفتاوى العالمگیریہ، کتاب الحظر

والإباحة، الباب السابع عشر في الغناء واللهو الخ: ۵/۳۵۲، رشیدیہ)

(۳) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثانی، ص: ۳۲۱، قدیمی)

روپیہ خرچ لیتے ہیں، اس لئے لیتے ہیں کہ برادری کو بلانے کے لئے حجام جاتا ہے تو اس میں کچھ پیسہ اس کو دیا جاتا ہے اور جو لوگ آتے ہیں ان کی تواضع چائے، پان وغیرہ سے کی جاتی ہے۔ تو برادری والوں کا یہ روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر اس کو مسجد میں دیدیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکی کی بات چیت پختہ کرنے کے موقع پر لڑکے والے سے کچھ رقم لینا کہ نائی کو دیجائے گی اور برادری کو جمع کر کے چائے پان میں خرچ کی جائے گی، یہ غلط رسم ہے (۱)، اس کو ختم کیا جائے، نہ نائی کی ضرورت ہے نہ برادری کو جمع کرنے کی، بلکہ گھر کے بڑے جس طرح مناسب ہو ایک دو آدمی سے مشورہ کر لیں۔ ایسی جمع کردہ رقم جس سے لی ہے اس کو واپس کر دیں، وہ اپنی خوشی سے مسجد میں دیدے تو مسجد میں خرچ کر دینا بھی درست ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۴/۹۲ھ۔

منگنی کے موقع پر لڑکے کے والد کا مجمع کو سلام کرنا

سوال [۵۲۷۲]: بوقت منگنی جب جوڑا وغیرہ دیا جاتا ہے تو لڑکے کے والد پورے مجمع کو سلام

کرتے ہیں۔ یہ سلام کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سلام شرعی نہیں، رسم و رواج کا سلام ہے جو قابل ترک ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۹۵ھ۔

منگنی میں کپڑا بدلتے وقت لڑکے کو چاول، پان، چھالی پُجھانا

سوال [۵۲۷۳]: منگنی میں جب لڑکے کو کپڑا پہنایا جاتا ہے تو عورتیں گھر بلا کر لے جاتی ہیں اور

چراغ، چاول، پان کا پتہ، گھاس، چھالی وغیرہ سے لڑکے کو چماتی ہیں، جس میں محرم، وغیرہ محرم سب عورتیں ہوتی ہیں۔

(۱) تقدم تخريجه تحت عنوان "منگنی کے وقت مخصوص اشیاء کا لین دین"۔

شادی سے پہلے گھر کو لیپنا اور انگلیوں کے نشانات لگانا

سوال [۵۴۷۴]: ۲..... شادی سے دو چار دن پہلے گھر کو لیپنا ضروری سمجھا جاتا ہے اور انگلیوں کے نشانات اور رنگ کے چھینٹے وغیرہ دیواروں پر دیئے جاتے ہیں۔

لڑکے کو مہندی، اُبٹن لگانا

سوال [۵۴۷۵]: ۳..... شادی سے کچھ دن پہلے لڑکے کو مہندی لگاتے ہیں اور اُبٹن لگاتے ہیں (۱) اور اُبٹن دانا جلا کر بنایا جاتا ہے مثلاً جو۔

دو لہے کو نہلانے کا انتظام، عورت کا ساڑی کی گورڈالنا

سوال [۵۴۷۶]: ۴..... لڑکے کو سسرال جاتے وقت نہلانے کے لئے خاص انتظام کرتے ہیں، گڑھا کھود کر اوپر سے تختہ ڈال کر لڑکے کو بٹھاتے ہیں اور اس کے سر پر ایک محرم عورت اپنی ساڑی یا دوپٹہ کا کور ڈالے ہوئے ہوتی ہے اور کپڑا پہناتے وقت تک ڈالے رہتی ہے اور پھر لڑکے کو مسجد میں لے جاتے ہیں اور کثیر تعداد میں عورتیں اس کے ساتھ گیت گاتی جاتی ہیں، اس میں اکثر حصہ فحش کلام کا ہوتا ہے۔

سسرال پہونچنے پر دو لہے کے ساتھ کیا جانے والا معاملہ

سوال [۵۴۷۷]: ۵..... سسرال جانے پر لڑکے کو فوراً لڑکی کے گھر لے جاتے ہیں اور وہاں بھی چومنا ہوتا ہے اور لڑکے کو اس کی سالیوں وغیرہ شربت پلاتی ہیں جس میں جونک وغیرہ کے پانی کا غلبہ ظن ہوتا ہے اور تمام عورتیں گیت گاتی ہوتی ہیں جس میں لڑکے کے ماں باپ، دادا دادی وغیرہ کو بہت سی گالیوں سے بھی نوازا جاتا ہے اور لڑکے کو تمام لوگوں کے سامنے مجلس میں گھر کے کل کپڑے کو نکال کر سسرال کا کپڑا پہنایا جاتا ہے جس میں نظریہ سحر وغیرہ کا غلبہ ظن ہوتا ہے۔

دو لہے سے دو لہن کے سر پر سیندور ڈلوانا وغیرہ

سوال [۵۴۷۸]: ۶..... پھر لڑکے کو کھانا کھلاتے وقت آدمی متعین ہوتے ہیں جو کچھ باقی رہنے کے

(۱) ”اُبٹن: ایک خوشبودار مصالحہ جو جسم کو صاف اور ملائم بنانے کے لئے ملا جاتا ہے۔“ (فیروز اللغات، ص: ۵۱، فیروز

ساتھ لڑکے کے آگے سے پلیٹ اٹھا لیتے ہیں اور لڑکی کو باعث تبرک سمجھ کر کھلاتے ہیں اور لڑکے کو گھر بلایا جاتا ہے جس میں محرم و غیر محرم سب عورتیں ہوتی ہیں اور لڑکے کے سامنے لڑکی کے چہرہ کو کھول کر بٹھا دیتے ہیں، اس کے سر پر سیندور ڈالنے کو کہتے ہیں۔ اور ایک کبیل پر چھالی رکھ کر جسے تیل سے بھگوئے ہوتے ہیں ریل کے پتھر سے توڑنے کو کہتے ہیں، وہ اڑ جاتا ہے تو لڑکے کو بہت گالیاں دیتی ہیں اور دو باپ کا کہا جاتا ہے اور کچھ لڑکیاں پان کے پتے کو گراتی جاتی ہیں اور لڑکے سے اس کے اٹھانے کے لئے کہا جاتا ہے۔

کنبہ والوں کو کپڑے دکھلانا، جہیز کی نمائش اور اس کی فہرست

سوال [۵۴۷۹]: لڑکا اور لڑکی کے کپڑے کو تمام کنبہ والے کو دکھا کر رکھا جاتا ہے اور ضروری سمجھا جاتا ہے اور جہیز کے سامان کو تمام لوگوں کے سامنے شمار کیا جاتا ہے اور ایک فہرست لکھ کر لڑکے والے کو دیتے ہیں اور ایک ایک اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ ان سب کا حکم کتاب و سنت کی روشنی میں نوازیں اور ان کے ثبوت کو پیش کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... یہ رسم خلاف شرع ہے، اس کو بند کرنا لازم ہے (۱)۔

۲..... صفائی کے لئے گھر کو لینے میں تو مضائقہ نہیں، مگر انگلیوں کے نشانات وغیرہ لگانا غلط رسم ہے، اس کو بند کیا جائے (۲)۔

(۱) غیر محرموں کے ساتھ اختلاط شرعاً مذموم و ممنوع ہے اور چونکہ اس رسم میں اس کا ارتکاب ہوتا ہے اور ہر ایسا فعل جس میں ارتکاب منہیات ہو، اس کو ترک کرنا اور بند کرنا لازم ہے:

قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”و خلاصة الكلام: من أبصر ما أنكره الشرع“ فليغيره“: أي بأن يمنع بالفعْل بأن يكسر الآلات و يريق الخمر، الخ“۔ (مراقبة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۸/ ۸۶۱، رشیدیہ)

(۲) انگلیوں کا یہ نشان غیر مسلموں کے ساتھ تشبہ ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے:

”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه بقوم، فهو منهم“۔ رواه أحمد وأبو داود“۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص:

۳..... یہ بھی کوئی شرعی چیز نہیں، قابل ترک رسم ہے، اس میں عورتوں کے ساتھ تشبہ بھی ہے جس کی ممانعت آئی ہے (۱)۔

۴..... اس رسم کو بالکل بند کر دیا جائے (۲)۔

۵..... اس کو بھی بند کیا جائے (۳)۔

= وقال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ تحتہ: "أی من شبّه نفسه بالكفار مثلاً فی اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار قال الطیبی رحمہ اللہ تعالیٰ: هذا عام فی الخلق والخلق والشعار قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غیر". (مرقاۃ المفاتیح: ۸/۵۵، رشیدیہ)

(۱) "وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: لعن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المتخشین من الرجال، والمترجلات من النساء، وقال: "أخرجوہم من بیوتکم" رواہ البخاری۔

"وعنه قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال" رواہ البخاری۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول ص: ۳۸۰، قدیمی)

قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ تحت الحديثین: "فی الزی واللباس والخضاب والصوت والصورة والتکلم وسائر الحركات والسکنات فهذا الفعل منہی؛ لأنه تغیر لخلق اللہ ففی شرعة الإسلام: الحناء سنة للنساء، ویکره لغيرهن من الرجال، إلا أن یكون لعدو؛ لأنه تشبه بهن والعجب من أهل الیمن فی أن رجالهم یتحنون مع أن هذا شعار الرافضة أيضاً والثانی: من یتکلف أخلاق النساء وحركاتهن وسکناتهن وزیئهن، فهذا هو المذموم الذی جاء فی الحديث لعنه". (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول: ۸/۲۱۶، ۲۱۷، رشیدیہ)

نیز یہ روایات کا شعار بھی ہے جیسا کہ اوپر کی عبارت میں تصریح ہے۔

(۲) "و یکره إنشاد ضالة أو شعر، الخ" (الدر المختار). "وقد أخرج الإمام الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرح مجمع الآثار أنه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہی أن تُنشد الأشعار فی المسجد ثم وفق بینہ و بین ما ورد أنه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضع لحسان منبراً ینشد علیہ الشعر بحمل الأول علی ما كانت علی قریش تهجوه به، و نحوه مما فیہ ضرر". (رد المحتار، کتاب الصلوة، باب ما یفسد الصلوة و ما یکره فیها، مطلب فی إنشاد الشعر: ۱/۶۶۰، سعید)

(۳) ایسے اشعار کہنے سے شریعت مطہرہ نے منع کیا ہے جن میں کسی مسلمان کی تحقیر ہو، اور مسلمان کے محترم ہونے کی بناء پر اس کی =

۶..... اس کو بھی بند کیا جائے۔

۷..... سامان اس طرح اعلان کے ساتھ دینا اور سب کو دکھانا غلط طریقہ ہے، اس کو بند کیا جائے۔ دیتے ہوئے سامان کی فہرست بنا کر دینا اور اپنے پاس رکھنا درست ہے، مگر حیثیت سے بڑھ کر قرض وغیرہ لے کر سامان دینا بھی غلط ہے۔ ان رسوم کی تفصیل اور ان کے مفاسد ”اصلاح الرسوم“ میں درج ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

شادی میں اسراف

سوال [۵۴۸۰]: جس کے پاس پانچ سو روپیہ ہوں اور تمام کو تقریب شادی میں خرچ کر دے تو یہ اسراف بیجا ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

بے محل خرچ کرنا اسراف میں داخل ہے اور اسراف ممنوع ہے: ﴿ولا تسرفوا إنه لا يحب المرففين﴾ (۱) اگر سب مال خرچ کرنے کے بعد محتاج ہو گیا اور اس کے پاس پھر کچھ نہیں رہا تو اسراف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم۔

= شان میں ایسے اشعار کہنا حرام ہے:

”عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”سباب المسلم فسوق وقتاله كفر“. متفق عليه“. (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الأداب، باب حفظ اللسان الخ، الفصل الأول، ص: ۴۱۱، قدیمی)

”وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لأن يمتلىء جوف رجل قبحاً يريه خيرٌ من أن يمتلى شعراً“. متفق عليه“. (مشکوٰۃ المصابیح، باب البيان والشعر من کتاب الأداب، الفصل الأول، ص: ۴۰۹، قدیمی)

”قلت: الظاهر الإطلاق ولعل وجه تخصيصه بالذكر تنبيه على أنه أقبح أنواعه، أو إشعاراً بأن الشعر مذموم؛ لأنه قد يؤدي إلى ذلك“. (مرقاۃ المفاتیح: ۵۴۶/۸، رشیدیہ)

(۱) (سورة الأعراف: ۳۱)

شادی ۳/۱۳/۲۳ تاریخ میں نہ کرنا

سوال [۵۲۸۱]: عام رواج ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر لوگ تاریخ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مہینہ کی ۳، ۱۳، ۲۳ تاریخ نہ ہونا چاہئے اور باقی تاریخیں کوئی بھی رکھی جائیں۔ اگر کبھی ۲/ تاریخ یا ۷/ تاریخ وغیرہ مقرر ہوگئی تو یہ ہوتا ہے کہ نکاح دن میں ہو جائے ۳/ یا ۸/ نہ ہونے پائے۔ اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ رواج شرعاً بے اصل ہے۔ اس کی پابندی لازم نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

شادی کی رسوم

سوال [۵۲۸۲]: ضلع انک کے دیہات کے مسلمانوں میں بوقت شادی رسومات ذیل ہوتی ہیں:

نکاح سے ایک روز پہلے برادری کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور دولہا کے دائیں ہاتھ میں چاندی کا ایک کڑا پہنایا جاتا ہے اور اس ہاتھ میں ایک رنگین ڈورا بھی باندھا جاتا ہے جس کو وہ ”گانا“ کہتے ہیں، اس میں ایک چھلہ لوہے کا پڑا ہوتا ہے۔ پھر میراثی گانا شروع کرتے ہیں، اس کے گانے کے ساتھ برادری کی عورتیں ناچتی ہیں، اور برابر ڈھولکی وغیرہ بجتی رہتی ہے۔ پھر شام کو دولہا اور برادری کے مرد اور عورتیں ان کے آگے میراثی ہوتے ہیں، یہ لوگ گاتے ہوئے گاؤں کا چکر لگاتے ہیں، اس کو وہ لوگ ”چانولہ“ کہتے ہیں۔ اس کے بعد واپس

(۱) دنوں کے بارے میں ایسا اعتقاد رکھنا کہ فلاں فلاں دن منحوس ہے، یہود کا عمل اور طریقہ ہے:

”سئل نفع اللہ بعلومہ: السؤال عن النحس والسعد وعن الأيام والليالي التي تصلح لنحو السفر والانتقال ما يكون جوابه؟ فأجاب رضي الله تعالى عنه: من يسأل عن النحس وما بعده، لا يُجاب إلا بالإعراض عنه، وتسفيه ما فعله، وبيّن له قبحه، وأن ذلك من سنة اليهود لا من هدى المسلمين المتوكلين على خالقهم وبارئهم، الذين لا يحسبون و على ربهم يتوكلون. وما ينطق من الأيام المنطوقة ونحوها عن علي كرم الله وجهه باطل كذب، لا أصل له، فليحذر من ذلك، والله تعالى أعلم.“

(الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيتمي رحمه الله تعالى، مطلب في الجواب عن الأيام وسعيدها

ونحيسها، ص: ۴۱، ۴۲، قديمي)

جا کر دلہن کو مرد اور عورتیں مہندی لگاتے ہیں، پھر صبح نکاح کیا جاتا ہے۔ لہذا علمائے کرام سے دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ رسوم شرعاً درست ہیں یا نہیں؟ ان عورتوں کے مرد دیوث ہیں یا نہیں؟

کیا وہاں کے علمائے کرام کا فرض نہیں ہے کہ ان رسوم کے چھڑانے میں کوشش کریں؟ ونیز کیا علماء کو حق ہے کہ ان رسوم میں ان کے ساتھ شریک رہیں، ونیز کیا علماء کا فرض نہیں کہ ایسی منہیات سے روکیں؟ اگر وہ باز نہ آویں تو کیا علماء کو جائز ہے کہ ان کا نکاح نہ پڑھاویں اور نہ ان کی دعوت میں شریک ہوں؟ چنانچہ ایک مرتبہ ایک عالم کے سمجھانے پر سب نے ان بدعات سے بچنے پر عہد و پیمان کیا اور یہ طے پایا کہ جو شخص ان محرمات کا مرتکب ہوا، امام اس کی دعوت قبول نہ کرے اور نہ نکاح پڑھاوے، لیکن امام صاحب جو اس عہد و پیمان میں شریک ہیں بعد میں انہوں نے عہد شکنی کی اور ایسے شخص کے یہاں نکاح بھی پڑھایا اور دعوت بھی کھائی۔ لہذا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ رسوم خلاف شرع اور ناجائز ہیں۔ مرد کو چاندی کا زیور پہننا حرام ہے (۱)۔ ڈھولکی بجا کر اس طرح گانا، ناچنا (۲) اور گاؤں کا طواف کرنا، عورتوں کا نامحرموں کے ساتھ آنا سب بے حیائی اور جہالت کی رسمیں ہیں،

(۱) ”و لا يتحلى الرجل بذهب و فضة مطلقاً“ (الدر المختار). ”أى لا يتزين سواء كان في

حرب أو غيره“. (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۳۵۸/۶، ۳۵۹، سعید)

(۲) ”عن جابر رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”الغناء ينبت النفاق

فى القلب كما ينبت الماء الزرع“. رواه البيهقى فى شعب الإيمان“. (مشکوۃ المصابیح، کتاب

الأداب، قبیل باب حفظ اللسان والغیبة والشتیم، ص: ۴۱۱، قدیمی)

قال الملا على القارى رحمه الله تعالى تحته: ”قال النووى فى الروضة: غناء الإنسان بمجرد

صوته مكروه، و سماعه مكروه، وإن كان سماعه من الأجنبية، كان أشد كراهة“. (مرقاۃ المفاتیح،

کتاب الآداب، باب البیان والشعر، الفصل الثالث (رقم الحديث: ۴۸۱۰): ۵۵۷/۸، رشیدیہ)

”و كره كل لهو“. (الدر المختار). وقال ابن عابدين: ”والإطلاق شامل لنفس الفعل و

استماعه، كالرقص والسخرية والتصفیق فإنها كلها مكروهة؛ لأنها زى الكفار“. (رد المحتار،

کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۹۵/۶، سعید)

ان کو مٹانے کی کوشش ہر شخص کے ذمہ حسب حیثیت لازم ہے، خاص کر علماء کے ذمہ یہ فریضہ زیادہ ہے۔ جس مجلس میں رسوم مذکورہ ہوتی ہیں اس میں شرکت ممنوع ہے، خاص کر ائمہ اور علماء کو بہت زیادہ ایسی مجلس کی شرکت سے اجتناب لازم ہے (۱)۔

خاص کر جب کہ وہاں کے عوام کو علماء کے ساتھ اس قدر تعلق ہو کہ ان کے کہنے سے اصلاح کی بہت زیادہ توقع ہے تو ان کو ہرگز ہرگز ایسی مجالس میں شریک نہیں ہونا چاہیے، بلکہ نکاح پڑھنے اور شریک ہونے کے لئے اولاً شرط کر لی جائے کہ ان رسوم کو ترک کر کے توبہ کرو اور شریعت کے مطابق شادی کرو تو ہم شریک ہوں گے ورنہ نہیں، جو شخص اس قسم کا عہد کر کے بلا کسی مجبوری کے عہد شکنی کرے وہ گناہ گار ہے، اس کو توبہ لازم ہے (۲)، ایسے رسوم کے پابند عوام کی نماز ایسے عہد شکن امام کے پیچھے درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

شادی کی رسوم

سوال [۵۴۸۳]: ہمارے یہاں شادیوں میں بارات کا طریقہ ہے جو گھوڑا جوڑا توڑا سہرا گولا، فوٹو کشی وغیرہ کرتے ہوئے لڑکی والوں کے یہاں جاتے ہیں اور اعلان نکاح گولا باریوں سے ہوتا ہے، سہرا بھی لفظ ”سہرا“ کی صراحت کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ دولہا اپنے چند دوستوں کو لڑکی کے گھر لے جاتا ہے، نامحرموں سے

(۱) ”من دُعیٰ الی ولیمۃ، فوجد ثمة لعباً أو غناءً إذا کان (مقتدی بہ) ولم یقدر علی منعہم، فإنہ یخرج ولا یقعد. ولو کان ذلک علی المائدة، لا ینبغی أن یقعد وإن لم یکن مقتدی بہ، وهذا کله بعد الحضور، وأما إذا علم قبل الحضور، فلا یحضر“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثانی فی الہدایا والضیافات: ۵/۳۴۳، رشیدیہ)

(۲) ”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”آیۃ المنافق ثلاث: إذا حدث کذب، وإذا وعد أخلف، وإذا أؤتمن خان“۔

”وعن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”أربع من کن فیہ کان منافقاً خالصاً، ومن کان فیہ خصلۃ منہن کان فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعہا: إذا أؤتمن خان، وإذا حدّث کذب، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر“۔ الحدیث۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق: ۱/۱۰، قدیمی)

ہنسی مذاق وغیرہ کیا کیا ہوتا ہے، سہیلیاں رومال آئینہ وغیرہ دیتی ہیں۔ جہیز بھی ایک نمائش اظہارِ مالداری غریب لڑکیوں کی دل آزاری ہی دے دیا جاتا ہے۔

لڑکی والے کے یہاں شادی کے موقع پر اکثر جہیز لے کر آتے ہیں تب ہی دکھاتے ہیں۔ جہیز کپڑا، غلہ یا پیسے کی شکل میں ہوتا ہے جو صورتِ تعاونِ حقیقہٴ قرضہ ہوتا ہے جو دینے والے کو اس کی بیٹی کی شادی کے موقع پر وصول ہو جاتا ہے۔ ایسی شکل میں بارات جانے اور لڑکی والوں کے یہاں شادی کے موقع پر کھانا کھانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح ایک شرعی حکم ہے جس کو ادائے سنت کے لئے ماثور طریقہ پر کرنا چاہئے، اور جو کچھ آپ نے سوال کیا ہے یہ مجموعہٴ خرافات و غلط رسومات اس قابل نہیں کہ اس کو اختیار کیا جائے۔ ایسی بارات میں شامل ہونا بھی غلط ہے، اس سے پورا پرہیز کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۴/۱۴۰۶ھ۔

شادی کی بعض رسوم

استفتاء [۵۴۸۴]: ہماری برادری میں حسبِ تفصیل امور پنچایت محلہ پلکھن تلہ سہارنپور نے اس طرح پر مقرر کئے ہیں:

..... یہ کہ جب کسی کی شادی ہو تو منڈھے کا ہونا لازمی ہے، اہل شادی کو لازم ہوگا کہ منڈھے کی تقریب میں بجائے مکانیہ کھانا کھلانے کے بوڑھے، بچے، مرد، عورت کا کھانا بطورِ ہبہ کے ہر شخص کے مکان پر پہنچادے اور کھانے کی رکابی میں کھانا، چاول، پلاؤ وغیرہ فی کس ڈیڑھ سیر پنختہ وزن..... گھی سے کم نہ ہو اور یہ بھی

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَنْ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا، فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السَّبِيلَ، فَتَفْرَقَ بَكُمُ عَنْ سَبِيلِهِ﴾

الآیۃ. (سورۃ الأنعام: ۱۳۴، ۱۳۵)

قال العلامة الآلوسی تحتہا: ”إشارة إلى شرعه عليه الصلوة والسلام ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا السَّبِيلَ﴾: أى

الضلالات..... وأخرج ابن المنذر وعبد بن حميد وغيرهما أنها البدع والشبهات“۔ (روح

المعانی: ۵۶/۸، ۵۷، دار إحياء التراث العربی بیروت)

قرار دیا ہے کہ اہل شادی کو لازم ہوگا کہ اگر کھانا پلاؤ کا ہوگا تو پلاؤ میں فی دیک ڈھائی سیر پختہ گھی اور زردہ میں پانچ سیر گھی، دال میں سوا سیر پختہ گھی، شوربہ میں سوا سیر سے کم نہ ہوگا، یہ امر ضروری ہے۔ اور یہ بھی قرار دیا گیا ہے کہ جس شخص کے یہاں اہل شادی کھانا پہنچائے گا اس شخص کو لازم ہوگا کہ وہ اہل شادی کے یہاں نو تہ ضرور دے، اس وجہ سے کہ اہل شادی نے قرضہ لے کر کھانا تقسیم کیا ہو تو وہ نو تہ لے کر اپنا قرض ادا کر دے۔

۲..... ہر شخص اہل برادری کو لڑکا یا لڑکی کی شادی کرنے سے پہلے بھاجی کا ایک مرتبہ کرنا لازمی ہے، بھاجی کا طریقہ یہ ہے کہ فی کس مرد، عورت، بچہ، بوڑھا کے لئے وزنی آدھ سیر پختہ چاول خام اور آدھ پاؤ پختہ دال خام دینی ہوگی۔ اگر پکے ہوئے کھانے کی تقسیم کرے گا تو مطابق سوال نمبر: ۱ کے کھانا دینا ہوگا۔

۳..... ایک رسم بری کی ہے جو لڑکے والے کی طرف سے لڑکی کے یہاں دی جاتی ہے جس کی تفصیل

حسب ذیل ہے:

سہاگ پڑہ	کھانڈ پونڈ	ہندی	ڈوری	کھیلیں	میوہ	کنگھی	سرمہ دانی	شکر	بڑے پان	عطر	جوڑہ کپڑے
ایک	ایک	۱/۱ ماہ	۲/۲ ماہ	۵/۵ ماہ	۵/۵ ماہ	ایک	ایک	۲۵/۲۵ سیر پختہ	۱۰۰/۱۰۰ عدد	ایک شیشی	۱۱/۱۱ عدد

میں نے بوجہ جنگ وجدال بروقت پنچایت ان امور مندرجہ بالا میں کچھ دخل نہیں دیا، جب کہ ان امور کا ایک شادی میں اجرائے حسب دستور مقررہ ہو تو میں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا تو مجھ کو اہل برادری نے علیحدہ کر دیا اور میری ایذا رسانی کے درپے ہیں۔ تو شرعاً جملہ برادری کا ان امور کو لازمی قرار دینا کیسا ہے اور میرا ان امور پر عمل نہ کرنا کیسا ہے؟ فقط۔

مشتاق احمد خان، اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ ٹیکہ، ضلع سہارنپور۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

امور مذکورہ کی پابندی شرعاً کسی پر واجب نہیں، جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے اس میں برادری یا کسی اور کی اطاعت جائز نہیں: ”لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق“ (۱)۔ یہ امور بدعت

(۱) (فیض القدیر، (رقم الحدیث: ۹۹۰۳): ۶۲۸۶/۱۲، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ)

”وعن النواس بن سمرعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

”لا طاعة لمخلوق“، الحدیث. رواہ فی شرح السنة“ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الإمارة والقضاء، =

نا جائز اور گناہ ہیں (۱)، ان پر اصرار گناہ پر گناہ ہے (۲)۔ ایسی دعوت کا کھانا کسی طرح جائز نہیں:

”لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي، كذا في البحر“.

عالمگیری (۳)۔

جو شخص برادری کے اس قانون کو توڑے گا وہ اجر کا مستحق ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ذیقعدہ/۵۳ھ۔

= الفصل الثانی ص: ۳۲۱، قدیمی

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى تحت الحديث: ”وقال محمد بن الحسن: لا يسمع المأمور أن يفعله حتى يكون الذي أمره عدلاً، وحتى يشهد عدلٌ سواه على أن على المأمور ذلك عن علي رضي الله تعالى عنه قال: دعاني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: فقال: علي كرم الله تعالى وجهه: ولكني أعمل بكتاب الله وسنة رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم ما استطعت له، فما أمرتكم من طاعة الله، فحق عليكم طاعتي فيما أحببتم أو كرهتم، وما أمرتكم بمعصية الله أنا أو غيري، فلا طاعة لأحد في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف“ حديث حسن رواه الحاكم في صحيحه، وقال: صحيح الإسناد ولم يخرجاه. (مرواة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني: ۲/۲۷۴، ۲۷۵، رشيدية)

(۱) ”وعن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه، فهو رد““. (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول، ص: ۲۷، قدیمی)

(۲) کسی مندوب یا مستحب کام پر اصرار اور اس کو لازم سمجھنے سے کراہت کی حد تک پہنچ جاتی ہے، چہ جائے کہ کوئی کام سرے سے ثابت ہی نہ ہو:

”الإصرار على أمر مندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع“. (السعاية، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القرآءة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمی لاہور)

(۳) (الفتاویٰ العالمگیریہ، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۲/۱۶۷، رشيدية)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۵/۶۸، رشيدية)

شادی وغیرہ میں رسوم مروجہ

سوال [۵۴۸۵]: الرسوم المروجة في النكاح والعقيقة و سائر الأفراح مخالفة المأثور عن السلف الصالحين المختلفة باختلاف عادات الناس كلها باطلة، يجب قلعها وقمعها وردها إلى ما هو المتوارث عن السلف۔

الجواب حامداً ومصلياً:

البدعات والرسوم الغير الثابتة التي يلتزمونها مثل العبادات باطلة، يجب ردها وقلعها، سواء كانت متعلقة بالعبادات أم بالمعاملات والمعاملات وغيرها (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۱/۸۸ھ۔

نکاح میں ایک جوڑا دے یا دو جوڑے؟

سوال [۵۴۸۶]: نکاح میں ایک جوڑا لے جانا ضروری ہے یا دو جوڑے اور جوڑے کے ساتھ زیور کون سا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کچھ بھی ضروری نہیں، ضروری سمجھنا غلط ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔
حرره العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

شادی میں دلہن کے لئے سرخ جوڑا

سوال [۵۴۸۷]: بعض جگہوں کا دستور ہے کہ شادی میں شوہر کی طرف سے دلہن کے لئے سرخ

(۱) "وفيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر"۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوۃ۔ باب الذعاء فی التشہد، الفصل الأول (رقم الحدیث: ۹۴۶): ۳/۳۱، رشیدیہ)

"الإصرار على أمر مندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع"۔ (السعاية، باب صفة الصلوۃ، قبیل فصل فی القراءة: ۲/۲۶۵، سہیل اکیڈمی لاہور)
(۲) (سیاتی تخریجہ تحت المسئلة الآتیہ)

رنگ کا پورا جوڑا یعنی دوپٹہ، پانجامہ، قمیص سب سرخ رنگ ہی کا ہوتا، جس دن شادی ہوتی ہے تو عورت کو وہی کپڑا پہنایا جاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صورت میں افضل یہی ہے کہ کوئی دوسرا؟ جو افضل ہو اس کو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دستور التزام مالا یلزم ہے، افضلیت کی تصریح نہیں دیکھی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۲/۱۳۹۱ھ۔

شادی میں روپیہ لینے کی شرط

سوال [۵۴۸۸]: ایک بالغ لڑکا غیر شادی شدہ ایک لڑکی سے عقد کرنا چاہتا ہے، مگر وہاں پر والد صاحب نے اس لئے شادی کرنے سے انکار کر دیا کہ کچھ ان بن ہوگئی، حالانکہ پہلے وہاں رشتہ کیا تھا۔ دوسری جگہ جہاں لڑکے کو آٹھ ہزار روپے دینے کا وعدہ کیا ہے بات کر لی، لڑکے نے ان آٹھ ہزار روپوں کو ٹھکرا دیا اور پہلی جگہ اپنی مرضی سے شادی کر لی جب کہ والد صاحب اصرار و ضد کی وجہ سے ناراض ہو گئے۔ تو مذکورہ صورت میں لڑکا والد کا نافرمان ہوگا کہ نہیں، اگر نہیں تو کیوں اور اگر ہوگا تو کیوں؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آٹھ ہزار روپے لڑکے کے لئے شرط قرار دینا غلط ہے، ناجائز ہے۔ ناجائز کام میں والد کی اطاعت نہیں، اگر لڑکے نے اس غلط روپے سے بچنے کے لئے اپنی شادی خود کر لی تو وہ نافرمان نہیں ہوا:

”لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق“۔ الحدیث (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۱۴۰۶ھ۔

(۱) ”نعم الجهر المفطر ممنوع شرعاً..... أو التزم كالتزام الملتزمات، فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروهاً“۔ (مجموعة رسائل اللکهنوی، سباحة الفكر في الجهر بالذكر: ۳/۳۴، إدارة القرآن کراتشی)

(ومرقاة المفاتيح، کتاب الصلوة، باب فی الدعاء فی التشهد، (رقم الحديث ۹۴۶): ۳/۳۱، رشیدیہ)

(۲) (مشکوۃ المصابیح، کتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثانی: ۲/۳۲۱، قدیمی)

نکاح کے بعد مصافحہ

سوال [۵۲۸۹]: ۱..... ہمارے اطراف میں رواج ہے کہ جب نکاح پڑھا کر ختم کرتے ہیں تو بعد میں فوراً دولہا حاضرین مجلس سے مصافحہ کرتا ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی شخص اس کو بدعت سمجھ کر نہ کرے تو اس کو بے ادب اور برا بھلا کہنا اور یہ کہنا کہ یہ بدعت حسنہ ہے، یا جائز ہے یا نہیں؟

نکاح کے وقت جھک کر چلنا

سوال [۵۲۹۰]: ۲..... لوگوں کے سامنے تعظیماً اوندھا ہو کر چلنا اور تکلفاً آہستہ آہستہ چلنا، خصوصاً دولہا کے لئے رسم سمجھ کر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص اوندھا ہو کر نہ چلے اور اپنی روش پر چلے تو اس کو بے ادب اور برا بھلا کہا جاتا ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

نکاح کے وقت سلام کرنا

سوال [۵۲۹۱]: ۳..... نکاح کے بعد فوراً کھڑا ہو کر سلام کرنا دولہا کے لئے جائز ہے یا نہیں اور اگر کوئی شخص رسم سمجھ کر نہ کرے تو اس کو برا بھلا کہنا جائز ہے یا نہیں؟

نکاح کے بعد دلہن کا منہ دکھلانا

سوال [۵۲۹۲]: ۴..... آج کل رواج ہے کہ نکاح کے بعد سب کو دلہن کا منہ دکھلاتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

در بانی روپیہ

سوال [۵۲۹۳]: ۵..... آج کل رواج ہے کہ دولہا سے در بانی روپیہ لیا جاتا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ دولہا جس راستہ سے جائے گا، وہاں پر ایک شخص کھڑا ہو جاتا ہے، اگر روپیہ نہ دے تو جانے نہیں دیتا اور برا بھلا کہتا ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

نکاح سے پہلے زیور کیڑے دکھانا

سوال [۵۲۹۴]: ۶..... نکاح سے پہلے وطن کے زیورات اور کیڑے حاضرین مجلس کو دکھلانا جائز

ہے یا نہیں؟

نکاح سے پہلے دلہن کا زیور وغیرہ استعمال کرنا

سوال [۵۴۹۵]: ایجاب وقبول سے پہلے اس زیورات کو دلہن کو پہنانا جائز ہے یا نہیں؟

اہل مجلس سے قبول کرانا

سوال [۵۴۹۶]: آج کل رواج ہے کہ نکاح کے بعد دلہن کے ہاتھ میں ایک کپڑا دیتا ہے اور

اس کی دوسری طرف حاضرین مجلس (من طرف الزوج) پکڑ لیتا ہے اور دلہن کا وکیل یہ الفاظ کہتا ہے کہ اتنے دن

تک میں نے اس کو کھلایا پلایا، اس وقت اس کو آپ لوگوں کے سپرد کرتا ہوں، پھر حاضرین مجلس اس کو قبول کرتے

ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالدلائل الواضحة توجروا عند الله بفرائد الجنة۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

..... اس مصافحہ کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں، لہذا بے اصل اور بدعت ہے اور مصافحہ نہ کرنے والے کو برا

کہنا کسی طرح درست نہیں، اس سے اجتناب چاہئے کیونکہ یہ بدعت سیئہ ہے۔ بدعت حسنہ کی اصل شرع میں

موجود ہوتی ہے، اس کی اصل شرع میں موجود نہیں، لہذا یہ بدعت حسنہ نہیں (۱)۔

(۱) ”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من أحدث في

أمرنا هذا ما ليس منه، فهو رد“۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة،

ص: ۲۷، قدیمی)

قال الملا علی القاری تحت هذا الحديث: ”قال القاضي: المعنى من أحدث في الإسلام رأياً

لم یکن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفی، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود علیه۔ قيل: فی وصف

الأمر ”بهذا“ إشارة إلى أن أمر الإسلام کمل و انتهى، وشاع و ظهر ظهور المحسوس بحيث لا یخفی

على کل ذی بصر و بصيرة، فمن حاول الزیادة فقد حاول أمراً غیر مرضی فإن الدین اتباع آثار

الآیات والأخبار واستنباط الأحکام منها (و قال بعد صفحة): قال الشافعی رحمه الله تعالى: ما

أحدث مما یخالف الكتاب أو السنة أو الأثر أو الإجماع، فهو ضلالة“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الإیمان،

باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الأول (رقم الحديث: ۱۴۰) : ۱/۳۶۶، ۳۶۸، رشیدیہ)

۲..... اس طرح چلنے اور کسی کے سامنے ادباً جھکنے کی حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے: ”عن أنس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رجل: یا رسول اللہ! الرجل منا یلقى أخاه أو صديقه أینحني له؟

قال: ”لا“ الحدیث. مشکوة شریف، ص: ۴۲ (۱)۔

لہذا ایسا نہ کرنے والے کو برا کہنا درست نہیں بلکہ گناہ ہے۔

۳..... اس سلام کا بھی شریعت میں ثبوت نہیں، لہذا رسم ہے، اس کے تارک پر ملامت ناجائز ہے۔

۴..... یہ بھی ایک رسم بے اصل ہے، نامحرموں کو منہ دکھلانا ہرگز جائز نہیں (۲)۔

۵..... یہ بھی رسم ہے ناجائز ہے، یہ روپیہ مانگنا اگر دولہا شرم یا جبر سے دیدے تو اس کی واپسی ضروری

ہے اور روپیہ نہ دینے پر برا کہنا سخت گناہ ہے (۳)۔

۶..... یہ نمائش اور شہرت کی غرض سے دکھایا جاتا ہے، شرعاً ممنوع ہے (۴)۔

(۱) (مشکوۃ المصابیح، کتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقة، ص: ۴۰۱، قدیمی)

قال الملا علی القاری: ”أینحني له“ من الانحناء، وهو إمالة الرأس والظهر تواضعاً وخدمةً.

قال: ”لا“، أى: فبأنه فى معنى الركوع، وهو كالسجود من عبادة الله سبحانه. (مرقاۃ المفاتیح، کتاب

الآداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثانی (رقم الحدیث: ۴۶۸۰: ۸/۴۶۱، رشیدیہ)

(۲) ”و تمنع المرأة الشاب من كشف الوجه بين الرجال..... لخوف الفتنة كمنه وإن أمن الشهوة“.

(الدر المختار). ”والمعنى: تمنع من الكشف لخوف أن يرى الرجال وجهها، فتقع الفتنة؛ لأنه مع

الكشف قد يقع النظر إليها بشهوة“ (رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۴۰۶/۱، سعید)

(۳) ”عن أبی حرة الرقاشی عن عمه رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

”ألا! لا تظلموا، ألا! لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه“. رواه البیهقی فی شعب الإیمان، والدار

قطنی فی المجتبی. (مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی،

ص: ۲۵۵، قدیمی)

”لا یجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغير سبب شرعی“. (البحر الرائق، کتاب

الحدود، فصل فی التعزیر: ۶۸/۵، رشیدیہ)

(۴) ”عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما أنه سمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول:

”من سمع الناس بعمله سمع الله به أسامع خلقه، وحقره وصغره“. رواه البیهقی فی شعب الإیمان“ =

۷..... اگر شوہر کا دیا ہوا زیور ہے اور اس نے تملیک دیا ہے تو ظاہر ہے اس نے اسی لئے دیا ہے کہ شادی کے وقت استعمال کیا جائے، لہذا شادی کے وقت ایجاب و قبول سے کچھ پہلے کچھ بعد اس کا استعمال درست ہے اور اس سے پہلے بلا اجازت شوہر منع ہے، یہی صورت عاریۃ کی بھی ہے۔ لیکن اگر دولہا کے باپ نے دیا ہے اور تملیک دیا ہے تو دولہن کو جب وہ چاہے استعمال درست ہے اور اگر عاریۃ دیا ہے تو اس میں باپ کی اجازت درکار ہوگی۔

۸..... نکاح ایجاب و قبول سے ہو جاتا ہے، سوال میں جو صورت درج ہے وہ ایک لغو اور بے اصل رسم ہے، زوج اور زوجہ یا ان کے طرف سے وکیل کا ایجاب و قبول کافی ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۶/۵۶ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/جمادی الاولیٰ/۵۶ھ۔

نکاح کے اعلان کے لئے آتش بازی

سوال [۵۴۹۷]: نکاح میں آتش بازی اس نیت سے کہ لوگوں کو نکاح کی خبر ہو جائے نہ کہ تماشہ کی نیت سے، جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالدلائل الواضحة توجروا عند اللہ بفرائد الجنة۔
الجواب حامداً ومصلیاً:

ناجائز ہے، ہاں دف کے ذریعہ سے اعلان کرنا جائز ہے: ”فی الغیائیة: ضرب الدف فی النکاح إعلاناً وتشہيراً سنة“ (۲)۔

= (مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة، الفصل الثانی، ص: ۴۵۴، قدیمی)

(۱) ”وینعقد متلبساً بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر“۔ (الدر المختار) وقال ابن عابدین رحمہ اللہ

تعالیٰ: ”سواء كان المتقدم كلام الزوج أو كلام الزوجة“۔ (رد المختار، کتاب النکاح: ۳/۹، سعید)

”والوكالة كما تثبت بالصريح تثبت بالسكوت، ولذا قال فی الظہیریۃ: لو قال ابن العم

الکبیر: إني أريد أن أزوجه من نفسي، فسكتت، فزوجها من نفسه، جاز“۔ (البحر الرائق، کتاب

النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، فصل فی الکفاءة، فصل: ۳/۲۴۱، رشیدیہ)

(۲) ”ضرب الدف فی النکاح إعلاناً وتشہيراً سنة؛ لقوله عليه الصلوة والسلام: ”أعلنوا النکاح ولو =

وفی الخلاصة لا بأس بالدف ليلة العرس الخ“ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۶/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۳/جمادی الاولیٰ/۱۳۵۶ھ۔

شادی میں بھات

سوال [۵۲۹۸]: ہندوستان میں بھانجی کو بھات دیا جاتا ہے یعنی شادی کے موقعہ پر سامان ماموں اپنی ہمت کے موافق بھانجی کو دیتا ہے تو کیا یہ جائز ہے؟ اگر یہ جائز نہیں تو کونسی صورت بھانجی کو اشیاء دینے کی ہے۔
سعید احمد کیرانوی۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

بھانجی وغیرہ کے ساتھ صلہ رحمی کرنا امر مباح بلکہ مستحسن ہے، لیکن جس طرح پر ہندوستان میں بھات دینے کا رواج ہے وہ محض ہندوانہ رسم ہے (۲) اور نمائش ہے، جو اصل مقصود یعنی صلہ رحمی ہے اس کا ذہن میں

= بالدف“۔ وإنما أمر بالإعلان لانتفاء تهمة السفاح بالكلية، ويجب أن يكون بلا سنجات وجلاجل“۔
(الغياثية، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الضيافات والولائم، ص: ۱۰۹، مکتبہ اسلامیہ)
وقال ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى في حاشيته: ”إذا كان الطبل لغير اللهو، فلا بأس به كطبل الغزاة والعرس لمافى الأجناس: ولا بأس أن يكون ليلة العرس دف يضرب به، ليعلن به النكاح“۔
(رد المحتار حاشية ابن عابدين على الدر المختار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب في الاستيجار على المعاصي: ۵۵/۲، سعید)

(۱) (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل، نوع منه: ۳۵۸/۲، رشیدیہ)
وقال الملا علی القارری حمہ اللہ تعالیٰ: ”قال ابن الملك المراد الترغيب إلى إعلان أمر النكاح بحيث لا يخفى على الأبعد، فالسنة إعلان النكاح بضرب الدف، وأصوات الحاضرين بالتهنئة“۔ (مرقاۃ المفاتیح، كتاب النكاح، باب إعلان النكاح، اھ: ۳۱۲/۲، رقم الحديث: ۳۱۵۳، رشیدیہ)

(۲) ”عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من تشبه بقوم، فهو منهم“۔ (سنن أبی داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، ۵۵۹/۲، مکتبہ دار الحديث ملتان) =

تصور تک نہیں آتا، بلکہ نام و نمود کی امید اور خلقت کی طعن و تشنیع اور برادری میں ناک کٹنے کے خوف سے دیا جاتا ہے، اگر پاس موجود نہ ہو تو قرض لے کر دیا جاتا ہے اور بسا اوقات قرض لے کر ہی دیا جاتا ہے جو کسی طرح درست نہیں۔

اگر امور مذکور نہ ہوں بلکہ محض صلہ رحمی کی نیت سے کوئی شخص دے تب بھی چونکہ عام رواج پڑ چکا ہے اس لئے اس طرز پر نہیں دینا چاہئے، بلکہ شادی سے پہلے یا کسی دوسرے وقت ضرورت کا احساس کرتے ہوئے جس شے کی ضرورت ہو نقد یا جنس غلہ وغیرہ بلاریا کاری اور بلا کسی کو اطلاع کئے ہوئے دیدے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۴/۵۴ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ربیع الاول/۵۴ھ۔

دولہا کی طرف سے دلہن کے لئے تحفہ کا التزام

سوال [۵۴۹۹]: شادی میں لڑکے والا کچھ توشہ لے کر لڑکی کے یہاں جاتا ہے۔ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تطیب قلب و تحابب کے لئے اهداء، تہادی مستحب ہے (۱)، التزام مالا یلزم لازم التکرار ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۲/۱۳۹۱ھ۔

= "قال الطیبی: هذا عام فی الخلق و الخلق و الشعار، و لما کان الشعار أظهر فی الشبه، ذکر فی هذا الباب، قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غیر"۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۴۳۴۷/۸، رشیدیہ)

(۱) "عن عطاء الخراسانی أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "تصافحوا يذهب الغل، وتهادوا تحابوا، وتذهب الشحناء"۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثالث: ۴۰۳/۲، قدیمی)

(۲) "فکم من مباح يصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروهاً"۔ (مجموعۃ =

شادی کے موقع پر انعامات

سوال [۵۵۰۰]: شادی جب ہوتی ہے تو لوگوں کو خوشی ہوتی ہے، عموماً ایسے وقت میں بہنیں اور نانی وغیرہ کچھ مطالبات کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہمارا حق دو، حق کا مطلب یہ ہے کہ خوشی ہونے پر ہمیں خوش کرو، جیسے کہ مٹھائی وغیرہ کا لوگ مطالبہ کرتے ہیں، نانی وغیرہ کے لئے تو یہ ہوتا ہے کہ ان کا ماو جب طے ہوتا ہے کہ شادی والا شادی وغیرہ کے موقع پر ان کو اتنا ملے گا۔ تو ایسی صورت میں ان کے مطالبات کے مطابق دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مطالبات شرعی مطالبات نہیں، البتہ خدمت گار امیدوار رہتے ہیں اور دعا گو بھی ہوتے ہیں، ان کو ناامید نہ کیا جائے تاکہ وہ شکر گزار رہیں اور آئندہ خدمت مستعدی سے کریں کہ ”مزدور خوش دل کند کار بیش احباب“ کا تقاضہ بھی بر بنائے تعلق و محبت ہوتا ہے، اگر جبر و اکراہ (۱) اور التزام مالا یلزم نہ ہو اور مطالبہ پورا کر دیا جائے تو گنجائش ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۲/۱۳۹۱ھ۔

دولہا دلہن کے لئے پاکی کی سواری

سوال [۵۵۰۱]: ہماری طرف دستور ہے کہ شادی میں لڑکا اور لڑکی اپنی سسرال پاکی میں بیٹھ

= رسائل الدکھنوی، سباحۃ الفكر فی الجهر بالذکر: ۳/۳۴، إدارة القرآن کراچی

(ومرقاة المفاتیح، کتاب الصلوٰۃ، باب فی الدعاء فی التشہد، (رقم الحدیث: ۹۲۶): ۳/۳۱، رشیدیہ)

(۱) ”عن أبی حرة الرقاشی عن عمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ”ألا!

لا تظلموا، ألا! لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب

والعادیۃ، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الغصب: ۸/۱۹۸، رشیدیہ)

(و کذا فی شرح المجلة، (رقم المادة، ۹۷)، ص: ۶۲، مكتبة حنفية کوئٹہ)

(۲) ”فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروهاً“۔ (مجموعہ

رسائل الدکھنوی، سباحۃ الفكر فی الجهر بالذکر: ۳/۳۴، إدارة القرآن کراچی)

کر جاتے ہیں جس کو آدمی اپنے کاندھے پر لیکر چلتے ہیں۔ آیا یہ جائز ہے یا ناجائز اور بہتر کیا ہے؟ لڑکا اور لڑکی دونوں کا حکم ایک ہے یا جداگانہ؟

سہرا

سوال [۵۵۰۲]: ۲..... شادی میں سہرا پڑھنا کیسا ہے، اگر جائز ہے تو اولیٰ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... یہ ایک غیر ثابت رسم ہے، اس کی پابندی عملی طور پر التزام مالا یلزم اور ایک رسم محض ہے، اس کو ترک کر دینا چاہئے (۱)۔ اگر اس میں قربت کا تصور بھی ہے تو رسم سے بڑھ کر بدعت بھی ہے (۲)۔

۲..... سہرا باندھنا ہندوستانی غیر مسلموں کی مذہبی رسم ہے، ان کے اثر سے بعض بے علم یا بے عمل مسلم خاندانوں میں بھی آگئی، یا باقی رہ گئی (۳)، پھر بعض نے اس پر سہرا پڑھنے کا اضافہ کیا اور بعض نے سہرا پڑھنے کو

(۱) ”الإصرار على أمر مندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف اصرار البدعة التي لا أصل لها في

الشرع“۔ (السعایہ، باب صفة الصلوة، قبیل فصل فی القراءة: ۲/۲۶۵، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من أحدث في أمرنا

هذا ما ليس منه، فهو رد“۔ (صحيح البخاری، کتاب الصلح، باب: إذا اصطلحوا على صلح جور فهو

مردود: ۱/۳۷۱، قدیمی)

قال الملا علی القاری تحت هذا الحديث: ”قال القاضي: المعنى من أحدث في الإسلام رأياً لم

يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود عليه. قيل: في وصف الأمر

”بهذا“ إشارة إلى أن أمر الإسلام كمل و انتهى، وشاع و ظهر ظهور المحسوس بحيث لا يخفى على كل

ذی بصر و بصيرة، فمن حاول الزيادة، فقد حاول أمراً غير مرضی..... فإن الدين اتباع آثار الآيات

والأخبار واستنباط الأحكام منها..... (و قال بعد صفحة): قال الشافعی رحمه الله تعالى: ما أحدث مما

يخالف الكتاب أو السنة أو الأثر أو الإجماع، فهو ضلالة“۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۱/۳۶۶، ۳۶۸، رشیدیہ)

(۳) ”سہرا ہندوانہ رسم ہے، انہیں سے لی گئی ہے، وہ تاروں کا بناتے ہیں، مسلمانوں نے پھولوں کا بنانا شروع کر دیا ہے، مگر رسم

انہیں کی ہے، اور قابل ترک ہے“۔ (کفایت المفتی، کتاب الحظر والإباحة، تیسرا باب: رسوم مروجہ:

سہراباندھنے کا بدل قرار دیا۔ اول (اضافہ) ضغٹ علی ابالہ ہے۔ ثانی (بدل) شرعاً بے اصل بلکہ خلاف اصل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

شادی میں سہرا گجرا وغیرہ رسمیں

الاستفتاء: [۵۵۰۳]: شادی کے موقع پر نوشہ کے سر پر سہراباندھنا اور ہاتھوں اور گلے میں گجرے

پہنانا اور اس کو سواری پر لے جانا کیسا ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نوشہ کے سہرے اور گجرے وغیرہ اصالتاً ہندوستان کے ہندوؤں کی رسمیں ہیں جو کہ بے علم اور بے عمل اور نو مسلم خاندانوں میں باقی رہ گئی ہیں (۱) اور ان کی صحبت سے دوسرے اس قسم کے غیر پابند اور غیر محتاط مسلمانوں میں سرایت کر گئی ہیں، اس لئے یہ واجب الترمک ہیں۔ ہندوستانی علماء وفقہاء نے ان کو تشبیہ کی بنا پر منع فرمایا ہے (۲)، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (۳) اور حضرت مفتی عزیز الرحمن

= نیز اس رسم میں ہندوؤں سے مشابہت ہے اور غیر مسلموں کی مشابہت سے شریعت مطہرہ نے منع کیا ہے: ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه بقوم فهو منهم“۔ (سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشہرة: ۵۵۹/۲، مکتبہ دار الحدیث ملتان)

قال العلامة المناوی تحتہ: ”أی تزیا فی ظاہرہ بزیہم، وفی تعرفہ بعرفہم، وفی تخلقہ بخلقہم، و سار بسیرتہم و ہدیہم فی ملبسہم و بعض أفعالہم..... و بأبلغ من ذلک صرح القرطبی فقال: لو خص أهل الفسوق والمجون بلباس، منع لبسہ لغيرہم، فقد یظن بہ من لا یعرفہ أنه منهم، فیظن بہ ظن السوء، فیأثم الظان و المظنون فیہ بسبب العون علیہ“۔ (فیض القدير شرح الجامع الصغير: ۵۷۲۳/۱۱، (رقم الحدیث: ۸۵۹۳)، مکتبہ نزار مصطفى الباز ریاض)

(۱) (تقدم تخريجہ عن فیض القدير تحت عنوان: ”سہرا“۔)

(۲) (تقدم تخريجہ عن حدیث أبی داؤد تحت عنوان: ”سہرا“۔)

(۳) (کفایت المفتی، کتاب الحظر والإباحة، تیسرا باب: رسوم مروجہ: ۸۸/۹، دارالإشاعت کراچی) =

صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (۱)، حضرت مولانا اشرف علی صاحب (۲)، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریرات میں ان کی ممانعت موجود ہے۔ ان سب کے استاذ الاساتذہ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ میں بھی ان کو منع کیا گیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

سہرابان دھنا

سوال [۵۵۰۴]: سہرابان دھنا شادی کے موقع پر یا غیر شادی کے جائز ہے یا نہیں؟ اثبات و نفی کے دونوں پہلوؤں کو مدلل فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سہرابان دھنا اصلۃً ہندوانہ رسم ہے، جو کہ ہندوستان کے بے علم یا بے عمل خاندانوں میں بھی ان کے اختلاط سے باقی رہ گئی، اس کو ترک کرنا لازم ہے۔ ہندوستان کے اکابر علماء: حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب (۳)، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب (۴)، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ نے حدیث: ”من تشبه بقوم فهو منهم“ رواہ ابوداؤد (۵) کی رو سے اس کو منع فرمایا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

= (فلیراجع لعبارة كتاب المفتی، ص: ۲۱۱، رقم الحاشیة: ۳)

(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، کتاب النکاح، دوسرا باب مسائل متعلقات نکاح: ۷/۱۵۱، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲) ”اور سہرا چونکہ کافروں کی رسم ہے، اس لئے اس حق کا نام ”چوٹی“ سہرے سے مقرر کرنا بے شک بُرا اور کافروں کی رسم کی موافقت ہے، اس لئے یہ بھی خلاف شرع ہوا“۔ (بہشتی زیور، چھٹا حصہ، ص: ۲۵، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۳) (راجع رقم الحاشیة: ۱)

(۴) (راجع، ص: ۲۱۱، رقم الحاشیة: ۳)

(۵) (مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة: ۵۵۹/۲، مکتبہ دارالحديث ملتان)

سندور و مہندی لگانا

سوال [۵۵۰۵]: سندور لگانا (۱)، جو عورتیں شادی کے وقت لگاتی ہیں، یا اس کے علاوہ جائز ہے

یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

سندور لگانا بھی اسی حکم میں شامل ہے بلکہ کچھ بڑھ کر ہے، عورتوں کو مہندی لگانا درست ہے، بلکہ ان کے لئے مخصوص ہے کہ ہاتھ، پیر کو لگائیں، مردوں کو ان کی مشابہت اختیار کرنا درست نہیں: ”لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء“ مشکوٰۃ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

سلامی و رونمائی

سوال [۵۵۰۶]: دولہا کو سلامی اور دولہن کو رونمائی دینا، انوار ساطعہ، ص: ۲۳۲، مطبوعہ جمال پریس

دہلی، میں بحوالہ مولانا اسحاق صاحب قدس سرہ جائز لکھا ہے اور صاحب براہین قاطعہ نے ”تہادوا و تحابوا“ اس روایت کو پیش کر کے اصل موجود ہونے پر تسلیم کر لیا۔ کیا مسئلہ ایسا ہے، حالانکہ سلام عبادت ہے اور رونمائی فتح باب فحش کے مرادف ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

رونمائی کا مقصد اگر یہ ہو کہ نامحرموں کو دولہن اپنا چہرہ دکھائے تو یہ فتح باب فحش کا مرادف ہوگا (۳)، لیکن

(۱) ”سندور: سرخ رنگ کا ایک سفوف جسے ہندو عورتیں مانگ میں بھرتی ہیں“۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۳۰، فیروز سنز، لاہور)

(۲) ”وعنه (ابن عباس) قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لعن الحديث“۔ رواہ

البخاری“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قدیمی)

(و صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب المتشبهین بالنساء والمتشبهات بالرجال: ۸۷۴/۲، قدیمی)

”يستحب للرجل خضاب شعره و لحيته“۔ (الدر المختار)۔ وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى:

”لا يديه و رجليه، فإنه مكروه للتشبه بالنساء“۔ (رد المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع:

۲/۲۲۲، سعید)

(۳) ”و تمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لأنه عورة، بل لخوف فتنة“۔ (الدر المختار)۔ =

اگر دولہن کی ساس وغیرہ اپنی لائی ہوئی دولہن کو خوش ہو کر ہدیہ دیں کہ وہ تازہ تازہ میکہ چھوڑ کر آئی ہے اس کی دلجوئی ہو جائے تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟ اسی طرح اگر دولہا ہدیہ دیں اور اس کا نام سلامی رکھ دیں تو کیا حرج ہے، یہ تو صرف ہدیہ دینے کا ایک عنوان ہوا۔ تاہم اگر اس عنوان میں کوئی فتنہ و مفسدہ ہو تو اس کو ترک کر دیا جائے جیسا کہ بعض جگہ کے حالات سے معلوم ہوا ہے۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نکاح میں دف کا حکم

سوال [۵۵۰۷]: نکاح کے وقت دف بجانے کا یعنی دھڑا بجانا جو کہ بھنگی بجاتا ہے اکثر فقہاء کے کلام سے جواز بلکہ استحباب معلوم ہوتا ہے اور تکملۃ فتح القدیر سے طبل کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے (۱)، اس میں قول فیصل کیا ہے، ایسی شادی میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ طبل کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل مقصود اعلان نکاح ہے اور دف اس کا ایک ذریعہ ہے، بعد حصول مقصود ذریعہ کی تحصیل بے سود ہوتی ہے۔ کتب فقہ و حدیث میں دف کی اسی حیثیت سے اباحت یا ترغیب مذکور ہے۔ اور دیگر بعض ائمہ کے نزدیک اعلان لازم ہے، بغیر اس کے نکاح صحیح نہیں ہوتا، مگر ان کے نزدیک گواہ شرط نہیں اور حنفیہ نے گواہ شرط ہونے کی وجہ سے اعلان کو مستحب قرار دیا ہے کہ زبان طعن کشادہ نہ ہو اور ظنون میں فساد نہ آئے، اور یہ بھی مقید

= قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "والمعنى تمنع من الكشف لخوف أن يرى الرجال وجهها، فتقع الفتنة؛ لأنه مع الكشف قد يقع النظر إليها بشهوة". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، قبيل مطلب في النظر إلى وجه الأمر: ۴۰۶/۱، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۴۷۰/۱، رشيدية)

(۱) لم أجد في نتائج الأفكار تكملة فتح القدیر إلا بلفظ: "والنوع الثاني مباح: وهو الدف في النكاح، وفي معناه ما كان من حادث سرور، ويكره". (كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته و من لا تقبل: ۴۰۹/۷، مصطفى البابي الحلبي مصر)

"وعين هذه العبارة أيضاً في فتح القدیر في هذا الباب: ۴۱۰/۷، ولا يوجد فيها ذكر الطبل.

فقط والله تعالى أعلم.

ہے اس قید کے ساتھ کہ جلا جل نہ ہو اور ہیئت تطرب پر نہ بجایا جائے:

”قال الفقیہ أبو الیث السمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ بعد نقل الأقوال والدلائل: ”أما الدف الذی یضرب فی زماننا هذا مع الفنجات والجلال ینبغی أن یكون مکروهاً بالاتفاق، وإنما الاختلاف فی الدف الذی کان یضرب فی الزمن المتقدم، واللہ أعلم“ بستان، ص: ۱۱۹ (۱)۔

”قال الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ: جواز ضرب الدف فیہ خاص بالنساء لما فی البحر عن المعراج بعد ذکرہ أنه مباح فی النکاح وما فی معناه من حادث سرور، قال: وهو مکروه للرجل علی کل حال للتشبه بالنساء“۔ ردالمحتار: ۴/۵۳۰، کتاب الشہادۃ، باب القبول وعدمہ: ۴/۵۲۰ (۲)۔

اس سے معلوم ہوا کہ دف کا مصداق یہ ہے کہ بچیاں دھڑی بنا کر کچھ دیر کے لئے بجالیں اور بس:

”الدف هو بالضم والفتح معروف: أي الذی یطبل بہ، والمراد فی الحدیث بضرب الدف علی النکاح إعلان النکاح“ مجمع البحار: ۱/۴۱۵ (۳)۔

”طبل“ کا لفظ ”ؤف“ سے عام ہے: ”طبل بالفتح دھل یک رویہ باشد یا دو رویہ“۔

منتہی الأرب: ۳/۱۱۱۱ (۴)۔

جس جگہ عرس میں طبل کا جواز معلوم ہوتا ہے وہاں ایک رویہ مراد ہے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی

(۱) (بستان العارفین للسمرقندی، الباب الثالث والثمانون فی ضرب الدف، ص: ۶۵، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدر، کتاب النکاح: ۳/۱۸۹، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۳/۱۴۳، رشیدیہ)

(۲) (ردالمحتار، کتاب الشہادات، باب القبول وعدمہ: ۵/۴۸۲، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، باب من تقبل شہادته و من لا تقبل: ۷/۱۴۹، رشیدیہ)

(۳) (باب الدال مع الفاء من مجمع بحار الأنوار فی غرائب التنزیل و لطائف الأخبار لمحمد طاهر

الفتی الکجراتی: ۲/۱۸۸، مطبع مجلس دائرة المعارف حیدر آباد دکن)

(۴) (منتہی الأرب: ۳/۳۶، باب الطاء، فصل الباء، مطبوعہ اسلامی سٹیم پریس لاہور، ۱۹۲۶ء)

کسی تحریر میں اس کو مدلل کیا ہے۔ جس مجلس میں دف یا طبل ممنوع موجود ہو اس میں شرکت ممنوع ہے، کذا فی الدر المختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/رجب/۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۵/رجب/۶۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/رجب/۶۶ھ۔

نکاح میں دف اور گولہ

سوال [۵۵۰۸]: بیاہ و شادی میں دو چار گولہ اور دف کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں کے بعض علماء فرماتے ہیں جائز ہے اور بعض کہتے ہیں ناجائز ہے۔ لہذا دریافت طلب امر اس وقت یہ ہے کہ عوام کس کے قول پر عمل کریں؟ اگر بالکل ناجائز ہو اور کوئی شخص اس فعل کا مرتکب ہو، اس کا کیا حکم ہے؟ اور اگر جائز ہے تو کس مقدار تک جائز ہے اور کب تک بجا سکتا ہے؟ مدلل مفصل تحریر فرمادیں۔

بندہ مجاہد الدین۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اعلان نکاح کے لئے دف بجانا بشرطیکہ اس میں جلاجل نہ ہو، نیز ہیئت تطرب پر نہ بجایا جائے، محض اعلان اور تشہیر کے لئے بجایا جائے شرعاً درست ہے، گولہ کا استعمال اضاعت مال اور ناجائز ہے:

”لا بأس بالدف ليلة العرس، يجب أن يكون بلا سنجاب و جلاجل، اھ۔“ مجموعۃ

الفتاویٰ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) ”دعیٰ الی ولیمۃ و ثمنۃ لعب أو غنا فلو علی المائدة، لا ینبغی أن یقع بل یرج معروضاً، لقولہ تعالیٰ: ﴿فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین﴾ فإن کان مقتدی و لم یقدر علی المنع، خرج و لم یقع، لأن فیہ شین الدین“۔ (الدر المختار، کتاب الحظر و الإباحۃ، قبیل فصل فی اللبس: ۳۲۷/۶، ۳۲۸، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الکراہیۃ، قبیل فصل فی اللبس: ۳۲۶/۸، رشیدیہ)

(۲) (مجموعۃ الفتاویٰ مترجم لمولانا عبدالحی الکنوی، کتاب النکاح، (استفتاء نمبر: ۳۱)، ۳۲: ۳۸/۲، سعید)

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

دف بھی صرف عورتوں کو بجانا جائز ہے، مروجہ طریقہ ناجائز ہے: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ جمادی الاولیٰ/ ۱۳۵۸ھ۔

نکاح میں دلہن یا دولہا کا جوڑا

سوال [۵۵۰۹]: شادی میں دولہا کی طرف سے دولہا والا دلہن کا کپڑا اور دلہن کی ماں کا کپڑا لیجاتا ہے اور دلہن کی طرف سے دلہن والا دولہا کا کپڑا دیتا ہے، جو کپڑا قبل نکاح کے زیب تن کر لیا جاتا ہے۔ تو کیا یہی طریقہ مسنونہ ہے یا بدعت سیئہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دولہا والوں کی طرف سے دلہن کو کپڑے وغیرہ کچھ دینا، یا دلہن والوں کی طرف سے دولہا کو کچھ دینا فی نفسہ مباح اور جائز ہے، اس میں کوئی بات ناجائز نہیں۔ لیکن درحقیقت یہ شہرت اور ریاکاری کے لئے دیا جاتا ہے کہ اگر نہیں دیں گے تو برادری والے لعن طعن کریں گے، نیز اس کو ایسا لازم سمجھا جاتا ہے کہ اگر وسعت نہ ہو تب بھی قرض لیکر اور بسا اوقات سودی قرض لے کر دیا جاتا ہے تو جس شی کو شریعت نے ضروری قرار نہ دیا ہو اس کو اتنا ضروری قرار دینا اور اس کے لئے قرض لینا، یا سود دینا ہرگز جائز نہیں (۱)۔

پس عوارض مذکورہ کی بنا پر اس سے اجتناب لازم ہے اور جہاں یہ عوارض نہ ہوں وہاں کوئی مضائقہ

(۱) قال العلامة الشاطبی فی الاعتصام: "فصل: إذا ثبت هذا الدخول فی عمل علی نية الالتزام له إن كان فی المعتاد بحيث إذا داوم علیه أُوْرث مللاً، ينبغي أن هذا الالتزام مكروه ابتداءً، إذ هو مؤد إلى أمور جميعها منهي عنه: أحدها: أن الله تعالى ورسوله أهدى فی هذا الدين التسهيل والتيسير، وهذا الملتزم يشبه من لم يقبل هديته، وذلك يضاهي ردها على مهديها، وهو غير لائق بالمملوك مع سيده، فكيف يليق بالعبد مع ربه. والثاني: خوف التقصير أو العجز عن القيام بما هو أولى و أكد فی الشرع..... والواجب أن يعطى كل ذى حق حقه. وإذا التزم الإنسان أمراً من الأمور المندوبة أو أمرين أو ثلاثة، فقد يصدده ذلك عن القيام بغيرها، أو عن كماله على وجهه، فيكون ملوماً". (باب فی أحكام البدع الحقيقية والإضافية والفرق بينهما: ۱/ ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، دار المعرفة بيروت لبنان)

نہیں۔ تاریخ الخمیس، ص: ۲۶۴، میں اس کا ذکر ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۲/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/جمادی الاولیٰ/۵۷ھ۔

شادی میں اشعار، باجہ، دف

سوال [۵۵۱۰]: شادی اور خوشی کے موقع پر دف کے ساتھ مستورات کچھ شعر و اشعار گاسکتی ہیں یا

نہیں اور بارات کے موقع پر انگریزی باجہ یا دھپڑے یا تاشے وغیرہ میں سے کوئی باجہ بجواسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ان میں سے اعلان نکاح کے لئے صرف دف بجانا جائز ہے (۲)، اور کوئی چیز جائز نہیں (۳)۔ فقط

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/جمادی الاولیٰ/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/جمادی الاولیٰ/۵۷ھ۔

(۱) ”روی ابن شہاب الزہری أنه قيل لخويلد بن أسد: هذا ابن أخيك محمد بن عبد الله بن عبد المطلب يخطب خديجة وقد رضيت، فدعاه، فسأله عن ذلك فخطب إليه فأنكحه فخلقت خديجة أباهما وحلت عليه حلة، ودخل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بها، فلما صحا الشيخ من سكرته، قال: ما هذا الخلق وما هذه الحلة؟ قالت ابنته أخت خديجة: هذه حلة كساكها ابن أخيك محمد بن عبد الله..... فقالت خديجة لأبيها: إن محمد بن عبد الله يخطبني فزوجها إياه فخلقته وأبسته حلة“.

..... وكذلك كانوا يصنعون إذا تزوجوا نسائهم، خرجهما الدولا بي“. (تاريخ الخميس، بحث: تزوجه عليه السلام الخديجة: ۲۶۴/۱، مؤسسة شعبانہ، بیروت)

(۲) ”جواز ضرب الدف فيه خاص بالنساء لما في البحر عن المعراج بعد ذكره أنه مباح في النكاح، ومافي معناه من حادث السرور، قال: وهو مكروه للرجل على كل حال للتشبه بالنساء“. (رد المحتار، كتاب الشهادة، باب القبول و عدمه: ۴۸۲/۵، سعید)

(و كذا في البحر الرائق، باب من تقبل شهادته و من لا تقبل: ۱۴۹/۷، رشیدیہ)

(۳) ”و مغنية ولو لنفسها، لحرمة رفع صوتها“. (الدر المختار، كتاب الشهادة، باب القبول و عدمه: =

بارات میں ڈھول

سوال [۵۵۱۱]: ہمارے گاؤں میں شادی وغیرہ کی تقاریب پر ڈھول بجانا منع قرار دیا گیا ہے اور سب بزرگانِ گاؤں ڈھول بجانے کے خلاف ہیں، مگر ایک آدمی کے بھائی کی شادی تھی اور اس آدمی نے دعوت والے دن ڈھول نہیں بجایا اور جب بارات دلہن لانے کے لئے روانہ ہوئی تو صاحبِ خانہ نے ڈھول ناچ وغیرہ شروع کرایا اور دلہن واپس لانے تک جاری رکھا۔ ایسی صورت میں صاحبِ خانہ اور ان لوگوں کے لئے جو شامل بارات ہوئے تحت شریعت کیا جرم لازم ہے؟ اگر کوئی مولوی اس بارات میں شامل ہو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شخص نے ڈھول اور ناچ وغیرہ کرایا اس نے گناہ کیا، برادری کے قانون کو بھی توڑا اور شریعت کے قانون کو بھی توڑا، اور جس نے اس کا ساتھ دیا وہ بھی گناہ میں مددگار ہوا، سب کو اپنی غلطی کا اقرار اور توبہ لازم ہے، ورنہ ایسا شخص اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو اپنی تقریبات میں شریک نہ کیا جائے، نہ اس کی تقریبات میں شرکت کی جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱۱/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

شادی میں گانا بجانا

سوال [۵۵۱۲]: شادی بیاہ میں گانا اور دف کا بجانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس حدیث کا کیا

= ۴۷۹/۵، سعید)

”وفی المضممرات: الغناء حرام فی جميع الأديان“۔ (البحر الرائق، کتاب الإجارة، باب

الإجارة الفاسدة: ۳۶/۸، رشیدیہ)

”وفی السراج: ودلت المسئلة أن الملاهی کلها حرام، ویدخل علیہم بلا إذنیہم لأنکار

المنکر۔ قال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: صوت اللہو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء

النبات“۔ (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، قبیل فصل فی اللبس: ۳۴۸/۶، سعید)

(۱) (تقدم تخريجہ تحت عنوان ”شادی میں اشعار، باجہ، دف“، و عنوان ”شادی کی رسوم“۔)

مطلب ہے:

”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”أعلنوا هذا النکاح، واجعلوا فی المساجد، واضربوا علیہ بالدفوف“، رواہ الترمذی، مشکوٰۃ شریف، ص: ۲۷۲ (۱)۔ ”یا عائشة! ألا تغنین، فإن هذا الحی من الأنصار یحبون الغناء“، مشکوٰۃ شریف، ص: ۲۷۲ (۲)۔ بینوا توجروا۔

عبدالغفور مظاہری، صوبہ آسام سلہٹ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

چھوٹی بچیاں خوشی کے وقت کچھ گیت گایا کرتی تھیں جو کہ قواعد موسیقی کے طور پر نہیں ہوتے تھے، ان میں کوئی فتنہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ اور ان کا مضمون بھی خراب نہیں ہوتا تھا اور جو مضمون خراب ہوتا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو منع فرمادیتے تھے جیسا کہ۔

”وفینا نبیٌ یعلم ما فی غد“

کو منع فرمادیا تھا، کذا فی شرح البخاری (۳)۔

-
- (۱) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب إعلان النکاح، الفصل الثانی، ص: ۲۷۲، قدیمی)
- (۲) ”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: كانت عندی جاریة من الأنصار، زوّجتها، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”یا عائشة“..... الحديث . (مشکوٰۃ المصابیح، المصدر السابق)
- (۳) ”قالت الربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا: جاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فدخل حین بُنی علیّ، فجلس علی فراشی کمجلسک منی، فجعلت جویریات لنا یضربن بالدف، و یندبن من قُتل من آبائی یوم بدر إذ قالت إحداهن: وفینا نبیٌ یعلم ما فی غد، فقال: ”دعی هذه، و قولی بالذی كنت تقولین“۔ (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح والولیمة: ۷۷۳/۲، قدیمی)
- قال العلامة العینی: ”قوله: (إذ قالت إحداهن)..... قوله: قال: ”دعی“: أى قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لتلك الجارية التي قالت: وفینا نبی یعلم ما فی غد: ”دعی“: أى أترکی هذا القول؛ لأن مفاتیح الغیب عند اللہ تعالیٰ لا یعلمها إلا هو۔ قوله: ”وقولی بالذی كنت تقولین“ یعنی اشتغلی بالأشعار التي تتعلق بالمغازی والشجاعة ونحوها“۔ (عمدة القاری، کتاب النکاح، باب ضرب =

اس قسم کے گیت کی اب بھی اجازت ہے (۱)، بایں ہمہ اس کو آپ نے شیطان کا اثر بھی فرمایا (۲)۔
ممانعت کی روایت کثیر اور بڑھ کر ہیں (۳)۔ فقہاء کی جزئیات ممانعت میں مصرح ہیں، لہذا متعارف گانا بجانا
قطعاً ناجائز ہے:

”و فی النہایۃ: التغنی والتصفیق والربط والدف و ما یشبه ذلك کله حرام ومعصیۃ. روى
طبرانی عن عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ثمن
لقینۃ سحت، و غناؤها حرام، والنظر إلیہا حرام، و ثمنها ثمن الکلب، و ثمن الکلب سحت،

= الدف فی النکاح والولیمۃ: ۲۰/۱۳۵، إدارة الطباعة المنيرية، بیروت)

و کذا فی مرقاة المفاتیح، کتاب النکاح، باب إعلان النکاح والخطبة: ۶/۳۰۱، رشیدیہ)

(۱) ”المراد الترغیب علی إعلان أمر النکاح بحيث لا یتخفی علی الأبعاد، فالسنة إعلان النکاح بضرب
لدف، و أصوات الحاضرين بالتهنئة أو النغمة فی إنشاد الشعر المباح.“ (مرقاة المفاتیح، کتاب
لنکاح، باب إعلان النکاح: ۶/۳۱۲، رشیدیہ)

(۲) ”وعنه (أبی هريرة رضي الله تعالى عنه) أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”الجرس
مزامير الشيطان“. (مشکوۃ المصابیح، کتاب الجہاد، باب آداب السفر، ص: ۳۳۸، قدیمی)

(۳) ”عن نافع رحمه الله تعالى قال: كنت مع ابن عمر رضي الله تعالى عنهما فی طریق، فسمع مزماراً
فوضع أصبعیه فی أذنیہ، وناعن الطريق إلی الجانب الآخر، ثم قال لی بعد أن بُعد: یا نافع! هل تسمع
شیئاً؟ قلت: لا، فرفع أصبعیه من أذنیہ، قال: كنت مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فسمع
صوت یراع، فصنع مثل ما صنعت. قال نافع: فكنت إذ ذاک صغیراً“. رواه أحمد و أبو داؤد.
(مشکوۃ المصابیح، کتاب الأدب، باب البیان والشعر، الفصل الثالث، ص: ۲۱۱، قدیمی)

”حدثنی أبو عامر أو أبو مالک الأشعری -والله ما کذبنی- سمع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم یقول: ”لیکونن من امتی أقوام یتحلون الحر و الحریر والخمر والمعارف..... فیبتهم اللہ،
ویضع العلم، و یمسح آخرین قرده و خنازیر إلی یوم القیامة“. (صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب ما

جاء فیمن یتحل الخمر و یسمیه بغير اسمه: ۲/۸۳۷، قدیمی)

(وسنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، ص: ۲۹۰، قدیمی)

وإن نبت لحمه على السحت، فالنار أولى به“ (۱)۔

دف کی اجازت اعلان کے لئے دی گئی ہے، بشرطیکہ بیتہ الطرب پر نہ ہو اور بغیر جلاجل کے ہو، کما فی ردالمحتار (۲)۔ اور جب اعلان بغیر دف کے ہو جائے تو پھر دف کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ جمادی الثانیہ/ ۱۴۲۲ھ۔

باجے والی بارات میں شرکت

سوال [۵۵۱۳]: ایک عالم صاحب ہیں وہ کسی بھی بارات میں جہاں باجہ وغیرہ ہوتا ہے شرکت نہیں کرتے ہیں اور نہ اس تقریب میں جا کر کھانا کھاتے ہیں، ان کا یہ فعل درست ہے یا نہیں؟ ان کے عزیز واقارب اور دوست و احباب ان پر معترض ہیں کہ بڑے بڑے علماء کو باجہ والی بارات میں کھانے کھاتے دیکھا ہے، لیکن وہ ان باتوں کی طرف دھیان بھی نہیں دیتے ہیں اور شرکت سے صاف منع کر دیتے ہیں۔ ایسے شخص کو قوم اپنا پیشوا مان سکتی ہے یا نہیں؟ اور ایسا شخص تعظیم کے قابل ہے یا نہیں؟

(۱) لم أطلع على هذه العبارة، قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”(وكره كل لهو)..... واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق و ضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق، فإنها كلها مكروهة؛ لأنها زى الكفار. واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام، وإن سمع بغتة يكون معذوراً، ويجب أن يجتهد أن لا يسمع“. (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۳۹۵/۶، سعید)

(۲) ”وعن الحسن: لا بأس بالدف فى العرس ليشتهر. وفى السراجية: هذا إذا لم يكن له جلاجل، ولم يضرب على هيئة التطرب، اهـ“. (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل فى اللبس: ۳۵۰/۶، سعید)

(و كذا فى مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب إعلان النكاح، الفصل الثانى: ۳۱۲/۶، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان عالم صاحب کی روش بہت ٹھیک ہے، ایسا ہی چاہئے، ایسا ہی عالم پیشوا ماننے کے لائق ہے (۱)۔
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۱۳۹۰ھ۔

شادی میں قوالی

سوال [۵۵۱۲]: شادی کے موقع پر قوالی ایسی صورت میں کرانا جس کے اندر سارنگی و طبلہ وغیرہ بھی ہو تو جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو کس درجہ میں یعنی مکروہ تنزیہی ہے، یا تحریمی، یا حرام قطعی؟ ایسے کرنے والوں پر جو وعیدیں ہیں قرآن و حدیث میں وارد ہوئی ہیں، تحریر فرمادیں۔ نیز یہ تحریر فرمادیں کہ پنچایت کے جو افراد اور سربر آوردہ اشخاص جن کو اس قسم کے افعال کے روکنے کا حق و اختیار حاصل ہے، ان کو نہ کرنے کا خصوصیت سے کچھ زیادہ گناہ ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ قوالی حرام ہے، اگر پہلے سے اس کا علم ہو تو ایسی شادی میں شرکت ناجائز ہے۔ جو لوگ اس کو روکنے پر قادر ہوں ان کے ذمہ روکنا واجب ہے، خصوصاً ذی اثر لوگ اگر نہیں روکیں گے تو زیادہ گناہ گار ہوں گے۔ اگر پہلے سے اس قوالی کا علم نہ ہو اور شریک ہونے پر مجلس میں جانے کے بعد قوالی کا علم ہو تو فوراً واپس آ جانا چاہئے۔ اگر روکنے کی قدرت ہو تو روکنا لازم ہے:

(۱) ”و من دعی الی ولیمۃ و ثمة لعب و غناء، یقعد و یأکل“۔ (کنز الدقائق)۔ وقال ابن النجیم: ”یعنی إذا أحدث اللعب و الغناء بعد حضوره، یقعد و یأکل، اھ..... و لو علم قبل الحضور، لا یقبلہ..... فإن کان ممن یقتدی بہ، فلم یقدر علی منعہم، خرج و لم یقعد؛ لأن فی ذلک شین الدین، و فتح باب المعصیۃ علی المسلمین“۔ (البحر الرائق، کتاب الکراہیۃ، قبیل فصل فی اللبس: ۳۴۵/۸۔
۳۴۶، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثانی عشر فی الہدایا و الضیافات: ۳۴۳/۵، رشیدیہ)

”دعى إلى وليمة وثمة لعب أو غناء، قعد وأكل لو المنكر في المنزل، فلو على المائدة لا ينبغي أن يقعد بل يخرج معرضاً، لقوله تعالى: ﴿فلا تقعد بعد الذكري مع القوم الظالمين﴾. فإن قدر على المنع، فعل، وإلا يقدر صبر إن لم يكن ممن يقتدى به. فإن كان مقتدى ولم يقدر على المنع، خرج ولم يقعد؛ لأن فيه شيئاً للدين. وإن علم أولاً باللعب، لا يحضر أصلاً، سواء كان ممن يقتدى به أولاً؛ لأن حق الدعوة إنما يلزمه بعد الحضور، لا قبله.

وفى السراج: ودلت المسئلة أن الملاهى كلها حرام، ويدخل بلا إذنها لإنكار المنكر. قال ابن مسعود رضى الله تعالى عنه: ”صوت اللهور والغناء يُنبِت النفاق فى القلب كما ينبِت الماء النبات“. قلت: وفى البزازية: استماع صوت الملاهى كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه السلام: ”استماع الملاهى معصية والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر، اهـ“. درمختار: ۵/۲۴۵ (۱) -

”وكره كل لهو لقوله عليه السلام: ”كل لهو المسلم حرام“ الخ. والإطلاق شامل لنفس الفعل واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق، فإنها كلها مكروهة؛ لأنها زى الكفار. واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام“. شامى: ۵/۲۷۹ (۲) -

”وعن الحسن: لا بأس بالدف فى العرس يشتهر. وفى السراجية: هذا إذا لم يكن له جلاجل، ولم يضرب على هيئة التطرب“. اهـ. ردالمحتار: ۵/۲۴۷ (۳) -

﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزواً، أولئك لهم عذاب مهين﴾ الآية (۴) - فى معالم التنزيل: ”عن عبد الله بن مسعود وابن عباس

(۱) (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل فى اللبس: ۶/۳۲۷-۳۲۹، سعيد)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۶/۳۹۵، سعيد)

(۳) (ردالمحتار، المصدر المتقدم، قبيل فصل فى اللبس: ۶/۳۵۰، سعيد)

(۴) (سورة اللقمان: ۶)

رضى الله تعالى عنهم والحسن و عكرمة و سعيد بن جبیر رحمهم الله تعالى قالوا: لهو الحديث الغناء والمزامير والمعازف، اهـ“ (۱). ”وفى تفسير التى لهو الحديث الغناء وتعلم الموسيقىات وما يتغن به كالدف والبربط و الطنبور والتصفيق و ما يشبه ذلك، فكل ذلك حرام وفسق، والجلوس عليها معصية، والتلذذ به كفر، اهـ“ (۲)۔

﴿واستغفر من استطعت منهم بصوتك﴾. الآية (۳)۔ ”صوت الغناء والمزامير“. كذا فى المدارك، اهـ“ (۴)۔ فقط والله سبحانه تعالى اعلم۔
حرره العبد محمود گنگوہى عفا الله عنه، معين مفتى مدرسه مظاہر علوم سہارنپور۔

(۱) ”لم أجده فى معالم التنزيل باللفظ المذكور، وقد ذكره العلامة البغوى فى المعالم بلفظ: ”عن عبد الله بن مسعود وابن عباس رضى الله تعالى عنهم، والحسن وعكرمة وسعيد بن جبیر رحمهم الله تعالى قالوا: ﴿لهو الحديث﴾ هو الغناء، والآية نزلت فيه، ومعنى قوله: ﴿يشترى لهو الحديث﴾: أى يستدل ويختار الغناء والمزامير المعازف على القرآن. قال أبو الصباء الكبرى: سألت ابن مسعود رضى الله تعالى عنه عن هذه الآية فقال: هو الغناء، والله الذى لا إله إلا هو - يرددها ثلاث مرات - وقال إبراهيم النخعى: الغناء ينبت النفاق فى القلب، وكان أصحابنا يأخذون بأفواه السكك يخرقون الدفوف. وقيل: الغناء رقية الزنا. وقال قتادة: هو كل لهو ولعب ﴿ليضل عن سبيل الله بغير علم﴾ يعنى يفعلہ عن جهل“. (تفسير البغوى المسمى بمعالم التنزيل (سورة لقمان: ۶): ۴۹۰/۳، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

(۲) ”واستماع صوت الملاهى حرام كالضرب بالقصب وغيره قال عليه الصلوة والسلام: ”استماع الملاهى معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر“. (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل فى الأكل والشرب: ۲۴۶/۸، رشیدیہ)

(و كذا فى المحيط البرهانى، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الثامن عشر فى الغناء، واللهو، وسائر المعاصى، والأمر بالمعروف: ۱۱۲/۶، رشیدیہ)

(۳) (سورة الإسراء: ۶۴)

(۴) (تفسير المدارك المسمى بمدارك التنزيل و حقائق التاويل، (الإسراء: ۶۴): ۷۲۱/۱،

قديمی)

نکاح میں باجہ

سوال [۵۵۱۵]: شامی کے موقع پر باجا بجانا درست ہے یا نہیں؟ ترمذی، نسائی، ابوداؤد، بخاری شریف وغیرہ میں باجے کا جواز ملتا ہے۔ رمضان میں افطار و سحری کے وقت بجانا کیسا ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

باجا بجانا شادی کے موقع پر بھی درست نہیں، ترمذی وغیرہ میں اعلان کا حکم ہے کہ نکاح کا اعلان کر دیا جائے (۱)، مثلاً چار آدمیوں کی مجلس میں نکاح کیا گیا اور کسی کھال وغیرہ پر لکڑی مار کر اعلان کر دیا گیا، جس سے بہت سوں کو معلوم ہو گیا، بس اتنا کافی ہے۔ اور جب بڑی مجلس میں نکاح کیا جائے تو یہ خود ہی اعلان ہے۔ نیز جو صورت باجہ کی اختیار کی جاتی ہے اس کی کہیں اجازت نہیں، البحر الرائق میں بالکل ممانعت لکھی ہے (۲)۔

(۱) "قالت الربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا: جاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فدخل حين بُنی علیّ..... فجعلت جویریاٹ لنا یضربن بالدف..... الحديث" (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح والولیمة: ۷۷۳/۲، قدیمی)
"عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "أعلنوا هذا النکاح، واجعلوه فی المساجد، واضربوا علیہ بالدفوف" (جامع الترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی إعلان النکاح: ۲۰۷/۱، سعید)

(و کذا فی سنن النسائی، کتاب النکاح، باب إعلان النکاح بالصوت و ضرب الدف: ۹۰/۲، قدیمی)
(۲) "و فی المعراج: الملاحی نوعان: محرم، وهو الآلات المطربة من غیر الغناء کالمزمار، سواء کان من عود أو قصب کالشبابة أو غیره: کالعود والطنبور، لما روى أبو أمامة أنه علیه السلام قال: "إن الله بعثنی رحمةً للعالمین، و أمرنی بمحق المعازف والمزامیر". و لأنه مطرب مصد عن ذکر الله تعالی".
(البحر الرائق، کتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته و من لا تقبل: ۱۴۹/۷، رشیدیہ)

"و یکره استماع صوت اللہو والضرب به، والواجب علی الإنسان أن یجتهد ما أمکن حتی لا یسمع". (البحر الرائق، کتاب الکراهیة، فصل فی البیع: ۳۸۰/۸، رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، قبل باب ما یفسد الصلوة، ص: ۳۱۹، قدیمی)

سحری و افطار کی اطلاع کے لئے نثارہ کی اجازت ہے (۱)، تاہم افطار کے وقت اذان ہوتی ہے وہ بھی کافی ہے، اس لئے اذان پر ہی کفایت کرنا انسب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۹۴ھ۔

شادی میں بلجہ اور اس میں شرکت

سوال [۵۵۱۶]: آج کل جیسے شادیاں ہوتی ہیں جن میں بلجہ وغیرہ بھی بجاتے ہیں، یا یہ کہ وہ ڈھیرہ وغیرہ بھی بجاتے ہیں۔ ایسی شادی میں شرکت کرنا اور وہاں کھانا وغیرہ کھانا کیسا ہے؟ باجا بجانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ نیز باجا بجانے والے کی روزی کیسی ہے؟ ایک مسجد کے امام صاحب باجا بجانے کی نوکری کو درست بتلاتے ہیں۔ ایسے شخص کو مسجد میں مؤذن بھی رکھ سکتے ہیں یا نہیں، جو باجا بجانے والے کے یہاں نوکری بلجہ میں شرکت کے لئے رکھتا ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

باجا بجانا اور بنانا اور اس کی نوکری کرنا سب ناجائز ہے، اس کی آمدنی بھی ناجائز ہے (۲)، اس شادی میں شرکت بھی منع ہے جس میں باجا بجایا جاتا ہے، وہاں جا کر کھانا کھانا منع ہے (۳)۔ جو شخص ناجائز نوکری کرتا ہے اس کو مؤذن بنا کر نہ رکھا جائے (۴)۔ ڈھیروں کا حکم اتنا شدید نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۸۸ھ۔

شادی میں تالا، قینچی، سروطہ دینا

سوال [۵۵۱۷]: جہیز میں تالا قینچی، سروطہ دینے کو منحوس سمجھتے ہیں۔ یہ کہاں تک درست ہے؟

(۱) "أقول: و ينبغي أن يكون طبل المستخر في رمضان لا يفاظ النائمين للسحور، كبوق الحمام".

(ردالمحتار، كتاب الكراهية، قبيل فصل في اللبس: ۳۵۰/۶، سعيد)

(۲) "لا تصح الإجارة لأجل المعاصي، مثل الغناء والنوح والملاهي". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين

رحمه الله تعالى: "(قوله: والملاهي) كالمنزاهير والطبل". (ردالمحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة

الفاسدة، مطلب في الاستيجار على المعاصي: ۵۵/۶، سعيد)

(۳) (قد تقدم تخريجه تحت عنوان "شادی میں قوالی وغیرہ"۔)

(۴) "ويكره أذان جنب..... وفاسق". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۳۹۲/۱، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان اشیاء کا دینا نہ منحوس ہے (۱) نہ لازم ہے، حسب ضرورت دینا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۹۵ھ۔

بارات کی اصل اور براتیوں کو کھانا کھلانا

سوال [۵۵۱۸]: بعض مسلمان برادریوں میں شادی کے موقع پر یہ طریقہ رائج ہے کہ لڑکے والے جو بارات لے کر دلہن کے گھر جاتے ہیں تو ان تمام براتیوں کو بشمول عورت و مرد کھانا کھلایا جاتا ہے، جس کو عرف عام میں ”بارات کا کھانا“ کہتے ہیں۔ کچھ لوگ بارات کا کھانا اس لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کے بغیر برادری میں ان کی قدر و منزلت نہ رہے گی، یا بدنامی ہوگی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ رسم بند ہونی چاہئے، یہ اسراف بیجا اور غیر شرعی فعل ہے اور اس رسم کے بند ہو جانے سے ان لوگوں کی بھی پردہ پوشی ہوگی جو کہ بارات کا کھانا کھلانے کی استطاعت نہیں رکھتے، لیکن اس رسم کی مجبوری سے قرض وغیرہ کی مشکلات میں مبتلا ہوتے ہیں، لیکن بعض کافر مانا ہے کہ یہ فعل مہمان نوازی میں داخل ہے۔

کیا بارات کا کھانا کھلانے کی کوئی شرعی حیثیت ہے؟ کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا دیگر بزرگان دین سے یہ فعل صادر ہونا ثابت ہوتا ہے؟ اگر نہیں تو کیا اس فعل کو بند کرنے کی کوشش کرنی چاہئے؟ نیز کوشش کرنے والے مستحق اجر ہوں گے یا نہیں؟

عبدالاحد، مدرس دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”سئل نفع اللہ بعلومہ: السؤال عن النحس والسعد وعن الأيام والليالي التي تصلح لنحو السفر والانتقال ما يكون جوابه؟ فأجاب رضي الله تعالى عنه: من يسأل عن النحس وما بعده، لا يجاب إلا بالإعراض عنه، وتسفيه ما فعله، ويبين له قبحه، وأن ذلك من سنة اليهود لا من هدى المسلمين المتوكلين على خالقهم وبارئهم، الذين لا يحسبون و على ربهم يتوكلون. وما ينقل من الأيام المنطوقة ونحوها عن علي كرم الله تعالى وجهه باطل كذب، لا أصل له، فليحذر من ذلك. والله تعالى أعلم.“ (الفتاوى الحديثية، مطلب في الجواب عن الأيام والليالي وسعيدها ونحيسها، ص: ۴۱، ۴۲، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک وقت میں شادی کی یہ شان نہیں تھی جو آج کل رائج ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شادی کی حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدعو نہیں کیا، بلکہ خبر تک بھی نہیں کی (۱)۔ اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ کتب حدیث میں مذکور ہے (۲)۔

بارات کا یہ طریقہ بڑے بوڑھوں نے اس لئے رائج کیا تھا کہ لڑکی کو جہیز کثیر مقدار میں دیا جاتا تھا اور ایک ایک جہیز کی پوری نمائش کی جاتی تھی، سفر عام طور پر بیل گاڑی کا ہوتا تھا، ڈاکہ کے حادثات پیش آتے تھے، اس لئے بڑی بارات جایا کرتی تھی کہ جہیز وغیرہ کی پوری حفاظت ہو سکے۔ بارات کی کثرت مستقل فخر کی چیز شمار ہوتی تھی، شادی والا دوسروں سے بڑھ کر اپنے فخر کے لئے بارات کو کھانا کھلاتا ہے، جگہ جگہ اس کا چرچا کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ شرعاً درست نہیں، نہ حیثیت سے زیادہ جہیز کی ضرورت ہے، نہ اس کی حفاظت کے لئے بڑی بارات کی ضرورت ہے۔ جو کھانا فخر کے لئے کھلایا جائے اس کے کھانے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے (۳)۔ سوار یوں کا انتظام بھی ہو گیا، ریل، بس وغیرہ کا بہت عام رواج ہو گیا جو کہ پہلے اتنا عام نہ تھیں، اس

(۱) "عن أنس أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم رأى على عبد الرحمن رضي الله تعالى عنه أثر صفرة، فقال: "ما هذا؟" قال: إني تزوجت امرأة على وزن نواة من ذهب، قال: "بارك الله لك، أولم ولو بشاة". متفق عليه". (مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب الولیمة، الفصل الأول، ص: ۲۷۷، ۲۷۸، قدیمی)

(و صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الولیمة و لو بشاة: ۷۷۷/۲، قدیمی)
(والصحیح لمسلم، کتاب النکاح، باب الصداق و جواز کونه تعلیم قرآن و خاتم حدید الخ: ۴۵۸/۱، قدیمی)

(۲) "حدثنا محارب قال: سمعت جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنه يقول: تزوجت، فقال لي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما تزوجت؟" فقلت: تزوجت ثيباً، فقال: "مالك وللعذارى ولعابها". الحديث. (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب تزویج الثیبات: ۷۶۰/۲، قدیمی)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "المتباريان =

لئے بھی جو لوگ اس رسم کو بند کرنا چاہتے ہیں ان کی رائے بہت قابل قدر ہے۔

دولہا کے ساتھ اگر ان کے خاص آدمی، باپ بھائی وغیرہ کچھ آجائیں تو مہمان کی حیثیت سے ان کو کھلانا احترام کا تقاضا ہے، بڑی بارات بلا کر قرض لیکر کھلانا جو شاید سودی بھی ہو ہرگز شرعاً پسندیدہ نہیں (۱) سودی قرض لینا شرعاً جائز بھی نہیں، سود کے معاملہ پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے (۲)۔ جو لوگ شادی کے غلط طریقہ کی اصلاح کر کے اس کو سنت کے طریقہ پر جاری کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ یقیناً اجر عظیم کے مستحق ہیں،

= لا یجابان، و لا یوکل طعامهما“۔ قال الإمام أحمد: یعنی المتعارضین بالضيافة فخراً و ریاء“۔ (مشکوۃ

المصابیح، کتاب النکاح، باب الولیمة، الفصل الثالث، ص: ۲۷۹، قدیمی)

(۱) بسا اوقات ایسے غیر لازم کاموں سے کئی غیر مناسب امور کا وجود لازم آتا ہے، منجملہ ان میں سے یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی آسانی مشکل اور تنگی میں تبدیل ہوتی ہے، ایک غیر اہم کے لئے اہم کو چھوڑا جاتا ہے، بعض اوقات ایک مندوب پر التزام کی وجہ سے حرام کا ارتکاب ہوتا ہے اور واجبات و فرائض کا ترک لازم آتا ہے، بعض اوقات نفس اس کام سے کراہیت محسوس کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ نہ کرتا تو بہتر ہوتا اور نتیجہ ان سب کاموں کا ملال ہی ہے:

قال العلامة الشاطبی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”فصل: إذا ثبت هذا، فالدخول فی عمل علی نية الالتزام له إن كان فی المعتاد بحيث إذا داوم علیه، أوث ملأ ينبغي أن يعتقد أن هذا الالتزام مكروه ابتداءً؛ إذ هو مؤدّ إلى أمور جمیعها منهي عنه: أحدها: أن الله ورسوله أهدى فی هذا الدين التسهيل والتيسير، وهذا الملتزم يشبه من لم يقبل هديته، وذلك يضاهي ردّها علی مهديها وهو غير لائق بالمملوك مع سيده، فكيف يليق بالعبد مع ربه. والثاني: خوف التقصير أو العجز عن القيام بما هو أولى وأكدر فی الشرع..... والواجب أن يعطى كل ذي حق حقه. وإذا التزم الإنسان أمراً أو أمرين أو ثلاثة، فقد يصدّه ذلك عن القيام بغيرها..... فيكون ملوماً. والثالث: خوف كراهية النفس لذلك العمل الملتزم؛ لأنه قد فرض من جنس ما يشق الدوام عليه..... والنفس تشمئز منه وتؤدّ لو لم تعمل، أو تمنى لو لم تلتزم“. (الاعتصام للشاطبي، باب فی أحكام البدع الحقيقية والإضافية، ص: ۲۴۷-۲۴۹، دار المعرفة، بيروت)

(۲) ”عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أكل الربا و موكله و شاهديه و قال: ”هم سواء“۔ (الصحيح لمسلم، كتاب المساقاة والمزارعة، باب الربا: ۲/۲، قدیمی)

حق تعالیٰ ان کی نصرت فرمائے۔ اصلاح الرسوم (۱) اور بہشتی زیور (۲) میں تفصیل مذکور ہے، اس کو پیش نظر رکھا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۲/۹۲ھ۔

شادی میں داماد سے زیور وغیرہ لینا

سوال [۵۵۱۹]: تقریباً پورے صوبہ گجرات میں یہ رواج ہے کہ جب منگنی ہوتی ہے، تو اس وقت لڑکی کے لئے زیور اور کپڑا بنانے کے لئے ایک رقم طے ہوتی ہے، وہ رقم لڑکا یا اس کا ولی دیتا ہے اور اس کو ”لچے“ اور ”پلہ“ کہتے ہیں۔ وہ رقم حسب حیثیت جانبین دوسو، چار سو، ہزار، دو ہزار، بلکہ اس سے بھی زائد تک طے ہوتی ہے، اور اس کے بغیر منگنی قبول نہیں ہوتی۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر اس رقم کے طے کرنے میں جانبین کا اتفاق نہ ہو تو منگنی قبول نہیں ہوتی اور انکار کر دیا جاتا ہے، اگر لڑکے اور اس کے ولی کے پاس پیسہ نہ ہو تو اس کے لئے سودی قرضہ تک لیا جاتا ہے۔ اور مہر اس کے علاوہ ہے اور وہ عموماً ایک سو ساڑھے ستائیس روپے ہے۔ بعض جگہ اس سے زائد بھی ہے۔ مذکورہ بالا رقم مدت سے چلی آتی ہے، لیکن اس پیسے کے متعلق کوئی تصریح نہیں ہوتی کہ یہ مہر معجل ہے، یا ہبہ ہے، یا عاریت ہے۔ اور بعض جگہ پیسے کے بجائے زیور اور گھڑی بھی دیئے جاتے ہیں، لیکن عموماً پیسے دیئے جاتے ہیں۔

لڑکی کا باپ آزاد ہوتا ہے، چاہے سب خود کھالے، یا نکاح کے وقت کھانے وغیرہ میں صرف کرے، یا کہ زیور اور کپڑے بنائے۔ اگر خود کھائے یا کھلانے وغیرہ میں صرف کرے کوئی اس پر اعتراض نہیں کرتا، نہ مطالبہ کرتا ہے، نہ قانونی کارروائی کرتا ہے، لیکن کھانا معیوب سمجھا جاتا ہے، زیور کپڑوں میں صرف کرنا مستحسن سمجھا جاتا ہے۔ اگر لڑکی کے باپ نے خود کھالیا یا کھلانے میں صرف کر دیا تب تو کچھ نہیں، اور اگر اس کا زیور بنا دیا اور لڑکی اس کو لے کر خاوند کے یہاں چلی گئی تو اس کا مالک خاوند سمجھا جاتا ہے، چنانچہ لڑکی کے مرنے پر یا طلاق پر لڑکا اس کا مالک سمجھا جاتا ہے، بغیر اجازت وقت ضرورت وہ اس کو فروخت بھی کر سکتا ہے، رہن بھی رکھ سکتا ہے۔ اور بعض جگہ لڑکی کا باپ اس پر قبضہ کر لیتا ہے اور خاوند کو نہیں دیتے۔ ایسی صورت میں اس طریقہ سے لڑکے والے

(۱) (اصلاح الرسوم، لحکیم الأئمۃ التہانوی رحمۃ اللہ علیہ)

(۲) (بہشتی زیور، حصہ ششم، بیابہ کی رسوم کا بیان، ص: ۲۶، مکتبہ امدادیہ ملتان)

سے روپیہ یا زیور لینا جائز ہے یا نہیں؟ قرونِ اولیٰ میں اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو پھر یہ مہر معجل ہے، یا ہبہ، یا عاریت، خصوصاً جب کہ سودی قرض لیکر ادا کیا جائے؟

بندہ احمد بنات غفرلہ، ازترکیسر، ضلع سورت، ۱۴/ جولائی/ ۱۳۸۷ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکے کے ذمہ مہر اور نان نفقہ کپڑا واجب ہوتا ہے (۱)، زیور وغیرہ شرعاً واجب نہیں اور نکاح سے قبل یا رخصتی سے قبل جو بعض جگہ لڑکے یا اس کے ولی سے کچھ لینے کا دستور ہے کہ بغیر اس کے رخصتی نہیں کرتے اس کی شرعاً کوئی اصل نہیں، یہ لینا ناجائز ہے، کیونکہ یہ رشوت ہے۔ رخصتی کے بعد لڑکی اپنی مرضی سے اگر زوج کو زیور دے یا روپیہ پیسہ دے تب بھی جائز ہے، لیکن لڑکی کے باپ وغیرہ جو لڑکے سے وصول کرتے ہیں یہ ناجائز ہے اور سودی روپیہ لینا اور لڑکی کے باپ کو دینا یا خود لڑکا یہ ناجائز ہے (۲)۔

”و من السحت ما يأخذه الصهر من الختن بسبب بنته بطيب نفسه حتى لو كان بطلبه يرجع الختن به، اهـ“۔ رد المحتار: ۵/ ۳۰ (۳)۔ ”أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة، اهـ“۔ شامی، ص: ۵۶۵ (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ۵/ ۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ جمادی الاولیٰ/ ۱۳۸۷ھ۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿فما استمتعتم به منهن فاتوهن أجورهن فريضة﴾ الآية. (سورة النساء: ۲۴)

”المهر واجب شرعاً لإبانة لشرف المحل، فلا يحتاج إلى ذكره لصحة النكاح“۔ (البحر

الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/ ۲۴۹، رشیدیہ)

(۲) ”عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم آكل الربا وموكله و

شاهديه، وقال: ”هم سواء“۔ (الصحيح لمسلم، كتاب المساقاة والمزارعة، باب الربا: ۲/ ۲۷، قديمی)

(۳) (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ذكر الفروع: ۶/ ۴۲۴، سعید)

(و كذا في فتاوى قاضى خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، فصل في حبس المرأة

نفسها بالمهر: ۱/ ۳۹۱، رشیدیہ)

(۴) (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، قبيل مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية: ۳/ ۱۵۶، سعید) =

شادی کے لئے قومی قوانین

سوال [۵۵۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ہماری قوم کے لوگوں نے ذیل کے قوانین پاس کئے ہیں، آیا شریعت مطہرہ میں جائز ہے یا نہیں؟ لڑکی کی شادی کریں تو لڑکے والے سے تین سو پچاس روپیہ کا زیور لینا چاہئے اور یہ زیور مہر سے علاوہ اور زیور کا حق خاوند کا ہے، اس سے زیادہ زیور لڑکی والے لیویں اور لڑکے والے دیویں تو ان دونوں کا جرمانہ کیا جاتا ہے اور جرمانہ نہ دیویں تو اس کے ساتھ سب قوم کے آدمی ترک موالات کرتے ہیں۔ اس بات میں چند سوالات ہیں شریعت کا کیا حکم ہے:

۱..... تین سو پچاس سے زائد کا زیور لیویں تو اس کا جرمانہ کرنا شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟

۲..... اگر کوئی آدمی جرمانہ نہ دیوے تو لوگ اس کے ساتھ ترک موالات کرتے ہیں اور لین دین اور جمیع کاروبار اس کے ساتھ بند کرتے ہیں اور شادی دعوت وغیرہ تقریبات میں شرکت نہیں کرتے۔ اس سے ترک موالات کا کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

۳..... جماعت کے اخراجات کے لئے ہر سال ہماری قوم کے ہر مکان پر چار آنہ فیس ادا کرنا لازم کیا ہے اور فیس نہ دینے پر مناسب سزا دینے کا حق صدر صاحب کو ہے۔ آیا لازمی و فرضی فیس کا لینا شریعت سے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

غلام محمد داؤد جی، ٹہل، مقام جیتال، مورخہ: ۲۷/ربیع الثانی/۱۳۸۸ھ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱..... کسی شخص کو کسی زیور کے لئے مجبور کرنا درست نہیں، بلکہ اس کی اور زوجہ کی حیثیت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور کسی جرم پر مال کا جرمانہ کرنا شرعاً ناجائز ہے: ”والحاصل أن المذهب عدم التعزیر بأخذ المال، اھ۔“ بحر: ۵/۴۱ (۱)۔

= (و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب المہر، قبیل قول الكنز: ”ولو نکح ذمی ذمیۃ بمیتة الخ“: ۳/۳۲۵، رشیدیہ)

(۱) (البحر الرائق، کتاب الحدود، باب حد القذف، فصل فی التعزیر: ۵/۲۸، رشیدیہ) =

۲..... جب جرمانہ کرنا ہی ناجائز تو جرمانہ ادا نہ کرنے پر ترک موالات بھی ناجائز ہے، خلاف شرع کام کی وجہ سے ترک موالات درست ہے (۱)۔

۳..... یہ فیس بظاہر قوم کی اصلاح کے لئے ایک چندہ ہے، بہتر صورت ہے کہ سب مل کر قوم کی اصلاح کریں، خرابیوں، بُری رسموں اور آپس کے جھگڑوں کو اٹھا کر اتحاد و اتفاق سے شریعت کے موافق زندگی بسر کریں، اس کام کے لئے چندہ دینا اور لینا درست ہے (بشرطیکہ وہ صحیح مصرف پر صرف ہو)، لیکن کسی پر جبر کرنا اور زبردستی چندہ لینا ناجائز نہیں۔ اگر کوئی شخص اس اصلاحی جماعت میں شریک نہیں ہونا چاہتا بلکہ علیحدہ رہنا چاہتا ہے، تو اس سے جبراً چندہ وصول نہ کیا جائے (۲)۔ اگر یہ چندہ صحیح مصرف پر شریعت کے موافق صرف نہیں ہوتا تو اس کا لینا اور دینا ناجائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۴/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/جمادی الاولیٰ/۵۸ھ۔

دولہا والوں سے جبراً مٹھائی وغیرہ وصول کرنا

سوال [۵۵۲۱]: کسی جگہ شادی کی رسم یہ ہے کہ دولہا اپنے گھر سے مع بارات دلہن کی بستی کی طرف

= ”و عند أبي يوسف رحمه الله تعالى يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال، و عندهما وباقي الأئمة: لا يجوز..... إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي“. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۲/۱۶۷، رشيدية)

(و كذا في فتح القدير، فصل في التعزير: ۵/۳۳۵، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) ”قال الخطابي رحمه الله تعالى: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله، فيجوز فوق ذلك..... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق“. (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر الخ، الفصل الأول (رقم الحديث: ۵۰۲۷): ۸/۷۵۸، رشيدية)

(۲) ”عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئى إلا بطيب نفس منه“. رواه البيهقي في شعب الإيمان، والدارقطني في المجتبى“. (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

جاتے ہیں، راستہ میں جو کئی بستیاں واقع ہوتی ہیں، ان کے باشندگان دولہا والوں سے انہیں پکڑ کر مٹھائی وغیرہ لینے کے لئے سخت زور لگاتے ہیں، نہ دینے کی صورت میں پالکی وغیرہ توڑ دینے کی دھمکیاں دیتے ہیں، دولہا والے مارے شرم کے مجبوراً باشندگان کو مٹھائی وغیرہ دے کر چھٹکارا حاصل کرتے ہیں۔

ان باشندگان کا کہنا ہے کہ دولہا والوں سے اس قسم کی مٹھائی وغیرہ لینا ہمارا ملکی رسم و رواج ہے۔ خدا خدا کر کے دولہا والے جب دلہن کے مکان پر پہنچتے ہیں تو دلہن والے آ کر انہیں گھیر لیتے ہیں اور اپنے حسبِ عادت ان سے مٹھائی وغیرہ لینے کا سخت مطالبہ کرتے ہیں، نہ دینے کی صورت میں دلہن کے مکان میں جانے سے روک لیتے ہیں۔

دلہن والوں کی دوسری اور ایک عادت ہے کہ قبل عقد دولہا والوں سے اپنے پبلک فنڈ کے لئے کچھ معین نقد کا مطالبہ کرتے ہیں، عدم ادائیگی کی صورت میں عقد نکاح نہ کرنے کا خوف دلاتے ہیں۔ دولہا والے مجبوراً مطلوبہ روپیہ دیتے ہیں، مگر اس میں سے نصف روپیہ پبلک فنڈ میں رکھ کر باقی روپیوں کی مٹھائی خریدتے ہیں۔ اور اگر کوئی دیندار آدمی بستی والوں اور دلہن والوں سے یہ کہے کہ اس قسم کی مٹھائی اور روپیہ شرعاً جائز نہیں ہے تو یہ لوگ نہایت بے باکانہ جواب دیتے ہیں کہ ایسا لینا ہماری قدیم رسوم میں سے ہے، ہم ضرور اس کی پابندی کریں گے، اگرچہ اس کا ارتکاب حرام ہی کیوں نہ ہو۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دولہا والوں کا مجبوراً ایسا دینا اور بستی و دلہن والوں کا ایسا لینا اور ملکی رسم و رواج کی اس قدر سختی سے پابندی کرنا کہ ارتکاب حرام کی پرواہ بھی نہ ہو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

عرضگزار: محمد قاری حفیظ الرحمن سلہٹی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ رسم اور نقد و مٹھائی وغیرہ لینا اور جبر کرنا شرعاً ممنوع ہے اور ناجائز ہے:

”لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه“۔ الحدیث (۱)۔ ”لا یجوز لأحد من

(۱) ”عن أبی حرة الرقاشی عن عمه: قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم: ”ألا! لا تظلموا، ألا!

لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه“۔ رواه البیہقی فی شعب الإیمان، والدارقطنی فی المجتبی“۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریۃ، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

المسلمین أخذ مال أحد بغير سبب شرعی، اھ۔ بحر: ۵/۴۴ (۱)۔ ”أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة، اھ۔ درمختار: ۲/۵۰۳ (۲)۔

شرعی حکم کے مقابلہ میں رسم کی پابندی کرنا اور شرعی حکم کو نہ ماننا سخت گناہ ہے، بلکہ یہ مقابلہ بہت خطرناک ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ربیع الثانی/۱۴۱۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ربیع الثانی/۱۴۱۷ھ۔

رخصتی کے وقت شوہر سے روپیہ لینا

سوال [۵۵۲۲]: منگنی اور شادی کے وقت لڑکی والا جو روپیہ لیتا ہے اگر اس کی حسب مرضی روپیہ نہ دیں تو وہ شادی سے ہی انکار کر دیتا ہے۔ اس طرح لین دین درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ بطور قرض لیا جائے تو حسب ضرورت تراضی طرفین سے قرض کا لین دین درست ہے، مگر اس میں بھی یہ لحاظ رہے کہ شادی کے دباؤ اور اثر سے نہ ہو۔ اگر یہ قرض نہیں بلکہ شادی ہی کے اثر سے لیا جاتا ہے تو یہ رشوت اور حرام ہے، اس کی واپسی ضروری ہے، درمختار میں ہے:

”لو أخذ أهل المرأة عند التسليم، فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة“۔ (الدرالمختار)۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”(قوله: عند التسليم): أي بأن أبي أن يسلمها أخوها أو نحوه حتى يأخذ شيئاً، وكذا لو أبي أن يزوجه، فللزوج أن يسترده قائماً أو هالکاً؛ لأنه

(۱) (البحر الرائق، کتاب الحدود، باب حد القذف، فصل فی التعزیر: ۵/۲۸، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۲/۱۶۷، رشیدیہ)

(۲) (الدرالمختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب المهر، قبیل مطلب فی دعوی الأب أن الجهاز

عاریة: ۳/۱۵۶، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق. کتاب النکاح، باب المهر، قبیل قول الكنز: ”و لو نکح ذمی ذمیة بمیئة الخ“:

۳/۳۲۵، رشیدیہ)

رشوة، بزازية“۔ ردالمحتار، ص: ۳۳۶ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

نوید اور دعوت میں فرق

سوال [۵۵۲۳]: ہمارے یہاں کے لوگ ”نوید“ ضروری سمجھتے ہیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ شادی کے موقع پر اپنے تمام رشتہ داروں کو ”نوید“ بھیجتے ہیں، وہ رشتہ دار تاریخ مقررہ پر نائی کے ہمراہ چاول، دہی، دھوتی، یا صرف روپیہ لیکر اس شخص کے دروازہ پر حاضر ہوتے ہیں، اس سامان مذکورہ کو شادی والا اپنے رجسٹر میں درج کر دیتا ہے۔ پھر جب اس کے رشتہ دار کے گھر شادی پڑے تو اس شخص کو ویسا ہی کرنا پڑے گا، خواہ سامان یا روپیہ میں زیادتی کر کے لائے یا نہ لائے، لیکن لانا پڑے گا جتنا ہو سکے، اگر نہیں لایا تو اس پر لعن طعن کی جاتی ہے۔ اگر وسعت نہیں ہے تو قرض لیکر پورا کرتا ہے تاکہ رسوا نہ ہونا پڑے۔ اس کے متعلق نوید لینے والے اور دینے والے کا کیا حکم ہے؟

۲..... اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر ولیمہ کی دعوت دی جائے، پھر وہ اس طرح کا سامان لائے یعنی روپیہ یا دھوتی وغیرہ تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ دعوت اور نوید میں ہمارے یہاں فرق ہے: نوید اس کو کہتے ہیں کہ سامان مذکور لائے اور دعوت صرف کھانا کھا لینا ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... یہ طریقہ اور اس کا التزام غیر شرعی رسم ہے جس کا ترک کرنا لازم ہے، بلا ضرورت اور بلا طلب

(۱) (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، باب المہر، قبیل مطلب فی دعوی الأب أن الجہاز عاریة: ۱۵۶/۳، سعید)

(و کذا فی البزازیة علی هامش الفتاوی العالمگیریة، کتاب النکاح، الباب الثانی عشر فی المہر، نوع آخر: تزوجها بمہر سر أو بشيء علانية الخ: ۱۳۶/۴، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی العالمگیریة، کتاب النکاح، باب فی ذکر مسائل المہر، قبیل فصل فی تکرار المہر: ۳۹۱/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، آخر باب المہر: ۳۲۴/۳، ۳۲۵، رشیدیہ)

قرض ہے، بغیر ادا کئے مطالبہ ذمہ میں باقی رہے گا، کسی غریب کی مدد بغیر رسم و نمائش اور بغیر اس امید کے کہ یہ ہماری مدد اسی طرح کرے گا، نیز خوش کرنے کے لئے بلا حاجت بھی ہدیہ کے طور پر دینا مستحسن ہے، مگر مذکورہ مسئلہ طریقہ کی یہ صورت نہیں۔

۲..... ولیمہ سنت سے ثابت ہے جب کہ اس میں کوئی امر خلاف شرع نہ ہو، حدیث شریف میں ہے: ”أُولِمَ وَلَوْ بِشَاةٍ“ (۱)۔ اس کے قبول کرنے کی بھی ترغیب، بلکہ بلا عذر قبول نہ کرنے پر نکیر آئی ہے جس میں: ”فقد عصی“ کا لفظ ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۲/۹۱ھ۔
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۲/۹۱ھ۔

شادی میں برادری کو کھانا کھلانا

سوال [۵۵۲۴]: ایک شخص اپنے لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہے اور برادری میں یہ رسم ہے کہ شادی میں اگر پوری برادری کو کھانا کھلا دے تو وہ برادری میں رہ سکتا ہے ورنہ نہیں، حالانکہ بعض وقت شادی کرنے والے کی حیثیت اتنی بھی نہیں ہوتی کہ پانچ ہی آدمی کو کھانا کھلا دے۔ آیا ایسی صورت میں اس کو قرض دام لیکر کھانا کھلانا جائز ہے یا نہیں، جب کہ قرض کی ادائیگی کی کوئی صورت بھی نہیں؟ جو حکم ہوا ایسے کھانا کھلانے کا یعنی شرعاً مباح ہے یا واجب یا حرام؟ تفصیل سے مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں کھانا کھلانا اور اس کا کھانا شرعاً ناجائز ہے، یہ کھانا خوش دلی کے ساتھ نہیں کھلایا جاتا،

(۱) ”عن أنس رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم رأى على عبد الرحمن بن عوف أثر صفرة، فقال: ”ما هذا؟“ قال: إني تزوجت امرأة على وزن نواة من ذهب. قال: ”بارك الله لك، أُولِمَ وَلَوْ بِشَاةٍ.“ (صحيح البخاری، كتاب النكاح، باب الوليمة ولو بشاة: ۷۷۷/۲، قديمی)

(۲) ”عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من دُعي فلم يجب، فقد عصى الله ورسوله.“ الحديث رواه أبو داود. (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثاني، ص: ۲۷۸، قديمی)

بلکہ برادری کے جبر و تشدد سے مجبور ہو کر کھلایا جاتا ہے، حدیث شریف میں آتا ہے: ”لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه، اھ“۔ مشکوٰۃ شریف، ص: ۲۵۵ (۱)۔

یعنی کسی مسلمان کا مال بغیر اس کی خوش دلی کے حلال نہیں۔ ایسی رسموں کو توڑنا واجب ہے اور ”اصلاح الرسوم“ میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایسی رسموں کی شرعی و دنیوی قباحتیں خوب تفصیل سے بیان فرمائی ہیں، بیاہ شادی کے موقع پر خصوصیت سے اس کا دیکھنا بے حد ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۵/۵۹ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

شادی، ختنہ میں لڑکے کو سجانا اور پھولوں کا ہار گلے میں ڈالنا

سوال [۵۵۲۵]: شادی یا ختنہ کے موقع پر لڑکے کو سجاتے ہیں یعنی پھول کے ہار گلے یا سر پر سجاتے ہیں اور نقاب ڈالتے ہیں اور کمر میں پٹکے ڈالتے ہیں۔ تو یہ سب جائز ہے یا نہیں؟
۲..... قدرتی پھولوں کا ہار دولہا کے گلے میں ڈالنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱..... شادی یا ختنہ کی خوشی کے موقع پر اچھے عمدہ کپڑے پہنانا حدود شرع میں رہتے ہوئے درست ہے (۲)، ہار گلے میں نہ ڈالیں، سہرا بھی نہ باندھیں (۳)، نقاب بھی چہرہ پر نہ ڈالیں، پٹکے جو کہ ہندوانہ رسم ہے

(۱) ”سن ابی حوۃ الرقاشی عن عمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ألا! لا تظلموا، ألا! لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه“۔ رواہ البیہقی فی شعب الإیمان، والدارقطنی فی المجتبی“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریۃ، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)
(۲) شادی چونکہ خوشی کا موقع ہے اور خوشی کے مواقع میں حدود شرع کے اندر ترین جائز بلکہ مستحسن ہے جیسا کہ عید اور جمعہ کے دن فقہاء نے خوشبو اور نیا لباس پہننے کو مندوب لکھا ہے: ”و ندب یوم الفطر و تطیبه بما لہ ریح لالون، و لبسه أحسن ثیابه و لو غیر أبيض“۔ (الدر المختار)۔ ”قال فی البحر: و ظاہر کلامہم تقدیم الأحسن من الثیاب فی الجمعة والعیدین و إن لم یکن أبيض“۔ (رد المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب العیدین، مطلب: یطلق المستحب علی السنۃ و بالعکس: ۲/۲۸، سعید)

(۳) یہ ہندوانہ رسم ہونے کی بنا پر بوجہ تشبہ بالکفار کے بھی منع ہے، (کمانی بہشتی زیور، حصہ ششم، بیاہ کی رسموں کا بیان، ص: ۲۶، =

اس سے بھی پرہیز کریں (۱)۔

۲..... وہ بھی گلے میں نہ ڈالیں، خوشبو کے لئے اس کو دیدینے میں مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ختنہ کے موقع پر اناج لوٹا بھر کر دینا؟

سوال [۵۵۲۶]: ختنہ کے وقت کچھ اناج لوٹے میں بھر کر مسجد میں لاتے ہیں، وہ کس کا حق ہے؟ اور بھی اس قسم کی چیزیں آتی ہیں، ان کو کیا کرنا چاہئے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔
الجواب حامداً ومصلیاً:

ختنہ وغیرہ کے وقت اگر رسم کے طور پر لازم سمجھ کر مسجد میں کچھ دیا جائے تو نہ لیا جائے (۲)، اگر خوشی کے طور پر امام یا مؤذن کو کچھ دیا جائے تو مضائقہ نہیں، جس کو دیا جائے اسی کا حق ہے۔ اگر مسجد کے لئے کوئی چیز دی جائے تو وہ مسجد کا ہی حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۵/۹۰ھ۔

شادی میں نیوتہ

سوال [۵۵۲۷]: اس ملک کا رواج ہے کہ دولہا کی جب بارات چلنے لگتی ہے تو دولہا کے آگے ایک

= مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۱) ”وفیه أن من أصرّ علی أمر مندوب وجعله عزمًا، ولم یعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال، فكیف من أصرّ علی بدعة أو منکر“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلوۃ، باب الدعاء فی التشہد، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۹۴۶): ۳/۳۱، رشیدیہ)

(۲) ایسی رسوم میں اکثر طور پر لینا دینا بغیر طیب خاطر رسم سے مجبور ہو کر ہوتا ہے جو کہ درست نہیں:

”عن أبی حرة الرقاشی عن عمه، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ألا! لا تظلموا، ألا! لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه“۔ رواہ البیہقی فی شعب الإیمان، والدارقطنی فی المجتبی“۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریۃ، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

برتن رکھا جاتا ہے اور اس میں ہر شخص کچھ رقم رکھتا ہے، اس کو ”نیوتہ“ کہا جاتا ہے۔ پھر یہ رقم دولہا یا اس کے ورثہ لیتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے، نیز اس کی اصل شریعت میں پائی جاتی ہے یا نہیں؟ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بدترین گناہ کہا ہے، اور یہ مولوی صاحب اس رسم کو صلہ رحمی کہتے ہیں۔ اس کا شرعاً کیا حکم ہے اور ایسے عالم صاحب کا کیا حکم ہے جو خود کریں اور عوام جہلاء کو ایسی بدعات کا حکم دیں، ایسے عالم صاحب کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ جوابات ارقام فرما کر عند اللہ ثواب حاصل کریں۔

المستفتی: مفتی محمد عظیم اللہ خان غفرلہ (کشمیر)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ بطریق اعانت کے ہو اور ریاکاری نام و نمود وغیرہ کچھ نہ ہو تو شرعاً درست بلکہ مستحسن ہے، مگر طریقہ مروجہ کی حیثیت سے بجز رسم و رواج کے کچھ نہیں۔ اور بسا اوقات برادری کے زور یا رسوائی کے خوف سے دیا جاتا ہے، بلکہ اگر پاس نہ ہو تو قرض یا سودی لے کر دیا جاتا ہے، اس لئے ناجائز ہے (۱)۔ اور اگر بطور قرض دیا جاتا ہے جیسا کہ بعض جگہ رواج ہے تو اس میں بھی مفسد ہیں: ”لا یحل مال امریء إلا بطیب نفس منه“۔ رواہ البیہقی۔ مشکوٰۃ، ص: ۲۵۵ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/محرم الحرام/۶۳ھ۔

شادی میں رنگین کاغذ کے گیٹ بنوانا

سوال [۵۵۲۸]: شادی میں گیٹ رنگین کاغذ کے بنوانا کیسا ہے؟

(۱) سود حرام ہے، اس کے کھانے والے، کھلانے والے اور گواہوں پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے، حدیث شریف میں ہے:

”عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آکل الربا و

موکله و شاهده، وقال: ”ہم سواہ“۔ (الصحيح لمسلم، کتاب المساقاة والمزارعة، باب الربا:

۲/۲۷، قدیمی)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریۃ، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

شادی میں محض نمائش و فخر کے ہر کام سے بچنا چاہئے، مروجہ طریقہ پر گیٹ بنوانا بھی اس میں داخل ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲/۸۸ھ۔

شادی میں چودھریوں کے حقوق

استفتاء [۵۵۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین شریف سوالات مفصلہ

تفصیل ذیل میں:

۱..... ایک مجمع برادری کا ہے اس میں چند اشخاص چودھری واسطے انتظام غمی و شادی مقرر ہیں، تقریب غمی میں تو کچھ حاصل نہیں ہوتا، مگر جب کہ تقریب شادی ہوتی ہے مثلاً: کسی آدمی نے تمام برادری کی ضیافت کی، وہ لوگ حاضر ہوئے، کھانا کھا گئے، چودھریوں نے بھی کھانا کھایا اور بلا اطلاع اور اجازت میزبان کی اپنے گھر لے جانے کو علیحدہ چاول پختہ اور ترکاری دال پختہ و مٹھائی و گھی وغیرہ بلکہ پوشیدہ رکھ لیتے ہیں۔

پیشتر بزرگوں سے سنتے چلے آئے ہیں کہ جو چودھری ہوتا ہے اس کا یہ دستور ہوتا ہے کہ سب برادری کے ساتھ کھانا کھالیا اور ایک خوراک اپنے گھر لے گئے، جس کا نام ”بخشی دوہرہ حصہ“ ہے، اب مثلاً دس چودھری ہیں، فی کس کم از کم دس آدمیوں کی خوراک ٹوکرا بھر کر لے جاتا ہے، اور ایک ہانڈی دال کی ہمراہ ہوتی ہے، ظاہر اور خفیہ دونوں طریقہ سے لے جاتے ہیں، صاحب خانہ تکرار کی وجہ سے خاموش رہتا ہے، اس کا ذکر میزبان اپنے دوست و احباب سے بعد میں شکایت بھی کرتا ہے۔ ایسا فعل چودھریوں کو جائز ہے یا نہیں، ان کو یہ لے جانا حلال بھی ہوگا یا نہیں؟

۲..... دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کل برادری نے اتفاق کر رکھا ہے کہ جو شخص جدید آ کر برادری میں شامل

(۱) ”وأخرج ابن عساكر عن سالم بن عبد الله قال: اعترست [لعل الصواب: أعترست] في عهد أبي، فدعا أبي الناس، فكان فيمن دعا: أبو أيوب، وقد ستروا بيتي بجادي أخضر، فجاء أبو أيوب، فطأ رأسه، فنظر فإذا البيت ستر، فقال: يا عبد الله، تسترون الجدر؟ فقال أبي - واستحي - : غلبنا النساء يا أبا أيوب! فقال: من خشيت أن تغلبه النساء فلم أخش أن يغلبنك! لا أدخل لكم بيتاً، ولا أطعم لكم طعاماً، كذا في كنز العمال“ (حياة الصحابة

للعامة يوسف الكاندھلوي، الباب الثامن، إنكار أبي أيوب على ابن عمر الخ: ۲/۵۰۳، دار القلم دمشق)

ہونا چاہیے، وہ خشک چاول کل برادری میں مردوں کے فی کس آدھا سیر چاول اور دو چھٹانک دال ماش تقسیم کر دے، بعد میں جس قدر چودھری ہیں وہ دھڑی دھڑی چاول لے جاتے ہیں، جو شخص شامل ہوتا ہے اس کو رنج ہوتا ہے، علاوہ اس کے بعض بعض آدمیوں کو بھی برا معلوم ہوتا ہے۔ یہ چودھریوں کی زبردستی ہے، سب برادری کی اجازت نہیں ہے۔ یہ فعل چودھریوں کا جائز ہے یا نہیں، اگر برا ہے کس درجہ کا: حرام ہے یا حلال ہے، مؤاخذہ طلب ہوں گے یا نہیں؟ اگر چودھریوں کا حصہ کل برادری بالاتفاق مقرر کر دے، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

۳..... یہ رواج اور دستور چلا آتا ہے کہ جو نوشہ دولہا بارات لے کر بیاہنے آتا ہے، بعد نکاح ہونے کے بیٹی والا دولہا سے خرچہ لیتا ہے، وہ خرچہ یہ ہے کہ جو کھانا پکاتا ہے اس کی محنت و قیمت ظروف مٹی ورکابیاں وغیرہ دھوبی سقہ وغیرہ دلاتا ہے جس کا نام ”پٹہ“ رکھا ہوا ہے۔ یہ رواج شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۴..... کسی شخص نے مثلاً زید کو اپنا نکاح کرنے کی ضرورت ہے، زید نے عمرو سے سوال کیا کہ اپنی دختر سے میری شادی کر دو، عمرو نے جواب دیا کہ مجھے سویا دو سو روپے کی ضرورت ہے۔ عمرو نے زید سے روپیہ لے لیا اور زید کا نکاح اپنی دختر سے عمرو نے کر دیا۔ یہ لینا دینا جائز ہے یا نہیں؟

سائل: محمدی، متولی مسجد محلہ ٹوپہ سرائے، کیم/۱۲/۵۱ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... بغیر مالک کی خوشی اور اجازت کے جائز نہیں، کما فی قوله تعالى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ (۱) یعنی ”ایک دوسرے کا مال ناحق اور بُرے طریقہ سے مت کھاؤ“۔

۲..... اس کا جواب بھی یہی ہے یعنی بغیر مالک کی خوشی کے اور اجازت کے جائز نہیں کہ اس کا مال لیا جاوے، یہ فعل حرام ہے، کما قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لَا يَحِلُّ مَالُ امْرَأَةٍ إِلَّا بِطَيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ“ أو کما قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم (۲)۔

(۱) (سورة البقرة: ۱۸۸)

قال العلامة الآلوسی تحت الآية: ”والمراد من ”الأكل“ ما يعم الأخذ والاستيلاء، وعبر به؛ لأنه أهم

الحوائج..... والمعنى: لا يأكل بعضكم مال بعض“۔ (روح المعاني: ۶۹/۲، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۲) ”عن أبي حرة الرقاشی عن عمه رضی الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”ألا!

لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه“۔ رواه البيهقی فی شعب الإيمان، والدارقطنی فی

المجتبیٰ“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

بغیر اجازت کے مال لینے سے مؤاخذہ ہوگا۔ اگر مالکان خوشی سے بغیر زبردستی کچھ چودھریوں کو دیدیں تو جائز ہے۔

۳..... دولہا کی طرف سے اگر روپیہ خوشی سے بلا جبر دیا جاتا ہے، نیز اس کو لازم نہیں سمجھا جاتا، بلکہ بطور ہبہ اعانت کی غرض سے دیا جاتا ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر اس کو ضروری سمجھا جاتا ہے یا بلا رضا مندی دولہا سے لیا جاتا ہے تو درست نہیں: ”لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي، كذا في البحر الرائق“. فتاویٰ عالمگیری: ۲/۷۷۸ (۱)۔

۴..... اگر قرض لیا ہے اور واپس دینے کا قصد ہے تو جائز ہے، اگر نکاح کا عوض لیا ہے تو نکاح تو صحیح ہے، لیکن روپیہ واپس دینا ہوگا (۲)۔ البتہ اگر زید بخوشی ہبہ کر دے اس روپیہ کو اور واپس نہ لے تو مضائقہ نہیں۔ حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۱۲/۵۱ھ۔
الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۱۲/۵۱ھ۔

سوتے ہوئے چودھریوں کو نکاح کے لئے سلام کرنا

سوال [۵۵۳۰]: ہمارا ایک بڑا محلہ ہے، اس میں بارہ چودھری ہیں۔ یہاں پر یہ رسم ہے کہ جب شادی ہوتی ہے تو دولہا ان کو رات کو سوتے ہوؤں کو جگا کر سلام کرتا پھرتا ہے، ورنہ یہ لوگ نکاح میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ کیا یہ حکم شریعت سے ثابت ہے؟

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۲/۱۶۷، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الحدود، باب حد القذف، فصل فی التعزیر: ۵/۶۸، رشیدیہ)

(۲) ”أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة“۔ (الدر المختار)۔ ”قوله: عند التسليم“: أي بأن أبي أن يسلمها أخوها أو نحوه حتى يأخذ شيئاً، وكذا لو أبي أن يزوجه، فللزوج الاسترداد قائماً أو هالکاً؛ لأنه رشوة“۔ (رد المختار، کتاب النکاح، باب المهر، قبیل مطلب فی دعوی الأب أن الجهاز عارية: ۳/۱۵۶، سعید)

(و کذا فی البزازیۃ علی هامش الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب النکاح، الثانی عشر فی المهر، نوع آخر:

تزوجه بمهر سر أو شيء علانية الخ: ۳/۱۳۶، رشیدیہ)

(و البحر الرائق، کتاب النکاح، باب المهر: ۳/۳۲۵، رشیدیہ)

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس رسم کا قرآن پاک، حدیث شریف اور فقہ میں کہیں وجود نہیں، یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے، خالص جہالت ہے، اس کو ترک کرنا لازم ہے: ”من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه، فهو رد“ متفق علیہ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۴/۸۸ھ۔

جس شادی میں رسومات ہوں اس میں علماء کی شرکت

سوال [۵۵۳۱]: جس شادی میں سہرا باندھنا، آتش بازی اور دیگر رسومات بدعت ہوں، اس میں علماء کی شرکت اور نکاح پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب کہ پہلے سے معلوم ہو کہ فلاں شادی میں یہ ممنوعات موجود ہیں تو اس میں شرکت سے انکار کر دیا

(۱) (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب: إذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود: ۳۷۱/۱،

قدیمی)

(والصحیح لمسلم، کتاب الأقضية، باب نقض الأحکام الباطلة و ردّ محدثات الأمور: ۷۷/۲، قدیمی)

قال القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”من أحدث“: أي جدد وابتدع، أو أظهر و اخترع ”فی أمرنا“: أي

فی دین الإسلام ”فهو“: أي الذی أحدثه ”رد“: أي مردود علیہ. قال القاضی: المعنی:

من أحدث فی الإسلام رأياً لم یکن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفی، ملفوظ أو مستنبط، فهو

مردود علیہ. قيل: فی وصف الأمر ”بهذا“ إشارة إلى أن أمر الإسلام کمل و انتهى، و شاع و ظهر ظهور

المحسوس، بحيث لا یخفی علی کل ذی بصر و بصيرة، فمن حاول الزیادة فقد حاول أمراً غیر

مرضی؛ لأنه من قصور فهمه رآه ناقصاً، فهذا الشخص ناقص مردود عن جنابنا، مطرود عن بابنا، فإن

الدين اتباع آثار الآيات والأخبار، واستنباط الأحکام منها“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الإیمان، باب

الاعتصام، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۱۴۰): ۳۶۵/۱، ۳۶۶، رشیدیہ)

(و کذا فی فیض القدير للعلامة المناوی رحمہ اللہ تعالیٰ: ۵۵۹۴/۱۱، (رقم الحديث: ۸۳۳۳)، مکتبہ

نزار مصطفى الباز ریاض)

جائے خاص کر مقتداء (عالم، امام وغیرہ) کو شریک نہیں ہونا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۹۵ھ۔

جس شادی میں منکرات ہوں اس میں شرکت

سوال [۵۵۳۲]: کسی شادی میں ناچ طوائف، بقال، باجہ کے ساتھ ہو، اس میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ اگر کسی رشتہ دار کا شامل ہونا ضروری ہے اور وہ محفل ناچ میں شرکت نہ کرے، صرف شادی کے دیگر کاروبار میں شامل ہو جاوے، کھانے میں شرکت کرے، اس کا کیا حکم ہے؟

۲..... اگر کسی شادی میں صرف باجہ ہو اس میں شرکت کرنا کھانے وغیرہ میں شامل ہونا کیسا ہے اگرچہ اس کی نیت باجہ سننے کی نہیں ہے، وہ کس طرح شامل ہو سکتا ہے اور اس کھانے میں کچھ حرج ہے یا نہیں اور ان صورتوں میں نکاح جائز مطابق شریعت ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اگر وہ رشتہ دار ایسا ہے کہ اس کے شریک نہ ہونے سے شادی والوں کو رنج ہوگا اور توقع ہے کہ وہ ناچ گانا وغیرہ بند کر کے اس کو شریک کریں گے، یا اس کی شرکت سے دوسروں کو استدلال کا موقع ملے گا اور دوسرے لوگ بھی ان کاموں کو کریں گے تب تو شرکت ناجائز ہے، بالکل انکار کر دے اور صاف صاف کہہ دے کہ ان ناجائز چیزوں کو بند کرو تب تو شریک ہوں، ورنہ میں شریک نہیں ہوتا۔ اگر وہ رشتہ دار ایسا نہیں بلکہ چاہے وہ شریک ہو، چاہے نہ ہوں، کسی کو اس کی پرواہ نہیں تب شادی کے ناجائز کاموں کو روکنے کی کوشش بہر حال حسب وسعت ضروری ہے (۲)۔

۲..... اس کا بھی حکم یہی ہے۔ مگر نکاح دونوں صورتوں میں صحیح ہو جائے گا، ناجائز کاموں کا گناہ بھی ہوگا، پہلی صورت میں زیادہ دوسری صورت میں اس سے کم۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۵/۵۷ھ۔

(۱) (قد مضی تخریجہ تحت عنوان ”شادی میں قوالی“۔)

(۲) ”دُعِیْ اِلَیْ وَلِیْمَةٍ وَ ثَمَّةٍ لَعِبَ اَوْ غَنَاءٌ، قَعَدَ وَاَكَلَ لَوْ الْمُنْكَرَ فِی الْمَنْزَلِ، فَلَوْ عَلَی الْمَائِدَةِ لَا یَنْبَغِیْ اَنْ =

= يقعد بل يخرج معرضاً، لقوله تعالى: ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾. فإن قدر على المنع، فعل، وإلا يقدر صبر إن لم يكن ممن يقتدى به. فإن كان مقتدى ولم يقدر على المنع، خرج ولم يقعد؛ لأن فيه شيئاً للدين. وإن علم أولاً باللعب، لا يحضر أصلاً، سواء كان ممن يقتدى به أولاً؛ لأن حق الدعوة إنما يلزمه بعد الحضور، لا قبله.

وفى السراج: ودلت المسئلة أن الملاهى كلها حرام، ويدخل بلا إذنهم لإنكار المنكر. قال ابن مسعود رضى الله تعالى عنه: "صوت اللهو والغناء ينبت النفاق فى القلب كما ينبت الماء النبات". قلت: وفى البزازية: استماع صوت الملاهى كضرب قصب ونحوه حرام، لقوله عليه السلام: "استماع الملاهى معصية والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر، اهـ". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل فى اللبس: ۳۴۷/۶ - ۳۴۹، سعيد)

"وكره كل لهو، لقوله عليه السلام: "كل لهو المسلم حرام" الخ. والإطلاق شامل لنفس الفعل واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق، فإنها كلها مكروهة؛ لأنها زى الكفار. واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى البيع: ۳۹۵/۶، سعيد)

"وعن الحسن رحمه الله تعالى: لا بأس بالدف فى العرس يشتهر. وفى السراجية: هذا إذا لم يكن له جلاجل، ولم يضرب على هيئة التطرب، اهـ". (ردالمحتار، المصدر المتقدم، قبيل فصل فى اللبس: ۳۵۰/۶، سعيد)

قال الله تعالى: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِى لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا، أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ الآية (سورة لقمان: ۶)

قال العلامة البغوى فى المعالم: "عن عبدالله بن مسعود وابن عباس رضى الله تعالى عنهم، والحسن وعكرمة وسعيد بن جبیر رحمهم الله تعالى قالوا: ﴿لهو الحديث﴾ هو الغناء، والآية نزلت فيه. ومعنى قوله: ﴿يشترى لهو الحديث﴾: أى يستبدل ويختار الغناء والمزامير المعازف على القرآن. قال أبو الصباء الكبرى: سألت ابن مسعود رضى الله تعالى عنه عن هذه الآية فقال: هو الغناء، والله الذى لا إله إلا هو - يرددها ثلاث مرات - وقال إبراهيم النخعى: الغناء ينبت النفاق فى القلب، وكان أصحابنا يأخذون بأفواه السكك يخرقون الدفوف. وقيل: الغناء رقية الزنا. وقال قتادة: هو كل لهو =

شادی میں لڑکے کے مطالبات اور ان کی خرابیاں

سوال [۵۵۳۳]: عرض خدمت یہ ہے کہ ہم مسلمانوں میں شادی کے موقعہ پر ہنود کے رسم و رواج کی طرح لین دین کا سوال پیدا ہو گیا ہے، معمولی پڑھا لکھا نوجوان لالچ کے سبب لڑکی والوں سے مطالبات کرتا ہے جن کو دیکھ کر دینی تعلیم یافتہ نوجوان بھی مال و زر کے لالچ سے اس برائی میں پھنس گئے، اور امیروں نے نام و نمود کی خاطر ان کا سوال پورا کر کے اس کو رواج بنا لیا، حتیٰ کہ اب ہر گھر میں اس کا چرچا ہے، لیکن غریب لڑکی والے پر یہ سوال مصیبت بن گیا ہے۔ وہ مطالبات یہ ہیں: ریڈیو، سونے کا نگینہ، سونے کے زیورات، سائیکل، گھڑی وغیرہ۔

اس کے علاوہ لڑکی والے کو اتنا سونا، اتنی چاندی، جائیداد، پوشاک وغیرہ اور شوہر کے گھر میں گذر کرنے کا کل سامان دینا پڑے گا۔ اکثر لڑکے والے اس پر اٹل ہیں کہ جب تک یہ سب سامان نہ ملے شادی نہ کرائیں گے، چاہے بدکاری میں عمر گزرے۔ اور اس سوال کے سامنے لڑکی کے نان و نفقہ کی کوئی حقیقت نہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ شادی برادری میں نہ ہونے کے سبب برادری ترک، بیوی کو طلاق، بیوی کے دیئے ہوئے مال میں کوئی حق نہیں۔

جنہوں نے چار سال قبل شادی کی تھی اور ان کے اولاد بھی ہو گئی وہ بھی سوال کرتے ہیں کہ بیوی کا

= ولعب ﴿لیضل عن سبیل اللہ بغير علم﴾ یعنی یفعله عن جهل“۔ (تفسیر البغوی المسمیٰ مصالح التنزیل (سورۃ لقمان: ۶): ۳/۴۹۰، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿واستفزز من استطعت منهم بصوتک﴾۔ (سورۃ الإسراء: ۶۴)

”واستماع صوت الملاہی حرام کالضرب بالقصب وغیرہ قال علیہ الصلوۃ والسلام: ”استماع الملاہی معصیۃ، والجلوس علیہا فسق، والتلذذ بہا کفر“۔ (البحر الرائق، کتاب الکراہیۃ، فصل فی الأکل والشرب: ۲۴۶/۸، رشیدیہ)

(وکذا فی المحيط البرہانی، کتاب الاستحسان والکراہیۃ، الفصل الثامن عشر فی الغناء، واللہو، وسائر المعاصی، والأمر بالمعروف: ۱۱۲/۶، رشیدیہ)

﴿واستفزز من استطعت منهم بصوتک﴾ ”صوت الغناء والمزامیر“۔ (تفسیر المدارک المسمیٰ بمدارک التنزیل وحقائق التأویل، (الإسرائ: ۶۴): ۱/۲۱۱، قدیمی)

وارث ہمارا سوال پورا کرے تو خیر، ورنہ تو بیوی کو طلاق، ورنہ بیوی کا نان نفقہ بند، چاہے جدھر جائے۔ اس رسم سے بہت سی برائیاں ظاہر ہوئیں: زنا کاری، حمل بند کر دینا، حمل گرا دینا، لڑکی پیدا ہو تو مار ڈالنا، لڑکی کا خودکشی کر لینا، لڑکی والے کا شرم کی وجہ سے خودکشی کر لینا وغیرہ خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ علمائے دین اس طرف توجہ فرمائیں، یہاں جو دینی تعلیم حاصل کر کے آتے ہیں وہ بھی لالچ میں پھنس جاتے ہیں، اس لئے سوال کرتا ہوں کہ شریعت میں اس رسم کی کیا اصلیت ہے؟ جواب سے آگاہ فرمائیں تاکہ عوام کو آسانی ہو۔

۱..... شادی میں یہ رسم اور اس طرح کا لین دین سراسر گمراہی ہے یا نہیں؟

۲..... جس شادی کی مجلس میں ڈھول، باجا، آتش بازی ہو، اور بیوی کا حق حقوق نہ ہو، شریعت کی عزت نہ ہو، جس کے انجام میں اتنی برائیاں ہوں، ایسی مجلس میں مسلمانوں کا شریک ہونا درست ہے یا نہیں؟

۳..... ایسے رسم و رواج کو نکالنے والے، اس پر مدد کرنے والے، سوال کرنے والے، نام و نمود کی خاطر سوال کو پورا کرنے والے مسلمان ہیں یا نہیں؟

۴..... ایسی غیر شرعی مجالس میں نکاح درست ہے یا نہیں؟

۵..... تو نگر لڑکے والے کا غریب لڑکی والے پر سوال کرنا ظلم ہے یا نہیں؟

۶..... یہ رسم و رواج کا فرمشرک کا طریقہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح ایک عبادت ہے (۱) جس طرح دوسری عبادت کو حکم خداوندی اور ذریعہ قربت الہی تصور کرتے ہوئے کیا جاتا ہے اور اس کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ ہر عبادت کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ادا

(۱) ”عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”النکاح من سنتی، فمن لم

يعمل بسنتي فليس مني“۔ (سنن ابن ماجہ، أبواب النکاح، باب ماجاء فی فضل النکاح، ص: ۱۳۲،

قدیمی کتب خانہ)

”وعن أنس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”إذا تزوج العبد، فقد

استكمل نصف الدين، فليترك الله في النصف الباقي“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، الفصل الثالث،

ص: ۲۶۸، قدیمی)

کیا جائے، اسی طرح نکاح کو بھی عبادت تصور کرتے ہوئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ادا کرنا چاہئے تب ہی اس کی اصلی خیر و برکت حاصل ہوگی (۱)۔

دوسری قوموں کے طریقے پر کرنے سے اس کی عبادت کی شان باقی نہیں رہے گی، جتنی جتنی چیزیں اس میں دوسروں کی آتی چلی جائیں گی اسی قدر یہ نکاح عبادت اور سنت نبویہ سے نکل کر محض رسوم و رواج اور وہ بھی غیر قوموں کا رسم و رواج بنتا چلا جائے گا۔ پھر اس میں جو پابندیاں بے جا لگائی جائیں گی ان کی مضرتیں مستقل اثر انداز ہوں گی، جس قدر اس میں ظلم ہوگا اسی قدر اس میں بجائے خیر و برکت کے نحوست پیدا ہوگی (۲)۔ جو مفاسد سوال میں موجود ہیں وہ تو کچھ کم ہی ہیں، اس سے بھی زائد پیدا ہو سکتے ہیں۔

۱..... تعلیم اسلام کے خلاف ہے، غیر قوموں کا طریقہ ہے۔

۲..... ان مفاسد والی شادی میں ہرگز شرکت نہ کی جائے (۳)۔

۳..... اس رسم کو ایجاد کرنے والے، اس کی اعانت کرنے والے، اس میں شرکت کرنے والے، اس

(۱) قال الله تعالى: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾. (الأحزاب: ۲۱)

”عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”أما بعد! فإن خير الحديث كتاب الله، وخير الهدي هدي محمد، وشر الأمور محدثاتها“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول، ص: ۲۷، قدیمی)

(۲) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: ”إن أعظم النكاح بركةً أيسره مؤنة“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب النکاح، الفصل الثالث، ص: ۲۶۸، قدیمی)

”وقال: ما أحدث قوم بدعةً إلا رُفِعَ مثلها من السنة، فتمسك بسنة خير من إحداث بدعة“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثالث، ص: ۳۱، قدیمی)

(۳) ”دعى إلى وليمة وثمة لعب أو غنا (وإن علم أولاً) باللعب (لا يحضر أصلاً)“۔ (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة: ۳۲۸/۶، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمية، کتاب الحظر والإباحة، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۳۲۳/۵، رشیدیہ)

(والهداية، کتاب الکراهية، فصل في الأكل والشرب: ۴۵۳/۴، إمدادیه ملتان)

سے خوش رہنے والے حسب حیثیت سب گنہ گار ہیں (۱)، سب کو توبہ کرنا اور نکاح سنت طریقہ پر لانا ضروری ہے (۲)۔

۴..... نفس نکاح تو ایجاب و قبول سے منعقد ہو جاتا ہے (۳)، مگر ان امور کا گناہ بھی ہوتا ہے، وہ بھی معمولی نہیں۔

۵..... بالکل ناحق مطالبہ ہے جو کہ ظلم ہے، جبراً لینا تو ناجائز ہے: ”لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه“۔ الحدیث (۴)۔

۶..... یہ غیر قوموں کا طریقہ ہے جو کہ اسلامی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۴/۱۳۹۱ھ۔

شادی میں لڑکے کی فرمائشیں

سوال [۵۵۳۴]: آج کل شادی میں لڑکوں کی طرف سے فرمائش ہوا کرتی ہے، طرح طرح کی چیزیں مانگتے ہیں، لینا اور پھر ضد کر کے لینا کیسا ہے؟ اور دینے والا تو مجبور ہے، لیکن پھر بھی دینا کیسا ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ضد اور فرمائش غلط ہے، بجا ہے، ہرگز نہیں چاہئے، لڑکی کے والد بھی شرعاً مجبور نہیں (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۵/۹۶ھ۔

(۱) ”قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ”من سن فی الإسلام سنةً سیئةً، کان علیہ وزرہا ووزر من عمل بہا من

بعده من غیر أن ینقص من أوزارہم شیء“۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الأول، ص: ۳۳، قدیمی)

(۲) ”قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ”إن الناس إذا رأوا منکراً فلم یغیروہ، یوشک أن یعمہم اللہ

بعقابہ“۔ (مشکوۃ المصابیح، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، ص: ۴۳۶، قدیمی)

(۳) ”النکاح ینعقد بالإیجاب والقبول“۔ (الہدایۃ، کتاب النکاح: ۲/۳۰۵، مکتبہ شریکۃ علمیۃ)

(۴) ”قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ”ألا لا تظلموا، ألا لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه“۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریۃ، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

(۵) (راجع الحاشیۃ المتقدمة آنفاً)

نکاح میں غیر شرعی رسوم

سوال [۵۵۳۵]: زید اور اس کا پورا خاندان معتقد ہے مراسم نامشروع اور رواج کا فرانہ کا، اسی وجہ سے عقد و نکاح کے سلسلہ میں ناچ، گانا، ہاجہ، منڈھا، مہندی، کلدوہ، سہرا اور تیل اتارنے کے نام سے جلتے چراغوں کا ایک تھال دولہا اور دولہن کے سروں پر گھمایا جاتا ہے، چاول اور تیل وغیرہ سروں پر نچھاور کئے جاتے ہیں، کوئی نکاح خاندان زید میں بغیر ان رسموں کے نہیں ہوتا، کیونکہ مذکورہ بالا رسموں کو وہ لوگ برا نہیں سمجھتے ہیں، اور باوجود سمجھانے کے بھی ان تمام رسموں کو حلال ہی جانتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر زید کا نکاح مذکورہ اعتقاد اور رسم و رواج کا فرانہ کے ساتھ ہو تو نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ اور شرکائے مجلس یعنی وکیل و گواہ اور نکاح خواں وغیرہ پر کوئی الزام شرعی وارد ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر زید مذکورہ معتقدات اور رسمیات کے ساتھ ہونے والی منکوحہ کو طلاق دے بیٹھے تو اس منکوحہ مذکورہ کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنے کے لئے حلالہ ضروری ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انتہائی جہالت اور پرانی رسم کی وجہ سے زید ان چیزوں میں شریک ہے اور کفر نہیں سمجھتا اور سارے خاندان ہی کا یہ حال ہے، انا للہ۔ تاہم زید اور اس کے خاندان کو کافر و مرتد نہیں قرار دیا جائے گا اور اسلام سے خارج مان کر کافروں کے احکام نہیں دیئے جائیں گے (۱)۔ اس لئے اس نکاح کو بھی درست کہا جائے گا، اور اس پر پورے شرعی احکام جاری ہوں گے۔ اگر وہ تین طلاق دے گا تو پھر بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی اجازت نہیں ہوگی۔ عقائد و اعمال کی اصلاح بہر حال لازم ہے، اس کی پوری کوشش کی جائے (۲)۔ شرکائے مجلس، وکیل،

(۱) "إذا كان في المسئلة وجوه توجب التكفير، و وجه واحد يمنع التكفير، فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الذى يمنع التكفير تحسیناً للظن بالمسلم، ثم إن كانت نية القائل الوجه الذى يمنع التكفير، فهو مسلم۔"

(التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فى إجراء كلمة الكفر اه: ۴۵۸/۵، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا فى الفتاوى العالمكیریة، كتاب السير، قبیل الباب العاشر فى البغاة: ۲۸۳/۲، رشیدیہ)

(۲) "والذى صرح به أئمتنا أنه يجب على كل أحد وجوباً عيناً أن يعرف صحيح الاعتقاد من فاسده۔"

(الفتاوى الحديثية، باب فى أصول الدين، مطلب: يتعين على ولاية الأمور اه، ص: ۲۷۵، قديمی)

گواہ، نکاح خواں کے لئے صرف شرکت مجلس کے مسائل دریافت کرنے پر قناعت نہ کی جائے، جب سارا خاندان ہی ایک رنگ میں رنگا ہوا ہے تو سب کی اصلاح لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

شادی وغیرہ رسوم کی اصلاح

سوال [۵۵۳۶]: اسلامی انجمنوں نے دستور العمل بنایا ہے تاکہ اس نازک وقت میں رسومات بد ترک ہوں بحکم خدا اور بفرمودہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمان ہر ایک کام انجام لائے۔ کمیٹی نے مختلف لوگوں کو دستور العمل کی کاپیاں بھی دیں، خط کے نقول بھی روانہ کئے، کمیٹی کی جانب سے وفد بھی گئے تاکہ فضول خرچی نہ کریں، یہ سب شیطانی کام ہے اور قوم اس سے روز بروز غربت اور مشکل میں پڑتی ہے۔

کئی بزرگوں نے اس پر لبیک کہا، قرآن و حدیث نبوی پر عمل کیا، کچھ جاہل لوگ ایسے بھی ہیں جن کو دولت حرام ملتی ہے، لوگوں کا خون چوستے ہیں، شیطانی کام کرتے ہیں۔ اگر دستور العمل اور خط ملنے کے باوجود انہوں نے اس پر عمل نہ کیا تو صرف قرآن و حدیث کے مطابق ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے تاکہ باقی لوگ بھی عبرت حاصل کریں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

فضول خرچی، غلط رسوم، ناجائز حرکات کی اصلاح ضروری ہے، شادی اور نکاح درحقیقت ایک عبادت ہے جو کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے (۱)۔ اس نیت

(۱) حدیث پاک میں ارشاد ہے: ”عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”یا معشر الشباب! من استطاع منکم الباءة فلیتزوج؛ فإنه أغض للبصر، وأحصن للفرج، ومن لم یستطع فعلیہ الصوم، فإنه له وجاء“۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، الفصل الأول، ص: ۲۶۷، قدیمی)

— قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”قال بعضهم: هو واجب بالإجماع؛ لأنه یغلب علی الظن أو ینخاف الوقوع فی الحرام.....“ قیل: فرض کفایہ. وقیل: واجب علی الکفایہ. وقیل: مستحب. وقیل: سنة مؤكدة، ودر الأصح. وهو أقرب إلی العبادۃ حتی إن الاشتغال به أفضل من التخلی عنه لمحض العبادۃ. (مرقاۃ المفاتیح، کتاب النکاح، الفصل الأول: ۲/۲۶۱، رشیدیہ)

سے شادی کی جائے اور وہی طریقہ اختیار کیا جائے جس کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اختیار کیا ہے اور کتب فقہ، نیز شروح حدیث میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح الرسوم اور بہشتی زیور میں اس کی پوری تشریح فرمادی اور جو جو رسم غیر شرعی رائج ہو گئی ہے ان کو بھی لکھ دیا ہے۔

اگر سب برادری جمع و متفق ہو کر اس پر عمل کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت سی خرابیوں سے حفاظت رہے گی، اور یہ شادی گناہوں اور خرافات سے پاک ہو کر عبادت اور قربت بن جائے گی، اس کا نفع دنیا میں بھی ہوگا اور آخرت میں بھی ہوگا۔ جو لوگ خلاف شرع اور ناچ گانا بجانا وغیرہ اپنی شادی میں کریں ان کی شادی میں شرکت نہ کی جائے اور آئندہ ان کے یہاں شادی سے بھی پرہیز کیا جائے، ان کی دعوت بھی قبول نہ کریں تا آنکہ وہ توبہ کر لیں اور ہر کام شریعت کے مطابق کرنے کا وعدہ کر لیں۔ نیز جہاں تک ہو سکے تشدد نہ کیا جائے، کوئی جسمانی یا مالی سزا نہ دی جائے، بلکہ شفقت و مہمانش سے کام لیا جائے، اللہ پاک مدد فرمائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

سنت کے خلاف رسم و رواج کی پابندی کی جائے یا نہیں؟

سوال [۵۵۳]: اس وقت ہر بستی میں اتنی قیود و پابندی ہے کہ ایک لڑکا شادی کرنا چاہتا ہے تو بمشکل کر سکتا ہے، کیونکہ بستی کے رسم و رواج میں فضول خرچی اور سراسر سنت کے خلاف ہو رہا ہے۔ آیا اس کا ساتھ دیا جائے یا نہیں؟ اگر ساتھ نہیں دیتے ہیں تو بستی والے بائیکاٹ کر دیتے ہیں، اس وقت ہم کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنی حد و سعت تک نبھانا ہی چاہئے، اور حسن تدبیر و حسن اخلاق سے سمجھایا جائے (۱)، حضرت نبی

(۱) ”وینبغی للامر والناہی أن یرفق، لیكون أقرب إلی تحصیل المطلوب“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب

الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۸/۸۶۳، (رقم الحدیث: ۵۱۳۷)، (رشیدیہ)

اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک حالات اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و دیگر اکابر کے حالات سنانے کا اہتمام کیا جائے، جس سے اپنے طریق کا غلط ہونا معلوم ہو، اور ان کے اتباع کی رغبت پیدا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۱/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۱/۱۳۸۶ھ۔

کیا گدی نشین کا نکاح جرم ہے؟

سوال [۵۵۳۸]: اگر خانقاہوں میں تعزیه بنتا ہے اور چادر چڑھائی جاتی ہے اور وہاں کا یہ دستور ہے کہ جو گدی نشین ہو وہ نکاح نہ کرے، اگر نکاح کرے تو گدی سے اتار دیا جائے گا، لیکن اگر زنا کرے تو گدی سے نہ اتارا جائے۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ انتہائی جہالت و ضلالت ہے کہ سنت پر عمل کرنا تو جرم قرار پائے اور حرام کاری جرم نہ ہو (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

زیادتِ مہر، جہیز اور بھات وغیرہ مٹانے کے لئے کمیٹی کی بعض تجاویز

سوال [۵۵۳۹]: مسلم چھپی ایسوسی ایشن ضلع بجنور نے اپنی ایک سماجی تنظیم بنائی ہے جس میں انہوں نے اپنی شادیوں میں زیور، کپڑا، رسم منگنی اور رخصتی وغیرہ کے اخراجات میں کمی کی ہے، وہیں مہر، جہیز پر بھی پابندی عائد کر دی ہے۔

۱..... نکاح کے لئے طے کیا ہے کہ نکاح صرف مہر فاطمی پر ہوگا، پانچ برتن سے زائد نہیں دے سکتا، نقد اکاون روپیہ سے زائد نہیں دے سکتا، اس کے علاوہ سلائی مشین، گھڑی، سائیکل، پلنگ، پیڑھا، اگر توفیق ہو تو دے سکتا ہے۔ کیا یہ پابندی شرعاً جائز ہے، اس پر عمل کرنے والے گنہگار تو نہیں ہوں گے؟

(۱) زنا تمام ادیان میں حرام ہے اور اس سے اس کی قباحت کا پتہ چلایا جاسکتا ہے، کیونکہ بہت سی چیزیں اسلام میں حرام ہیں، لیکن دوسرے ادیان میں جائز ہیں مثلاً شراب، لیکن زنا چونکہ نسل انسانی کے تحفظ اور تشریف کے لئے ہادم اور نافی ہے اس وجہ سے تمام ادیان کے اندر حرام کیا گیا ہے: ”الزنا حرام فی جمیع الأديان والملل“۔ (رد المحتار، کتاب الحدود: ۵/۶، سعید)

۲..... بھات اور دیاری (۱) کی رسم کو سابق رواج کے مطابق رکھا گیا ہے، کیا یہ رسم شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اقتصادی، معاشی، معاشرتی سدھار کے لئے قوم پر توجہ کرنا اور انتظام کرنا بہت مناسب ہے تاکہ غلط طریقے اور غلط اخراجات بند ہو کر صحیح طریق پر سنت کے مطابق نکاح کی تقریب انجام پائے، مہر کی مقدار شریعت نے کم سے کم دس درہم تجویز کی ہے جو تقریباً ۳/۱۰ تولہ چاندی ہے (۲)، زیادہ کی مقدار مقرر نہیں کی، لیکن اتنی بڑی مقدار تجویز کر دینا جو شوہر کے قابو سے بالکل باہر ہو جائے، اور ادا کرنے کی کبھی بھی نوبت نہ آئے بہت غلط طریقہ ہے، اس کی ممانعت آئی ہے (۳)۔

اسی طرح جہیز کی ایسی پابندی کہ قرض لے کر دیا جائے اور وہ بھی سودی، جس کی وجہ سے بسا اوقات زمین، مکان، زیور پر آفت آ جاتی ہے، یہ سب غلط طریقہ ہے، مگر سب کی حیثیت یکساں نہیں ہوتی اور سب کے

(۱) بھات: جو سامان بطور امداد بھائی کی طرف سے بہن کے ہاں کسی تقریب میں بھیجا جائے۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۲۹، فیروز سنز، لاہور)

دیاری: امداد، مدد، بچاؤ، حفاظت، قوت، طاقت۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۲۷، فیروز سنز لاہور)

(۲) ”عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ”سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ولا مہر أقل من عشرة“۔ (إعلاء السنن، باب: لا مہر أقل من عشرة: ۸۱/۱۱، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب السابع فی المہر، الفصل الأول فی أدنی مقدار المہر: ۳۰۲/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب النکاح، باب المہر: ۱۰۱/۳، سعید)

(۳) ”قال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ”ألا! لا تغالوا صدقة النساء..... ما علمت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکح شیئاً من نسائه و لا أنکح شیئاً من بناته علی أكثر من ثنتی عشرة أوقیة“، هذا حدیث حسن صحیح“۔ (جامع الترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی مہور النساء: ۲۱۱/۱، سعید)

(وسنن أبی داؤد، باب الصداق: ۲۹۴/۱، إمدادیہ ملتان)

(و کذا فی حجة اللہ البالغة، کتاب النکاح، باب عدم المغالاة فی الصداق: ۳۴۳/۲، قدیمی)

لئے ایک حد بھی تجویز نہیں کی جاسکتی۔ تاہم جو لوگ مہر فاطمی کی رعایت سنت سمجھ کر کریں گے وہ مستحق اجر و ثواب ہوں گے۔ اگر وقت نکاح جہیز نہ دیا جائے، یا برادری کی تنظیم کے موافق دیا جائے، زیادہ نہ دیا جائے تو اس صورت میں تنظیم بھی برقرار رہے گی اور بعد میں جو کچھ دل چاہے لڑکی کو دیتے رہیں، اس میں رکاوٹ نہیں ہوگی، اپنی لڑکی کو کبھی کبھی کچھ دینا منع نہیں (۱)۔

۲..... بھات وغیرہ کی رسم غیر شرعی ہے (۲) اس کو بند کیا جائے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

امامہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۷/۹۹ھ۔



(۱) ”عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: جہّز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاطمة فی حمیل و قربہ و وسادة حشوہا اذخر الفرش“ (سنن النسائی، کتاب النکاح، باب جہاز الرجل ابنتہ: ۹۲/۲، قدیمی کتب خانہ)

(وکذا فی الإصابۃ، کتاب النساء، حرف الفاء: ۲۶۷/۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منہ فهو رد“۔ متفق علیہ“ (مشکوۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الأول، ص: ۲۷، قدیمی)

(۳) قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ، فإن لم یستطع فبلسانہ، فإن لم یستطع فبقلبہ، وذلك أضعف الإیمان“۔ (الصحيح لمسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون النہی عن المنکر من الإیمان: ۵۱/۱، قدیمی)

باب من یحل نکاحہ

(جس سے نکاح جائز ہے)

پھوپھی کی لڑکی سے نکاح

سوال [۵۵۴۰]: ایک شخص اپنے لڑکے کا عقد اپنی سگی بہن کی لڑکی سے کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پھوپھی کی لڑکی سے نکاح درست ہے، جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان میں یہ داخل نہیں ہے:

﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

پھوپھی، ماموں، خالہ کی لڑکی سے نکاح

سوال [۵۵۴۱]: پھوپھی، ماموں، خالہ کی لڑکیوں سے شادی اسلام کی نگاہ میں درست ہو جاتی

(۱) (سورة النساء : ۲۴)

قال ابن كثير رحمه الله تعالى تحت هذه الآية: "أى ما عدا من ذكر من المحارم، هن لكم

حلال". (تفسير ابن كثير: ۴/۱، سهيل اكيڈمی لاہور)

"أى أبيع لكم من النساء سوى ما حرم عليكم". (التفسير المنير: ۶/۵، دار الفكر بيروت)

قال الله تعالى ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾: أى ما سوى المحرمات المذكورات فى الآيات

السابقة". (التفسير المظهرى: ۲/۲۶، حافظ كتب خانہ کوئٹہ)

(و كذا فى بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل فى بيان بعض المحرمات: ۳/۴۳۷، دار الكتب العلمية

بيروت)

(و كذا فى تبیین الحقائق، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات: ۲/۴۶۹، دار الكتب العلمية بيروت)

ہے، لیکن ایک غیر مسلم ہندو اس کو بُرا گردانتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ اپنی بہن لڑکی کی مانند ہے، اسلام اس سے شادی درست قرار دیتا ہے اور جائز سمجھتا ہے اور بہن کی لڑکی سے کوئی مذہب شادی بیاہ کو درست نہیں سمجھتا ہے۔ لہذا اس اعتراض کا جواب بھی بجائے نقل کے عقل سے دیا جائے تاکہ مخالف اور باطل کو اس کے اعتراض کا جواب کافی شافی مل جائے اور مطمئن ہو جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کتب فقہ میں ایسے نکاح کی اجازت موجود ہے اور کتب حدیث میں زمانہ خیر القرون میں ایسے نکاح کا ثبوت مذکور ہے۔ قرآن کریم سورہ احزاب میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے جن عورتوں سے نکاح کرنے کو حلال فرمایا گیا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ﴾ اھ۔ اس میں ﴿وَبَنَاتِ عَمِّكَ﴾ وبنات عماتك ﴿اھ (۱) بھی مذکور ہے۔ اور امت کے لئے محرمات کو شمار کرا کے سورہ نساء میں کلیہ بیان فرمادیا گیا ہے ﴿وَأَحْلَلْنَا لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ﴾ الآية (۲)۔

غیر مسلم کے نزدیک جب نفس اسلام ہی باطل ہے تو پھر ان مسائل میں اس کو بحث کرنا ہی بیکار ہے، وہ اسلام کی عقلیت کو نہیں سمجھ پاتا تو اس کے فرعی مسائل کی عقلیت کو کیسے سمجھ پائے گا، وہ عقل سے اس قدر بعید بلکہ محروم ہے کہ بہن کے معنی و مقصود کو بھی نہیں سمجھتا، جو جو رعایت حقیقی بہن کے ساتھ ہے کیا وہی چچا زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد بہن کے ساتھ بھی ہے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح

سوال [۵۵۴۲]: اپنی خالہ زاد بہن کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۱) (سورۃ الاحزاب : ۵۰)

(۲) (سورۃ النساء : ۲۴)

”ای ما عدا من ذکر من المحارم، هن لکم حلال“۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۱، سہیل اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی التفسیر المنیر: ۶/۵، دار الفکر بیروت)

(و کذا فی التفسیر المظہری: ۲/۲۶، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

۲.....اپنی ماموں زاد، پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....خالہ زاد بہن کی لڑکی سے نکاح درست ہے۔

۲.....پھوپھی زاد اور ماموں زاد بہن کی لڑکی سے بھی نکاح درست ہے۔ جس جس عورت سے نکاح

حرام ہے اس کی تفصیل چوتھے پارہ کے آخر میں قرآن پاک میں بیان فرمادی گئی ہے، اس میں ان مذکور تین عورتوں کو شمار نہیں کیا گیا ہے (۱)، تفصیل کے بعد فرمادیا گیا: ﴿وَأَحِلُّ لَكُمْ مَا وَّرَاءَ ذَلِكَ﴾ (۲) یعنی ”ان محرمات کے علاوہ عورتوں سے نکاح درست ہے“۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

خالہ اور چچا وغیرہ کی لڑکیوں سے نکاح

سوال [۵۵۴۳]: خالہ کی لڑکی اور پھوپھی کی لڑکی اور تائی کی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خالہ کی لڑکی اور پھوپھی کی لڑکی اور تائی کی لڑکی سے نکاح کرنا ممنوع نہیں بلکہ جائز ہے، اگر کوئی اور وجہ

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ، وَبَنَاتُكُمْ، وَأَخَوَاتُكُمْ، وَعَمَّاتُكُمْ، وَخَالَاتُكُمْ، وَبَنَاتُ الْأَخِ، وَبَنَاتُ الْأَخْتِ، وَأُمَّهَاتُكُمُ الَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ، وَأَخَوَاتُكُمُ مِنَ الرِّضَاعَةِ، وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ، وَرَبَائِبُكُمُ الَّتِي فِي حَجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ الَّتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ، فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ، وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ، وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ، إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُوراً رَّحِيماً﴾ (سورة النساء: ۲۳)

(۲) (سورة النساء: ۲۴)

”أَيُّ مَا عَدَا مِنْ ذُكْرٍ مِنَ الْمَحَارِمِ، هُنَّ لَكُمْ حَلَالٌ“۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۷۴، سہیل

اکیڈمی لاہور)

(وکذا فی التفسیر المنیر: ۵/۶، دار الفکر بیروت)

(وکذا فی التفسیر المظہری: ۲/۶۶، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات: ۳/۴۳۷، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حرمت ہو مثلاً: مصاہرت یا رضاعت تو دوسری بات ہے، ورنہ صرف مذکورہ فی السؤال رشتہ مانع نکاح نہیں (۱)۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح

سوال [۵۵۴۴]: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے، ہر مسلمان کو فرض ہے کہ سنت کی پیروی کرے، لیکن میری عمر ۷۷ برس کی ہوئی، ایسا عقد میری نظر سے نہیں گذرا، نہ آپ کے یہاں کوئی عقد ہوا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن قرابتوں سے نکاح حرام ہوتا ہے ان کی تفصیل قرآن پاک (۲) اور حدیث شریف (۳) اور کتب فقہ میں مذکور ہے (۴)، چچا زاد بھائی ان قرابتوں میں نہیں (۵)۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیٹی

(۱) (تقدم تخريجہ تحت عنوان ”پھوپھی کی لڑکی سے نکاح“۔)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمہتکم وبناتکم وأخواتکم وعمتکم وبنات الأخت وبنات الأخت وأمہتکم التي أرضعنکم وأخواتکم من الرضاعة وأمہات نسائکم وربائبکم التي فی حجورکم من نسائکم﴾ الخ. (سورة النساء: ۲۳)

(۳) ”عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: حرم من النسب سبعٌ ومن الصهر سبعٌ، ثم قرأ: ﴿حرمت علیکم أمہاتکم﴾ رواہ البخاری۔ قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”حرم من النسب سبعٌ“: أي نسوة وهن: الأم، والبنات، والأخت والعمة، والخالة، وبنات الأخ، وبنات الأخت۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب المحرمات، الفصل الثالث: ۳۴۰/۶، رشیدیہ)

(۴) ”لا یحل للرجل أن یتزوج بأمہ ولا جداتہ من قبل الرجال والنساء، لقولہ تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمہاتکم وبناتکم﴾ الجدات أمہات ولا بنتہ لما تلونا، ولا بنت ولدہ وإن سفلت للإجماع، ولا بأختہ ولا بنات أختہ ولا بنات أخیه ولا بعمتہ ولا بخالتہ وتدخل فیہا العمات المتفرقات والخالات المتفرقات وبنات الإخوة المتفرقین؛ لأن جهة الاسم عامة“۔ (الہدایۃ، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳۰۷/۲، مکتبۃ شرکۃ علمیۃ ملتان)

(۵) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأحل لکم ما وراء ذالکم﴾ (سورة النساء: ۲۴) =

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے چچا زاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دینا بذریعہ وحی تھا، اس پر شبہ کی گنجائش نہیں (۱) اور اس کی نظیر تلاش کرنا لا حاصل ہے، کوئی ضرورت نہیں۔ اگر ۷۷/۱ سال سے زائد بھی عمر ہو جائے تب بھی اس فکر میں نہ پڑیں۔ البتہ حقیقی بھائی کی لڑکی سے نکاح حرام ہے، جیسے قرآن پاک میں ہے ﴿وَبَنَاتِ الْأَخِ﴾ (۲)، یعنی، علاتی، اخیانی سب کا یہی حکم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= "ما عدا من ذکر من المحارم من لكم حلال" (تفسیر ابن کثیر: ۴/۱، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۱) "وعن بريدة رضى الله تعالى عنه قال: خطب أبو بكر وعمر فاطمة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم "إنها صغيرة" ثم خطبها على فزوجها منه". رواه النسائي.

قال الملا على القارى رحمه الله تعالى تحته: "ثم إن الله تعالى أمرنى أن أزوج فاطمة بنت خديجة من على بن أبى طالب، فاشهدوا أنى قد زوجته على أربع مائة مثقال فضة إن رضى بذلك على بن أبى طالب". (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ، الفصل الثالث: ۱۵/۱، ۴۷۶، ۴۷۷، رشیدیہ)

"عن عبد الله بن بريدة عن أبيه رضى الله تعالى عنه قال: خطب أبو بكر وعمر رضى الله تعالى عنهما فاطمة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إنها صغيرة" فخطبها على فزوجها منه". (سنن النسائي، كتاب النكاح، تزوج المرأة مثلها فى السن: ۲/۶۹، قديمی)

(۲) "عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: حرم من النسب سبع ومن الصهر سبع، ثم قرأ: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم﴾ رواه البخارى". قال الملا على القارى رحمه الله تعالى: "حرم من النسب سبع": أى نسوة وهن: الأم، والبنت، والأخت والعمة، والخالة، وبنت الأخ، وبنت الأخت". (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب المحرمات، الفصل الثالث: ۲/۳۴۰، رشیدیہ)

"لا یحل للرجل أن یتزوج بأمه ولا جداته من قبل الرجال والنساء، لقوله تعالى: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم﴾ الجدات أمهات ولا بنته لما تلونا، ولا بنت ولده وإن سفلت للإجماع، ولا بأخته ولا ببنت أخته ولا ببنت أخیه ولا بعمرته ولا بخالته وتدخل فیها العمات المتفرقات والخالات المتفرقات وبنات الإخوة المتفرقين؛ لأن جهة الاسم عامة". (الهدایة، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۲/۳۰۷، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

چچا زاد بھائی کی لڑکی سے نکاح

سوال [۵۵۴۵]: دو بہن بھائی ہیں، بھائی کا ایک لڑکا ہے اور بہن کے لڑکے کی لڑکی ہے، رشتہ سے بھائی کا لڑکا اس لڑکی کا چچا ہوتا ہے۔ تو ان دونوں کی آپس میں شادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ رشتہ ایسی قرابت نہیں ہے جس کی وجہ سے نکاح حرام ہو، حقیقی بھائی، بہن کی لڑکی سے نکاح ناجائز ہوتا ہے۔ پھوپھی زاد، چچا زاد، خالہ زاد، ماموں زاد بہن کی لڑکی سے نکاح ناجائز نہیں ہوتا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۸۸ھ۔

بیوہ کا نکاح دیور سے

استفتاء [۵۵۴۶]: ایک شخص اپنی منکوحہ بیوی اور لڑکی و والدین حقیقی و تین برادر نابالغ چھوڑ کر انتقال کر گیا، مرحوم کے والدین مرحوم کی بیوی سے اپنے دوسرے لڑکے خور و سال کی شادی یا نکاح کرنا چاہتے ہیں، مرحوم کی بیوی اور بیوی کے ورثاء بھی اس نکاح سے ناراض ہیں۔ شرعاً بصورت مذکورہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرحوم کی بیوی جب کہ بالغہ ہے تو کوئی شخص جبراً اس کا نکاح نہیں کر سکتا (۲)، جہاں نکاح کرنا ہو اس کی مرضی سے کریں، اگر اپنے دیور سے رضا مند ہو، اور بھی کوئی مانع نہ ہو تو اس سے بھی درست ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ذوالحجہ/۵۶ھ۔

(۱) (تقدم تخريجہ تحت عنوان: "خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح")۔

(۲) "ولا تجبر البالغة البكر على النكاح"۔ (الدر المختار، باب الولی: ۵۸/۳، سعید)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأقفاء: ۱۹۴/۳، رشیدیہ)

(و كذا في تبیین الحقائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأقفاء: ۴۹۵/۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

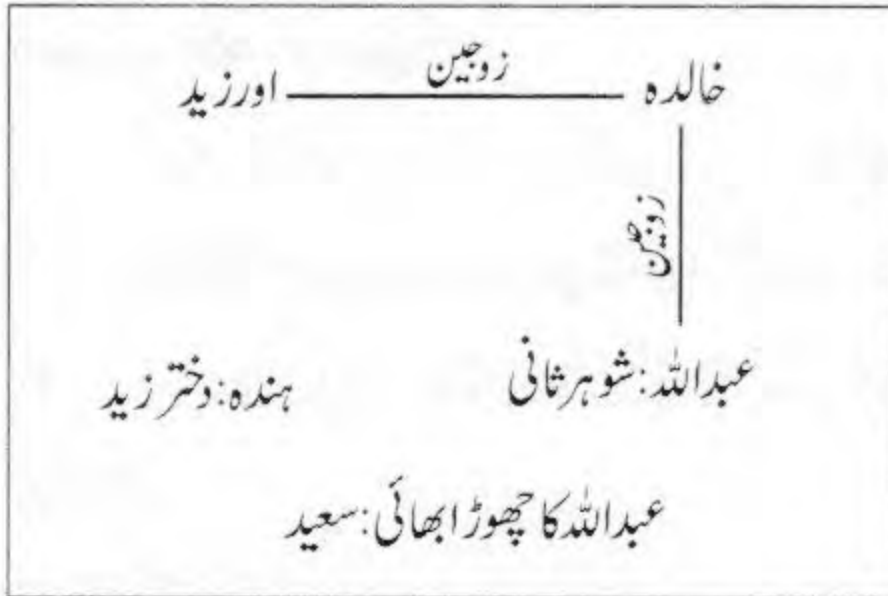
(۳) قال الله تعالى: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾۔ (النساء: ۲۴) =

بھابھی کے پہلے شوہر کی لڑکی سے نکاح

سوال [۵۵۴۷]: نقشہ مذکورہ کے

مطابق ہندہ کا نکاح سعید سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ زید مرچکا ہے، خالدہ نے نکاح ثانی عبد اللہ سے کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:



بانی: عز قادیان رحمہ اللہ

..... ایسی صورت میں عبد اللہ کا چھوٹا بھائی سعید ہندہ سے عقد کر سکتا ہے اس لئے کہ وہ محرم

نہیں ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۸۸ھ۔

بیوہ کا نکاح امام سے

سوال [۵۵۴۸]: ہندہ اور اس کے بچے مسلمان ہو گئے تھے، ان میں سے بڑی لڑکی کی شادی

مسلمان سے کر دی گئی تھی، اب وہ لڑکی بیوہ ہو گئی ہے تو اس بیوہ کا نکاح بعد عدت امام سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ لوگ اس میں شک کر رہے ہیں کہ نماز نہیں ہوگی۔

= "أی ماعدا من ذکر من المحارم، هن لكم حلال"۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۱، سہیل

اکیڈمی لاہور)

"أی أبیح لكم من النساء سوى ما حرم علیکم"۔ (التفسیر المنیر: ۶/۵، دار الفکر بیروت)

قال اللہ تعالیٰ ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾: أی ما سوى المحرمات المذكورات فی الآيات

السابقة"۔ (التفسیر المظہری: ۲/۲۶، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات: ۳/۴۳۷، دار الکتب العلمیة

بیروت)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/۴۶۹، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۱) (تقدم تخريجہ تحت عنوان: "خالہ زاد، مامول زاد، پھوپھی زاد، بہن کی لڑکی سے نکاح")

الجواب حامداً ومصلیاً:

قال الله تعالى: ﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَّرَاءَ ذَلِكَ﴾ (۱)۔ جب وہ لڑکی مسلمان ہے اور اس کی عدت بھی ختم ہو چکی تو مسلمان مرد سے اس کی شادی بلا تکلف درست ہے (۲)، جو شخص اس سے نکاح کرے گا اس نکاح کی وجہ سے اس کی امامت میں کچھ خرابی نہیں آئے گی، بلا شک و شبہ اس کی امامت درست ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۲/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۲/۸۷ھ۔

بیوی کی چچا زاد بہن سے نکاح

سوال [۵۵۴۹]: اپنی بیوی کی چچا زاد بہن سے شادی کر سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے بھی اس کی چچا زاد بہن سے عقد نکاح درست ہوگا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۸۸ھ۔

بہن، بھائی کے لڑکے لڑکی کا آپس میں نکاح

سوال [۵۵۵۰]: ایک ماں باپ سے دو بھائی بہن ہیں تو بھائی کا لڑکا اور بہن کی لڑکی ان دونوں کا

(۱) (سورة النساء: ۲۴)

”ای ماعدا من ذکر من المحارم من لکم حلال“۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۷۴، سہیل اکیڈمی لاہور)

”ای أبیح لکم من النساء سوی ما حرم علیکم“۔ (التفسیر المنیر: ۵/۶، دار الفکر بیروت)

(و کذا فی التفسیر المظہری: ۲/۶۶، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَعْزَمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجْلَهُ﴾ (سورة البقرة: ۲۳۵)

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ”خاله زاء، مامول زاء، پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح“۔)

نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھائی کے لڑکے کا نکاح بہن کی لڑکی سے کرنا جائز ہے، نکاح کرنے میں کوئی وجہ حرمت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۸۸ھ۔

ساس کی ماموں زاد ہمشیرہ سے نکاح

سوال [۵۵۵۱]: زید کی ساس کی ماموں زاد ہمشیرہ ہے، زید اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کیا یہ نکاح درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ساس کی ماموں زاد ہمشیرہ سے نکاح درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۱۴۰۱ھ۔

والد کی ماموں زاد بہن سے نکاح

سوال [۵۵۵۲]: حقیقی بہن کے بڑے پوتے سے اپنی حقیقی لڑکی کا نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

حقیقی بہن کے پوتے سے اپنی حقیقی لڑکی کا نکاح کرنا شرعاً درست ہے، یہ ان رشتوں میں سے نہیں جن

(۱) (تقدم تخريجہ تحت عنوان: ”خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد، بہن کی لڑکی سے نکاح“۔)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (النساء: ۲۴)

”أى ما عدا من ذكركم من المحارم، هن لكم حلال“۔ (تفسير ابن كثير: ۴/۱، سهيل اكيڈمی لاہور)

(و كذا في التفسير المنير: ۶/۵، دار الفكر بيروت)

(و كذا في التفسير المظهری: ۲/۲۶، حافظ كتب خانہ كوئٹہ)

(و كذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ۳/۴۳۷، دار الكتب العلمية بيروت)

کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۱/۸۸ھ۔

والد کے پھوپھی زاد بھائی سے نکاح

سوال [۵۵۵۳]: لڑکی کے والد اور لڑکا آپس میں ماموں، پھوپھی زاد بھائی ہوتے ہیں، جس سے

نکاح ہو رہا ہے وہ چچا لگتا ہے۔ لڑکی کا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ پھر ماں باپ کی غیر موجودگی میں نکاح کر دیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

پھوپھی زاد بھائی کی لڑکی سے نکاح شرعاً جائز ہے، حقیقی چچا سے ناجائز ہے، لیکن یہ حقیقی چچا نہیں بلکہ

اس کے والد کا پھوپھی زاد بھائی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۹۲ھ۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمہاتکم، و بناتکم، وأخواتکم، وعماتکم، وخالاتکم، و بنات الأخ، و بنات الأخت، وأمہاتکم الّتی أرضعنکم، وأخواتکم من الرضاعة، وأمہت نسائکم، وربائبکم الّتی فی حجورکم من نسائکم الّتی دخلتم بہن، فإن لم تکنوا دخلتم بن فلا جناح علیکم، وحلائل أبنائکم الذین من أصلابکم، وأن تجمعوا بین الأختین إلا ما قد سلف، إن اللہ کان غفوراً رحیماً..... وأحل لکم ما وراء ذلکم﴾ (سورة النساء: ۲۴)

”أی ماعدا من ذکر من المحارم، هن لکم حلال“۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۱، سہیل

اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی التفسیر المنیر: ۵/۶، دار الفکر بیروت)

(و کذا فی التفسیر المظہری: ۲/۶۶، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأحل لکم ما وراء ذلکم﴾ (النساء: ۲۴)

”أی ماعدا من ذکر من المحارم، هن لکم حلال“۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۱، سہیل اکیڈمی)

(و کذا فی التفسیر المنیر: ۵/۶، دار الفکر بیروت)

(و کذا فی التفسیر المظہری: ۲/۶۶، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

سوتیلی ساس سے زنا، پھر نکاح

سوال [۵۵۵۴]: ایک شخص نے اپنی سوتیلی ساس سے زنا کیا جس سے حمل بھی ہو گیا اور اس حمل کی حالت میں اس سے نکاح کر لیا۔ آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ نیز سوتیلی ساس سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ایسے شخص کے متعلق جس نے اپنی سوتیلی ساس سے زنا کیا ہو پھر حمل کی حالت میں اس سے نکاح کر لیا ہو، قرآن مجید احادیث صحیحہ اور فقہ اسلامیہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنا کرنا قطعاً حرام ہے (۱)، اگر شرعی طریق پر زنا کا ثبوت ہو جائے تو حکومت اسلامیہ میں زانی اور زانیہ پر حد زنا جاری کرنا لازم ہے (۲)، اپنی سوتیلی ساس یعنی اپنی بیوی کی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے خواہ بیوی زندہ ہو، خواہ مرچکی ہو: ”بخلاف الجمع بین امرأة و بنت زوجها، فإنه یجوز، اهـ“۔ مجمع الأنهر (۳)۔ ایسی حاملہ سے بھی نکاح درست ہے، اگر وہ حمل اس نکاح کرنے والے کا ہے (زنا سے) تب تو اس کو صحبت بھی جائز ہے اور اگر کسی اور کا ہے تو وضع حمل سے پہلے صحبت وغیرہ ناجائز ہے اور نکاح جائز ہے:

”وصح نکاح حبلی من زنا عند الطرفين، و علیہ الفتوی لدخولها تحت النص، و فیہ إشعار بأنه لو نکح الزانی، فإنه جائز بالإجماع، خلافاً لأبی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ قیاساً علی الحبلی من غیرہ. و لا توطیء الحبلی من الزنا: أی یحرم الوطی، و کذا دواعیہ، و لا تجب النفقة

(۱) قال الله تعالى: ﴿و لا تقرّبوا الزنی إنه کان فاحشاً و ساء سبیلاً﴾. (سورة الإسراء: ۳۲)

(۲) ”ویثبت بشهادة أربعة فی مجلس واحد بلفظ الزنا، لا الوطء و الجماع، فیسألهم الإمام عنه: ما هو؟ و کیف هو؟ و این هو؟ و متى زنا؟ و بمن زنا؟ فإن بینوه و قالوا: رأیناه و طئها فی فرجها کالمیل فی المكحلة، و عذّلوا سترأ و علناً، حکم به وجوباً“۔ (تنویر الأبصار مع رد المحتار، کتاب الحدود: ۷/۴، ۸، سعید)

(۳) (مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۳۲۶/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی الهدایة، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۰۹/۲، مکتبہ شرکة علمیہ ملتان)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب النکاح، الباب الثالث: و أما الجمع بین ذوات الأرحام:

۲۷۷/۱، رشیدیہ)

حتی تضع الحمل اتفاقاً، اھ۔“ مجمع الأنهر (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
 حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۵۵ھ۔
 الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۵۵ھ۔
 سوتیلی خالہ سے نکاح

سوال [۵۵۵۵]: پہلی بیوی کا لڑکا اور دوسری بیوی کی بہن، ان کا ایک دوسرے سے نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دو بہنیں ہوں، ان میں سے ایک سے ایک آدمی نکاح کرے اور دوسری سے اس کا لڑکا نکاح کرے تو شرعاً اجازت ہے (۲)، یعنی سوتیلی والدہ کی بہن، حقیقی خالہ کی طرح حرام نہیں، بلکہ اس سے نکاح جائز ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۱۳۹۱ھ۔

(۱) (مجمع الأنهر، باب المحرمات : ۳۲۹/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي تتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط أن لا یكون بها حمل من آخر: ۳/۲۵۳، دار الکتب العلمیۃ ملتان)

(۲) ”لا بأس بأن یتزوج الرجل امرأۃ، و یتزوج ابنه ابنتها أو أمها، کذا فی محیط السرخسی“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث فی المحرمات، القسم الثاني: المحرمات بالصهریۃ: ۲۷۷/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدير، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۳/۲۱۸، ۲۱۹، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۳، رشیدیہ)

(۳) قال الله تعالى: ﴿و أحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (النساء: ۲۴) =

سوتیلی والدہ کی بہن سے نکاح

سوال [۵۵۵۶]: زید کی دو بیویاں ہیں: زینب اور کلثوم۔ پہلی بیوی زینب سے ایک لڑکا خالد ہے، دوسری بیوی کلثوم کی ایک بہن رقیہ ہے۔ واضح رہے کہ کلثوم اور رقیہ بھی آپس میں سوتیلی بہن ہیں۔ تو خالد کا نکاح رقیہ سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ لڑکی بھی سوتیلی ماں کی سوتیلی بہن ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خالہ سے نکاح حرام ہے، مگر خالہ وہ ہے جو حقیقی والدہ کی بہن ہو (۱)، سوتیلی والدہ، والد کی دوسری بیوی کی جو بہن ہے وہ خالہ نہیں اس سے نکاح حرام نہیں، لہذا زید کے لڑکے خالد کا نکاح زید کی دوسری بیوی کلثوم کی حقیقی بہن سے درست ہے اگر کوئی اور رشتہ حرمت و رضاعت وغیرہ کا نہ ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= ”أی ماعدا من ذکر من المحارم، هن لكم حلال“۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۱، سہیل اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی التفسیر المنیر: ۵/۲، دار الفکر بیروت)

(و کذا فی التفسیر المظہری: ۲/۲۶، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقراۃ: ۳/۱۱۴، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمہاتکم، و بناتکم، و أخواتکم، و عماتکم، و خالاتکم و بنات الأخ، و بنات الأخت﴾ (سورۃ النساء: ۲۳)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات: ۳/۵۰۵، ۳۰۶، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۶۴، رشیدیہ)

(۲) ”أسباب التحريم أنواع: قرابة، مصاهرة، رضاع، جمع، ملک، شرک، إدخال أمة علی حرة،

فہی سبعة، الخ“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۲۸، سعید)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿و أحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (سورۃ النساء: ۲۴)

= ”أی ماعدا من ذکر من المحارم، هن لكم حلال“۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۱، سہیل اکیڈمی لاہور)

سوتیلی والدہ کی حقیقی بہن سے نکاح

سوال [۵۵۵۷]: حاجی عبدالرحمن کی دو بیویاں: مریم بی اور زیب النساء ہیں، پہلی بیوی کا انتقال ہو گیا ہے، اس سے دو لڑکے: شبیر احمد اور رحمت احمد ہیں، دوسری بیوی اپنی حقیقی بہن سے شبیر احمد کا نکاح کرنا چاہتی ہے۔ تو یہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خالہ سے نکاح کرنا حرام ہے (۱)، مگر خالہ وہ ہے جو والدہ کی بہن ہو، سوتیلی والدہ کی بہن خالہ نہیں، اس سے نکاح جائز ہے۔ شبیر احمد کی اپنی والدہ مریم بی کا انتقال ہو گیا، شبیر احمد کے والد کی دوسری بیوی زیب النساء ہے جو کہ شبیر احمد کی حقیقی والدہ نہیں بلکہ سوتیلی والدہ ہے، زیب النساء کی بہن شبیر احمد کی خالہ نہیں، لہذا ان دونوں کا نکاح جائز ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۹۰ھ۔

سوتیلے ماموں سے شادی

سوال [۵۵۵۸]: زید کی دو بیٹی جو ان ہیں مگر بیوی کا انتقال ہو گیا ہے، زید نے دوسری شادی کر لی۔

= (و کذا فی التفسیر المنیر : ۶/۵، دار الفکر بیروت)

(و کذا فی التفسیر المظہری : ۶۶/۲، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات : ۴۳۷/۳، دار الکتب العلمیۃ

بیروت)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمہاتکم و بناتکم و أخواتکم و عماتکم و خالاتکم و بنات الأخ و

بنات الأخت﴾ (سورۃ النساء : ۲۳)

(وراجع: صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یحل من النساء و ما یحرم : ۷۶۵/۲، قدیمی)

(و بدائع الصنائع للعلامة الکاسانی، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات : ۴۰۵/۳، ۴۰۶، دار

الکتب العلمیۃ بیروت)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأحل لکم ما وراء ذلکم﴾ (النساء : ۲۴)

(وأيضاً راجع للتخريج المسئلة السابقة)

اب دوسری بیوی کے بھائی سے زید کی بیٹی کی شادی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی لڑکی کی شادی اس کے ماموں سے درست نہیں، مگر یہاں زید کی دوسری بیوی کا بھائی زید کی پہلی بیوی سے جو بیٹی ہے اس کا ماموں نہیں۔ یہ نکاح شرعاً درست ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
املاء العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چچی سے نکاح

سوال [۵۵۵۹]: میں نے نکاحِ ثانی کیا ہے جو رشتہ میں میری چچی لگتی ہے، سگی چچی نہیں ہے، لیکن اب کچھ لوگ اس پر شبہ کرتے ہیں۔ حضور والا کا فتویٰ مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر سگی چچی بھی ہو اور کوئی دوسرا رشتہ اس سے حرمت والا نہ ہو، اور وہ بیوہ ہو کر عدت گزر جائے تو اس سے بھی نکاح شرعاً درست ہے، کوئی شبہ نہ کریں (۲)۔ لیکن جب بیویاں دو ہوں تو دونوں کے حقوق برابر ادا کرنا لازم ہے، ایسا نہ ہو کہ ایک طرف جھک جائے اور دوسری کی پرواہ نہ کرے کہ یہ ظلم ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱/۸۸ھ۔

(۱) (تقدم تخريجہ تحت عنوان: ”سوتیلی والدہ کی بہن سے نکاح“۔)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَحِلُّ لَكُمْ مَا وَّرَاءَ ذَلِكَ﴾ (سورة النساء: ۲۴)

”أى ما عدا من ذكر من المحارم، هن لكم حلال“۔ (تفسير ابن كثير: ۴/۱، ۴۷۴، سہیل

اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی التفسیر المنیر: ۶/۵، دار الفکر بیروت)

(و کذا فی التفسیر المظہری: ۲/۲۶، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات: ۳/۴۳۷، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) ”و منها وجوب العدل بین النساء فی حقوقہن فإن کان لہ أكثر من امرأة، فعلیہ العدل بینہن فی =

چچی سے نکاح

سوال [۵۵۶۰]: زید کی زوجہ مسماہ ہندہ کا نکاح زید کے طلاق دینے یا انتقال کے بعد زید کے حقیقی بھائی کے بیٹے عمرو کے ساتھ جائز ہے یا نہیں، نیز ہندہ کے بطن سے زید کے اولاد بھی موجود ہے۔ نیز ہندہ زید کی زوجیت میں ہوتے ہوئے عمرو سے مثل اجنبی پردہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چچی سے بھتیجے کا نکاح شرعاً درست ہے بشرطیکہ کوئی اور مانع: مصاہرت و رضاعت وغیرہ نہ ہو (۱)۔ چچی اور بھتیجے آپس میں محرم نہیں بلکہ اجنبی ہیں، ان میں پردہ ضروری ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۶/۶۴ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۱/۶۴ھ۔

= حقوقهن من القسم والنفقة والكسوة، وهو التسوية بينهما في ذلك والأصل فيه قوله عز وجل: ﴿وإن خفتن أن لا تعدلوا فواحدة﴾ [النساء: ۳] ﴿ذلك أدنى ألا تعولوا﴾: أي تجوروا، والجور حرام، الخ. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في وجوب العدل بين النساء: ۶۰۸/۳، ۶۱۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۳۷۹، رشیدیہ)

(وكذا في فقه السنة، الكفاءة في الزواج، الحقوق الواجبة للزوجة على زوجها: ۱۴۲/۲، دار الكتب بشاور)
(۱) (تقدم تخريجه تحت المسئلة المتقدمة)

(۲) ”عن عقبه بن عامر قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إياكم والدخول على النساء“. أي غير المحرمات على طريق التخلية أو على وجه الكشف: فقال رجل: يا رسول الله! رأيت الحموم؟ قال ابن الملك: أي أخبرني عن دخول الحموم عليهن وهم أقارب الزوج غير آباءه وأبنائه. قال القاضي: الحموم قريب الزوج كإبنه وأخيه قال: ”الحموم الموت، الخ.“ (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات، الفصل الأول: ۲/۲۷۸، رشیدیہ)

(وكذا في فيض القدير: (رقم الحديث: ۲۹۱۸): ۵/۲۳۵۲، مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

چچی اور ممانی سے نکاح

سوال [۵۵۶۱]: بھتیجیا یا بھانجا اپنی چچی یا ممانی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ رشتہ نکاح سے مانع نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۴/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۴/۶۳ھ۔

بھائی کی مزنیہ کی لڑکی سے نکاح

سوال [۵۵۶۲]: زید کے ناجائز (زنا) کے تعلقات ماموں کی بیوی سے ہیں تو زید کے

چھوٹے بھائی کا نکاح ماموں کی بیوی کی لڑکی سے جائز ہے یا حرام؟ ماموں بھی زندہ ہیں۔

۲..... اگر زید کے ماموں کی بیوی خود تسلیم کرے کہ یہ میری لڑکی میرے شوہر کے نطفہ سے ہے تو نکاح

حرام ہے یا حلال؟

۳..... اس فیصلہ کے بعد بھی زید اپنی ممانی سے برابر زنا کر رہا ہے۔

۴..... اگر لڑکی نے اپنی ماں کو اس برے فعل میں مبتلا دیکھ لیا ہو تو پھر بھی اس کا نکاح جائز ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... زید کی ان نالائق حرکتوں اور معصیتوں کی وجہ سے جو اس نے ماموں کی بیوی سے کی ہیں اس کے

چھوٹے بھائی کا نکاح ماموں کی لڑکی سے ناجائز نہیں ہوگا۔

۲..... یہ نکاح جائز ہے۔

۳..... اس نکاح پر اس سے بھی اثر نہیں پڑے گا۔

۴..... اس سے بھی یہ نکاح حرام نہیں ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۷/۸۹ھ۔

(۱) (تقدم تخريجہ تحت عنوان: ”پھوپھی کی لڑکی سے نکاح۔“)

(۲) ”و يحل لأصول الزانی و فروعه أصول المزنی بها و فروعها“، (البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل =

زانی کے بیٹے کا نکاح مزنہ کی نواسی سے

سوال [۵۵۶۳]: زید نے ایک بنگالی عورت سے زنا کیا، زنا کے بعد عقد بھی ہو گیا تھا۔ ہندہ کی بیٹی عابدہ ہے اور عابدہ کی بیٹی فاطمہ ہے۔ زید کے لڑکے بکر کا عقد فاطمہ سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کی اس کمینہ حرکت کی وجہ سے اس کے لڑکے بکر کا عقد نکاح ہندہ کی لڑکی کی لڑکی سے ناجائز نہیں بلکہ درست ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۳/۹۵ھ۔

زانی اور مزنہ کی اولاد کا آپس میں نکاح

سوال [۵۵۶۴]: مسمی عبد اللہ شیخ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مسماۃ فضلی سے زنا کیا جب کہ دونوں ہی شادی شدہ تھے، عرصہ کے بعد مسماۃ فضلی کے اپنے خاوند کی موجودگی میں لڑکی پیدا ہوئی اور میرے لڑکا پیدا ہوا، ان دونوں کا ہم نے آپس میں نکاح کر دیا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عبد اللہ شیخ اور فضلی کی معصیت کی وجہ سے ان دونوں کے لڑکے لڑکی کا نکاح آپس میں ناجائز نہیں ہے، بلکہ جائز ہے، حتیٰ کہ اگر عبد اللہ شیخ اور فضلی آپس میں نکاح کر لیں جب کہ فضلی نہ کسی کے نکاح میں ہو نہ عدت میں،

= فی المحرمات : ۱۷۹/۳، رشیدیہ

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی المحرمات : ۳۷۷/۳، کتاب النکاح، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر، باب المحرمات : ۳۲۶/۱، دار إحياء التراث العربی)

(۱) "ولا تحرم أصولها وفروعها علی ابن الواطی و أبیه، كما فی المحيط السرخسی". (مجمع الأنهر،

کتاب النکاح، باب المحرمات : ۳۲۶/۱، دار إحياء التراث العربی، بیروت)

"و یحل لأصول الزانی وفروعہ أصول المزنی بها وفروعها". (البحر الرائق، کتاب النکاح،

فصل فی المحرمات : ۱۷۹/۳، رشیدیہ)

تب بھی دونوں کی مذکورہ اولاد کا نکاح صحیح ہوگا: ”لا بأس بأن يتزوج الرجل المرأة و يتزوج ابنه ابنتها أو أمها“۔ فتاویٰ عالمگیری: ۲/۶ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۹۴ھ۔

زانی، زانیہ کی اولاد کا آپس میں نکاح

سوال [۵۵۶۵]: ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کیا، پھر مرد کا نکاح کسی اور عورت سے اور عورت کا نکاح کسی دوسرے مرد سے ہو جائے، پھر ان دونوں سے اولاد ہو تو ان (اولاد) کا نکاح آپس میں درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک مرد ایک عورت سے غلط طریقہ پر صحبت کرے مگر اس مرد کی شادی کسی اور عورت سے ہوئی جس سے لڑکا پیدا ہوا، عورت کی شادی کسی اور مرد سے ہوئی اس سے لڑکی پیدا ہوئی تو اس لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۸/۱۳۹۹ھ۔

= (و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۳۲، سعید)
(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الثانی: المحرمات بالصہریہ: ۱/۲۷۷، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۳، رشیدیہ)
(و کذا فی فتح البقیر، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۳/۲۱۸، ۲۱۹، مصطفیٰ البابی الحلبي مصر)

”وأما بنت زوجه ابیه (أی المتزوج) أو ابنه فحلال“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳/۳۱، سعید)

(۲) ”ولا تحرم أصولها و فروعها علی ابن الواطیء وأبیہ، كما فی محیط السرخسی“۔ (مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/۳۲۶، دار إحياء التراث العربی بیروت)

”و یحل لأصول الزانی و فروعہ أصول المزنئی بها و فروعها“۔ (البحر الرائق، کتاب النکاح،

زانہ کی لڑکی کا نکاح شریف لڑکے سے

سوال [۵۵۶۶]: ایک شریف اور اچھے گھرانے کی لڑکی کے ناجائز حمل قرار پا جاتا ہے (جس سے حمل قرار پایا وہ مرد کا فر تھا)، لیکن اس لڑکی کی شادی بچی پیدا ہونے کے چھ ماہ بعد ایک شریف لڑکے سے ہو جاتی ہے، اس وقت اس ناجائز طرح سے پیدا ہونے والی لڑکی کی عمر ۱۶، ۱۷ سال ہے، لڑکی سمجھدار، پڑھی لکھی، نمازی ہے، دیندار ہے، اسلام کو سمجھتی ہے۔ کیا ایسی لڑکی سے کوئی بھی شریف اور اچھے گھرانے کا لڑکا شادی کر سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو لڑکی اپنی ماں کی غلطی کی وجہ سے غلط (ناجائز) صورت حال سے پیدا ہوئی اور اب وہ بالغ ہو کر نیک، دیندار، شریف ہے اور اس سے کوئی شریف لڑکا شادی کرنا چاہتا ہے تو اس کو شادی کرنا درست ہے، ماں کی غلطی کی وجہ سے اس لڑکی کی شادی میں کوئی رکاوٹ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۱۳۹۱ھ۔

سمدھی، سمہن کا نکاح

سوال [۵۵۶۷]: زید کی شادی ہندہ سے ہوئی، کچھ عرصہ کے بعد زید کی ماں نے ہندہ کے باپ سے شادی کر لی۔ کیا یہ شادی درست ہے؟ اگر شادی درست ہے تو پھر زید کی ماں ایک واسطے سے ساس ہو گئی جو ناقابل فہم ہے۔

= فصل فی المحرمات : ۱۷۹/۳، رشیدیہ

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات : ۳۲/۳، سعید)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَحِلُّ لَكُمْ مَا وَّرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (سورة النساء : ۲۴)

”أی ما عدا من ذکر من المحارم هن لكم حلال“۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴۷۴/۱، سہیل

اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی التفسیر المنیر : ۶/۵، دار الفکر بیروت)

(و کذا فی التفسیر المظہری : ۲۶/۲، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقراة : ۴۱۱/۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سمدھی سمدھن (۱) کا نکاح ہے جو کہ جائز ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۶/۹۳ھ۔

بھائی کی بیوی کی بیٹی سے نکاح

سوال [۵۵۶۸]: بڑے بھائی نے جس عورت سے نکاح کیا ہے، اس کی ایک لڑکی پہلے شوہر سے

ہے۔ کیا اس لڑکی سے چھوٹے بھائی کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور یہ عورت بغیر طلاق کے ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس عورت کی اس لڑکی کا نکاح اس لڑکے سے جائز ہے جس کے بڑے بھائی کے گھر میں وہ عورت

ہے (۳)۔ اس عورت کے شوہر نے اگر طلاق نہیں دی ہے تو بڑے بھائی کا اس عورت کو اپنے گھر میں رکھنا اور

تعلق زوجیت قائم کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۷/۸۷ھ۔

(۱) ”سمدھی: دولہا اور دولہن کے باپ آپس میں سمدھی ہوتے ہیں۔ سمدھن: دولہا اور دولہن کی مائیں آپس میں سمدھن کہلاتی ہیں“۔ (فیروز اللغات، ص ۸۰۹، فیروز سنز لاہور)

(۲) ”وأما بنت زوجة أبيه (ای المتزوج) أو ابنه فحلال“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳/۳۱، سعید)

”لا بأس بأن يتزوج الرجل المرأة ويتزوج ابنه ابنتها أو أمها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب

النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الثانی: المحرمات بالصهریة: ۱/۲۷۷، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۳، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۳/۲۱۸، ۲۱۹، مصطفیٰ البابی

الحلبی مصر)

(۳) (راجع الحاشیة المتقدمة آنفاً)

(۴) ”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الثالث، کتاب النکاح، =

بیوی کی بیٹی سے شوہر کے بھائی کا نکاح

سوال [۵۵۶۹]: ہندہ خنی مسلک سے تعلق رکھتی ہے اور اس نے زید سے شادی کر لی، زید شافعی مسلک سے تعلق رکھتا ہے، چند سال بعد زید کا انتقال ہو گیا۔ اس اثناء میں ہندہ کے بطن سے دو بچے ہوئے: ایک لڑکی اور ایک لڑکا۔ عدت گزرنے کے بعد ہندہ نے نکاح ثانی کر لیا، ثانی شوہر کا ایک بھائی ہے، اب ہندہ کی لڑکی سن شعور کو پہنچ چکی ہے، ہندہ کا موجودہ شوہر اپنے سگے بھائی سے ہندہ کی لڑکی سے شادی کرانا چاہتا ہے۔ از روئے شرع مطلع کیجئے کہ رشتہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ ہندہ کے موجودہ شوہر اور مرحوم شوہر میں کوئی خونی رشتہ نہیں، دونوں مسلمان ہیں اور شافعی مسلک کے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندہ کا نکاح ثانی ایک شخص سے ہوا، اس کی لڑکی جو کہ پہلے شوہر مرحوم سے ہے، اس کا نکاح ہندہ کے موجودہ شوہر کے بھائی سے ہو، شرعاً درست ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۷/۹۲ھ۔
الجواب صحیح: ہندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۹۲ھ۔

= القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/ ۲۸۰، رشیدیہ

(وکذا فی رد المحتار، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/ ۱۳۲، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط أن لا تكون منکوحة الغير: ۳/ ۴۵۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) قال الله تعالى: ﴿حرمت علیکم أمهاتکم..... وأحل لکم ما وراء ذلکم﴾ (پ: ۵، سورة النساء: ۲۳، ۲۴)

”قال الخیر الرملى..... ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها“.

(رد المحتار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳/ ۳۱، سعید)

”فلذا أجاز التزویج بأم زوجة الابن و بنتها، و جاز للابن التزوج بأم زوجة الأب و بنتها“ (فتح

القدير، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۳/ ۲۱۱، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب النکاح، القسم الثانی: المحرمات بالصهریۃ: ۱/ ۲۷۷، رشیدیہ) =

ایک بھائی سے لڑکی، دوسرے بھائی سے ماں کے نکاح کا حکم

سوال [۵۵۷۰]: ہندہ اور ہندہ کی لڑکی کا پورا آئے بغرض شادی لڑکی کی شادی، زید کے بڑے بھائی سے ہوگئی، کچھ دنوں بعد لڑکی کی ماں نے زید سے شادی کچھ تعلق ہو جانے پر کر لی۔ دونوں کے متعلق کیا حکم ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اس لڑکی کی شادی زید کے بھائی سے ہوئی اور لڑکی کی والدہ کی شادی زید سے ہوئی تو دونوں صحیح ہیں (۱)۔ فقط۔ والسلام۔
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

شوہر کے لڑکے اور بیوی کی لڑکی کا نکاح

سوال [۵۵۷۱]: زید کی زوجہ ثانیہ کی جو لڑکی خاوند اول سے ہے، زید کے اس لڑکے سے جو پہلی بیوی سے ہے۔ نکاح جائز ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:
جائز ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= (و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات : ۳/ ۱۷۳، رشیدیہ)

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: ”بیوی کی بیٹی سے شوہر کے بھائی کا نکاح“۔)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمہاتکم..... وأحل لکم ما وراء ذلکم﴾ (سورة النساء : ۲۳، ۲۴)

”فلذ أجاز التزویج بأم زوجة الابن و بنتها، و جاز للابن التزوج بأم زوجة الأب و بنتها“۔ (فتح

القدير، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات : ۳/ ۲۱۱، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیرية، کتاب النکاح، القسم الثانی: المحرمات بالصهرية : ۱/ ۲۷۷، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات : ۳/ ۱۷۳، رشیدیہ)

”وأما بنت زوجة أبيه (أی المتزوج) أو ابنه فحلل“۔ (الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی

المحرمات : ۳/ ۳۱، کتاب النکاح، سعید)

شوہر کی لڑکی کا نکاح بیوی کے لڑکے سے

سوال [۵۵۷۲]: ہندہ مرگئی اس نے ایک لڑکا چھوڑا، لڑکے کے باپ نے دوسری شادی کر لی اور آنے والی عورت کے ساتھ ایک لڑکی آئی۔ تو اس لڑکی سے ہندہ کے لڑکے کا نکاح درست ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بیوی کی لڑکی پہلے شوہر سے ہے اور شوہر کا لڑکا پہلی بیوی سے ہے تو ان دونوں کا نکاح شرعاً درست ہے، دونوں آپس میں بہن بھائی نہ ہوئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

باپ اور بیٹے کا نکاح دو بہنوں سے

سوال [۵۵۷۳]: دو حقیقی بہنوں کا نکاح دو حقیقی باپ بیٹے سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ پہلے ان کا رشتہ ان عورتوں سے کچھ نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی اور مانع شرعی موجود نہ ہو تو یہ نکاح جائز ہے، ایک عورت اگر کسی مرد کے نکاح میں ہو تو اس عورت کی لڑکی اس مرد کے باپ پر حرام نہیں ہوتی تو اس کی بہن بطریق اولیٰ حرام نہ ہوگی: ”وأما بنت زوجة

(۱) ”وأما بنت زوجة أبيه (أى المتزوج) أو ابنه فحلال“۔ (الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳/۳۱، کتاب النکاح، سعید)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۲/۱۴، دار المعرفۃ بیروت)
”لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأةً ویتزوج ابنه ابنتها أو أمها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، القسم الثانی: المحرمات بالصهریۃ: ۱/۲۷۷، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۳، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۳/۲۱۸، ۲۱۹، مصطفى البابی الحلبي مصر)

ابیہ أو ابنه فحلال“۔ در مختار علی الشامی: ۲/ ۴۳۰ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/ ۹/ ۱۳۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ رمضان/ ۱۳۵۴ھ۔

ایک عورت اور اس کے شوہر کی بیٹی کا نکاح ایک شخص سے

سوال [۵۵۷۴]: عورت مع اپنی سوتیلی ماں کے ایک شخص کے نکاح میں جمع ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہو سکتی ہے: ”ویجوز الجمع بین امرأة و بنت زوجها، اھ“۔ عالمگیری: ۱/ ۲۷۷ (۲)۔ فقط

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ۲/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ۲/ ۶۱ھ۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/ ۳۱، سعید)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/ ۱۴، دار

المعرفة بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح، القسم الثانی: المحرمات بالصہریۃ: ۱/ ۲۷۷، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/ ۱۷۳، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۳/ ۲۱۸، ۲۱۹، مصطفیٰ البابی

الحلبی مصر)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح، القسم الرابع: المحرمات بالجمع: ۱/ ۲۷۷، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/ ۴۶۸، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات: ۳/ ۴۳۷، دار الکتب العلمیۃ

بیروت)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۳/ ۲۱۸، مصطفیٰ البابی الحلبي مصر)

شوہر کی لڑکی اور بیوی کے لڑکے کا نکاح

سوال [۵۵۷۵]: زید نے ایک عورت سے نکاح کیا مثلاً ہندہ سے، اور اس عورت کے ساتھ پہلے خاوند مثلاً عمر سے ایک لڑکا ہے اور عمر کے انتقال کے بعد زید نے یہ نکاح کیا ہے، اب زید نے دوسری عورت سے نکاح کیا ہے اور پہلی عورت کے نکاح کے بعد اس دوسری عورت سے زید کے نطفہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ تو آیا اس لڑکے کا نکاح اس لڑکی کے ساتھ ہو سکتا ہے کہ نہیں؟ یعنی وہ لڑکا عمر کے نطفہ سے ہے، مگر عمر کے انتقال کے بعد اس لڑکے کی والدہ زید کے نکاح میں آگئی اور زید کی پہلی عورت سے ایک لڑکی ہے تو ان دونوں کا نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

اور اس لڑکی کا نکاح نابالغی کی حالت میں دوسری جگہ ہوا تھا، مگر نابالغی کی حالت میں بیوہ ہوگئی اور اب لڑکی قریب بلوغ ہے تو اس نکاح میں صرف والد کی اجازت کافی ہے یا لڑکی کی اجازت چاہئے اور لڑکا اور لڑکی کے والدین علیحدہ علیحدہ ہیں اور آیا جب اس جگہ پہلے اس کا نکاح ہوا تھا، اس سے بھی اجازت لینا پڑے گی یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نکاح جائز ہے، اگر لڑکی بالغہ ہو تو خود اس کی اجازت بھی کافی ہے بشرطیکہ نکاح برادری میں مہر مثل پر ہو۔ اگر نابالغہ ہے یا نکاح غیر برادری میں ہو، یا مہر مثل سے کم پر ہو تو لڑکی کے ولی کی اجازت ضروری ہے (۱) اور صورت موجودہ میں باپ ولی ہے لڑکی کے پہلے خسر سے اجازت کا کوئی تعلق نہیں (۲)۔

(۱) ”هو أي الولی شرط صحة نکاح صغیر و مجنون و رقیق لا مکلفه، فنفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضا ولی، والأصل أن کل من تصرف فی ماله، تصرف فی نفسه، وما لا فلا“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۵۴/۳، ۵۵، ۵۶، سعید)

(۲) ”و للولی إنکاح الصغیر والصغیرة، والولی العصبه بترتیب الإرث..... یعنی أولاهم الابن وابن الابن وإن سفل..... ثم الأب وأب الأب، الخ“۔ (تبیین الحقائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۵۰۳/۲، ۵۰۴، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۲۰۶/۳ - ۲۱۱، رشیدیہ)

”وأما بنت زوجة أبيه وابنه، فحلال، اهـ“۔ درمختار (۱)۔ ”لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة، ويتزوج ابنه ابنتها، اهـ“۔ ہندیہ: ۱/۲۷۷ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۲/۹۱ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

بھائی سے حلالہ کروانے کے بعد دونوں بھائیوں کی اولاد کا آپس میں نکاح

سوال [۵۵۷۶]: محمد شاہد و محمد زاہد دونوں حقیقی بھائی ہیں، دونوں ہی شادی شدہ ہیں۔ محمد شاہد نے اپنی بیوی مسماۃ جمیلہ کو۔ جو کئی بچوں کی ماں ہے۔ غصہ میں تین طلاق دیدی، عدت کے بعد محمد زاہد سے نکاح کر دیا، ۱۲، ۱۳ دن کے بعد محمد زاہد نے مسماۃ جمیلہ کو تین طلاق دیدی۔ عدت کے بعد پھر مسماۃ جمیلہ کا نکاح محمد شاہد سے ہو گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ محمد شاہد و محمد زاہد کی اولاد کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

محمد شاہد اور محمد زاہد کی اولاد کا آپس میں نکاح درست ہے، محمد شاہد کی بیوی کا نکاح بعد طلاق و عدت محمد زاہد سے ہو جانے کی وجہ سے ان کی اولاد کے نکاح میں رکاوٹ اور حرمت پیدا نہیں ہوگی:
”لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه ابنتها أو أمها، كذا في محيط السرخسی، اهـ“۔ عالمگیری: ۱/۲۷۷ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۹۶ھ۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۳۱، سعید)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۲/۱۴، دار المعرفۃ بیروت)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، القسم الثانی: المحرمات بالصہریۃ: ۱/۲۷۷، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۳، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدير، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۳/۲۱۸، ۲۱۹، مصطفى البابی

الحلبی مصر)

(۳) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم الثانی: المحرمات بالصہریۃ: ۱/۲۷۷، رشیدیہ) =

مزنہ کے بیٹے سے زانی کی بیٹی کا نکاح

سوال [۵۵۷۷]: ایک عورت شادی شدہ ہے، اس کا زید سے ناجائز تعلق ہو گیا، بعد میں زید کی شادی ہو گئی اور ان دونوں کا ناجائز تعلق ختم ہو گیا۔ اب زید کے بچے ہوئے اور اس عورت کے بھی بچے ہیں ناجائز تعلق سے پہلے بھی اور اس زمانہ کے بعد بھی جس زمانہ میں ناجائز تعلق رہا، اور بعد کے بھی جب کہ ناجائز تعلق ختم ہو گیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ عورت اور زید اپنے بچوں کی آپس میں شادی کر سکتے ہیں یا نہیں، یعنی اس عورت کے لڑکے سے جو اسی زمانہ کی پیدائش ہے جس زمانہ میں ناجائز تعلق تھا، زید اپنی لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ کیا اس زمانہ کے پہلے یا بعد کے بچوں سے شادی کی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس عورت کی جتنی بھی اولاد ہے وہ اس کے شوہر کی طرف منسوب ہوگی، کسی کا نسب بھی زید سے ثابت نہیں ہوگا (۱)، لہذا زید اور اس عورت کی اولاد میں حرمت ثابت نہیں ہوئی، ان کا آپس میں نکاح درست

= (وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات : ۳/۱۷۳، رشیدیہ)

(وکذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات : ۳/۲۱۸، ۲۱۹، مصطفیٰ البابی الحلبي مصر)

(۱) قال أبو بکر الجصاص رحمه الله تعالى: "وقوله: الولد للفراش الخ". قد اقتضى معنيين: أحدهما إثبات النسب لصاحب الفراش، والثاني أن من لا فراش له، فلا نسب له". (أحكام القرآن للجصاص، سورة النور [پ: ۱۸]، تحت آية ﴿والذين يرمون أزواجهم﴾ الآية: فصل: اتفقهم أن الولد قد ينفي من الزوج باللعان: ۳/۴۴۶، قديمی)

"ولأنهم قالوا في حرمة بنته من الزنى: إن الشرع قطع النسبة إلى الزانى لما فيها من إشاعة الفاحشة، فلم يثبت النفقة والإرث لذلك، الخ". (رد المحتار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر: ۳/۱۹۷، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط أن لا یكون بها حمل من آخر: ۳/۴۵۳،

دارالکتب العلمیہ بیروت)

ہوگا، خواہ ناجائز تعلق رہنے کے وقت کی اولاد ہو یا پہلے کی یا بعد کی، وہ کذا يفہم مما فی الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۶/۲:

”لابأس بأن يتزوج الرجل امرأةً ويتزوج ابنه ابنتها أو أمها، كذا فی محیط السرخسی“ (۱)۔ والبسط فی رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳۸۱/۲ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۰/۸۸ھ۔
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۸۸ھ۔

بیوی کی چچیری بھانجی اور ماں کی چچا زاد بہن کی لڑکی سے نکاح

سوال [۵۵۷۸]: زید کی شادی ہندہ سے ہوئی تھی اور اس سے ایک لڑکا بدر پیدا ہوا، اس کے بعد ہندہ کی وفات ہو گئی، پھر زید کی دوسری شادی سلطانہ سے ہوئی جو اپنے ساتھ اپنے پہلے شوہر قمر کا ایک لڑکا جعفر کو زید کے یہاں لے کر آئی ہے۔ سلطانہ حیات ہے، سلطانہ کے سگے چچا، یا سگے بڑے باپ کی لڑکی رضیہ ہے اور رضیہ کی شادی فرقان سے ہوئی تھی۔ رضیہ کے بطن سے تین لڑکیاں ہیں، جن کا نام نرگس، ریحانہ، نجمہ ہے۔ ان تینوں لڑکیوں کا نکاح زید، بدر، جعفر سے جائز ہے یا نہیں جب کہ سلطانہ حیات ہو؟ زید سلطانہ کی موجودگی میں یہ نکاح کرنا چاہتا ہے اور زید کا لڑکا بدر ہے، جعفر سلطانہ کے بطن سے ہے، زید کی رضیہ چچیری سالی بھی لگتی ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں، عین نوازش ہوگی۔

= ”والزنا المحض سبب لإيجاب العقوبة، فلا يصلح سبباً لإيجاب الحرمة والكرامة، ألا ترى أنه لا يثبت به النسب والعدة، الخ“۔ (كتاب المبسوط للسرخسی، كتاب النكاح، ۲۲۸/۳، مكتبہ غفراریہ)
(۱) (الفتاویٰ العالمکیریۃ، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الثاني: المحرمات بالصهریۃ: ۲۷۷/۱، رشیدیہ)

(و كذا فی البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات: ۱۷۳/۳، رشیدیہ)

(و كذا فی فتح القدير، كتاب النكاح، فصل فی بیان المحرمات: ۲۱۸/۳، ۲۱۹، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات: ۳۱/۳، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

رضیہ زوجہ فرقان کی تین لڑکیاں ہیں: نرگس، ربیحانہ، نجمہ ان میں سے ایک کی شادی رضیہ کی چچا زاد بہن سلطانہ کے شوہر زید سے ہو جائے اور ایک کی شادی زید کے لڑکے بدر سے ہو جائے اور ایک کی شادی زید کی زوجہ سلطانہ کے لڑکے جعفر بن قمر سے ہو جائے تو شرعاً درست ہے۔ ان میں کوئی حرمت کا شبہ نہیں: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ الآية (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۲/۱۳۹۱ھ۔

بیوی کی بھتیجی سے نکاح

سوال [۵۵۷۹]: زید نے جس عورت سے شادی کی تھی اس کا انتقال ہو چکا ہے اور اس نے دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑی ہیں اور زید اپنی مرحومہ کے بھائی کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ آیا یہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟ مفصل مع حوالہ کتب تحریر فرمائے، عین نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی اور مانع شرعی نہ ہو تو شرعاً یہ نکاح درست ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (۲)۔ البتہ اس مرحومہ کی حیات میں یہ نکاح درست نہ ہوتا، کیونکہ پھوپھی اور بھتیجی ایک شخص کے نکاح

(۱) (سورة النساء: ۲۴)

”أی ماعدا من ذکر من المحارم، هن لكم حلال“۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۱، سہیل

اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی التفسیر المنیر: ۶/۵، دار الفکر بیروت)

(و کذا فی التفسیر المظہری: ۲/۲۶، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقراۃ: ۳/۱۱۱، دار الکتب العلمیۃ

بیروت)

(۲) (سورة النساء: ۲۴)

(ایضاً راجع للتفصیل رقم الحاشیة: ۱)

میں ایک وقت میں رہنا ممنوع ہے، کذا فی نصب الراية (۱)، حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۵/۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۳/جمادی الأولى/۶۶ھ۔

بھتیجے کی بیوی سے نکاح

سوال [۵۵۸۰]: دو بھائی سگے ہیں: بندہ اور کمالو، جس میں سے بندہ کا انتقال ہو گیا ہے اور بندہ کی عورت سے کمالو کا نکاح ہو گیا ہے اور بندہ کا ایک لڑکا تھا اور اس کا بیاہ ہو گیا تھا جس میں اس کی عورت اس سے رضا مند نہیں ہے، کمالو سے رضا مند ہے اور لڑکا میرے نہیں ہے، اس کی عورت مجھ کو چاہتی ہے اور میرے بھتیجے کو نہیں چاہتی اور چار دفعہ وہ بھاگ چکی ہے۔ اس کے ساتھ میرا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

السائل: کمال، ۹/ذی الحجہ/۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آپ کا بھتیجہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور عدت گزر جائے، نیز کوئی اور بھی مانع نہ ہو تو شرعاً آپ کا اس بھتیجے کی بیوی سے نکاح درست ہے (۲)۔

(۱) "قال علیہ السلام: "لا تنکح المرأة علی عمتها، ولا علی خالتها، ولا ابنة أخيها، ولا علی ابنة اختها، الخ"۔ (نصب الراية لأحادیث الهدایة، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات، ۳/۱۶۹، المكتبة المکیة بیروت)

(والحدیث أيضاً أخرجه البخاری، کتاب النکاح، باب لا تنکح المرأة علی عمتها: ۲/۷۶۶، قدیمی)
(وکذا فی النسائی فی سننه فی کتاب النکاح، باب الجمع بین المرأة و عمتها: ۲/۸۰، قدیمی)
(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات: ۳/۴۳۰، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وأحل لکم ما وراء ذلکم﴾۔ (سورة النساء: ۲۴)

"أی ما عدا من ذکر من المحارم، هن لکم حلال"۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۷۴، سہیل

اکیڈمی لاہور)

بغیر طلاق کے اس سے آپ کا نکاح درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۱۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ذی الحجہ/۵۶ھ۔

بہن کی سوکن کی لڑکی اور علاقائی بھائی بہن کا نکاح

سوال [۵۵۸۱]: زید کی دو بیویاں ہیں، زوجہ اولیٰ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اس کے انتقال کے بعد زید نے نکاح ثانی کیا، اس نکاح سے دو اولاد زینہ پیدا ہوئی اور زوجہ ثانیہ کے ایک حقیقی بھائی بکر نے زوجہ اولیٰ کی لڑکی سے نکاح کر لیا۔ آیا یہ نکاح از روئے شریعت درست ہے؟ نیز زوجہ ثانیہ کی اولاد زینہ زوجہ اولیٰ کی اولاد اناشہ سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ مدلل جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زوجہ ثانی کے حقیقی بھائی بکر نے جو زید کی زوجہ اولیٰ کی لڑکی سے نکاح کیا ہے تو یہ شرعاً درست ہے (۲)، اس سے حرمت مصاہرت نہیں، نہ نسبی حرمت ہے، اگر کوئی حرمت رضاعت ہو تو امر آخر ہے۔

= (و کذا فی التفسیر المنیر: ۶/۵، دار الفکر بیروت)

(و کذا فی التفسیر المظہری: ۶۶/۲، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات: ۴۳۷/۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۴۶۹/۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) "لا یجوز لرجل أن یتزوج زوجة غیره و كذلك المعتدة". (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح،

الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي یتعلق بها حق الغیر: ۲۸۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۲/۳، سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط أن لا تكون منکوحۃ الغیر: ۴۵۱/۳، دار الکتب

العلمیۃ بیروت)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَّرَاءَ ذَلِكَ﴾ (سورة النساء: ۲۴)

"أی ما عدا من ذکر من المحارم، هن لكم حلال". (تفسیر ابن کثیر: ۴۷۴/۱، سہیل

= اکیڈمی لاہور)

دوسری صورت میں زوجہ ثانیہ اور زوجہ اولیٰ کی اولاد باپ میں شریک ہیں، لہذا یہ علاقہ بھائی بہن ہیں، ان کا نکاح آپس میں درست نہیں، لقولہ تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمہاتکم و بناتکم وأخواتکم﴾ الخ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۲/۱۳۶۳ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

رہیہ اور اس کی سوتیلی ماں کو نکاح میں جمع کرنا

سوال [۵۵۸۲]: بکر کی منکوحہ ہندہ کے بطن سے ایک دختر زبیدہ ہے اور لڑکی کا نکاح زید سے کیا گیا اور زید کی اس منکوحہ زبیدہ کے بطن سے دو طفل ہوئے، اسی دوران میں بکر کی منکوحہ ہندہ فوت ہو گئی، اس نے سیکنہ سے نکاح کر لیا اور ایک لڑکا تولد ہوا۔ بکر کے فوت ہو جانے کے بعد زید نے زبیدہ کی موجودگی میں سیکنہ سے نکاح کر لیا اور ایک ماہ بعد سیکنہ کے کہنے پر زبیدہ کو طلاق دیدی۔ کیا از روئے شرع یہ نکاح جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو نکاح خواں اور گواہان حضور نکاح کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعاً یہ نکاح جائز ہے، در مختار بر حاشیہ شامی، کتاب النکاح، فصل فی

المحرمات: ۴۳۹/۲ میں ہے: ”فجاز الجمع بین امرأة و بنت زوجها، اھ“ (۲)، پس جائز ہے نکاح

= (و کذا فی التفسیر المنیر: ۶/۵، دار الفکر بیروت)

(و کذا فی التفسیر المظہری: ۶۶/۲، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(۱) (سورۃ النساء: ۲۳)

(راجع صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یحل من النساء و ما یحرم: ۷۲۵/۲، قدیمی)

(وبدائع الصنائع للعلامة الکاسانی، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقراۃ: ۴۰۵/۳، ۴۰۶،

دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۶۲/۳، رشیدیہ)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۹/۳، سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات: ۴۳۷/۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت) =

میں جمع کرنا ایک عورت کو اور اس کے شوہر کی لڑکی کو۔ زبیدہ صورت مسئلہ میں سیکنہ کے شوہر (بکر کی) لڑکی ہے، زید نے ہر دو کو نکاح میں جمع کر لیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۲/۶۳ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۲/۶۳ھ۔

زوجہ ربیب سے نکاح

سوال [۵۵۸۳]: زید نے ایک عورت سے نکاح کیا جس کے ساتھ ایک لڑکا بھی ہے، زید نے اس لڑکے کا بھی نکاح کر دیا، اس کے بعد وہ عورت ولڑکا فوت ہو گیا۔ تو زید سوتیلے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

۲..... اگر اس لڑکے کی والدہ زندہ زید کے نکاح میں ہو جب بھی زید اپنے اس سوتیلے لڑکے کی بیوی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

عبدالرحیم، امام مسجد جامع مظفر آباد، ضلع سہارن پور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اگر کوئی اور مانع شرعی موجود نہیں تو کر سکتا ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَّرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (۱)۔ سوتیلے بیٹا شرعی بیٹا نہیں کہ اس کی بیوی سے نکاح ناجائز ہو۔

۲..... اس صورت میں بھی یہ نکاح جمع جائز ہے، اگر اس لڑکے کی والدہ اور اس کی بیوی میں کوئی اور

= (و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات : ۲/۶۸، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ۳/۲۱۸، مصطفیٰ البابی الحلبي مصر)

(۱) (سورة النساء : ۲۴)

”أی ما عدا من ذکر من المحارم، هن لكم حلال“، (تفسیر ابن کثیر : ۱/۴۷۴، سہیل

اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی التفسیر المنیر : ۵/۶، دار الفکر بیروت)

(و کذا فی التفسیر المظہری : ۲/۶۶، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

مانع نکاح رشتہ داری نہ ہو: ”فجاز الجمع بین امرأة و بنت زوجها أو امرأة ابنتها، الخ“۔
در مختار: ۱/ ۱۸۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔
الجواب صحیح: عبد اللطیف، عفا اللہ عنہ، ۳/ رجب/ ۵۲ھ۔

جس لڑکے سے لواطت کی ہو اس کے نکاح میں اپنی لڑکی دینا

سوال [۵۵۸۲]: ایک شخص نے ایک لڑکے سے اغلام بازی کی اور اب اپنی لڑکی سے اس کا نکاح کرنا چاہتا ہے۔ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کمینہ حرکت اور سخت معصیت کی وجہ سے اس شخص کی لڑکی اس لڑکے پر حرام نہیں ہوئی بلکہ نکاح کی اجازت ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/ ۵/ ۱۳۹۵ھ۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی المحرمات، کتاب النکاح: ۳/ ۳۹، سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات: ۳/ ۴۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/ ۴۶۸، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/ ۲۱۸، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَأَحِلُّ لَكُمْ مَا وَّرَاءَ ذَلِكَ﴾ (سورة النساء: ۲۴)

”أی ما عدا من ذکر من المحارم، هن لكم حلال“۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۷۴، سہیل

اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی التفسیر المنیر: ۵/ ۶، دار الفکر بیروت)

(و کذا فی التفسیر المظہری: ۲/ ۶۶، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقراۃ: ۳/ ۴۱۱، دار الکتب

العلمیۃ بیروت)

شاگردہ سے نکاح

سوال [۵۵۸۵]: حامد اپنی شاگردہ کو زوجیت میں لانا چاہتا ہے، حامد شادی شدہ ہے، ایک یا دو بچے ہیں، مگر پہلی زوجہ اجازت دے رہی ہے اور حامد اس قابل بھی ہے کہ دونوں کا نباہ کر سکتا ہے۔ اصول شرع کے مطابق براہ کرم تفصیل سے واضح تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ضرورت ہو، شرع کے مطابق حقوق ادا کرنے کی قدرت ہو تو چار عورتوں کو بھی ایک وقت میں نکاح میں رکھنا درست ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿فَانْكَحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنً وَثُلَّةً وَرِبَاعًا﴾ (۱)۔ شاگردہ ہونا نکاح سے مانع نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۱۴۰۶ھ۔

(۱) (سورة النساء : ۳)

”ومنها: وجوب العدل بين النساء في حقوقهن فإن كان له أكثر من امرأة فعليه العدل بينهن في حقوقهن من القسم والنفقة والكسوة، وهو التسوية بينهن في ذلك، حتى لو كانت تحته امرأتان حرتان أو أمتان يجب عليه أن يعدل بينهما في المأكل والمشروب، والملبوس، والسكنى والبيتوتة، والأصل فيه قوله عز وجل: ﴿وإن خفتن أن لاتعدلوا فواحدة﴾ [النساء: ۳] عقيب قوله تعالیٰ: ﴿فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلاث ورباع﴾ [النساء: ۳]: أي إن خفتن أن لاتعدلوا في قسم والنفقة في نكاح المثنى والثلاث والرابع ﴿فواحدة﴾ ندب سبحانه وتعالى إلى نكاح الواحدة عند خوف ترك العدل في الزيادة، وإنما يخاف على ترك الواجب، فدل أن العدل بينهن في القسم والنفقة واجب.“ (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في وجوب العدل بين النساء : ۲/۸۰، دارالكتب العلمية بیروت)

(و کذا فی فقہ السنۃ، المحرمات من النساء، باب وجوب العدل بین الزوجات : ۲/۱۰۳، دارالکتب پشاور)
(۲) ”ای ماعدا من ذکر من المحارم، هن لكم حلال“۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۷۳، سہیل اکیڈمی لاہور)
(و کذا فی التفسیر المنیر: ۵/۶، دار الفکر بیروت)

(و کذا فی التفسیر المظہری : ۲/۲۶، حافظ کتب خانہ کوئٹہ) =

دیوبندی اور بریلوی کے درمیان مناکحت

سوال [۵۵۸۶]: رضا خانی عقائد والوں کے یہاں سے شادی میں لڑکی لینا اور یا ان کے یہاں اپنی لڑکی دینا ہمارے لئے کیسا ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا ہے کہ: ”وہابی سے نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں، مرد ہو یا عورت۔ اپنی لڑکی وہابی کو دینا ایسا ہے جیسے کتے کو دیدینا، یہ نکاح نہیں بلکہ جس نے اپنی لڑکی وہابی کو دیدی اس نے زنا کے واسطے دی ہے، سب اولاد حرامی ہوگی۔ وہابی کی لڑکی لینا بھی حرام اور گناہ ہے۔ وہابی کی نماز نہیں، ان کو اپنی مسجد میں مت آنے دو، ان کے ساتھ کھانا پینا سب گناہ ہے، ان کے جنازہ کی نماز مت پڑھو۔ وہابی کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں، بالکل کافر و مرتد ہیں۔“

مولوی احمد رضا خان صاحب کے فتوے میں یہ سب باتیں موجود ہیں۔

اکابر دیوبند جیسے: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس اللہ اسرار ہم سب کے نام لے کر سب کو بریلیوں کے سرغنہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے کافر و مرتد لکھا ہے (نعوذ باللہ منہ)۔

اب خود ہی غور کر لیا جائے کہ جس کے یہ عقائد و خیالات ہوں اس کے ساتھ نکاح کرنا کیسا ہوگا، اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہوگا؟ اگر وہ اپنی لڑکی دے گا تو کتنا سمجھ کر دے گا۔ زنا کے واسطے دے گا، اگر لڑکی لے گا تو حرام کاری کے واسطے لے گا۔ غرض دونوں صورت میں ان کے نزدیک اولاد حرام ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱/۹۵ھ۔

دیوبند لڑکی کا نکاح بریلوی لڑکے سے

سوال [۵۵/۷]: زید علمائے دیوبند کے مسلک پر عمل پیرا ہے اور اس نے اپنی لڑکی کی شادی لاعلمی میں ایک بریلوی مسلک لڑکے کے ساتھ کر دی ہے جب کہ اس کے یہاں میلاد، فاتحہ، قیام و سلام ہوتا ہے، مزارات بزرگاں پر جاتا ہے، رسول کے لئے علم غیب مانتا ہے اور یا رسول اللہ کا نعرہ لگاتا ہے، یا غوث المدد کا وظیفہ جپتا ہے اور رسول کو حاضر و ناظر مانتا ہے، علمائے دیوبند کی برائی بیان کرتا ہے اور انہیں خارج از ایمان کہتا ہے۔ تو ایسے لڑکے کے ساتھ نکاح منعقد ہوا کہ نہیں؟ ابھی اس لڑکی کی رخصتی نہیں ہوئی ہے اور زید اپنی لڑکی کو اس بریلوی کے یہاں رخصت نہیں کرنا چاہتا ہے، طلاق کا خواہش مند ہے، لیکن وہ لڑکا طلاق نہیں دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ساری عمر طلاق نہیں دوں گا۔ ایسی صورت میں عندالشرع اس سے چھٹکارہ کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ زید کا اور زید کی لڑکی کا مسلک وہی ہے جو علمائے دیوبند کا مسلک ہے اور اس مسلک کی وجہ سے وہ لڑکا علمائے دیوبند کو خارج از اسلام سمجھتا ہے تو اس کے نزدیک زید بھی خارج از اسلام ہے اور زید کی لڑکی بھی خارج از اسلام ہے۔ پس اس کا نکاح ہی اس کے نزدیک صحیح نہیں ہوا۔ اس جہت سے طلاق کی کیا ضرورت ہے۔ اگر رخصتی کر دی جائے گی تو بھی چونکہ اس لڑکے کے نزدیک زید کی لڑکی مسلمان نہیں بلکہ کافر ہے تو اس سے صحبت کرنا حرام اور زنا ہوگا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی کتابوں: ”فتاویٰ رضویہ“، ”المملفوظ“ وغیرہ میں صاف صاف یہ موجود ہے۔ حاصل یہ کہ خود اس شخص سے تحقیق کی جائے کہ وہ علمائے دیوبند اور زید کو مسلمان سمجھتا ہے یا کافر۔ اگر کافر سمجھتا ہے تو نکاح کیسے درست ہوا؟ اگر مسلمان سمجھتا ہے تو اقرار کر لے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) اگر بریلوی کے عقائد کفریہ ہوں تو ان سے نکاح جائز ہی نہیں اور اگر محض بدعتی ہے تو ان سے نکاح کرنے سے نکاح تو ہو جاتا ہے لیکن ایسا کرنا مناسب نہیں: ﴿وَلَا تَنْكَحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾ لَامَةُ مُؤْمِنَةٍ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ، وَلَا تَنْكَحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ ﴿﴾ (سورة البقرة: ۲۲۱)

”و منها: اسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالى: ﴿وَلَا تَنْكَحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾ ولأن في إنكاح المؤمنة الكافر خوف وقوع المؤمنة في الكفر، اهـ۔“ =

اہل حدیث لڑکی کا نکاح دیوبندی حنفی سے

سوال [۵۵۸۸]: اگر کسی اہل حدیث لڑکی کا نکاح کسی حنفی دیوبندی لڑکے سے کر دیا جائے تو لڑکی کو اپنے عقیدہ و مذہب پر قائم اور اس کے مطابق عمل کرنے کا حق باقی رہتا ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حنفی و دیوبندی اور اہل حدیث کے درمیان رفع یدین، آمین بالجہر، توڑک، قنوت، تعداد وتر، تعداد تراویح، جمعہ فی القری، قراءۃ خلف الامام وغیرہ فروعی مسائل میں اختلاف ہے، دونوں کے پاس دلائل ہیں۔ بحث دلائل کی قوت وضعف میں ہے، ترجیح و نسخ میں ہے۔ ان میں سے بعض میں تو اولیٰ اور غیر اولیٰ کا اختلاف ہے، بعض میں واجب و غیر واجب کا اختلاف ہے۔ بایں ہمہ عقیدہ ایمانیہ جو کہ حدیث جبریل میں مفصل مذکور ہے، اس پر سب ہی متفق ہیں۔ پھر عقیدہ تبدیل کرنے کا کیا سوال ہے؟

اگر اختلاف عقیدہ کی کوئی چیز ہے، مثلاً: لڑکی کا عقیدہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید شرک ہے اور حنفی دیوبندی مشرک ہیں، تو پہلے اس کی تحقیق کی جائے کہ ایسی اہل حدیث لڑکی کا حنفی دیوبندی سے نکاح بھی صحیح ہو یا نہیں؟ تبدیل عقیدہ سوال بعد کا ہے۔ جیٹھ، دیور وغیرہ نامحرم ہیں، ان سے شرعی پردہ لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۷/۱۳۹۹ھ۔



= (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی عدم نکاح الکافر المسلمة : ۳/۲۶۵، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

”و منها ألا تكون المرأة مشرکة إذا كان الرجل مسلماً، فلا يجوز للمسلم أن ینکح المشرکة لقوله تعالى: ﴿ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا﴾ الخ“ (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی نکاح المشرکة : ۳/۲۵۸، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

باب المحرمات

الفصل الأول فی المحرمات من النسب

(نسبی محرمات کا بیان)

امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن اور دیگر محرمات میں فرق

سوال [۵۵۸۹]: جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے، مثلاً: بہن، ماں، ساس، ان سے پردہ کرنا ہوگا یا نہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ ساس سے پردہ نہ کیا جائے، لیکن اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے، کیونکہ ازواج مطہرات سے نکاح کرنا حرام ہے، لیکن ارشاد باری یہ بھی ہے کہ ان سے پردہ کرنا ضروری ہے۔ تو ساس سے پردہ نہ کرنا اور ازواج مطہرات سے پردہ کرنا دونوں متعارض معلوم ہوتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ازواج مطہرات کی کچھ خصوصیات بھی ہیں، ان کو امہات المؤمنین فرمایا گیا: ﴿وَأَزْوَاجَهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ (الایۃ) (۱)، لیکن اگر حقیقی ماں قرار دیا جائے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان سے پردہ نہ ہو، حالانکہ آیت حجاب ان کے لئے مستقلاً نازل ہوئی۔ نیز ان کو حقیقی ماں قرار دینے کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ کسی (بھی) مرد کا کسی (بھی) عورت سے نکاح جائز نہ ہو، کیونکہ سب بھائی بہن ہو جائیں گے، حالانکہ نکاح کا بکثرت واقع ہونا اس زمانہ میں بھی پیش آیا، اس لئے ان دونوں مسئلوں میں ان پر وہ احکام نافذ نہیں ہوں گے جو حقیقی ماں پر ہوتے ہیں۔ البتہ جس طرح اپنی ماں سے نکاح حرام ہے، اسی طرح ازواج مطہرات سے بھی کسی امتی کا نکاح جائز نہیں: ﴿وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبْدًا﴾ (الایۃ) (۲)۔ غرض ازواج مطہرات کو دیگر مستورات پر قیاس کر کے جملہ

(۱) (سورۃ الأحزاب: ۶)

(۲) (سورۃ الأحزاب: ۵۳)

احکام کو نافذ کرنا درست نہیں: ﴿يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (الآیة ۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۱/۸۷ھ۔

محرمات کی تفصیل

سوال [۵۵۹۰]: مرد کے لئے کون کون سی عورتیں حرام ہیں، اسی طرح عورت کے لئے کون کون سے مرد حرام ہیں؟ مفصل تحریر فرمائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصول: ماں، نانی، دادی وغیرہ۔ فروع: بیٹی، پوتی، نواسی وغیرہ۔ اصل قریب کی فروع: بہن، بھانجی، بھتیجی وغیرہ۔ اصل بعید کی صلبی اولاد: خالہ، پھوپھی۔ رضاعی ماں اور اسکی اولاد، رضاعی بہن اور اس کی اولاد۔ رضاعی ماں کے اصول: نانی، دادی وغیرہ۔ بیوی کی ماں، نانی، دادی۔ مدخولہ بیوی کی بیٹی، پوتی، نواسی۔ باپ دادا کی بیوی، مزنیہ کی ماں، بیٹی وغیرہ یعنی اصول و فروع بیٹے، پوتے۔ نواسے کی بیوی۔ مشرکہ، کافرہ۔

یہ عورتیں تو ہمیشہ کے لئے حرام ہیں اور کچھ عورتیں ایسی بھی ہیں جو خاص محدود حالات میں حرام ہیں، وہ حالات نہ رہیں تو ان کی حرمت نہ رہے گی جیسے: بیوی کی خالہ، پھوپھی، بہن اس وقت تک حرام ہیں جب تک بیوی نکاح میں ہے، اگر وہ مرجائے یا اس کو طلاق ہو جائے اور عدت گزر جائے تو ان کی حرمت نہیں رہے گی۔ اور اگر کسی کے نکاح میں چار بیویاں ہوں تو پانچویں سے نکاح درست نہیں لیکن اگر کوئی سی مرجائے یا اس کو طلاق ہو جائے اور اس کی عدت گزر جائے تو پانچویں سے نکاح حرام نہ ہوگا۔

مردوں کے جن رشتوں سے عورتوں کے نکاح درست نہیں، اگر ان رشتوں کو مردوں کی طرف منسوب کیا جائے تو عورتوں کا نکاح ان مردوں سے بھی درست نہیں ہوگا، مثلاً: کسی عورت کا نکاح اپنے اصول: باپ، دادا، نانا وغیرہ اور فروع: بیٹے، پوتے، نواسے وغیرہ سے درست نہیں ہوگا۔ مزید تفصیل کتب فقہ، شامی (۲)،

(۱) (سورة الأحزاب: ۳۲)

(۲) ”أسباب التحريم أنواع: قرابة، مصاهرة، رضاع، جمع، ملک، شرک، إدخال أمة على حرة، فہی سبعة..... وتعلق حق الغير بنکاح أو عدة ذکرهما فی الرجعة، حرم على المتزوج ذکراً کان أو أنثى، نکاح أصله ہ فروعہ، علا أو نزل. و بنت أخیه وأختہ، و بنتها ولو من زناً، وعمتہ وخالتہ، فہذه السبعة مذکورة فی آية: =

فتاویٰ عالمگیری میں ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

عورت کے محارم کون کون ہیں؟

سوال [۵۵۹۱]: عورت کے لئے محرم کون کون شخص ہیں؟ اور نامحرم کون ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس جس سے نکاح ناجائز ہے وہ محرم (۲) اور جس جس سے نکاح جائز ہے وہ نامحرم ہے (۳)۔ فقط

واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۹۲ھ۔

بھانجی اور بھتیجی سے نکاح

سوال [۵۵۹۲]: سگی بھانجی اور سگی بھتیجی کے ساتھ اسلام کی نظر میں شادی جائز ہے یا نہیں؟

محمد جمیل۔

= ﴿حرمت علیکم أمہاتکم﴾ ویدخل عمة جدہ وجدته، الخ۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب

المحرمات: ۲۸/۳ - ۳۰، سعید)

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الأول الخ:

۲۷۳/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۳۲۳/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/۵۸ - ۴۶۰، دارالکتب العلمیہ

بیروت)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمہاتکم وبناتکم وأخوتکم وعمتکم وختلتکم وبنات الأخ وبنات

الأخت وأمہاتکم الّتی أرضعنکم وأخوتکم من الرضاعة وأمہت نسائکم وربائبکم الّتی فی جحورکم

من نسائکم الّتی دخلتم بہن﴾ (سورة النساء: ۲۳)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأحل لکم ما وراء ذلکم﴾ (النساء: ۲۴)

الجواب حامداً ومصلیاً:

سگی بھانجی (بہن کی لڑکی) اور سگی بھتیجی (بھائی کی لڑکی) سے نکاح کرنا حرام ہے، اس کی حرمت قرآن کے چوتھے پارے کے اخیر میں مذکور ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

بھانجی کی لڑکی سے نکاح حرام ہونے کی وجہ

سوال [۵۵۹۳]: بھانجی کی لڑکی سے نکاح کس وجہ سے حرام ہے اور اس کا ثبوت کہاں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حرمت قرابت کی بناء پر ممنوع ہے: ”فتحریم بنات الإخوة والأخوات، وبنات أولاد الإخوة والأخوات وإن نزلن، ۱ھ“۔ شامی، ج: ۱، فصل فی المحرمات (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

ایضاً

سوال [۵۵۹۴]: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چودہ عورتوں کی تخصیص فرمائی ہے اور ماسوا ان چودہ

(۱) قال الله تعالى: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبناتُكُمْ وَأَخُواتُكُمْ وَأَخُواتُكُمْ وَأَخُواتُكُمْ﴾ (سورة النساء: ۲۳)
”وتحریم علیہ بنات الأخ وبنات الأخت، الخ“۔ (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقراءة: ۳/۴۱۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/۳۲۳، دار إحياء التراث العربی بیروت)
(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/۴۵۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)
(۲) (رد المحتار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳/۲۸، سعید)
(و کذا فی حاشیة الشبلی علی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/۴۵۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الأول: ۱/۲۷۳، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/۳۲۳، دار إحياء التراث العربی بیروت)

عورتوں کے جن جن عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے، ان سب کی تشریح حدیث میں صراحتاً بیان فرمائی ہے، اب ﴿أَحَلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ﴾ سے چودہ عورتوں کے سوا جتنی عورتیں ہیں، سب سے نکاح کرنا جائز معلوم ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ”بنات الأخ وبنات الأخت“ کی حرمت آئی ہے یعنی بھانجی سے نکاح کرنے کی حرمت آئی ہے، بھانجی کی لڑکی سے نکاح کرنے کی حرمت کہاں سے ثابت ہوتی ہے؟ اگر بھانجی کی لڑکی سے نکاح کرنا حرام ہے تو عم، عمة، خالہ کی لڑکی سے نکاح کرنا حرام ہونا چاہیے۔ چونکہ معطوف اور معطوف علیہ کا ایک حکم ہوتا ہے اور فقہاء کے قول میں اختلاف واقع ہوا ہے: بعض فقہاء نے ”وإن سفلن“ کی قید لگائی ہے جیسا کہ صاحب درمختار اور بعض فقہاء نے ”وإن سفلن“ کی قید نہیں لگائی ہے، بلکہ سکوت کیا جیسا کہ صاحب ہدایہ۔

المستفتی: نادر حسین فرید پوری، ۸/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۵۵ھ۔

الجواب صالحاً مصلیاً:

”وتحرم علیہ بنات الأخ بالنص، وهو قوله تعالى: ﴿وبنات الأخ وبنات الأخت﴾ وإن سفلن بالإجماع“۔ بدائع: ۵۷/۲ (۱)، اس سے معلوم ہوا کہ بھانجی کی لڑکی سے نکاح حرام ہے اور یہ حرمت اجماع سے ثابت ہے۔

”ويحرم بنة أخته لأب وأم، أولاً أحدهما لقوله تعالى: ﴿وأخواتكم﴾. وفيها لقوله تعالى: ﴿وبنات الأخت﴾. وابنة أخته لأب وأم أولاً أحدهما، لقوله تعالى: ﴿وبنات الأخ﴾ وإن سفلن، لعموم المجاز أو دلالة النص أو الإجماع“۔ مجمع الأنهر، ص: ۳۲۳ (۲)، اس سے معلوم ہوا کہ بھانجی کی لڑکی کی حرمت عموم مجاز سے بھی نکلتی ہے اور ”دلالة النص“ سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

رہا بعض فقہاء کا سکوت تو اس سے جواز ثابت نہیں ہوتا ”لأن الناطق مقدم على الساكت“ اور

(۱) (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقراءة: ۳/ ۴۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/ ۴۵۹، عباس احمد الباز مکة المکرمہ)

(۳) (مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۱/ ۳۲۳، دار إحياء التراث العربی بیروت)

اس کو اختلاف نہیں کہتے، اگر بعض جواز لکھتے اور بعض حرمت تب اختلاف ہوتا۔ رہا عم، عمہ، خالہ کی لڑکی کو بھانجی کی لڑکی پر قیاس کر کے حرمت کا تقاضہ کرنا، سو یہ قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ نص میں: ”بنات الأخ وبنات الأخت“ مذکور ہیں اور ”بنت“ کا اطلاق جس طرح سے لڑکی پر آتا ہے، لڑکی کی لڑکی پر بھی آتا ہے اور ”عمہ“ کا اطلاق پھوپھی پر آتا ہے مگر پھوپھی کی لڑکی پر نہیں آتا۔ نیز اس کے متعلق کوئی اجماع منعقد نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۵/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۹/جمادی الاولیٰ/۵۵ھ۔

بھانجی کی لڑکی سے نکاح، ایسی اولاد کا نسب، حق وراثت، مہر، ان کا ایک مکان میں رہنا، ایسی عورت کا حق وراثت

سوال [۵۵۹۵]: زید نے اپنی سگی بہن کی بیٹی یعنی اپنی سگی بھانجی کی بیٹی سے نکاح کر دیا جس میں دو آدمی گواہ تھے، اور حالت نکاح میں زید اور اس کی بھانجی کی بیٹی دونوں بالغ تھے اور زید مذکورہ اپنی سگی بہن کی بیٹی سے نکاح کرنا شرعاً حلال سمجھتا ہے اور قیاس بھی کرتا ہے: جیسا کہ اپنی پھوپھی سے نکاح کرنا حرام مگر اس کی بیٹی سے حلال ہے:

وقال رجل آخر: جاء في تفسير خازن: ”قوله تعالى: ﴿وبنات الأخ وبنات الأخت﴾

اھ۔ [پارہ لن تنال]، ص: ۳۴۰ (۱)۔

وفی الدر المختار علی حاشیۃ رد المحتار: ”حرم علی المتزوج ذکراً کان أو أنثی نکاح

أصله وفروعه، علاً أو نزل، اھ“ عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اپنی بھانجی کی بیٹی سے نکاح کرنا حرام ہے۔

استفتاء ان باتوں کا ہے:

۱..... زید مذکور کا نکاح اپنی سگی بھانجی کی بیٹی سے شرعاً درست ہوا یا نہیں؟

۲..... ان دونوں کی جفتی سے جو اولاد ہوئی اس کا نسب زید سے ثابت ہوا یا نہیں، مگر زید اس کو اپنا لڑکا

لڑکی ثابت کرتا ہے؟

۳..... زید کے مرنے کے بعد یہ لڑکا لڑکی عصبہ بن کر اس کے مال کی وارث بنیں گے یا نہیں؟

۴..... زید پر اس عورت کا مہر واجب ہے یا نہیں؟

۵..... زید کے مرنے کے بعد اس کے مال سے یہ عورت ثمن کی وارث ہوگی یا نہیں؟

۶..... زید مذکور کی سگی بھانجی کی بیٹی سے جو لڑکے زید کی جفتی سے پیدا ہوئے اگر وہ عورت اپنے لڑکا

لڑکی کو لیکر زید کے مکان کے باہر دوسری جگہ سکونت کرے تو ہر قسم کی دشواری سختی و بے غیرتی پیش آتی ہے، اس تقدیر پر اگر وہ عورت اپنے بال بچے لیکر زید کے مکان میں علیحدہ گھر بنا کر سکونت اختیار کرے اور زید سے نزدیکی نہ کرے، مگر ایک دوسرے کو گھر کے باہر آمد و رفت کے وقت دیکھتا ہے کیونکہ ایک مکان میں ایک دوسرے کو ضرور دیکھ لیا کرتا ہے، مگر بدکاری سے دور رہتے ہیں، مگر امکان سے خالی نہیں، شیطان ہر شخص کے ساتھ ہے اور زید مذکور بظاہر فاسق ہے، علامت فسق کی اس میں پائی جاتی ہے۔ تو ایک مکان میں دونوں کا علیحدہ علیحدہ رہنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

۷..... زید اور اس کی بھانجی کی بیٹی دونوں سے فرزند پیدا ہوئے، اب زید اور اس کی بھانجی کی بیٹی پر کوئی سزا شرع کی رو سے وارد ہے، زنا کی یا اور کسی قسم کی؟ مفتی بہ قول بیان فرمادیں۔

۸..... زید اپنی بھانجی کی بیٹی سے نکاح و جماع کرنے کے بعد جو لڑکی پیدا ہوئی اور اس لڑکی سے دوسرے نیک شریف النسب آدمی کا نکاح کر دیں تو اس میں شرعاً کوئی عیب تو نہیں ہوگا؟ زید بھی شریف النسب آدمی ہے۔

۹..... زید کی بھانجی کی بیٹی سے جو زید کے لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو شرعاً ”ولد الزنا“ کہلائے جائیں گے یا نہیں؟

۱۰..... اگر وہ لڑکا بالغ عالم ہونے کے بعد امامت کرے تو اس کے پیچھے دوسروں کی نماز بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟ ہر سوال کے جواب کو اولہ سے زیور پہنا کر تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... یہ نکاح ناجائز ہے، متون، شروح، فتاویٰ سب میں عدم جواز مصرح ہے، کسی کتاب میں اس کا

جواز نہیں ہے۔

۲..... باوجود نکاح حرام ہونے کے اس نکاح سے جو اولاد ہوگی وہ زید سے ثابت النسب ہوگی، نکاح محارم سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثابت النسب ہوتی ہے:

”ولا حدّ إن كان بشبهة العقد: أي عقد النكاح عنده: أي الإمام، كوطء محرم نكحها. وقالوا: إن علم الحرمة، حدّ، وعليه الفتوى، خلاصة. لكن المرجح في جميع الشروح قول الإمام، فكان الفتوى عليه أولى، قاله قاسم في تصحيحه. لكن في القهستاني عن المضممرات: على قولهما الفتوى. وحرر في الفتح أنها من شبهة المحل، وفيها ثبت النسب، كما مر، ۱ھ.“
در مختار کتاب الحدود۔

”(قوله: كوطء محرم نكحها): أي عقد عليها، أطلق في المحرم فيشتمل المحرم نسباً ورضاعاً وصهرية، ۱ھ. (قوله: وقالوا، الخ) مدار الخلاف على ثبوت محلية النكاح للمحارم وعدمه، فعنده هي ثابتة على معنى أنها محل نفس العقد لا بالنظر إلى خصوص عاقد بقبولها مقاصده من التوالد..... فأورث شبهة ونفياً على معنى أنها ليست محلاً يعقد هذا العاقد فلم يورث شبهة. وتمامه في الفتح والنهر، ۱ھ.“ رد المحتار: ۳/۳۳۶ (۱)۔ والمسئلة المذكورة في رد المحتار: ۲/۵۷۴، ۹۹۹ (۲)۔

۳..... نسب تو ثابت ہے، احتیاطاً میراث کا استحقاق نہیں ہوگا: ”وأما الإرث فلا تثبت فيه، ۱ھ.“
طحطاوی: ۲/۶۰ (۳)۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحدود، مطلب فی بیان شبهة العقد: ۲/۲۳، ۲۴، سعید)
(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب الحدود، الباب الرابع فی الوطء الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ: ۲/۱۲۷، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ: ۵/۲۵، ۲۶، رشیدیہ)

(۲) (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳/۲۸، ۲۹، سعید)

(۳) (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، باب المهر: ۲/۶۰، دار المعرفۃ بیروت)

(و کذا فی رد المحتار، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/۱۳۲، سعید)

۴..... واجب ہے: ”ویجب مهر المثل فی نکاح فاسد، وهو الذی فقد شرطاً من شرائط الصحة كشهود بالوطء فی القبل لا بغيره، ولم تزدد علی المسمی. وثبت لكل واحد منهما فسخه ولو بغير محضر من صاحبه، دخل بها أولاً فی الأصح، ۱ھ“. در مختار: ۵۷۴/۲۔
 ”(قوله: كشهود) ومثله تزوج الأختین معاً، ونکاح الأخت فی عدة الأخت، الخ“. شامی (۱)۔
 عبارت بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مہر مثل واجب ہوگا اور مسمی سے زائد نہیں ہوگا اور طرفین پر اس نکاح کا فسخ کرنا واجب ہے، دخول کی نوبت آئی ہو یا نہیں آئی ہو۔

۵..... اگر زندگی میں نکاح فسخ نہیں کیا تب بھی عورت کو میراث نہیں ملے گی، کما مرفی، ص: ۳ (۲)۔ (اس نکاح کا فسخ واجب ہے)۔

۶..... اس میں فتنہ کا قوی احتمال ہے، لہذا قطعاً علیحدگی اور متارکت کر کے عورت کا نکاح دوسری جگہ کر دیا جائے، زید کے لئے اس عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا ہرگز ہرگز جائز نہیں (۳)۔ دنیا میں نا سمجھ لوگوں میں اگر بے عزتی ہوتی ہے تو آخرت کے عذاب سے انشاء اللہ نجات ہوگی، جس کے مقابلہ میں دنیا کی بے عزتی کوئی شئی نہیں اور اہل فہم لوگ دنیا میں بھی بے عزتی نہیں کریں گے۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب المہر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۱/۳، سعید)

(و کذا فی بدائع الصائع، کتاب النکاح، فصل فی النکاح الفاسد: ۲۱۵/۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۳۳۰/۱، رشیدیہ)

(۲) (جواب نمبر: ۴ مراد ہے)

(۳) ”بل یجب علی القاضی التفریق بینہما“۔ (الدر المختار، باب المہر، مطلب فی النکاح الفاسد:

۱۳۳/۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۳۳۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی المحيط البرہانی، الفصل السادس عشر، فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۲۴۸/۳، مکتبہ

غفاریہ کوئٹہ)

۷.....حد زنا واجب نہیں (۱)، تعزیر واجب ہے (۲) بشرطیکہ اسلامی حکومت ہو (۳)، ورنہ باہمی متارکتِ تامہ کر کے ہر دو توبہ کر لیں (۴)۔

۸.....اولاد کا اس میں کیا قصور ہے، دوسرے لوگ اگر اس اولاد سے نکاح کر لیں تو شرعاً درست ہے (۵)۔

۹.....”ولد الزنا“ نہیں، بلکہ ثابت النسب ہیں (۶)۔

(۱) (راجع رقم: ۳)

(۲) ”الحاصل أن كل من ارتكب معصية ليس فيها حد مقرر، وثبت عليه عند الحاكم، فإنه يجب التعزير“۔ (البحر الرائق، كتاب الحدود، باب التعزير: ۵/۷۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۲/۱۶۸، رشیدیہ)

(۳) ”ورکنه (أی الحد) إقامة الإمام أو نائبه فی الإقامة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الحدود، الباب الأول: ۱/۱۴۳، رشیدیہ)

(۴) ”قال الخطابی: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب ما ینہی عنہ من التہاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول: ۸/۷۵۸، رشیدیہ)

(و کذا فی عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب ما ینہی من التحاسد والتدابیر: ۲۲/۱۳۷، مطبعة خيرية بيروت)

(۵) ”والولد محترم مکرم داخل تحت قوله تعالى: ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ [الإسراء: ۷۰] فليس فيه صفة القبح؛ لأنه مخلوق بخلق الله تعالى، الخ“۔ (البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۴، رشیدیہ)

”النکاح ینعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح: ۳/۹، سعید)

(۶) ”ويثبت نسب الولد المولود في النكاح الفاسد، الخ“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشیدیہ)

۱۰..... اگر اس میں امامت کی اہلیت ہے تو اس کے پیچھے بلا کراہت نماز درست ہے (۱)۔ فقط واللہ

تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۷/ربیع الثانی/۱۴۲۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ، ۲۷/۲/۱۴۲۲ھ۔

سگے بھانجے کی لڑکی سے نکاح

سوال [۵۵۹۶]: سگے بھانجے کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہن اور بہن کی اولاد کسی سے بھی نکاح جائز نہیں، بھانجے کی لڑکی سے بھی نکاح جائز نہیں: ﴿وبنات

الأخ وبنات الأخت﴾ کے تحت اس کی تصریح موجود ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۹/۸۹ھ۔

= (و کذا فی بدائع الصنائع للعلامة الكاساني، كتاب النكاح، فصل فی النکاح الفاسد: ۳/۵۱، دار

الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی المحيط البرهانی، کتاب النکاح، الفصل السادس عشر فی النکاح الفاسد وأحكامه:

۳/۲۲۸، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(۱) ”وولد الزنا إذا كان أفضل القوم، فلا کراهة إذا لم یكونا محتقرین بین الناس، لعدم العلة للکراهة،

الخ“۔ (البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰: رشیدیہ)

”وولد الزنا، هذا إن وُجد غیرهم، وإلا فلا کراهة بحر“۔ (الدر المختار، مطلب: البدعة

خمسة أقسام: ۱/۵۶۲، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الصلوة، باب الإمامة، الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً

لغیره: ۱/۸۵، رشیدیہ)

(۲) (سیاتی تخریجہ تحت عنوان: ”نواسی سے نکاح“۔)

اخیا فی بہن سے نکاح

سوال [۵۵۹۷]: زید کا انتقال ہو گیا اور اس نے ایک لڑکا اور بیوی کو چھوڑا، بعد ازاں اس کی بیوی نے عمر کے ساتھ نکاح کر لیا اور عمر سے لڑکی ہوئی۔ اس صورت میں زید کے لڑکے کا نکاح عمر کی لڑکی کے ساتھ کرنا صحیح ہوگا یا نہیں؟

باپ شریک بہن کے ساتھ نکاح

سوال [۵۵۹۸]: بکر کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا ہوا تھا اور بکر کی بیوی کا انتقال ہو گیا، چنانچہ بکر نے دوسرا نکاح کر لیا، دوسری بیوی سے لڑکی ہوئی۔ کیا ان دونوں کا نکاح درست ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... صورتِ مسئلہ میں زید کے لڑکے اور عمر کی لڑکی کی ماں ایک ہے، پس یہ دونوں بہن بھائی ہوئے، لہذا ان کا آپس میں نکاح درست نہیں۔

۲..... ان دونوں کا باپ ایک ہے لہذا ان کا نکاح بھی ناجائز ہے: ”وتحرّم أخْتَه لأب وأمّ أولأحدھما، ۱ھ“۔ مجمع الأنهر، ص: ۳۲۳ (۱)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر العلوم سہارنپور، ۷/۱۱/۵۵ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۹/ذی قعدہ/۵۵ھ۔

باپ اور ماں شریک بہن سے نکاح کی حرمت

سوال [۵۵۹۹]: قرآن شریف میں جو رشتے نکاح یا پردہ کے متعلق ہیں وہ صرف سگے ہیں یا دور

(۱) (مجمع الأنهر، باب المحرمات، کتاب النکاح: ۳۲۳/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

”قال رحمه الله: وأختہ..... لأن حرمتھن منصوص علیہا فی هذه الآية، ويدخل الأخوات المتفرقات، الخ“۔ (تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۴۶۰/۲، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۶۴/۳، رشیدیہ)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقراۃ: ۴۰۹/۳، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

کے بھی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن شریف میں بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی سے نکاح حرام ہے، اس میں بہن کی تینوں قسمیں مراد ہیں: ایک عینی یعنی ماں اور باپ دونوں میں شریک ہو جس کو سگی بہن کہتے ہیں۔ دوسرے علاقائی: یعنی باپ ایک ہو اور ماں دو ہوں۔ تیسرے اخیانی: یعنی ماں ایک ہو باپ الگ الگ۔ ایسی تینوں قسموں کی بہن سے نکاح حرام ہے (۱)۔ ایسے ہی بھائی کی لڑکی اور بہن کی لڑکی سے بھی نکاح حرام ہے (۲)، باقی دور کے رشتہ کی اگر بہن ہو، مثلاً: پھوپھی کی لڑکی یا خالہ کی لڑکی یا ماموں کی لڑکی یا چچا کی لڑکی تو اس سے نکاح حرام نہیں ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چچا سے بھتیجی کا نکاح

سوال [۵۶۰۰]: کیا خاص چچا سے بھتیجی کا عقد جائز ہے یا نہیں؟ صورت دراصل یہ ہے کہ لڑکا، لڑکی

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "باپ شریک بہن کے ساتھ نکاح")۔

(۲) قال الله تعالى: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم وأخواتكم وعماتكم وخالاتكم وبنات الأخ وبنات الأخت﴾ (سورة النساء: ۲۳)

قال العلامة الكاساني: "وتحرم عليه بنات الأخ وبنات الأخت بالنص، الخ". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في المحرمات بالقرابة: ۴۰۶/۳، ۴۱۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبیین الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴۵۹/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (سورة النساء: ۲۴)

"أى ما عدا من ذكر من المحارم من لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۴/۱، ۴۷۴، سهيل

اكيدمي لاهور)

(وكذا في التفسير المنير: ۶/۵، دارالفكر بيروت)

(وكذا في التفسير المظهری: ۶۶/۲، حافظ كتب خانہ كوئٹہ)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ۴۳۷/۳، دارالكتب العلمية بيروت)

بالغ وبالغہ باکرہ تقریباً ہم عمر ہیں، لڑکی کا اصرار یہ ہے کہ شادی ہو تو اس لڑکے سے، ورنہ بصورت دیگر خودکشی کر لوں گی۔ اس مجبوری کی حالت میں شریعت میں جان بچانے یا خوشگوار زندگی کے لیے کچھ گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چچا، بھتیجی کا نکاح حرام ہے، کسی صورت سے جائز نہیں، قرآن کریم میں ہے: ﴿حرمت علیکم أمهاتکم وبناتکم وأخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الأخ﴾ (الایۃ ۱)۔ جس چیز کو اللہ پاک نے خود حرام قرار دیا ہے اس کو حلال کرنے کی کس کی مجال ہے، اس طرح جان بچانے کی دھمکی سے کیا حقیقی بہن، بیٹی، والدہ کے نکاح کی بھی اجازت حاصل کی جائے گی؟ اور پھر اگر کسی کے دل میں کفر اختیار کرنے کا جوش پیدا ہو اس کی بھی اجازت لی جائے گی؟ دین، ایمان کیا ہوگا، جی چاہتا کھلو نا بن جائے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

سو تیلے ماموں سے نکاح

سوال [۵۶۰۱]: زید نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے علاقائی ماموں سے کر دیا، علاقائی ماموں اور حقیقی والدہ کا والد ایک ہے اور والدہ مختلف ہیں۔ شرعی نکاح جائز ہے یا نہیں؟

۲..... اگر نہیں تو نکاح کے موقع پر جو لوگ واقف کار تھے اور نکاح میں موجود تھے ان کے ساتھ شریعت کیا حکم رکھتی ہے؟

(۱) (سورة النساء: ۲۳)

قال العلامة الكاسانی تحت آية: ﴿حرمت علیکم أمهاتکم وبناتکم وأخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الأخ﴾ ”وتحرم علیه بنات الأخ وبنات الأخت بالنص، وهو قوله تعالى: ﴿وبنات الأخ وبنات الأخت﴾ الخ“، (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقراءة: ۳/۴۰۶، ۴۱۰، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/۴۵۹، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/۳۲۳، دار إحياء التراث بیروت)

۳..... زید کے ساتھ یا اس کی لڑکی کی اولاد کے ساتھ میل جول برتاؤ کے متعلق شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

۴..... ہر چہار اماموں میں سے کسی امام صاحب کے مذہب میں درست ہو تو بھی مطلع فرمایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... یہ نکاح شرعاً جائز نہیں: ”ویحرم أخته لأب وأم أو لأحد هما لقوله: ﴿وأخواتکم﴾ وبناتها

لقوله تعالى: ﴿وبنات الأخ﴾ وابنة أخيه لأب وأم، أو لأحدهما لقوله تعالى: ﴿بنات الأخ﴾ وإن

سفلتا، لعموم المجاز، أو دلالة النص أو الإجماع، ۱ھ“۔ مجمع الأنهر: ۱/۳۲۳ (۱)۔

۲..... جو لوگ واقف ہونے کے باوجود اس نکاح میں شریک ہوئے، وہ سب گنہگار ہوئے سب کو توبہ

لازم ہے (۲) اور ان دونوں میں تفریق ضروری ہے (۳)۔

(۱) (مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/۳۲۳، دار إحياء التراث العربی بیروت)

”قوله: (وأخته وبناتها وبنات أخيه)..... ودخل فيه الأخوات المتفرقات وبنات

الإخوة المتفرقين، الخ“۔ (البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۶۴، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق للزیلعی، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/۴۶۰، دار الکتب

العلمیة بیروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

قال العلامة آلوسی البغدادی فی تفسیر هذه الآية: ”فیعم النهی کل ما هو من مقولة الظلم

والمعاصی، ویندرج فیہ النهی عن التعاون علی الاعتداد والانتقام“۔ (تفسیر روح المعانی: ۶/۵۷،

دار إحياء التراث العربی بیروت)

”واتفقوا أن التوبة من جميع المعاصی واجبة سواء كانت المعصیة صغيرة أو كبيرة“۔ (شرح

النووی علی صحیح مسلم، کتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قدیمی)

(۳) ”بل يجب علی القاضی التفریق بینهما“۔ (الدر المختار، باب المهر، مطلب فی النکاح

الفاسد: ۳/۲۳۳، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریة، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشیدیہ)

(وکذا فی المحيط البرهانی، الفصل السادس عشر فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۳/۲۴۸، المكتبة

الغفاریة کوئٹہ)

۳..... اگر زید اپنی لڑکی اور داماد میں تفریق نہ کرائے اور وہ دونوں متارکت نہ کریں تو ان سے تعلقات ترک کر دیئے جائیں تاکہ وہ تنگ آ کر توبہ کریں (۱)۔

۴..... عبارت منقولہ سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۲/۶۳ھ۔
صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۹/صفر/۶۳ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

ماں کے ماموں سے نکاح

سوال [۵۶۰۲]: ماں کے ماموں محرمات میں داخل ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

داخل ہیں: ”وکذا بنت الأخ والأخ - وإن سفلن، ۱ھ“۔ عالمگیری: ۲/۲۷۳ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۶/۶۳ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۶/۶۳ھ۔

پھوپھی سے نکاح

سوال [۵۶۰۳]: حقیقی پھوپھی یعنی باپ کی بہن سے نکاح جائز ہے یا نہیں، اگر کوئی شخص حقیقی

(۱) ”قال الخطابی: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق“۔
(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب ما ينهی عنه من التهاجر والتقاطع الخ، الفصل الأول: ۵۸/۸، رشیدیہ)

(وکذا فی عمدة القاری للعینی، کتاب الأدب، باب ما ينهی من التحاسد الخ: ۲۲/۱۳۷، مطبعہ خیریہ بیروت)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الأول: المحرمات بالنسب:

۱/۴۷۳، رشیدیہ)

پھوپھی سے نکاح کر لے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

سائل مستری منیر احمد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حقیقی پھوپھی سے نکاح کرنا قطعی حرام ہے (۱)، لہذا یہ نکاح کرنے والا اگر اس مسئلہ کو جانتے ہوئے نکاح کرے گا تو شرعی قاعدہ کے موافق صاحبین کے نزدیک اس پر حد جاری کی جائے گی اور تفریق ہر حال میں ضروری ہے (۲)۔ ”وعندہما إذا نکح نکاحاً مجمعاً علی تحریمہ، فلیس ذلک بشبهة، ویحد إن علم بالتحریم، وإلا لا“۔ عالمگیری: ۷۵۴/۲ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی، یکم/ربیع الاول/۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، یکم/ربیع الاول/۵۴ھ۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمہاتکم وبناتکم وأخواتکم وعماتکم وخالاتکم﴾ الخ۔ (سورۃ النساء: ۲۳)

”فلہذا تحرم العمات والخالات، وتحل بنات الأعمام والعمات، الخ“۔ (حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۴۵۹/۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”بل یجب علی القاضی التفریق بینہما“۔ (الدر المختار، باب المہر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، الباب الثامن، فی النکاح الفاسد وأحكامہ: ۳۳۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی المحيط البرہانی، الفصل السادس عشر، فی النکاح الفاسد وأحكامہ: ۲۴۸/۳، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(۳) (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الحدود، الباب الرابع فی الوطء الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ: ۱۴۷/۲، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الحدود، مطلب فی بیان شبهة العقد: ۲۴/۳، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنہر، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ: ۵۹۵/۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

موطوءۃ الجدة سے نکاح حرام ہے

سوال [۵۶۰۴]: ایک شخص کے سگے نانا ہیں ان کی دو بیویاں ہیں تو اس شخص نے اپنی سوتیلی نانی سے پہلے بدکاری کی، اس کے بعد اپنے نکاح میں لے لیا۔ کیا نواسہ کے لئے سوتیلی نانی سے نکاح کرنا جائز ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

بدکاری تو بدکاری ہے ہی، مگر موطوءۃ الجدة سے بھی نکاح حرام ہے، جد: دادا ہو یا نانا، ہر دو کی موطوءہ سے نکاح ناجائز ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ﴾ (الایۃ ۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۲/۱۴۰۰ھ۔

سوتیلی والدہ سے نکاح

سوال [۵۶۰۵]: زید اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا چاہتا ہے، جائز ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

جس عورت سے زید کے والد نے نکاح کیا وہ اس کی سوتیلی والدہ ہے، اس سے زید کا نکاح کسی طرح جائز نہیں، بالکل حرام ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۲/۹۲ھ۔

(۱) ”ولا بامراة أبیه وأجداده، لقولہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ﴾. (الہدایۃ، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳۰۸/۲، شرکتہ علمیۃ ملتان)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳۲۴/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)
(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۶۶/۳، رشیدیہ)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ، إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ (سورة النساء: ۲۲)

”أما منکوحۃ الأب، فتحرّم بالنص وهو قولہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾، والنکاح یدکر ویراد بہ العقد، وسواء کان الأب دخل بہا أولاً؛ لأن اسم النکاح یقع علی العقد“. (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۴۲۳/۳، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲۱۱/۳، مصطفى البابی الحلبي مصر) =

بہو سے نکاح

سوال [۵۶۰۶]: عرصہ ہوا زید نے اپنی سگی بہو کے ساتھ عقد کر لیا ہے۔ ایسی صورت میں زید کے گھر کھانا پینا جائز ہے یا ناجائز؟ عند اللہ اگر کوئی صورت ہو تو مطلع کریں کہ ہم لوگ اس کے یہاں کھاپی سکیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیٹے کی بیوی سے عقد نکاح کرنا بالکل حرام ہے، لقولہ تعالیٰ ﴿وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ﴾ (الایۃ) (۱)۔ اور نکاح ہی منعقد نہیں ہوا (۲)، لہذا زید سے اس کو الگ کرائیں، پھر زید توبہ کرے تب زید کا گناہ معاف ہوگا (۳)، پھر اس کے گھر کھانے پینے کا معاملہ جاری کریں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱/۲/۱۳۹۲ھ۔

= (و کذا فی مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۳۲۴/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح، القسم الثانی: المحرمات بالصهریۃ: ۲۷۴/۱، رشیدیہ)

(۱) (سورة النساء: ۲۳)

”و حلیلة الابن (أی تحریم) نسباً أو سبباً“۔ (التاتارخانیۃ، کتاب النکاح، أسباب التحريم: ۶۱۸/۲، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۶۶/۳، رشیدیہ)

(۲) ”نعم! فی البزازیۃ: حکایۃ قولین فی أن نکاح المحارم باطل أو فاسد، والظاهر أن المراد بالباطل ما وجوده كعدمه“۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۲/۳، سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی نکاح أهل الذمة: ۵۶۱/۳، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ فالواجب على كل مسلم أن يتوب إلى الله حين يصبح وحين يمسي“۔ (تنبيه الغافلين، باب آخر من التوبة، ص: ۶۰، مکتبہ حقانیہ پشاور)

”واتفقوا على أن التوبة من جميع الماصي واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة“۔ (النووی علی الصحيح لمسلم، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمی)

(و کذا فی روح المعانی، تحت آية: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا﴾: ۱۵۹/۲۸، دار إحياء التراث بیروت)

نواسی سے نکاح

سوال [۵۶۰۷]: نواسی سے نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح اپنی حقیقی بہن سے نکاح حرام ہے، اسی طرح حقیقی بہن کی لڑکی اور اس لڑکی کی لڑکی سے بھی حرام ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمہاتکم وبناتکم وأخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الأخ وبنات الأخ﴾ الآية. وتحرم علیہ بنات الأخ وبنات الأخ بالنص، وهو قولہ تعالیٰ: ﴿وبنات الأخ وبنات الأخ﴾ وبنات بنات الأخ والأخت، وإن سفلت بالإجماع. بدائع الصنائع: ۲/۲۵۷ (۱)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/۸۹ھ۔

بیوی کی لڑکی سے نکاح

سوال [۵۶۰۸]: زید نے کسی عورت سے نکاح کیا، اس کے ساتھ پہلے شوہر سے ایک لڑکی بھی

آگئی، اس عورت کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد اس کی حقیقی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس عورت سے زید نے نکاح کے بعد ہمبستری کی ہے، اس کی لڑکی سے جو کہ اس کے پہلے خاوند سے ہے زید کا نکاح کبھی بھی اور کسی حال میں بھی جائز نہیں، بالکل حرام ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۲/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، ۲۸/۱۲/۸۷ھ۔

(۱) (بدائع الصنائع للعلامة الكاساني، كتاب النكاح، فصل في المحرمات بالقرابة: ۳/۲۰۶، ۲۱۰،

دارالكتب العلمية بيروت)

(و كذا في تبیین الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۲۵۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(و كذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۳، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿حرمت علیکم أمہاتکم وربائبکم الّتی فی حجورکم من نسائکم الّتی =

منکوحہ فاسدہ کی بیٹی سے نکاح

سوال [۵۶۰۹]: زید، جمیلہ بیوہ کے گھر سکونت پزیر ہے اور جمیلہ اپنے نفس کا واک اختیار زید کو دے دیتی ہے اور وہ زید مذکور قبول کر لیتا ہے اور جمیلہ مذکورہ کو اپنی بیوی جان کر اس کے ساتھ جماع کرتا رہتا ہے، مگر ایجاب و قبول کے وقت شاہد موجود نہیں ہیں، بعد میں یہ عورت لوگوں کو کہتی ہے کہ میں نے اپنے نفس کا واک زید کو دے دیا ہے۔ اب یہ نکاح بلا شہود فاسد ہے یا کہ صحیح؟ اگر فاسد ہے تو زید جب جمیلہ کے ساتھ جماع کرتا رہا ساتھ نکاح فاسد کے تو جمیلہ مذکورہ کی بیٹی سے جو بکر سے ہے زید مذکور نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نکاح کر لیوے تو نکاح بیٹی کا باطل ہوتا ہے یا کہ درست ہے؟ بینوا تو جروا۔

ضلع ہزارہ محمد اکبر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا گواہوں کے نکاح جائز نہیں، لہذا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا اور اس جماع کی وجہ سے زید اور جمیلہ سخت گنہ گار ہوئے (۱)۔ ان دونوں کی علیحدگی اور متارکت واجب ہے (۲)۔ جب زید جمیلہ سے جماع کر چکا ہے تو جمیلہ

= دخلتم بہن ﴿الآیۃ﴾ (سورۃ النساء: ۲۳)

”بنات الزوجة (أی تحریم) وبنات أولادها وإن سفلن بشرط الدخول بالأم، کذا فی الحاوی القدسی، سواء كانت الابنة فی حجره أولم تكن، کذا فی شرح الجامع الصغیر“۔ (الفتاویٰ العالمکیریۃ، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الثانی المحرمات بالصهریۃ: ۲۷۴/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۶۵/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۱/۳، سعید)

(۱) ”وهو (أی النکاح الفاسد) الذی فقد شرطاً من شرائط الصحة کشهود، الخ“۔ (الدر المختار، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۱/۳، سعید)

”إعلم أن الشهادة شرط فی باب النکاح، لقوله علیه السلام: ”لا نکاح إلا بشهود، الخ“۔

(الهدایۃ، کتاب النکاح: ۳۰۶/۲، شرکۃ علمیہ ملتان)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط الشہود: ۴۰۱/۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۲) ”بل یجب علی القاضی التفریق بینہما“۔ (الدر المختار، باب المهر، مطلب فی النکاح

الفاسد: ۲۳۳/۳، سعید)

کی اولاد خواہ کسی سے ہو زید پر حرام ہے، لہذا زید کا نکاح جمیلہ کی بیٹی سے جو بکر سے ہے ہرگز جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۴/۵۸ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۶/ربیع الثانی/۵۸ھ۔

داماد سے نکاح

سوال [۵۶۱۰]: زینب نے اپنی لڑکی کا نکاح خالد کے ساتھ کیا اور بعد چند دن کے زینب خالد یعنی اپنے داماد پر فریفتہ ہو گئی اور اپنی لڑکی کو اس سے طلاق دلا کر خود اپنے ساتھ نکاح کر لیا۔ یہ نکاح اس کا صحیح ہو گا یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

داماد کا ساس سے نکاح حرام ہے: ”ویحرم أم امرأته مطلقاً، دخل أولاً إن كان العقد صحيحاً، اه“۔ در منتقى، ص: ۳۲۳ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۱/۵۵ھ۔
صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۹/ذی قعدہ/۵۵ھ۔

= (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشیدیہ)
(و کذا فی المحيط البرہانی، الفصل السادس عشر فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۳/۲۴۸، مکتبہ غفراریہ کوئٹہ)
(۱) قال الله تعالى: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم..... وربائبکم اللّٰتی فی حجورکم من نسائکم اللّٰتی دخلتم بهن﴾ الآية. (سورة النساء: ۲۳)

”بنات الزوجة (أی تحریم) و بنات اولادها وإن سفلن بشرط الدخول بالأم، کذا فی الحاوی القدسی، سواء كانت الابنة فی حجره أو لم تكن، کذا فی شرح الجامع الصغیر“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۲۷۴، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الثانی: المحرمات بالصهریة، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۶۵، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۳۱، سعید)

(۲) (ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۳، دار إحياء

التراث العربی بیروت)

خونی رشتے اور حرمت نکاح

سوال [۵۶۱۱]: خون کا رشتہ کس کو کہتے ہیں اور اس کی اہمیت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو رشتہ نسبی ہو جیسے بھائی بہن، پھوپھی، چچا، خالہ، ماموں وغیرہ یہ سب خونی رشتے ہیں، ان سے نکاح حرام ہے، قرآن کریم میں بھی حرمت مذکور ہے، چوتھے پارہ کا اخیر دیکھئے: ﴿حرمت علیکم أمہاتکم﴾ الخ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۹۳ھ۔



= (و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۶۵/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۴۶۰/۲، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) (سورۃ النساء: ۲۳)

(راجع للتفصیل: فتح القدير، فصل فی المحرمات: ۲۱۹/۳، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(والفقه النافع، کتاب النکاح، (رقم القاعدة: ۲۵۹): ۵۰۲/۲، ۵۰۳، مکتبہ بیروت)

الفصل الثانی فی المحرمات من الرضاع (حرمت رضاعت کا بیان)

رضاعی بھائی کی نسبی بہن اور ماں سے نکاح

سوال [۵۶۱۲]: رضاعی بھائی کے بڑے یا چھوٹے بھائی سے اس رضاعی بھائی کی بہن یا ماں کی شادی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رضاعی بھائی کی نسبی بہن سے اور ماں سے شادی جائز ہے جب کہ وہ اس کی خود کی رضاعی یا نسبی بہن یا ماں نہ ہو (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۲/۹۲ھ۔

رضاعی بہن سے نکاح کا حکم

سوال [۵۶۱۳]: مسماة ساجدہ اور مسماة صابی دونوں ایک مکان میں رہتی تھیں۔ ساجدہ کے یہاں

عبدالرشید اور صابی کے یہاں محمد شریف پیدا ہوئے، دونوں لڑکوں کی ولدیت علیحدہ علیحدہ ہے۔ عبدالرشید نے صابی کا دودھ پیا ہے اور محمد شریف نے ساجدہ کا دودھ پیا۔ اس وقت یہ دونوں جوان ہیں اور دونوں کی بالترتیب

(۱) ”ویجوز أن يتزوج الرجل بأخت أخيه من الرضاع؛ لأنه يجوز أن يتزوج بأخت أخيه من النسب“.

(الهدایة، کتاب الرضاع: ۳۵۱/۲، مکتبہ شریکۃ علمیہ ملتان)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الرضاع: ۳۴۳/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الرضاع: ۳۷۷/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الرضاع: ۲۱۷/۳، سعید)

چھوٹی بہنیں بھی جوان ہیں۔ تو عبدالرشید کا نکاح محمد شریف کی بہن سے اور محمد شریف کا نکاح عبدالرشید کی بہن سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

عبدالرحمن تحصیل اوڑی بارہ مولہ کشمیر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسمیٰ عبدالرشید کا نکاح مسماۃ صابی کی کسی لڑکی سے جائز نہیں اور محمد شریف کا نکاح مسماۃ ساجدہ کی کسی لڑکی سے جائز نہیں، ہرگز ایسا ارادہ نہ کریں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

ایضاً

سوال [۵۶۱۲]: جس عورت نے عوام میں زید کو دودھ پلانے کا اقرار کیا اور کرتی رہی اور اب وہ اپنی لڑکی کا نکاح زید کو دینے پر آمادہ ہو گئی۔ اس کے اقرار عند العوام سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟ بلکہ زید کا باپ بھی اس کا مقرر ہے کہ میرے لڑکے نے اس کا دودھ پیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب لڑکی کی والدہ اور لڑکے کے والد صاحب کا اقرار ہے تو ان کو اپنی اولاد کا اس طرح کا نکاح

(۱) "عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "یحرم من الرضاعة ما

یحرم من الولادة". (مشکوۃ المصابیح، باب المحرمات، الفصل الأول: ۲/۳۷۲، قدیمی)

(وسنن ابن ماجہ، باب ما یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب، ص: ۱۳۹، قدیمی)

"فیحرم منه: أى بسببه ما یحرم من النسب". (رد المحتار، باب الرضاعة: ۳/۲۱۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الرضاع: ۳/۳۸۸، رشیدیہ)

(و کذا فی إعلاء السنن، کتاب الرضاع: ۱۱/۱۲۳، إدارة القرآن کراچی)

کرنا حرام ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

رضاعی بہن کی نسبی بہن سے نکاح

سوال [۵۶۱۵]: طاہرہ کی دو لڑکیاں عائشہ وزینب عمر ایک سال اور منیرہ کے دو لڑکے عبدالغنی اور حسام الدین۔ کیا عبدالغنی اور زینب کا نکاح جائز ہے؟ ایسے ہی عبدالغنی اور عائشہ کا نکاح جائز ہے؟ اور حسام الدین وزینب اور حسام الدین وعائشہ میں نکاح ہو سکتا ہے؟

۲..... جب کہ حسام الدین بھرم ۲/ سال چھ ماہ ہونے کے بعد زینب نے حسام الدین کی والدہ، منیرہ کا دودھ پیا تھا، اور زینب کی عمر چار ماہ کی تھی تو کیا حسام الدین وزینب میں نکاح ہو سکتا ہے؟ ایسے ہی حسام الدین وعائشہ میں یا عبدالغنی وزینب میں یا عبدالغنی وعائشہ میں وضاحت سے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۲،۱..... زینب نے مدت رضاعت میں منیرہ کا دودھ پیا ہے، لہذا عبدالغنی اور حسام الدین دونوں زینب کے دودھ شریک بھائی ہو گئے، ان دونوں میں سے عائشہ کسی کی رضاعی بہن نہیں، لہذا عائشہ کا نکاح ان میں سے جس کے ساتھ مناسب ہو کر دیا جائے، قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَخَوَاتِكُمْ مِنَ الرِّضَاعَةِ﴾ (الایۃ ۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

(۱) "عن عقبۃ بن الحارث - قال: و قد سمعته من عقبۃ و لکنی لحديث عبید أحفظ - قال: "تزوجت امرأة، فجاءتنا امرأة سوداء، فقالت: إني قد أرضعتكما، فأتيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فأخبرته، فقلت: إني تزوجت فلانة بنت فلان، فجاءتني امرأة سوداء، فقالت: إني قد أرضعتكما فأعرض عني، فأتيته من قبل وجهه، فقلت: إنها كاذبة، قال: "وكيف بها و قد زعمت أنها قد أرضعتكما، دعها عنك". (سنن النسائي، باب الشهادة في الرضاع: ۸۴/۲، قديمی)

(۲) (سورة النساء: ۲۳) =

باپ شریک رضاعی بہن سے نکاح کرنا

سوال [۵۶۱۶]: مسماۃ مردان دختر اللہ دتہ (زوجہ تلجہ) نے اپنے حقیقی بھائی مسمی محمد ولد اللہ دتہ کو اپنا دودھ پلایا۔ اور مسماۃ سرداران کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے خاوند مسمی تلجہ نے ایک دوسری عورت مسماۃ بانو کے ساتھ نکاح کیا، مسماۃ بانو کے بطن سے ایک لڑکی مسماۃ سرداران بنت تلجہ پیدا ہوئی۔ اب سوال یہ ہے کہ سرداران بنت تلجہ کا نکاح مسمی محمد ولد اللہ دتہ کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

نوٹ: ان کے پاس سرداران بنت تلجہ اور محمد ولد اللہ دتہ کے جواز نکاح کے لئے ذیل کی دلیل ہے:

”فأخرج الشافعي عن زينب بنت أبي سلمة أنها قالت: كان الزبير يدخل عليّ، وأنا أمتشط، أرى أنه أبي وأن ولده إخوتي؛ لأن امرأته أسماء أرضعتني، فلما كان الحرة، أرسل إليّ عبد الله بن الزبير يخطب ابنتي أم كلثوم على أخيه حمزة بن الزبير۔

وكان للكلبية، فقلت: وهل تحل له؟ فقال: إنه ليس لك بأخ، إنما إخوتك من ولدت أسماء دون من ولد الزبير من غيرها. قالت: فأرسلت فسألت، والصحابه متوافرون، وأمّهات المؤمنين، فقالوا: إن الرضاع لا يحرم شيئاً من قبل الرجل فأنكحتها إياه“. نيل الأوطار للشوكانی: ۱۲۴، ۱۲۵ مطبع منيريه مصر (۱)۔

= ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة“۔ (مشکوۃ المصابيح، باب المحرمات، الفصل الأول: ۲/۲۷۳، قدیمی)

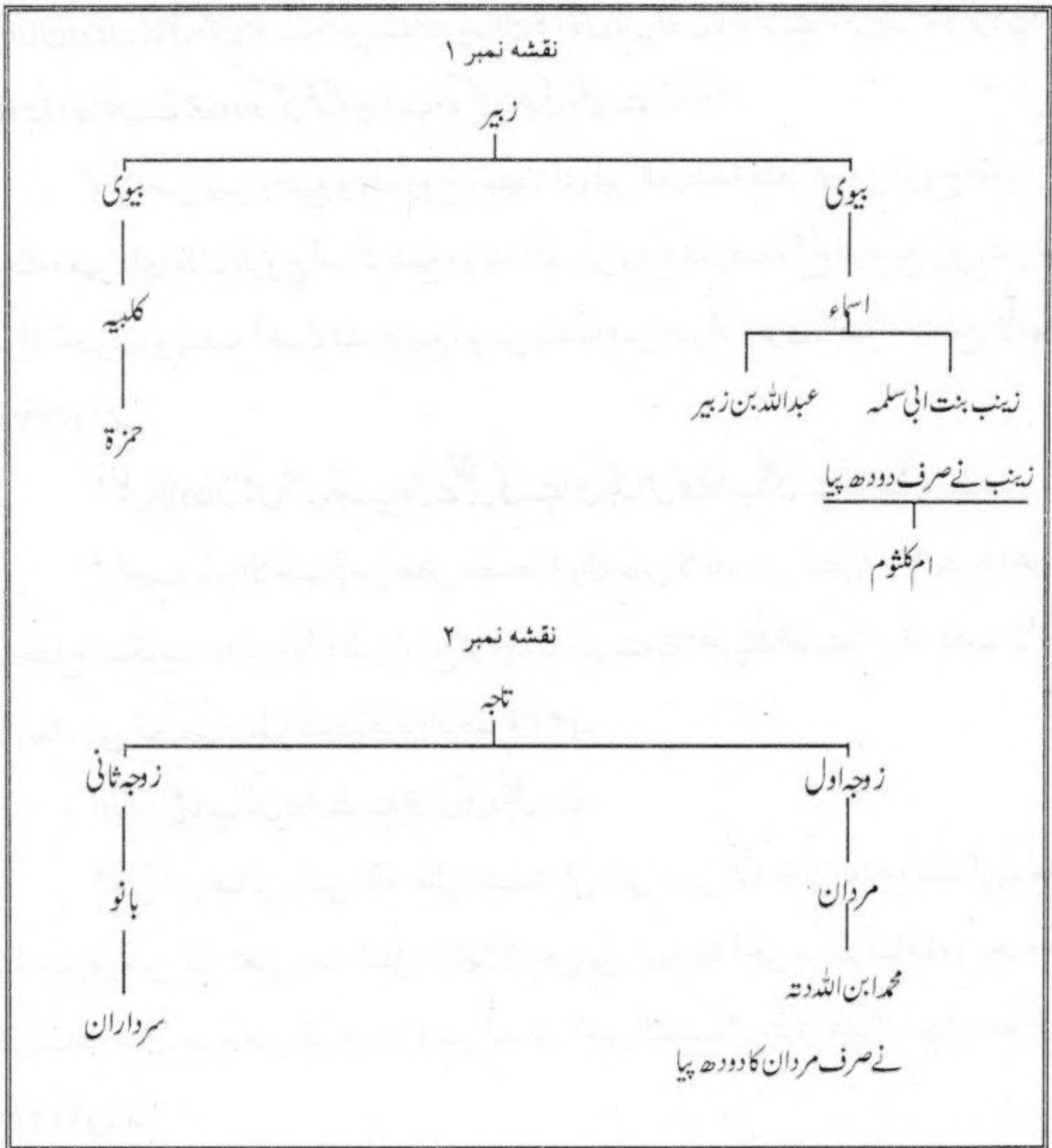
(وسنن ابن ماجہ، باب يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، ص: ۱۳۹، قدیمی)

”فيحرم منه: أي بسببه ما يحرم من النسب“۔ (رد المحتار، باب الرضاعة: ۳/۲۱۳، سعید)

(وإعلاء السنن، كتاب الرضاع: ۱۱/۱۲۳، إدارة القرآن کراچی)

(۱) (نیل الأوطار للشوکانی، باب: يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب: ۴/۱۲۴، ۱۲۵،

دار الجیل، بیروت)



۱۔ ام کلثوم بنت زینب حمزہ پر حلال لیکن عبد اللہ پر حرام ہے، اسی طرح عبد اللہ پر حرام اور حمزہ پر حلال

ہے۔

۲۔ اوپر کی شکل کے مطابق محمد کا نکاح سرداران کے ساتھ بلاشبہ ہو سکتا ہے اور مردان کا دودھ اپنی سوت

کی اولاد کے لئے حرمت کا سبب نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسمیٰ تاجہ مسمیٰ محمد ولد اللہ دتہ کا رضاعی باپ ہے اور مسماۃ سرداران کا نسبی باپ ہے، پس محمد اور مسماۃ

سرداران دونوں بھائی بہن ہوئے، حنفیہ کے نزدیک ان کا آپس میں نکاح ناجائز ہے، بشرطیکہ مسماۃ مردان دختر اللہ و زوجہ تلجہ نے جو دودھ مسمی محمد کو پلایا ہے وہ مسمی تلجہ کی و طی سے اتر اہو:

”و لا حل بین رضیع و ولد زوج و لبنها: أى لبن المرضعة منه: أى من الزوج، بأن نزل بوطئه، فهو: أى ذلك الزوج أب الرضيع، وابنه: أى ابن زوج المرضعة أخ للرضیع وإن كان من امرأة أخرى، و بنته أخت للرضیع، وابن بنته من امرأة أخرى. اهـ“. مجمع الأنهر: ۱/۳۳۷ (۱)۔

”نیل الاوطار“ میں جس جگہ یہ روایت نقل کی ہے اسی جگہ اس کا جواب بھی ہے ملاحظہ فرمائیے:

”وأجیب بأن الاجتهاد من بعض الصحابة والتابعين لا يعارض النص، ولا يصح دعوى الإجماع لسكوت الباقيين؛ لأنا نقول، الخ“ (۲)۔ نیز اس سے چند سطر پہلے لکھا ہے: ”وقد ذهب الأئمة الأربعة، إلى أنه يحرم نظير المصاهرة بالرضاع“ (۳)۔

اور شروع باب میں روایت ہے جو اس کی دلیل ہے:

”عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما: أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أريد على ابنة حمزة رضى الله تعالى عنه فقال: ”إنها لا تحل لى، إنها ابنة أختى من الرضاعة، ويحرم من الرضاعة ما يحرم من الرحم“. وفى لفظ: ”من النسب“. متفق عليه“. میزان شعرانی: ۲/۱۴۳ (۴)۔

شعرانی میں لکھا ہے: ”اتفق الأئمة على أنه يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، اهـ“ (۵)۔

(۱) (مجمع الأنهر، کتاب الرضاع: ۱/۳۷۷، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۲) (نیل الاوطار للشوکانی، باب: يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب: ۴/۱۲۵، دار الجیل

بیروت)

(۳) (نیل الاوطار، المصدر السابق: ۴/۱۲۴)

(۴) (نیل الاوطار، المصدر السابق: ۴/۱۲۳)

(۵) (میزان الشعرانی، کتاب الرضاع: ۲/۱۳۸، مصطفى البابی الحلبي بمصر)

فتح الباری: ۱۳۰/۹ باب لبن الفحل میں ہے: ”وفی الحدیث أن لبن الفحل یحرم فتنتشر الحرمة لمن ارتضع الصغیر بلبنه، فلا تحل له بنت زوج المرأة التي أرضعته من غیرها مثلاً“۔
اس کے بعد جن صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بعض تابعین کا اختلاف ہے ان کے نام اور نقل استدلال ذکر کر کے لکھا ہے:

”واحتج بعضهم من حيث النظر، بأن اللبن لا یفصل من الرجل، وإنما یفصل من المرأة، فكيف تنتشر الحرمة إلى الرجل؟ والجواب: أنه قیاس فی مقابلة النص، فلا یلتفت إليه، وأيضاً فإن سبب اللبن هو ماء الرجل و المرأة معاً، فوجب أن یكون الرضاع منهما، كالجد لما كان سبب الولد أوجب تحریم ولد الولد به، لتعلقه بولده. وإلى هذا أشار ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما لقوله فی هذه المسئلة: ”اللقاح واحد“۔ أخرجه ابن أبی شیبة، وأيضاً فإن الوطی یدر اللبن، فللفحل فيه نصیب۔

وذهب الجمهور من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، والتابعین، وفقهاء الأمصار كالأوزاعی فی أهل الشام، والثوری وأبى حنیفة وصاحبيه فی أهل الكوفة، وابن جریج فی أهل مكة، ومالك فی أهل المدينة، والشافعی وأحمد وإسحاق، وأبى ثور، وأتباعهم -رحمهم اللہ تعالیٰ أجمعین- إلى أن لبن الفحل یحرم، وحجتهم هذا الحدیث الصحیح قال القاضی عبد الوهاب: یتصور تجرید لبن الفحل برجل له امرأتان ترضع أحدهما صبیاً، والأخرى صبیةً، فالجمهور قالوا: یحرم علی الصبی تزویج الصبیة. اهـ“ (۱)۔

یہ سب بحث استیذان اُفلح علی عائشہؓ میں ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا جمہور صحابہ و تابعین وفقہاء

= ”وهذه الحرمة كما تثبت فی جانب الأم، تثبت فی جانب الأب، وهو الفحل الذي نزل اللبن بوطئه، كذا فی الظهيرية. یحرم علی الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب، والرضاع جميعاً“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة، باب الرضاع: ۱/۳۴۳، رشیدیہ)

(۱) (فتح الباری، باب لبن الفحل: ۱۵۰/۹، دار الفکر بیروت)

وائمہ اربعہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ کا مذہب اور دلیل کیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۵/جمادی الثانیہ/۵۸ھ۔

نکاح کے وقت حرمتِ رضاعت سے خاموشی پھر بعد میں اظہار

سوال [۵۶۱۷]: سراج الدین ولد دلبر خان کی شادی چودہ سال قبل شاہ بیگم دختر کالا خان نمبردار کو ڈارہ کے ساتھ ہوئی، مسمیٰ مذکور نے بارہ سال گزرنے کے بعد دوسری شادی مسماۃ حسن جان دختر کالا خان سے کی، پہلی بیوی سے تین لڑکیاں ہیں، اور سسر نے مسمیٰ مذکور سے گیارہ ہزار بطور قرض حسنہ لئے تھے دوسری شادی ہونے کی وجہ سے، اور روپیہ دینے کی وجہ سے مسمیٰ مذکور کے سسر اور ساس نے دودھ پینے کا مسئلہ بنا لیا ہے اور مسمیٰ مذکور کی بیوی شاہ بیگم کو ورغلا کر مسمیٰ مذکور سے طلاق لینا چاہتے ہیں اور ایک دوسری جگہ نکاح کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔

دودھ پینے کا نہ کوئی گواہ ہے اور نہ کوئی ثبوت ہے اور نہ مسمیٰ مذکور کی شادی کے وقت کوئی جھگڑا تنازعہ تھا، دونوں فریقین کی مرضی و خوشی و رضا سے مسمیٰ مذکور کی شادی ہوئی تھی، مگر آج دوسری شادی کرنے اور روپیہ مانگنے پر یہ جھگڑا بنایا ہے، کیونکہ اس سے قبل بارہ سال تک دودھ کی کوئی بات تک نہ تھی، تو آج کیسے مسمیٰ مذکور کی ساس اور سسر بتاتے ہیں؟ شرعاً ان کے قول کا اعتبار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو اب دودھ پینے کا مسئلہ (حرمتِ رضاعت) بالکل بے محل ہے، جو لوگ اپنی لڑکی کا نکاح کرنے والے ہیں وہ نکاح کرتے وقت کیوں خاموش رہے اور کیوں نکاح کیا؟ اگر حرمتِ رضاعت تھی تو اس وقت کیوں نہیں کہا، اب ان کے قول کا شرعاً اعتبار نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۲/۹۲ھ۔

(۱) ”ومعناه أن يكون تحته صغيرة، و تشهد واحدة بأنها رضعت أمه، أو أخته، أو امرأته بعد العقد،

ووجهه أن إقدامهما على النكاح دليل على صحته، فمن شهد بالرضاع المتقدم على النكاح، صار منازعاً =

حرمت رضاعت کا علم ہونے پر نکاح کا حکم

سوال [۵۶۱۸]: زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور نکاح کو تقریباً تین سال ہو گئے اور اس دوران دو بچے ہندہ کے بطن سے پیدا ہوئے، تقریباً تین سال کے بعد معلوم ہوا کہ زید نے ہندہ کی والدہ کا دودھ مدت رضاعت میں پیا تھا، جن کے سلسلے میں علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ دونوں یکجا نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد دونوں کو الگ الگ کر دیا لیکن زبانی طلاق نہیں ہو پائی اور اس کے بعد زید نے دوسری شادی بھی کر لی ہے۔ تو کیا زید سے الفاظ طلاق کہلوانا بھی ضروری ہے یا نہیں؟ اور کیا زید کے جو دو بچے ہندہ کے بطن سے پیدا ہوئے، صاحب نسب ہیں یا نہیں؟ بغیر الفاظ طلاق کے ہندہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ فقط والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا ہندہ سے نکاح ایسی حالت میں ہوا کہ حرمت رضاعت کا علم نہیں تھا، لہذا یہ نکاح فاسد ہوا، جو بچے پیدا ہوئے وہ ثابت النسب ہیں، رضاعت کا علم ہونے پر زید زبان سے کہہ دے کہ میں نے ہندہ سے تعلق زوجیت ختم کر دیا، پھر عدت گزار کر ہندہ دوسری جگہ نکاح کرے:

”و بحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، الخ“۔ در مختار۔ ”النكاح لا يرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع بل يفسد، اھ۔ (قوله: إلا بعد المتاركة): أي وإن مضى عليها سنون، كما في البزازیة. وعبرة الحاوی: إلا بعد تفريق القاضی أو بعد المتاركة، اھ۔ وقد علمت أن النكاح لا يرتفع بل يفسد، وقد صرحوا في النكاح بأن المتاركة لا تتحقق إلا بالقول إن كانت مدخولاً بها كتركتك أو خلیت سبيلك، اھ۔ شامی، ص: ۲/۲۸۳ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲۱/۱۴۰۶ھ۔

= لهما؛ لأنه يدعى فساد العقد ابتداءً وإنما يدعى حدوث المفسد بعد ذلك، وإقدامهما على النكاح يدل على صحته، الخ“۔ (البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/۴۰۵، رشیدیہ)

(۱) (رد المحتار، فصل في المحرمات: ۳/۳۷، سعید)

(و كذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۲/۱۷، دار المعرفة بيروت)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، القسم الثاني المحرمات بالصهرية، وما يتصل بذلك مسائل: ۱/۲۷۷، رشیدیہ)=

رضاعی بہن سے نکاح

سوال [۵۶۱۹]: رحیم اور کریم دو بھائی ہیں، کریم کی ایک دودھ شریک بہن ہے، اس بہن کی شادی رحیم کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔ تو کیا یہ درست ہوگا؟ ”بہشتی زیور“ میں لکھا ہے کہ: ”قادر اور ذاکر دو بھائی ہیں، ذاکر کی ایک دودھ شریک بہن ہے تو قادر کے ساتھ اس کا نکاح ہو سکتا ہے لیکن ذاکر کے ساتھ نہیں ہو سکتا“ (۱)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس عورت (کریم کی والدہ) کا دودھ اس لڑکی نے پیا ہے، اس کی تمام اولاد سے اس لڑکی کے حق میں حرمت رضاعت ثابت ہوگی، کریم و رحیم کسی سے بھی اس کی شادی درست نہ ہوگی۔ بہشتی زیور کے مسئلہ کا حل یہ ہے کہ ایک بھائی نے کسی غیر عورت کا دودھ پیا ہے اس کے لئے حرمت رضاعت ثابت ہوگی (۲)، لیکن جس بھائی نے اس کا دودھ نہیں پیا، اس کے حق میں ثابت نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۸/۸۹ھ۔

= (و کذا فی البحر الرائق، کتاب الرضاع: ۳/۴۰۰، رشیدیہ)

(۱) (بہشتی زیور، حصہ چہارم، دودھ پینے اور پلانے کا بیان: ۲۸۸، دار الإشاعت کراچی)

(۲) ”عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”یحرم من الرضاعة ما

یحرم من الولادة“۔ (مشکوۃ المصابیح، باب المحرمات، الفصل الأول: ۲/۲۷۳، قدیمی)

(وسنن ابن ماجہ، باب یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب، ص: ۱۳۹، قدیمی)

”فیحرم منه: أي بسببه ما یحرم من النسب“۔ (رد المحتار، باب الرضاعة: ۳/۲۱۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الرضاع: ۳/۳۸۸، رشیدیہ)

(و کذا فی إعلاء السنن، کتاب الرضاع: ۱۱/۱۲۳، إدارة القرآن کراچی)

(۳) ”بہشتی زیور میں ہے: ”و ضابطہ ما فی هذا البيت الفارسی، بیت:

از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند و از جانب شیر خوار زوجان و فروع“۔

(حصہ چہارم، باب دودھ پینے اور پلانے کا بیان، ص: ۲۸۸، دارالاشاعت کراچی)

= ”و تحل أخت أخیه رضاعاً“۔ (البحر الرائق، کتاب الرضاع: ۳/۳۹۶، رشیدیہ)

ایضاً

سوال [۵۶۲۰]: ہندہ کی گود میں ایک لڑکا تھا جو فوت ہو گیا، ہندہ نے اپنی بہن خالدہ کے لڑکے زید کو اپنا دودھ صرف ایک دن پلایا، اس کے بعد ہندہ کی ایک لڑکی پیدا ہوئی، جواب بالغ ہے۔ اس لڑکی کا عقد خالدہ کے بڑے لڑکے یعنی زید جس کو دودھ پلایا تھا اس کے بڑے بھائی مسمی بکر کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہن کے جس لڑکے کو ہندہ نے دودھ پلایا ہے وہ ہندہ کا رضاعی بیٹا ہو گیا، اس کا نکاح ہندہ کی کسی لڑکی سے درست نہیں (۱)۔ اس لڑکے کے دوسرے بھائی سے جس کو دودھ نہیں پلایا ہے، ہندہ کی لڑکی کا نکاح درست ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۳/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۳/۸۸ھ۔

ایضاً

سوال [۵۶۲۱]: ایک آدمی بالفرض زید اس کے دو بیٹے اور پہلے لڑکے سے ایک لڑکی ہے اور دوسرے سے ایک لڑکا، دوسرے لڑکے کے لڑکے نے اپنی دادی کی چھاتی سے دودھ پیا ہے اور پہلے لڑکے کی لڑکی نے دودھ نہیں پیا ہے۔ اب آپ یہ بتائیں کہ کیا دونوں لڑکوں کی لڑکی و لڑکوں سے شادی ہو سکتی ہے یا نہیں، جب کہ دوسرے لڑکے نے اپنی دادی کا دودھ پیا ہے، کیا ان پر حکم رضاعت کی وجہ سے شادی ممنوع ہو سکتی ہے؟ یا حکم رضاعی کا اطلاق نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس لڑکے نے مدت رضاعت میں اپنی دادی کا دودھ پیا ہے وہ دادی اس کی رضاعی ماں ہو گئی ہے،

= (و کذا فی الہدایۃ، کتاب الرضاع: ۲/۳۵۱، مکتبہ شرکتہ علمیۃ ملتان)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الرضاع: ۱/۳۴۳، رشیدیہ)

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: ”رضاعی بہن سے نکاح“۔)

(۲) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: ”رضاعی بہن سے نکاح“۔)

اب اس دادی کی اولاد اور اولاد کی اولاد کسی سے بھی اس لڑکے کی شادی شرعاً درست نہیں، چاہے کسی نے اس دادی کا دودھ پیا ہو یا نہ پیا ہو (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

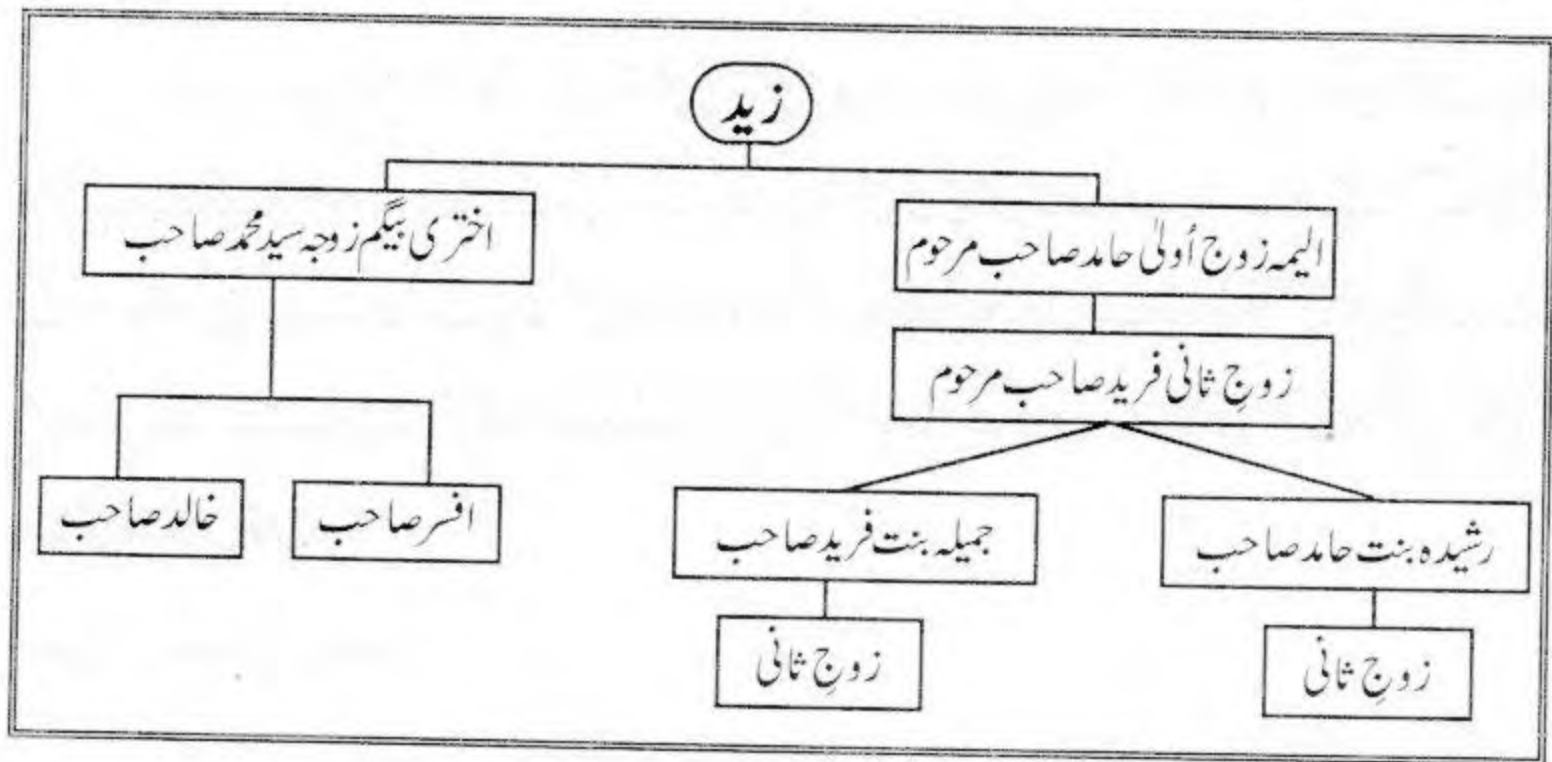
الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۸۸ھ۔

ایضاً

سوال [۵۶۲۲]: خالد کی ماں کی جانکنی کی حالت میں رشیدہ کی ماں نے خالد کو دودھ پلایا، اور رشیدہ کی ماں کی قریب المرگ حالت میں خالد کی ماں نے رشیدہ کو دودھ پلایا۔ آگے چل کر رشیدہ کی شادی افسر سے ہو گئی اور ایک زینہ اولاد بھی ۳/ سالہ موجود ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ خالد کی شادی جمیلہ سے عنقریب ہونے والی ہے۔ صورت مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہوگا؟ مطلع فرمائیں تاکہ اظہار حق ہو۔

نوٹ: رحیمہ بی بی کے دو شوہر ہوئے اور دونوں وفات پا گئے، ہر ایک سے ایک ایک بچی موجود ہے:

رشیدہ و جمیلہ۔ نقشہ ملاحظہ فرمائیں:



الجواب حامداً ومصلیاً:

خالد نے جس عورت کا دودھ پیا وہ اس کی رضاعی ماں ہو گئی، اس کی کسی اولاد سے خالد کا نکاح درست

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان "رضاعی بہن سے نکاح")۔

نہیں: ”و یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب“۔ شامی: ۳۳۰/۲ (۱)۔

ایسے ہی اگر رشید، نے خالد کی ماں کا دودھ پیا جیسا کہ سوال کی ابتدائی عبارت سے سمجھ میں آتا ہے تو وہ اس کی ماں ہوگئی، اس کی کسی اولاد سے رشیدہ کا نکاح درست نہیں ہوا۔ اگر افسر خالد کا بھائی ہے اور رشیدہ نے خالد کی والدہ کا دودھ پیا ہو تو افسر کا نکاح رشیدہ سے درست نہیں ہوا ان دونوں میں تفریق کرادینا ضروری ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تنبیہ: صورت سوال بہت عمیق ہے۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۸۸ھ۔

ایضاً

سوال [۵۶۲۳]: ایک عورت ہندہ نے ایک لڑکے کبیرہ کے بطن سے جو تھا اس کو دودھ پلایا۔ اب کبیرہ کی لڑکی کا جو اس کے بطن سے ہے ہندہ کے لڑکے کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دونوں آپس میں رضاعی بہن بھائی ہیں، ان کا نکاح شرعاً درست نہیں ہے: ”ولا حل بین رضیع

(۱) ”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة“۔ رواہ البخاری“۔ (مشکوۃ المصابیح، باب المحرمات، الفصل الأول: ۲/۲۷۳، قدیمی)

”فیحرم منه: أى بسببه ما یحرم من النسب“۔ (ردالمحتار، باب الرضاع: ۳/۲۱۳، سعید)

”کل امرأة حرمت من النسب، حرم مثلها من الرضاع، و هن الأمهات و بنات الأخ

و بنات الأخت“۔ (إعلاء السنن، کتاب الرضاع: ۱۱/۱۲۳، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”بل یجب علی القاضی التفریق بینہما أو متاركة الزوج“۔ (الدرالمختار)۔ ”قوله: أو

متاركة الزوج) فی البزازیة: المتاركة فی الفاسد بعد الدخول لا تكون إلا بالقول کخلیت سبیلک أو

ترکتک، الخ“۔ (ردالمحتار، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/۱۳۳، سعید)

وولد مرضعته. اهـ۔“ ملتقى الأبحر: ۳۷۷ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۹/ شعبان/ ۱۴۵۵ھ۔

بھول سے رضاعی بہن سے نکاح

سوال [۵۶۲۲]: ایک شخص کی شادی ہو گئی تھی، چند سال گزرنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ دونوں

رضاعی بھائی بہن ہیں یعنی داماد نے اپنی ساس کا دودھ پیا تھا۔ اس وقت دو تین بچے ہیں اب کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں اور بے خبری میں نکاح کر لیا گیا تھا تو فوراً

اس کو طلاق دے کر تعلق نکاح ختم کر دے، اور وہ مطلقہ بعد عدت دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کر لے (۲)۔

(۱) (ملتقى الأبحر علی هامش مجمع الأنهر، باب الرضاع: ۳۷۷/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

”ولا حل بين الرضیعة وولد مرضعتها، وولد ولدها؛ لأنه ولد الأخ“۔ (الدر المختار، باب

الرضاع: ۲۱۷/۳، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب الرضاع: ۶۳۷/۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الرضاع: ۳۹۷/۳، رشیدیہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَأُمَّهَاتُكُمُ الَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمُ مِنَ الرِّضَاعَةِ﴾ (سورة النساء: ۲۳)

”یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة“۔ (سنن أبی داؤد، کتاب النکاح، باب: یحرم من

الرضاعة ما یحرم من النسب: ۲۸۷/۱، إمدادیہ ملتان)

”وبشوت حرمة المصاهرة وحرمة الرضاع، لا یرتفع بهما النکاح، حتی لا تملك المرأة التزوج

بزواج آخر إلا بعد المتاركة، وإن مضى علیه سنون“۔ (البحر الرائق، کتاب الرضاع: ۴۰۰/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳۷۷/۳، سعید)

”بل یجب علی القاضی التفريق بينهما“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی

النکاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الرضاع: ۳۳۷/۱، رشیدیہ)

رضاعی بھائی بہن میں پردہ نہیں ہے، بعد میں اس سے بہن کی حیثیت سے ملنا درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

رضاعی اور سوتیلی بہن سے نکاح

سوال [۵۶۲۵]: زید نے سوتیلی بہن سے نکاح کیا، اس لڑکی کی ماں کا انتقال ہو گیا تھا جب کہ وہ پندرہ روز کی تھی، جب وہ تین ماہ کی ہو گئی تو اس نے زید کی ماں کا دودھ پستان سے پیا، تقریباً ایک سال تک دودھ پیا اور تقریباً پندرہ بیس آدمی گواہ ہیں۔ اس کے لئے کیا حکم ہے؟ جس نے نکاح پڑھایا۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث سے حوالہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نکاح حرام ہے، ہر دو میں تفریق واجب ہے (۲)۔ زید اور اس کی بہن اور نکاح پڑھنے والا اور نکاح میں شریک ہونے والے اور اس سے نکاح سے راضی ہونے والے اور باوجود قدرت کے اس نکاح سے نہ روکنے والے سب گناہ گار ہو گئے، سب کو علی الاعلان توبہ ضروری ہے (۳)۔ نیز کوشش کر کے زید کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی رضاعی بہن کو چھوڑ دے اور طلاق دیدے۔ جو شخص توبہ نہ کرے اس سے تعلق نہ رکھا جائے اگر نکاح پڑھانے والا توبہ نہ کرے تو اس کو امامت سے علیحدہ کر دیا جائے (۴)۔ یہ اس وقت ہے کہ زید کی رضاعی بہن ہونا معلوم

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا يُدِينُ زَيْنَتُهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ﴾ (النور: ۳۱)

(۲) ”بل يجب على القاضى التفريق بينهما“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فى النکاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعید)

(و کذا فى المحيط البرهانى، الفصل السادس عشر فى النکاح الفاسد وأحكامه: ۲۴۸/۳، غفاریہ کوئٹہ)

(و کذا فى الفتاوى العالمکیرية، الباب الثامن فى النکاح الفاسد وأحكامه: ۳۳۰/۱، رشیدیہ)

(۳) ”واتفقوا أن التوبة من جميع المعاصى واجبة، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة“۔ (شرح النووى على صحيح مسلم، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمی)

(۴) ”قال الخطابى: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران فى حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك ما لم يظهر منه التوبة الخ“۔ (مرقاة =

ہو، اگر معلوم نہ ہو تو پھر جس کو معلوم نہیں اس کو گناہ نہیں ہے تو بہ پھر بھی ضروری ہے:

﴿ حرمت علیکم أمہاتکم و بناتکم و أخواتکم و أخواتکم من الرضاعة ﴾ (الایۃ ۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ۷/ ۱۳۵۹ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

دودھ شریک بہن کی بہن سے نکاح

سوال [۵۶۲۶]: زید اور عمر دو حقیقی بھائی ہیں اور ہندہ ایک اجنبی لڑکی تھی، اس نے زید کے ساتھ دودھ پیا تو دودھ شریک بھائی ٹھہرا، اب اس لڑکی کا نکاح عمر سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور ہندہ کی بہن سے زید کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ عمر کا نکاح ہندہ کی بہن سے جائز ہے یا نہیں؟ مع حوالہ کتب تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندہ کا نکاح نہ زید کے ساتھ درست نہ عمر کے ساتھ کیونکہ یہ دونوں کی رضاعی بہن ہیں، لیکن ہندہ کی بہن سے (جس نے کہ زید و عمر کی والدہ کا دودھ نہیں پیا) زید کا نکاح بھی درست ہے اور عمر کا نکاح بھی درست ہے:

”ولا حل بین رضیعی امرأة، لکونہما أخوین، وإن اختلف الزمن والأب. وتحل أخت أخیه رضاعاً ونسباً، اھ۔“ رد المحتار: ۲/ ۴۰۸ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

= المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب ما ینہی عنہ من التہاجر، الفصل الأول: ۵۸/۸، رشیدیہ

(۱) (سورۃ النساء: ۲۳)

”عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”یحرم من

الرضاعۃ ما یحرم من الولادة“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، باب المحرمات، الفصل الأول: ۲/ ۲۷۳، قدیمی)

(وابن ماجہ، باب ما یحرم من الرضاع وما یحرم من النسب، ص: ۱۳۹، قدیمی)

”فیحرم منہ: أی بسببہ ما یحرم من النسب“۔ (رد المحتار، باب الرضاعۃ: ۳/ ۲۱۳، سعید)

(وکذا فی إعلاء السنن، کتاب الرضاع: ۱۱/ ۱۲۳، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (الدر المختار، باب الرضاع: ۳/ ۲۱۷، سعید)

بھائی کی رضاعی بھانجی سے نکاح

سوال [۵۶۲۷]: قمر الدین کے ساتھ اس کی چچا زاد بہن نے دودھ پیا ہے اور پھر اس کے بعد چچا زاد بہن کی کسی کے یہاں شادی ہو گئی اور لڑکی پیدا ہو گئی۔ اب اس لڑکی سے قمر الدین کے بڑے بھائی لعل الدین کی شادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ کیا رضاعت کا کوئی درجہ ان میں بھی ہو سکتا ہے؟ براہ کرم بالتفصیل جواب سے مطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حقیقی بھائی کی رضاعی بھانجی سے نکاح درست ہے، شرعاً جائز ہے، لہذا لعل الدین کی شادی قمر الدین کی رضاعی بہن کی لڑکی سے شرعاً جائز ہے جب کہ چچا زاد بہن نے لعل الدین کی والدہ کا دودھ نہ پیا ہو (۱)، بلکہ قمر الدین کے ساتھ کسی غیر عورت کا دودھ پیا ہو لیکن اگر قمر الدین کی والدہ کا دودھ پیا ہے، تو قمر الدین کی طرح وہ لعل الدین کی بھی بہن ہوگی اور لعل الدین سے اس لڑکی کا نکاح جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۸۹ھ۔

= (وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الرضاع: ۱/۳۷۷، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الرضاع: ۲/۹۶، دار المعرفة بیروت)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الرضاع: ۲/۶۳۷، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۱) "و یجوز أن یتزوج الرجل بأخت أخیه من الرضاع؛ لأنه یجوز أن یتزوج بأخت أخیه من النسب، الخ"۔ (الہدایة، کتاب الرضاع: ۲/۳۵۱، شركة علمیه ملتان)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع: ۳/۲۱۵، ۲۱۷، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الرضاع: ۱/۳۴۳، رشیدیہ)

(۲) "کل صبیین اجتماعاً علی ثدی امرأة واحدة، لم یجز لأحدهما أن یتزوج بالآخری"۔ (الہدایة، کتاب الرضاع: ۲/۳۵۱، شركة علمیه)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع: ۳/۳۱۷، سعید)

(وکذا فی ملتقى الأبحر، کتاب الرضاع: ۱/۵۵۴، غفاریہ کوئٹہ)

رضاعی خالہ سے نکاح

سوال [۵۶۲۸]: زید نے خالدہ سے نکاح کیا اور خالدہ کے دو بچے زید سے: نوازش علی اور زینب پیدا ہوئے، اس کے بعد خالدہ کا انتقال ہو گیا تو زید نے ہندہ سے نکاح کر لیا، ہندہ کے دو بچے: ایک نصیب علی اور طاہرہ پیدا ہوئے۔ اس کے بعد زید کا انتقال ہو گیا، زید کے انتقال کے تقریباً دس بارہ سال بعد نوازش علی کے ایک لڑکی زبیدہ پیدا ہوئی۔ نوازش علی کی بیوی زبیدہ کے پیدا ہونے کے دس بارہ دن کے بعد انتقال کر گئی، اس کے بعد زبیدہ کو ہندہ نے جو کہ زبیدہ کی سوتیلی دادی ہے اس نے اپنا دودھ پلا کر پرورش کیا، قدرتی طور پر ہندہ کو دودھ اتر آیا۔ اب زبیدہ کی شادی زینب کے لڑکے صغیر احمد سے کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زبیدہ نے جب اپنے دادا کی بیوی ہندہ کا دودھ ایام رضاعت میں پیا تو ہندہ رضاعی والدہ ہو گئی اور ہندہ کا شوہر یعنی زبیدہ کا دادا رضاعی والد ہو گیا، جس طرح نسبی والد کی اولاد و اولاد سب سے نکاح حرام ہوتا ہے اسی طرح رضاعی والد کی بھی اولاد و اولاد سب سے نکاح حرام ہو جاتا ہے، لہذا اس صورت میں نسبی نمبر: ۱، کے اعتبار سے تو صغیر احمد نمبر: ۱، نسبی پھوپھی زاد بھائی ہے۔

زبیدہ کا اتنا ہی رشتہ ہوتا تو نکاح جائز ہوتا لیکن رضاعت کے اعتبار سے زبیدہ اپنے والد کی رضاعی بہن ہو گئی اور اپنی پھوپھی کی بھی رضاعی بہن ہو گئی اور صغیر احمد اس کا بھانجہ ہو گیا اور وہ صغیر احمد کی خالہ ہو گئی، جس طرح کہ نسبی خالہ سے نکاح ناجائز ہے اسی طرح رضاعی خالہ سے بھی ناجائز ہے:

”و لا حل بین رضیع و ولد مرضعته وإن سفل، و ولد زوج لبنها منه فهو أب للرضیع، وابنہ أخ و بنتہ أخت وإن كانت من امرأة أخرى“۔ مجمع الأنهر: ۱/۳۷۷ (۱)۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

(۱) (مجمع الأنهر، کتاب الرضاع ۱/۳۷۷، دار إحياء التراث العربی)

”قال: زوج مرضعة لبنها منه أب للرضیع، وابنہ أخ، و بنتہ أخت، وأخوه عم، وأخته عمة،

الخ“۔ (تبیین الحقائق، کتاب الرضاع: ۲/۶۳۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

”عن عروۃ عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا: أنها أخبرته أنه عمها من الرضاعة یسمى أفلح =

رضاعی بھائی سے نکاح

سوال [۵۶۲۹]: زید کی دو بیویاں (ہندہ اور زینب) ہیں، عمر نے ہندہ کا دودھ پیا اور زید کی ایک لڑکی خالدہ جو بطن زینب سے ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ عمر اور خالدہ کے درمیان رضاعت از روئے شرع ثابت ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئلہ میں لبنِ ہندہ زید سے ہے، لہذا عمر زید کا رضاعی بیٹا ہوا اور خالدہ زید کی نسبی بیٹی ہے (اگرچہ بطن زینب سے ہے) پس عمر اور خالدہ دونوں بہن بھائی ہوئے ان کا نکاح آپس میں درست نہیں:

” (و) لاحتل بین رضیع (و ولد زوج لبنها): أى لبن المرضعة (منه): أى من الزوج بأن نزل بوطئه (فهو): أى ذلك الزوج (أب للرضیع، وابنه): أى ابن زوج المرضعة (أخ) للرضیع، وإن كان من امرأة أخرى (و بنته أخت) للرضیع وإن كانت من امرأة أخرى، مجمع الأنهر، ص: ۳۷۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۳/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

= استأذن عليها، فحجبته، فأخبرت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال لها: ”لا تحتجبي منه، فإنه يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب“۔ (الصحيح لمسلم، كتاب الرضاع: ۱/ ۴۶۷، قديمي)
(وأخرجه البخاري في صحيحه في باب: ﴿وأمهاتكم اللاتي أرضعنكم﴾: ۲/ ۷۶۴، قديمي)
(وأخرجه ابن ماجه في سننه في باب: يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، ص: ۱۳۹، قديمي)
”يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما وأخو الرجل عمه، وأخته عمه، وأخو المرضعة خاله، وأختها خالته، وكذا في الجد والجدة“۔ (الفتاوى العالمكيريّة، كتاب الرضاع: ۱/ ۳۴۳، رشيدية)

”ثم بلغنا قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب“۔ فحكمنا فيه بحرمة جميع ما حرم من النسب من الأمهات والبنات، والخالات، والعمات“۔ (التفسيرات الأحمدية، والمحصنت، ص: ۲۵۴، حقانيه پشاور)

(۱) (مجمع الأنهر، كتاب الرضاع: ۱/ ۳۷۸، ۳۷۹، دار إحياء التراث العربی بیروت) =

رضاعی بھتیجی سے نکاح

سوال [۵۶۳۰]: زید نے اپنی حقیقی نانی کا دودھ دو سال کی عمر کے اندر پیا تو کیا اس کے حقیقی ماموں کی بیٹی سے نکاح صحیح و درست ہے؟ اور اگر نکاح ہو گیا اور اولاد بھی ہو گئی۔ تو کیا اب اس کو اپنی زوجہ سے جدائی اور مفارقت کرنی چاہئے یا نہیں؟ اور اس اولاد کی نسبت کیا حکم ہے، حلالی ہے یا حرامی؟

معرفت: عبدالحق دیروی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئلہ میں زید اور اس کا ماموں رضاعی بھائی ہو گئے اور ماموں کی بیٹی زید کی رضاعی بھتیجی ہوئی، لہذا ان دونوں کا نکاح آپس میں ناجائز ہے، اگر نکاح ہو چکا ہے تو مفارقت و متارکت لازم ہے: ”ولا حل بین الرضیعة وولد مرضعتها، وولد ولدھا؛ لأنه ولد الأخ. اھ.“ در مختار (۱)۔

یہ نکاح فاسد ہے اور نکاح فاسد میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نسب ثابت ہو جاتا ہے:

قال العلامة المرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”ودخل تحت النکاح الفاسد النکاح بغیر شہود و نکاح المحارم مع العلم بعدم الحل عند الإمام، خلافاً لهما“۔ ”النسب كما یثبت

= ”وفی الخلاصة: ویحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع و أصولھما و فروعھما من النسب والرضاع جمیعاً“۔ (التاتاریخانیة، کتاب الرضاع: ۳/۳۲۹، إدارة القرآن کراچی)

”قال: زوج مرضعة لبنها منه أب للرضیع، وابنه أخ، و بنته أخت، وأخوه عم، وأخته عمة، الخ.“ (تبیین الحقائق، کتاب الرضاع: ۲/۶۳۶، دارالکتب العلمیة بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب الرضاع: ۱/۳۴۳، رشیدیہ)

(۱) (الدر المختار، باب الرضاع: ۳/۲۱۷، سعید)

”وبین مرضعة وولد مرضعتها؛ لأنھما أخوان من الرضاعة أيضاً..... وولد ولدھا: ای ولد

التي أرضعت؛ لأنه ولد أختھا“۔ (تبیین الحقائق، کتاب الرضاع: ۲/۶۳۷، دارالکتب العلمیة بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الرضاع: ۳/۳۹۷، رشیدیہ)

بالنکاح الصحيح يثبت بالنكاح الفاسد“۔ ہدایہ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/شعبان/۵۵ھ۔

رضائی بھائی کی اولاد سے نکاح

سوال [۵۶۳۱]: محمد رمضان کی والدہ مسماۃ غلام فاطمہ کا دودھ شاہ محمد نے بھی پیا اور اس وقت شاہ محمد کی عمر چھ ماہ کی تھی کہ والدہ شاہ محمد فوت ہو گئی اور شاہ محمد کی حقیقی بہن غلام فاطمہ والدہ محمد رمضان ہے جس کا شاہ محمد نے دودھ پیا ہے۔ اب محمد رمضان چاہتا ہے کہ شاہ محمد اپنی دختر کا نکاح اور عقد میرے ساتھ کر دے۔

کیا شرعاً محمد رمضان کا نکاح شاہ محمد کی بنت سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور جس وقت شاہ محمد، غلام فاطمہ والدہ محمد رمضان کا دودھ پیتا ہے اس وقت محمد رمضان غلام فاطمہ کو پیدا اور تولد نہیں ہوا تھا، بلکہ بعد آٹھ سال کے محمد رمضان تولد ہوتا ہے، لہذا محمد رمضان کا اور شاہ محمد کا اکٹھے دودھ پینا نہیں ہوا، بلکہ پس و پیش ہے۔ کیا کوئی صورت شرعاً ایسی نکل سکتی ہے کہ محمد رمضان کا نکاح شاہ محمد کی دختر سے درست ہو؟ دوسرے کیا شرع محمدی میں ہمیشہ حقیقی کا دودھ پینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد رمضان ولد رحیم بخش، قوم: پٹھان، چک نمبر: ۲۶۹، ڈاکخانہ فورٹ بنک، بہاولپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محمد رمضان اور شاہ محمد نے اگرچہ ایک وقت میں غلام فاطمہ کا دودھ نہیں پیا ہے بلکہ پس و پیش پیا ہے، لیکن شریعت کی رو سے دونوں رضاعی بھائی بن گئے، جو حکم بیک وقت دودھ پینے پر مرتب ہوتا ہے وہی پس و پیش

(۱) ہدایہ میں یہ عبارت پوری اسی طرح نہیں بلکہ صرف یہ عبارت ہے ”النسب کما یثبت بالنکاح الصحيح یثبت

بالنکاح الفاسد“۔ (الہدایہ، باب ثبوت النسب: ۲/۴۳۴، مکتبہ شریکۃ علمیہ ملتان)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، الباب الثامن فی النکاح الفاسد و احکامہ: ۱/۳۳۰، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، فصل فی النکاح الفاسد، کتاب النکاح: ۳/۶۱۵، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی المحیط البرہانی، الفصل السادس عشر فی النکاح الفاسد و احکامہ: ۳/۲۴۸، المکتبۃ

الغفاریۃ کوئٹہ)

پینے پر مرتب ہوتا ہے، رضاعی بھائی کی اولاد سے نکاح حرام ہے، لہذا یہ نکاح صحیح نہ ہوگا:

”ولا حل بین الرضیعة و ولد مرضعتها: أى التى أرضعتها، و ولد ولدها؛ لأنه ولد الأخ،

اھ۔“ در مختار۔ ”و شمل أيضاً بالولادة قبل إرضاعها للرضیعة، أو بعده ولو بسنین، اھ۔“

شامی: ۶۳۱/۲ (۱)۔

”ولا حل بین رضیعی ثدی، وإن اختلف زمانهما، ولا بین رضیع و ولد مرضعته، وإن

سفل، اھ۔“ مجمع الأنهر: ۲۷۷/۱ (۲)۔

بوقت ضرورت بہن کا دودھ پینا شرعاً درست ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

رضاعی بھانجی سے نکاح

سوال [۵۶۳۲]: میرے ایک ملنے والے ہیں جن کے متعلق مندرجہ ذیل معلومات کرنا چاہتا ہوں:

یہاں پر ایک نکاح ہوا ہے اور بعد نکاح یہ معلوم ہوا کہ لڑکی نے شوہر کی حقیقی بہن کا دودھ بچپن میں ایک دو ماہ تک پیا، کیونکہ پیدائش کے بعد لڑکی کی والدہ بیمار ہونے کے سبب اس کو دودھ نہ پلا سکی اور اس کو شوہر کی بہن کا دودھ پلایا گیا۔ تو شریعت کے مطابق یہ نکاح ہو گیا ہے یا نہیں، اگر نکاح نہیں ہوا تو شرعاً کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رضاعی بھانجی سے نکاح حرام ہے (۴)، اگر غلطی سے ایسا کر دیا گیا تو فوراً ان دونوں میں جدائی کرادی

(۱) (الدر المختار، باب الرضاع: ۲۱۷/۳، سعید)

(۲) (مجمع الأنهر، کتاب الرضاع: ۲۷۷/۱، ۲۷۸، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب الرضاع: ۶۳۷/۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الرضاع: ۳۹۷/۳، رشیدیہ)

(۳) عبارات فقہاء اس بارے میں مطلق ہیں، کسی رشتہ وغیرہ کی بناء پر کسی عورت کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا ہے: ”هو مص الرضيع من

ثدی الآدمیة فی وقت مخصوص“۔ (تبیین الحقائق، کتاب الرضاع: ۶۳۷/۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۴) ”عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”یحرم من الرضاعة ما یحرم

من الولادة“۔ رواہ البخاری“۔ (مشکوۃ المصابیح، باب المحرمات، الفصل الأول: ۲۷۳/۲، قدیمی) =

جائے اور شوہر کہہ دے کہ میں نے تعلق زوجیت ختم کر دیا اور طلاق دیدی (۱)۔ اس کے بعد عدت تین حیض گزار کر لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دیا جائے (۲)۔ اگر دونوں میں خلوت نہیں ہوئی تو طلاق کے بعد عدت لازم نہ ہوگی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

رضاعی بھتیجی کا حکم

سوال [۵۶۳۳]: میرے خسر کو میری والدہ نے بچپن میں دودھ پلایا تھا، لہذا میرے خسر میرے رضاعی بھائی ہوئے، اور جس لڑکی سے میرا عقد ہوا ہے وہ میری بھتیجی ہوئی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس لڑکی

= ”فیحرم منه: أى بسببه ما يحرم من النسب“۔ (ردالمحتار، باب الرضاع: ۲۱۳/۳، سعید)

”كل امرأة حرمت من النسب، حرم مثلها من الرضاع، و هن الأمهات و بنات الأخ و بنات الأخت“۔ (إعلاء السنن، کتاب الرضاع: ۱۲۳/۱۱، إدارة القرآن کراچی)

(۱) ”بل يجب على القاضى التفريق بينهما أو متاركة الزوج“۔ (الدرالمختار)۔ ”قوله: أو متاركة الزوج“ فى البزازیة: المتاركة فى الفاسد بعد الدخول لا تكون إلا بالقول كخلى سبيلك أو تركتك، الخ“۔ (ردالمحتار، باب المهر، مطلب فى النکاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعید)

(۲) قال الله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

”وهى حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، لقوله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن

ثلاثة قروء﴾ (الهداية، باب العدة: ۴۲۲/۲، شركة علمية ملتان)

(و كذا فى الفتاوى العالمکیرية، الباب الثالث عشر فى العدة: ۵۲۶/۱، رشیدیہ)

(۳) ”وإن كان الفساد لعجزه عن الوطاء حقيقة، لا يجب عليها العدة، وكذا لو طلقها قبل الخلوة“۔

(فتاوى قاضى خان، باب العدة: ۵۴۹/۱، رشیدیہ)

”والعدة تجب على المطلقة، وكذلك بالفرقة بالنكاح الفاسد وفى الخلاصة: أو

بالخلوة الصحيحة“۔ (التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الثامن والعشرون فى العدة: ۵۳/۴، إدارة

القرآن کراچی)

کے ساتھ میرا نکاح درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں ہے تو اب کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایام رضاعت میں جب دودھ حلق کے اندر اتر جائے تو رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، دودھ کم ہو یا زائد، ایک دفعہ ہو یا زائد، سب کا یہی حکم ہے (۱)۔ اگر یہ ثابت ہو کہ ایام رضاعت میں آپ کے خسر کو آپ کی والدہ نے دودھ پلایا ہے تو آپ کے خسر آپ کی والدہ کے رضاعی بیٹے اور آپ کے رضاعی بھائی ہو گئے اور جس لڑکی سے آپ کی شادی ہوئی وہ آپ کی رضاعی بھتیجی ہوئی، اور رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے: ”یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب“ (۲)۔

لیکن قابل غور یہ امر ہے کہ جس وقت آپ کی شادی ہوئی، کیا اس وقت رضاعت کا علم نہیں تھا، یا مسئلہ کا علم نہیں تھا؟ اگر لاعلمی میں ایسا ہوا تو فوراً متارکت لازم ہے، آپ اس سے تعلق زوجیت ختم کر دیں، اگر جان بوجھ کر ایسا کیا تو سخت گناہ کیا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۱۳۸۷ھ۔

(۱) ”و شرعاً (مص من ثدی آدمیة فی وقت مخصوص)“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الرضاع: ۲۰۹/۳، سعید)

”قلیل الرضاع و کثیرہ سواء، إذا حصل فی مدة الرضاع، یتعلق بها التحريم“۔ (الهدایة، کتاب الرضاع: ۳۵۰/۲، شركة علمیه ملتان)

(و کذا فی ملتقى الأبحر، کتاب الرضاع: ۵۵۱/۱، غفاریہ کوئٹہ)

(۲) (سنن أبی داؤد، کتاب النکاح، باب: یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب: ۲۸۷/۱، مکتبہ إمدادیہ ملتان)

(وصحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ﴿وأمهاتکم الّتی أرضعنکم﴾ و یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب: ۷۶۳/۲، قدیمی)

(۳) ”وفی البزازیة: و بثبوت حرمة المصاهرة و حرمة الرضاع لا یرتفع النکاح، حتی لا تملك المرأة التزوج بزواج آخر، إلا بعد المتاركة، وإن مضى علیه سنون، و قد منا أنه لا بد فی الفاسد من تفريق القاضی أو المتاركة بالقول، الخ“۔ (البحر الرائق، کتاب النکاح: ۳۰۰/۳، رشیدیہ) =

رضاعی ماں کی اولاد سے نکاح

سوال [۵۶۳۴]: حکم شرع اس بارے میں کیا ہے؟ جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(الف)	(ب)
۱- لڑکی انتقال کم عمری میں	۱- لڑکی مرحوم
۲- لڑکا	۲- لڑکی مرحوم
۳- لڑکا	۳- لڑکا
۴- لڑکی شادی شدہ	۴- لڑکا
۵- لڑکا	۵- لڑکی شادی شدہ
۶- لڑکی مرحوم	۶- لڑکا
۷- لڑکا	
۸- لڑکا	
۹- لڑکی	
۱۰- لڑکی	

”الف“ اور ”ب“ آپس میں رشتہ دار، ”الف“ بھانج اور ”ب“ نند ہے، اور ایک ہی جگہ رہتے تھے۔ ”ب“ کو ہمیشہ دودھ کی کمی رہتی تھی، ”الف“ نے باجائز شوہر ”ب“ کے بچوں کو حسب ضرورت و موقع دودھ پلایا ہے اور اب ”ب“ کے چوتھے لڑکے کا خیال ”الف“ کی دسویں لڑکی سے شادی کی نسبت طے کرنا ٹھہرا ہے۔ اور ”الف“ کی دسویں لڑکی کا دودھ ”ب“ کے چوتھے لڑکے نے نہیں پیا ہے، البتہ ”ب“ کے چوتھے لڑکے نے ”الف“ کے آٹھویں لڑکے کا دودھ پیا ہے۔ یہاں پر اختلاف و اعتراض دودھ بھائی کا پیدا ہوتا ہے، لہذا اس مسئلہ میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

= (و کذا فی الدر المختار، باب المحرمات: ۳/۳، سعید)

”إذا وقع النکاح فاسداً، فرق القاضی بین الزوج والمرأة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب

النکاح، الباب الثامن فی النکاح الفاسد و أحكامه: ۳۳۰/۱، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلحاً:

جب کہ ”ب“ کے چوتھے لڑکے نے ”الف“ کا دودھ پیا ہے تو ”الف“ اس کی رضاعی والدہ ہوگئی، اور ”الف“ کی سب اولاد اس کے رضاعی بھائی بہن بن گئے، اس کی شادی ”الف“ کی کسی بھی لڑکی کے ساتھ جائز نہیں، بالکل حرام ہے، اس نے دودھ ”الف“ کے کسی لڑکے یا لڑکی کے زمانہ شیرخوارگی میں پیا ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس طرح چوتھے لڑکے کے علاوہ جس نے بھی ”الف“ کا دودھ پیا ہے اس کی شادی ”الف“ کی کسی بھی لڑکی سے درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۱/۸۸ھ۔

رضاعی ماموں سے نکاح درست نہیں

سوال [۵۶۳۵]: نواسی کا نکاح رضاعی ماموں سے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ہو گیا ہے، بعد میں اس کے رضاعی ماموں ہونے کا علم ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نکاح ہونے کے بعد جب عورت حاملہ ہو چکی ہے

(۱) ”یحرم علی الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب، والرضاع جميعاً، حتى أن المرضعة لو ولدت من هذا الرجل أو غيره، قبل هذا الإرضاع، أو بعده، أو أرضعت رضيعاً، أو ولدت لهذا الرجل من غير هذه المرأة، قبل هذا الإرضاع أو بعده، أو أرضعت امرأة من لبنه رضيعاً، فالكل إخوة الرضيع وأخواته، وأولادهم أولاد إخوته وأخواته“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الرضاع: ۳۴۳/۱، رشیدیہ)

”و یثبت أمومية المرضعة للرضیع، و أبوة زوج مرضعة، إذا كان لبنها منه له، وإلا لا“۔ (الدرالمختار، باب الرضاع: ۲۱۳/۳، سعید)

”و عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنه قال: ”لا تنکح من أرضعته امرأة أبیک، ولا امرأة أخیک، ولا امرأة ابنک“۔ (بدائع الصنائع، کتاب الرضاع: ۲۸/۵، فصل فی المحرمات بالرضاع، دار الکتب العلمیہ بیروت)

”والأصل فی هذه الجملة، قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب“۔ (بدائع الصنائع، کتاب الرضاع: ۲۵/۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کی نانی نے دوران گفتگو اس بات کا اقرار کیا کہ بچپن میں جب شوہر کی والدہ شدید بیمار تھیں تو میں نے اس وقت لڑکے کو دودھ پلایا تھا، اس بنا پر شوہر اپنی منکوحہ کا رضاعی ماموں ہوتا ہے۔ اس کا نکاح صحیح ہو یا نہیں، اور عنقریب جو بچہ پیدا ہونے والا ہے وہ حلالی ہے یا حرامی؟ نکاح کے جواز اور عدم جواز کو اور بچہ کے حلال اور عدم حلال کو واضح کر کے مسئلہ مذکورہ کا جواب وضاحت کے ساتھ عنایت فرمائیں۔ عدم جواز کی صورت میں فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے عورت کے ساتھ کیا معاملہ برتا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر کے نزدیک یہ بات صحیح ہے کہ اس کی زوجہ اس کی رضاعی بھانجی ہے تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، فوراً اس کو علیحدہ کر دے، بچہ پیدا ہونے سے پہلے اس کے متعلق کچھ نہ دریافت کیا جائے۔ اگر شوہر کے نزدیک یہ بات غلط ہے تو اس نکاح کو ناجائز نہیں کہا جائے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱/۹۶ھ۔

رضاعی چچا سے نکاح

سوال [۵۶۳۶]: زید کی اہلیہ کا ایک لڑکا خالد ہوا، خالد کے ہوتے ہی زید کی اہلیہ مر گئی تو زید کی بڑی لڑکی سلمیٰ نے اپنا دودھ پلا کر اپنے بھائی خالد کی پرورش کی، اب خالد کے پاس ایک لڑکی شادی کے لائق موجود ہے۔ تو خالد اپنی بڑی بہن سلمیٰ کے سب سے چھوٹے لڑکے کے ساتھ اس کا عقد کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں سلمیٰ کے لڑکے کا نکاح خالد کی لڑکی سے جائز نہیں، اس لئے کہ جب خالد نے سلمیٰ کا

(۱) ”ولو تزوج امرأة فقالت امرأة: أرضعتكما، فهو على أربعة أوجه: إن صدقها فسد النكاح ولا مهر لها إن لم يدخل بها. وإن كذبها، فالنكاح بحاله..... وإن صدقها الرجل وكذبها المرأة، فسد النكاح، والمهر بحاله. وإن صدقتها وكذبها الرجل، فالنكاح بحاله.“ (الفتاویٰ العالمگیریہ، كتاب الرضاع: ۱/۳۴۷، رشیدیہ)

(و كذا في التاتارخانية، كتاب الرضاع: ۳/۲۳۹، ۲۴۰، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/۴۰۶، رشیدیہ)

دودھ پی لیا تو سلمیٰ اس کی رضاعی ماں ہو گئی اور سلمیٰ کا لڑکا خالد کا رضاعی بھائی ہو کر خالد کی لڑکی کا رضاعی چچا ہوا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۳/۸۸ھ۔

تبدیلی جنس سے پہلے اور بعد کی اولاد میں مناکحت

سوال [۵۶۳۷]: ایک عورت تھی وہ مرد بن گئی، عورت ہونے کے زمانہ میں اس کے ایک لڑکا تھا، اب مرد بننے کے بعد اس کے چند بچے پیدا ہوئے، ان میں ایک لڑکی بھی ہے۔ کیا عورت ہونے کے زمانہ میں جو لڑکا پیدا ہوا تھا اس کی شادی اس لڑکی سے جائز ہوگی جو مرد ہونے کے بعد پیدا ہوئی ہے؟ نیز پہلے والے لڑکے اور بعد والی لڑکی کے درمیان بھائی چارہ کی کوئی نسبت ہوگی، وہ سگے بھائی بہن ہوں گے یا خیانی و علانی؟ یہ واقعہ ابھی اٹلی میں وقوع پذیر ہو چکا ہے؟

محمد مصطفیٰ قاسمی، فیروز آباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک ہی ذات سے جو لڑکا لڑکی پیدا ہوئے اگرچہ ہر ایک کی پیدائش پر اس کی صفت جدا گانہ تھی، پھر بھی ایک ذات سے مولود ہونے کی بنا پر ان کے درمیان ازدواج کا تعلق درست نہیں۔ جس طرح عینی بہن سے نکاح حرام ہے اسی طرح علانی اور خیانی بہن سے بھی حرام ہے (۲)۔

(۱) ”یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب“۔ (الہدایۃ، کتاب الرضاع: ۳۵۱/۲، شرکتہ علمیۃ ملتان)

”زوج مرضعۃ لبنھا منه، أب للرضیع، وابنه أخ للرضیع، وإن کان من امرأة أخرى، وبنته أخت

و أخوه عمّ له، و أخته عمة له“۔ (فتح المعین، کتاب الرضاع: ۹۸/۲، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الرضاع: ۳۹۳/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی ملتقى الأبحر علی هامش مجمع الأنهر، کتاب الرضاع: ۳۷۸/۱، دار احیاء التراث العربی،

بیروت)

(۲) قال العلامة ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ: ”(قوله أى یحرم) أخته، و بنتها، و بنت أخیه، و عمتہ، =

ہر ایک کی تولید کے وقت جو مولود منہ کی صفت تھی اسی کے اعتبار سے رشتہ قائم کیا جائے گا۔ فقط

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔



= و خالته، للنص الصريح، و دخل فيه الأخوات المتفرقات و بناتهن و بنات الإخوة المتفرقين“.

(البحر الرائق، کتاب النکاح: ۱۶۳/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۴۶۰/۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳۲۳/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

الفصل الثالث فی حرمة المصاهرة

(حرمت مصاہرت کا بیان)

حرمت مصاہرت

سوال [۵۶۳۸]: عورت خوشحال کے رشتہ کے اعتبار سے زید کی چچی ہوتی تھی، زید کی عمر ۲۱ سال کی تھی، زید غریب اور تنگ دست تھا، وہ زید کو بلا کر اچھے کھانے کھلاتی تھی اور بہت خاطر کیا کرتی۔ اکثر زید کو پوچھتی تھی کہ تم مجھ کو کیا سمجھتے ہو؟ زید کہتا تھا کہ میں آپ کو اپنی ماں کے برابر سمجھتا ہوں، وہ خاموش ہو جاتی۔ حسب معمول ایک روز زید کو مکان سے بلا کر کھانا کھلایا اور اصرار کیا کہ یہیں آرام کرو، زید کھانا کھا کر اس کے کمرے میں سو گیا۔ اس کے بعد وہ کمرہ میں داخل ہو کر اندر کی کنڈی بند کر کے زید کا کپڑا چپکے سے اٹھا کر خود بھی برہنہ ہو کر زید کے اوپر چھٹ گئی، فوراً زید کی آنکھ کھل گئی، زید اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا، اور وہ زید سے بدکاری پر زور دیتی رہی، ترکیب بتلاتی کہ اس طرح کرو، زید گھبرا کر غصہ میں بھر گیا، کسی طرح اوپر ہو گیا اور پھر کنڈی کھول کر اپنے گھر چلا گیا، پھر کبھی اس کے جال میں نہیں پھنسا۔

۲..... کچھ عرصہ کے بعد وہ زید کے گھر آئی، رات کو قیام کیا، سب گھر والے اور وہ بھی نیچے سوئی اور زید اوپر چھت پر سویا۔ رات کو دو بجے کے بعد وہ چھت پر پہنچ کر زید کو لپٹ گئی، زید کی آنکھ کھل گئی، زید نے غصہ ہو کر جھڑک دیا اور اتر کر دوسرے مکان میں جا کر سویا، اس کے بعد وہ خاموش ہو گئی، کبھی کوئی حرکت نہیں کی۔

۳..... اس کے دس سال کے بعد زید کی شادی اس عورت کی لڑکی سے ہو گئی جس کو آٹھ سال ہو گئے، تین بچے بھی ہو گئے۔ اب اس گزری ہوئی بات کا کیا مسئلہ ہے؟ اگرچہ میری خواہش کبھی اس سے بدکاری کی نہیں ہوئی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس نابکار نے اپنی اس کمینی حرکت سے اپنے لئے گناہ کا انبار جمع کر ہی لیا ہے، مگر آپ کی زندگی کو بھی تباہ کر دیا، اگرچہ آپ کی نیت بالکل نہیں تھی۔ اور فرض کیجئے کہ جب وہ آپ کو آ کر لپٹی اور بدن پر ہنہ کیا اور دخول کی پوری کوشش کی، اس وقت آپ کو شہوت نہیں ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی، مگر اس کو تو ضرور شہوت تھی، حرمتِ مصاہرت کے لئے ایک کی شہوت بھی کافی ہے جیسا کہ درمختار میں ہے:

”وتكفى الشهوة من أحدهما“. قال الشامي: ”هذا يظهر في المس، اهـ“ درمختار (۱)۔

اس وجہ سے اس کی لڑکی سے آپ کی شادی حرام ہے، فوراً اس کو چھوڑ دیں اور تعلقِ زوجیت منقطع کر دیں، صاف لفظوں میں کہہ دیں کہ میں نے تجھ سے تعلقِ زوجیت ختم کر دیا، آئندہ اس سے بالکل علیحدہ رہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۳/۹۰ھ۔

ایضاً

سوال [۵۶۳۹]: زید نے اپنی ساس کے ساتھ زنا کیا، سہواً کیا یا قصداً، بہر صورت اس کی بیوی حرام ہوگئی یا نہیں؟ اگر حرام ہوگئی ہے تو پھر دوبارہ شادی کرنے سے حلال ہوگی یا نہیں؟ اور اگر حرام نہ ہو تو اس بیوی کو طلاقِ صریح دینے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور بغیر طلاق کے وہ بیوی دوسرے مرد سے شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئلہ میں زید کی بیوی زید پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی، دوبارہ نکاح کر کے بھی حلال نہیں ہوگی، اس کو طلاق دیدے، یا کہہ دے کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا، اس کے بعد اگر مدخولہ ہے تو عدت گزار کر

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۳۶، سعید)

”وکذا یوجبها المس..... من أحد الجانبین، و فی المضممرات: أن شهوة أحدهما كافية إذا

كان الآخر محل الشهوة“. (مجمع الأنهر، کتاب النکاح باب المحرمات: ۱/۳۲۷، ۳۲۶، بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۷، رشیدیہ)

اور اگر غیر مدخولہ ہے تو بغیر عدت گزارے اس کا نکاح دوسرے شخص سے جائز ہوگا:

”من زنی بامرأة حرمت علیہ أمها وإن علت، وابنتها وإن سفلت“۔ فتاویٰ

عالمگیری: ۱/۲۷۴ (۱)۔

”و بحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتی لا يحل لها التزوج باخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة، والمتاركة لا يتحقق الا بالقول إن كانت مدخولاً بها كتركتك أو خلّيت سبيلك، أما غير المدخول بها فقیل: تكون بالقول فيها، حتی لو تركها و مضى علی عدتها سنون، لم یكن لها أن تتزوج باخر، فافهم“۔ در مختار و شامی: ۲/۴۳۷ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

ایضاً

سوال [۵۶۴۰]: زید کی بیوی زینب کے بطن سے ایک لڑکا ہے جس کی عمر تقریباً دس برس ہوگی، اب زینب اپنے شوہر زید سے کہتی ہے کہ یہ لڑکا آپ کے لڑکے خالد کے نطفہ سے ہے (خالد زینب کا سوتیل لڑکا ہے)۔ زید نے اپنے لڑکے سے دریافت کیا مگر اس نے قسم کھا کر انکار کیا کہ میری سوتیلی ماں جھوٹ بول رہی ہے۔ خالد دیندار ہے۔ ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ زید پر زینب حرام ہوگئی یا نہیں؟

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ کتاب النکاح، القسم الثانی، المحرمات بالصہریۃ: ۱/۲۷۴، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب النکاح: ۲/۳۰۹، مکتبہ شریکۃ علمیہ ملتان)

(و کذا فی فتح القدیر، فصل فی المحرمات: ۳/۲۱۹، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی خلاصۃ الفتاویٰ، الفصل الثالث المحرمات بالصہریۃ: ۲/۸، امجد اکیڈمی لاہور)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، باب المحرمات: ۳/۳۷، سعید)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، باب المحرمات: ۲/۱۷۷، دار المعرفۃ بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، القسم الثانی: المحرمات بالصہریۃ: ۱/۲۷۴، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الرضاع: ۳/۴۰۰، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زینب کے شوہر کے نزدیک زینب اپنے اس اقرار میں جھوٹی ہے تو وہ اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوئی، پھر دس برس تک اس نے برابر تعلق رکھا اور اتنی طویل مدت میں کبھی اظہار نہیں کیا تو اب وہ اپنے اس اقرار میں خود ہی شرعاً متہم ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۵/۳/۸۸ھ۔

ایضاً

سوال [۵۶۲۱]: مسمیٰ عبدالوحید کی لڑکی دلربا کی شادی عرصہ ۷، ۸ سال ہوئے حقیقی بھتیجا عبدالرشید خان سے ہوئی اور تقریباً ڈیڑھ سال سے لڑکی اس بنیاد پر اپنے شوہر کے یہاں نہیں جاتی کہ عبدالرشید نے یہ طعنہ دیا کہ میں نے تو تیری ماں کو اپنی بیوی بنا کر رکھا، اس امر کی تصدیق کی گئی کہ عبدالرشید خان نے اپنی ساس یعنی چچی سے ناجائز تعلق رکھے تھے تو معلوم ہوا کہ شادی سے قبل واقعی عبدالرشید خان نے ساس سے زنا کیا۔ آپ تحریر فرمائیں کہ دلربا کا نکاح درست ہوا یا نہیں، یا معلوم ہونے پر نکاح ساقط ہو گیا؟ عبدالرشید سے طلاق دینے کو کہتے ہیں تو وہ آمادہ نہیں ہے، اور لڑکی شوہر کے یہاں جانے کو تیار نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عبدالرشید کو اس کا اقرار ہے کہ اس نے دلربا کی والدہ کے ساتھ زنا کیا ہے تو اس کا نکاح دلربا سے صحیح

(۱) ”رجل تزوج امرأة علیٰ أہل عذر، فلما أراد وقاعها، وجدها قد افتضت، فقال لها: من افتضك؟ فقالت: أبوک. إن صدقها الزوج بانت منه، ولا مهر لها. وإن کذبها، فهي امرأته.“
(الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، القسم الثانی: المحرمات بالصهریۃ وما یتصل بذلك: ۲۷۶/۱، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق، فصل فی المحرمات: ۱۶۷/۳، رشیدیہ)

(وکذا فی التاتاریخانیۃ، کتاب النکاح، أسباب التحريم: ۲۲۶/۲، إدارة القرآن کراچی)

نہیں ہوا، یہ نکاح باطل ہوا طلاق دلوانے کی حاجت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۶/۸۸ھ۔

ایضاً

سوال [۵۶۴۲]: زید اور بکر آپس میں باپ اور بیٹا ہیں، زید والد ہے اور بکر ولد، زید نے اپنے لڑکے بکر کی عورت سے ناجائز فعل یعنی زنا کیا، گواہ کوئی نہیں، صرف وہ عورت اقرار کرتی ہے کہ اس نے میرے ساتھ زنا کیا اور زید و بکر، کے آپس کے تعلقات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ضرور ہوا ہے۔ تو آیا وہ عورت اب بکر کو جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اس کے والد نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کی، اس کا نکاح ٹوٹ گیا یا کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکا اس بات میں اپنی بیوی کی تصدیق کرتا ہے اور اپنے باپ کو جھوٹا سمجھتا ہے تو شرعاً لڑکے پر اس کی بیوی حرام ہوگئی اس کے ذمہ واجب ہے کہ اس کو چھوڑ دے اور کہہ دے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا، یا طلاق دیدے، اور اگر لڑکا اپنی بیوی کی تکذیب کرتا ہے اور اپنے باپ کو اس انکار میں سچا سمجھتا ہے تو پھر وہ حرام نہیں ہوئی بدستور نکاح باقی ہے:

”رجل تزوج امرأة على أنها عذراء، فلما أراد وقاعها وجدها قد افتضت، فقال لها: من افتضك؟ فقالت: أبوك. إن صدقها الزوج، بانت منه، ولا مهر لها. وإن كذبها فهي امرأته، كذا

(۱) ”ولو أقرب بحرمة المصاهرة يؤاخذ به ويفرق بينهما، والإصرار على الإقرار ليس بشرط، حتى لو رجع عن ذلك فقال: كذبت، فالقاضي لا يصدقها، ولكن فيما بينه وبين الله تعالى، إن كان كاذباً فيما أقر، لا تحرم عليه امرأته“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، القسم الثانی: المحرمات بالصهریۃ وما يتصل بذلك: ۲۷۶/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیۃ، کتاب النکاح، أسباب التحريم: ۶۲۴/۲، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی البحر الرائق، فصل فی المحرمات: ۱۷۹/۳، رشیدیہ)

فی الظہیریۃ، الخ۔ الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۲۷۶ (۱)۔

”وبحرمة المصاهرة لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة

وانقضاء العدة“۔ الدر المختار: ۲/۴۷۲ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/۱۰/۶۱ھ

حرمت مصاہرت کی ایک صورت

سوال [۵۶۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی

پیر جان ہمراہ زوجہ خود مسماۃ ہندہ چند دن اتفاقیہ آباد رہا، چنانچہ مذکورہ سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ بعدہ جب پیر جان نے دوسری شادی کی تو ہندہ نے ان سے بھاگنا شروع کیا جس میں اس بات کا چرچا پھیلا کہ پیر جان کا بھائی مسمی جموں خان شرارت کرتا ہے، اس لئے ہندہ بھاگتی ہے اور روپوش ہو جاتی ہے۔ اگرچہ فی الواقع جموں خان کی شرارت ضرور ہی ہے، لیکن نہ کبھی ہندہ کو لے بھاگا اور نہ اس کے ساتھ کبھی روپوش ہوا، اس اثنائے مخالفت فی مابین زوجین میں ہندہ کے بطن سے ایک لڑکا علی اختر خان پیدا ہوا، جس کی نسبت ولدیت کا پیر جان قائل ہے کہ علی اختر میرا ہی بیٹا ہے۔

جب علی اختر سال یا ڈیڑھ سال کی عمر کا ہوا تو اس کی والدہ ہندہ مذکورہ کو پیر جان نے طلاق دیدی، بعد انقضائے عدت ہندہ کے ساتھ جموں نے نکاح کر لیا۔ اب جموں خان کی لڑکی دوسری زوجہ مسماۃ فاطمہ کے بطن سے ہے اس کے ساتھ علی اختر خان نکاح کرنا چاہتا ہے، مذکورہ کے لئے وہ لڑکی شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریۃ، القسم الثانی: المحرمات بالصہریۃ، وما یصل بذلك: ۱/۲۷۶، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۳۲، سعید)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۲/۱۵، دار المعرفۃ بیروت)

(۲) (و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳/۳۷، سعید)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۲/۱۷، دار المعرفۃ بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، القسم الثانی: المحرمات بالصہریۃ، وما یصل بذلك: ۱/۲۷۷، رشیدیہ)

۲..... بوجہ قواعد فقہیہ صورتِ ہذا میں حرمتِ مصاہرت یہاں ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

۳..... اور وہ جو فتح القدیر میں مرقوم ہے کہ کسی شخص نے منکوحہ غیر باکرہ بالغہ کو جس کر لیا تو بحالتِ جس

مذکور سے جو اولاد پیدا ہوئی تو اس کی نسبت ولایت بطرفِ حابس منسوب ہے تو صورتِ مسئلہ میں یہ وجہ صادق آسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئلہ میں علی اختر خان کا نسب مسمیٰ پیر جان سے ثابت ہے، مسمیٰ جموں خاں سے ثابت نہیں:

”قال أصحابنا: في ثبوت النسب ثلث مراتب: أحدهما النكاح الصحيح، وما هو في معناه من النكاح الفاسد، والحكم فيه أنه يثبت النسب من غير دعوة ولا ينتفى بمجرد النفي، وإنما ينتفى باللعان، فإن كان ممن لا يلاعن بينهما، لا ينتفى نسب الولد، كذا في المحيط.“

الفتاوى العالمكيريّة، الباب الثاني عشر في ثبوت النسب، كتاب الطلاق (۱)۔ لہذا جموں خاں کی دوسری زوجہ کی لڑکی سے علی اختر کا نکاح شرعاً درست ہے: ”وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال.“

درمختار علی الشامی مصری، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات (۲)۔

(۱) (الفتاوى العالمكيريّة، كتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب: ۵۳۶/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الطلاق، فصل فی ثبوت النسب، مطلب: الفراش علی أربع مراتب: ۵۵۰/۳، سعید)

(و کذا فی المحيط البرهانی، کتاب الدعوی، الفصل الثامن والعشرون فی دعوی النسب: ۳۰۸/۱۱، غفاریہ کوئٹہ)

(۲) (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۱/۳، سعید)

”لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأةً ويتزوج ابنه ابنتها أو أمها، كذا في محيط السرخسی.“

(الفتاوى العالمكيريّة، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية، وما يتصل بذلك: ۲۷۷/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، فصل فی المحرمات: ۱۷۳/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۲۱۸/۳، ۲۱۹، مصطفى البابی الحلبي مصر)

اس حرمتِ مصاہرت کا اثر جموں خان کی لڑکی اور پیر جان کے لڑکے پر نہیں پڑے گا، بلکہ مسماۃ ہندہ کے اصول و فروع جموں خان پر حرام ہو جائیں گے (۱)۔ فتح القدیر کی عبارت مع حوالہ صفحہ و باب و مطبع کتاب نقل کی جائے تب اس کے متعلق کچھ لکھا جاسکتا ہے، سوال میں جو عبارت ہے فتح القدیر کی نہیں ہے، خدا جانے وہاں کی کس عبارت کا یہ مطلب سمجھ لیا گیا۔ اور اس مطلب پر بھی صورتِ مسئلہ منطبق نہیں ہوتی، کیونکہ اس میں ”بکر“ کی قید ہے اور ہندہ بکر نہیں جیسا کہ سائل نے خود اقرار کر لیا کہ ”چنانچہ مذکورہ سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں“۔

دوسرے اس میں جس کی قید ہے اور صورتِ مسئلہ میں جموں نے ہندہ کو جس نہیں کیا، جیسا کہ سائل نے لکھا ہے کہ ”لیکن نہ کبھی ہندہ کو لے بھاگا اور نہ کبھی اس کے ساتھ روپوش ہوا“ پھر تعجب ہے کہ فتح القدیر کی کس عبارت کے اس مطلب کو سامنے رکھتے ہوئے بھی علی اختر کے متعلق کیسے شبہ ہوا کہ اس کا نسب جموں خان سے ثابت ہو کر جموں کی لڑکی سے جو کہ دوسری زوجہ سے ہے جائز نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲/ رجب/ ۱۴۲۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ رجب/ ۱۴۲۲ھ۔

زانی کے انتقال کے بعد اس کی بیوی سے مزنہ کی اولاد کا نکاح

سوال [۵۶۴۴]: زید نے ہندہ سے زنا کیا تھا، ہندہ عمر کی منکوحہ تھی، پھر زید مر گیا، اس کے مرنے کے بعد ہندہ کے لڑکے نے جو عمر کے نطفہ سے تھا زید مذکور کی بیوی سے نکاح کیا۔ کیا شرعاً یہ نکاح درست ہے؟ بینوا توجروا۔

(۱) قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله تعالى: ”الثاني المحرمات بالمصاهرة، وهن فروع نسائه المدخول بهن وأصولهن وحلائل فروعهن وحلائل أصولهن“. (البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۱۶۳/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق للعلامة الزیلعی، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۵۹/۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲۸/۳، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس زنا سے عمر کے لڑکے اور زید کی بیوی میں کوئی حرمت کا تعلق نہیں ہوا، لہذا یہ نکاح درست ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۲/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۲/ذی الحجہ/۵۳ھ۔

غلطی سے بیٹی کو بیوی سمجھ کر ہاتھ لگانے سے بیوی حرام کیوں ہو جاتی ہے؟

سوال [۵۶۲۵]: ایک مسئلہ ہے مرد رات کو اپنی بیوی کو جگانے کے لئے اٹھا، مگر غلطی سے لڑکی پر ہاتھ پڑ گیا، ساس پر پڑ گیا اور بیوی سمجھ کر جوانی کی خواہش کے ساتھ اس کو ہاتھ لگایا تو وہ مرد اپنی بیوی پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گیا، لازم ہے کہ یہ مرد اب اس عورت کو طلاق دیدے اس میں غلطی کی کوئی رعایت نہیں۔ جب منشاء دلی اس کا ایک فعل کا نہیں تھا تو ایسی سخت سزا کیوں دی جاتی ہے؟ پھر یہ کہ ”کرے کوئی بھرے کوئی“، ”نزلہ بر عضو ضعیف ریزد“ کا مضمون ہے۔ والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی ہرن کے بندوق مارے اور کسی آدمی کے غلطی سے لگ جائے تو اس غلطی سے بالکل تو اس کی معافی نہیں ہو جاتی ہے، بلکہ خون بہا دلا یا جاتا ہے اور وہ بھی مارنے والے کے اعزاء سے دلا یا جاتا ہے، دیکھئے یہاں بھی اسی طرح ہے یعنی اگر جان کر مارتا تو قتل کیا جاتا، غلطی کی تو اتنی رعایت ہوئی کہ خون بہا سے جان بچ گئی نیز گناہ نہیں ہوا (۲)۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَحِلُّ لَكُمْ مَا وَّرَاءَ ذَلِكَ﴾ (سورة النساء: ۲۴)

”ای ما عدا من ذکر من المحارم، هن لكم حلال“۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۱، سہیل اکیڈمی لاہور)

”ای أبیح لكم من النساء سوى ما حرم علیکم“۔ (التفسیر المنیر: ۵/۶، دار الفکر بیروت)

قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَحِلُّ لَكُمْ مَا وَّرَاءَ ذَلِكَ﴾: ای ما سوى المحرمات المذكورات فی الآیات

السابقة“۔ (التفسیر المظہری: ۲/۲۶، حافظ کتب خانہ)

(۲) ”والخطأ علی نوعین: خطأ فی القصد و هو أن یرمی شخصاً یظنه صیداً، فإذا هو آدمی. أو یظنه =

صورتِ مسئلہ میں بھی اگر جان کر کرتا اور قاضی شرعی تک اطلاع پہنچتی تو وہ حسبِ صوبہ بدید تعزیراً سزا دیتا، نیز گناہِ عظیم کا مرتکب قرار پاتا (۱) اور غلطی کی وجہ سے سزا اور گناہ دونوں سے بچ گیا۔

بسا اوقات ایک فعل کا اثر دوسرے پر بھی پہنچتا ہے جیسا کہ مثالِ مذکور میں اعزاء سے خون بہا دلا یا جاتا ہے۔ اگر کوئی نا سمجھ بچہ کسی کا کوئی نقصان کر دے تو اس کی ذمہ داری بھی بڑوں پر آتی ہے۔ غور کرنے سے مثالیں ملیں گی (۲)۔ اور یہ سب دنیوی احکام ہیں، آخرت میں بلا وجہ ایک کے فعل کا گناہ دوسرے کو بھگتنا نہیں پڑیگا (۳)۔ جان کر فعلِ مذکور کرنے سے جس قدر گناہ ہوتا ہے (حرمت تو بہر حال ہے) اس کے مقابلہ میں

= حربياً، فإذا هو مسلم وموجب ذلك الكفارة والدية على العاقلة لقوله تعالى: ﴿فتحرير رقبة مؤمنة ودية مسلمة إلى أهله﴾ ولا إثم: یعنی فی الوجہیں، الخ“۔ (الہدایۃ، کتاب الجنایات: ۵۵۷/۴، ۵۵۸، إمدادیہ ملتان)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب الجنایات: ۲۱۶/۷، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الجنایات: ۱۳/۹، ۱۴، رشیدیہ)

(۱) ”الحاصل أن كل من ارتكب معصية ليس فيها حدٌ مقدّرٌ وثبت عليه عند الحاكم، فإنه يجب التعزير من نظر محرم ومس محرم والأصل في وجوب التعزير أن كل من ارتكب منكراً، أو آذى مسلماً بغير حق بقوله أو بفعله، يجب عليه التعزير“۔ (البحر الرائق، کتاب الحدود، باب حد القذف، فصل فی التعزیر: ۷۱/۵، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۱۶۸/۲، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الحدود، باب حد القذف، فصل فی التعزیر: ۱۷۰/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتاریخانیۃ، کتاب الحدود، الفصل الثامن فی التعزیر: ۱۴۱/۵، ۱۴۲، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”وإن أتلِفَا شيئاً، لزمهما ضمانه إحياءً لحق المتلف عليه، وهذا لأن كون الإتلاف موجباً لا يتوقف على قصد الخ“۔ (الہدایۃ، کتاب الحجر: ۳۵۱/۳، إمدادیہ ملتان)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الإکراه، باب الحجر: ۱۴۳/۸، ۱۴۴، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب الحجر: ۲۵۸/۹، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۳) ﴿ولا تزر وازرة وزر أخرى﴾: أى لا يحمل أحدٌ ذنب أحد، ولا يجنى جانٌ إلا على نفسه“۔ (تفسیر

ابن كثير، سورة الإسراء: ۴۱/۳، مکتبہ دار السلام بیروت)

(و کذا فی روح المعانی، سورة بنی اسرائیل: ۳۵/۱۵، دار إحياء التراث العربی بیروت)

حرمت کس قدر ہے بلکی اور نرم سزا ہے، غور کا مقام ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۱/۸۵ھ۔

آپ کے سوالات کا منشاء مسائل دینیہ سے ناواقفیت ہے، اس لئے ضروری ہے کہ علماء کی صحبت اختیار کیجئے، انشاء اللہ تعالیٰ اس قسم کے شبہات پیدا نہ ہوں گے۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/صفر/۵۸ھ۔

حرمت مصاہرت و عوائے زنا سے

سوال [۵۶۲۶]: مسئلہ دریافت طلب ہے جس کے واقعات حسب ذیل ہیں:

۱۔ مسماۃ بوندی بیوہ تھی اس کا نکاح ثانی زید سے ہو گیا، ہر دو کی عمر بیس اور پچیس سال ہے، بعد نکاح معلوم ہوا کہ کرمرد خراب ہے، نکاح ہو کر عورت خاوند کے یہاں دو سال سے کم رہی ہوگی۔ عورت مسماۃ بوندی کے ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی ہے جو زندہ ہے جس کی عمر تیرہ ماہ ہے اور ہمیشہ ان کے وہاں تکرار رہا۔ اب عورت مسماۃ بوندی اپنے باپ کے یہاں آ گئی ہے، جب اس کے لینے کو سسرال کے لوگ گئے تو وہ کہتی ہے کہ میرا مالک تو بالکل خراب ہے، عورت کے قابل نہیں تو کیا مجھے میرے خسر کے ساتھ بھیج رہے ہو اور میرا خسر ہی مجھ کو خراب کرتا ہے اور چند مرتبہ میرے خسر نے مجھ کو خراب کیا ہے، یعنی مجھ سے بہت مرتبہ صحبت مباشرت کی ہے، میں ان کے یہاں نہیں جاؤنگی۔

گواہ ایسے واقع کے کوئی نہیں چشم دید، صرف مسماۃ بوندی کا بیان ہے اور ظاہر واقعات بھی واقع کی تائید کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں مسماۃ بوندی کو طلاق ہو سکتی ہے یا نہیں؟ وہ اپنا نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں، اس کا نکاح فسخ ہو گیا یا نہیں؟ مکمل جواب مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کو مسماۃ بوندی کے اس کہنے کا یقین ہے اور اس کی تصدیق کرتا ہے تو شرعاً مسماۃ بوندی زید پر حرام ہوگئی، زید پر واجب ہے کہ مسماۃ بوندی سے متارکت کر لے یعنی اس کو کہہ دے کہ میں تجھے چھوڑ چکا، یا طلاق دیدے اور ہمیشہ کے لئے اس سے علیحدہ ہو جائے، اس کے بعد عدت گزار کر مسماۃ بوندی کسی دوسری جگہ شریعت کے موافق نکاح کر لے۔ اگر زید کو مسماۃ بوندی کے کہنے کا یقین نہیں بلکہ وہ اس کی تکذیب کرتا ہے تو پھر حرمت

نہیں ہوئی بدستور دونوں شوہر اور بیوی ہیں (۱)۔

”یحرم کل من الزانی والمزنیۃ علی أصل الآخر وفرعه، اھ۔“ شامی (۲)۔ ”وبحرمة المصاهرة لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لها التزوج باخر إلا بعد المتاركة و انقضاء العدة، اھ۔“ درمختار (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۱۱/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۱۱/۵۸ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۱۱/۵۸ھ۔

حرمت مصاہرت کے اقرار سے رجوع

سوال [۵۶۴]: آج سے ۴/۵ سال پہلے صبر و بیگم زوجہ حسین خان نے اپنے شوہر حسین کی زندگی میں جب حسین خان کہیں دوسری جگہ مزدوری کرنے گیا ہوا تھا، صبر و بیگم نے اپنے دیور مسمی سموں خان کے برخلاف علاقہ کے قاضی صاحب وغیرہ معتبران علاقہ سے اپنے چند کسان گواہوں کی موجودگی میں یہ دعویٰ پیش کیا کہ میرے دیور سموں خان نے آج رات مجھ پر ہاتھ ڈالا اور مجھے پکڑا اور میرے ساتھ زنا بالجبر کیا ہے۔ قاضی صاحب نے مسماۃ صبر و بیگم کے بیانات سن کر یک گونہ افہام و تفہیم کی اور معاملہ کی تدارک رئیس علاقہ راجہ اللہ داد خان کے سپرد کی اور اس رات کو سموں خان اپنے گھر سے کہیں بھاگ کر چلا گیا، اطلاع پانے پر حسین خان شوہر

(۱) ”رجل تزوج امرأة علی أنها عذراء، فلما أراد وقاعها، وجدها قد افترضت، فقال لها: من افتضک؟ فقالت: أبوک، إن صدقها الزوج، بانت منه ولا مهر لها، وإن کذبها فهی امرأته، کذا فی الظہیریۃ۔“ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، القسم الثانی: المحرمات بالصهریۃ، وما یصل بذلك: ۲/۱، رشیدیہ)

(۲) (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۳۱، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۹، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/۴۶۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۳۷، سعید)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۲/۱۷۹، دار المعرفۃ بیروت)

صبر و بیگم گھر واپس آ گیا یعنی بیوی کو اس دعویٰ پر سچا جان کر معتبران علاقہ سے شکایت کی کہ آپ نے میری بیوی کی تدارک نہ کی۔

خیر! بعد ازاں معاملہ ویسا ہی رہا، چار سال گزرنے کے بعد جب حسین خان مر گیا تو عدت گزرنے کے بعد صبر و بیگم بیوہ کے اس دیور سموں خان کے بیٹے مسکین خان نے صبر و بیگم کے ساتھ نکاح کر لیا۔ چونکہ پہلے قاضی صاحب مرحوم اس وقت فوت ہو چکے تھے، ان اب کی جگہ ان کا فرزند قاضی علاقہ مقرر کیا گیا ہے، نکاح ہونے کے بعد معاملہ ہذا نئے قاضی صاحب کے سامنے پیش ہوا تو نئے قاضی صاحب نے صبر و بیگم وغیرہ معتبران علاقہ کو طلب کیا تو اب صبر و بیگم نے بیان کیا کہ بیشک میں نے پہلے قاضی صاحب کے سامنے اپنے دیور سموں خان کے برخلاف مجھے پکڑنے اور ہاتھ ڈالنے اور زنا بالجبر کرنے کا دعویٰ کیا تھا، مگر میں نے وہ دعویٰ اپنے دوسرے دیور مسمی دھاور خان کے ورغلانے پر کیا تھا اور میں نے اس وقت جھوٹ بولا تھا۔

راجہ اللہ داد خان رئیس علاقہ وغیرہ جن گواہوں کے روبرو صبر و بیگم نے پہلے قاضی صاحب مرحوم کے سامنے دعویٰ کیا تھا، ان سب نے حلفیہ شہادت دی کہ صبر و بیگم نے اپنے دیور سموں خان کے برخلاف پکڑنے اور ہاتھ ڈالنے اور زنا بالجبر کرنے کا دعویٰ ہمارے روبرو بڑے قاضی صاحب کے سامنے پیش کیا تھا۔ علاوہ ازیں سموں خان کا صبر و بیگم کو پکڑنا اور چھیڑنا اور صبر و بیگم پر ہاتھ ڈالنا اہل دیہہ اور علاقہ کے مرد اور عورت اور خورد و کلاں میں معروف و مشہور، مزید برآں یہ ہے کہ صبر و بیگم کا فاحشہ اور غیر محتاط ہونا کا لشمس فی نصف النہار ہے۔

گواہان سابقہ اور باشندگان دیہہ و علاقہ سے تصدیق حاصل کرنے کے بعد جدید قاضی صاحب نے حرمت مصاہرت کے ثبوت کے ماتحت حکم دیدیا کہ بوجہ حرمت مصاہرت فرزند سموں خاں کے مسمی مسکین خان کے لئے صبر و بیگم کا نکاح ناجائز اور حرام ہے اور فسخ نکاح اور تفریق کا حکم دیدیا۔ قاضی جدید نے صبر و بیگم کے انکار بعد ازاں اقرار کو غیر معتبر قرار دیا ہے، کما فی تکملة الشامی: ۱/۳۹۲:

”الإقرار المتأخر يرفع الإنكار المتقدم، والإقرار المتقدم يمنع الإنكار المتأخر“ (۱)۔
فی العالمگیریة: ۲/۲۸۳: ”ولو أقرت بحرمة المصاهرة يؤاخذ به، ويفرق بينهما. وكذلك إذا أضاف ذلك إلى ما قبل النكاح، الخ..... والاستمرار على هذا الإقرار ليس بشرط، حتى

(۱) (تکملة رد المحتار، آخر کتاب الدعوی، مطلب واقعة الفتوی: ۵۰۶/۷، سعید)

لورجع عن ذلك وقال: كذبت، فالقاضي لا يصدقه“ (۱)۔

عبارت مذکورہ کے مطابق صبر و بیگم کا انکار بعد از اقرار غیر معتبر ہے اور قابل قبول نہیں اور اثبات حرمت مصاہرت کے لئے یہ دلائل ہیں: وفي العالمگیریة:

قال: ”يثبت حرمة المصاهرة قيل: إن كان السائل والمسئول هازلين قال: لا يتفاوت ولا يصدق أنه كذب“ (۲)۔

فتح القدیر میں ہے: ”ولا فرق في ثبوت الحرمة باللمس بين كونه عامداً أو ناسياً أو مكرهاً أو مخطئاً أيضاً، فتح القدیر“ (۳)۔

”وتقبل الشهادة على الإقرار باللمس والتقبيل بشهوة“۔ در مختار میں ہے: ”وتقبل الشهادة على الإقرار باللمس والتقبيل بشهوة، وكذا تقبل على نفس اللمس والتقبيل والنظر إلى ذكره أو فرجها من شهوة في المختار“ (۴)۔

امام دیہہ نکاح خواں نے اس حکم اور انفساخ کے فیصلہ کو نافذ نہیں ہونے دیا اور خلاف استفتاء قائم کر کے خلاف فتویٰ حاصل کر کے روڑہ اٹکار کھا ہے۔

۱..... بعض علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ چونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے تو صبر و بیگم کے اقرار کرنے سے سموں خان یا اس کے بیٹے مسکین خان پر اس اقرار کا اثر نہیں پڑتا۔

۲..... بعض علماء کہتے ہیں کہ عورت کے قول کا سرے سے اعتبار ہی نہیں تو صبر و بیگم کے اقرار یا انکار کا کوئی اعتبار نہیں۔

۳..... بعض علماء کہتے ہیں کہ حرمت مصاہرہ کے ثبوت کے لئے فقہاء نے جو دلائل کتب فقہ میں بیان

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب النکاح، القسم الثانی: المحرمات بالصهرية: ۱/۲۷۵، ۲۷۶،

رشیدیہ)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریة، المصدر السابق)

(۳) (فتح القدیر، فصل فی بیان المحرمات: ۳/۲۲۲، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۴) (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۳۸، سعید)

فرمائے ہیں، ان تمام عبارات میں صیغہ مذکر کا استعمال کیا گیا ہے اور مذکر کے صیغوں کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ احکام مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں، اس قسم کے افعال اقوال یا اقرار مرد اگر کرے تو حرمت مصاہرت کے ثبوت کا حکم دیا جائے گا۔ اگر عورت کی طرف سے اس قسم کے افعال، اقوال یا اقرار کا اعتبار ہوتا تو مؤنث کے صیغہ کے ساتھ بھی فقہاء عبارت پیش کرتے تو ثابت ہوا کہ عورت کی طرف سے اس قسم کے افعال، اقوال اور اقرار سے حرمت مصاہرت نہیں ثابت ہوتی۔ اور قاضی علاقہ کا کہنا ہے کہ مقامی واقعات اور گواہوں کی گواہی اور علاقہ کے عوام، خواص میں واقعہ کی شہرت اس مسئلہ کو نظر انداز نہیں کر سکتی باوجودیکہ معاملہ حلت و حرمت کا ہے تو حرمت کی جانب کو ترجیح ہے۔

الأشباه والنظائر، ص: ۸۸ میں: "الأصل في الأبضاع التحريم، ولذا قال في كشف الأسرار شرح فخر الإسلام: الأصل في النكاح الحظر وأبيح للضرورة" - ۱۲ - "فإذا تقابل في المرأة حل وحرمة غلبت الحرمة، ولهذا لا يجوز التحري في الفروج". ص: ۱۳۲ (۱). "إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام". ۱۲ - "إذا تعارض دليلان: أحدهما يقتضي التحريم والآخر الإباحة، قدم التحريم" (۲). ولا يجوز التحري في الفروج؛ لأنه يجوز في كل ما جاز للضرورة، والفروج لا تحل بالضرورة انتهى" (۳)۔

ایک عورت کی شہادت اور قول کا شریعت نے بیسیوں جگہ اعتبار کیا ہے تو صبر و بیگم کا اقرار کیسے نظر انداز کیا جاسکتا ہے، واقعہ کی اصل حقیقت اور مسئلہ کے اندر علماء کا اختلاف پیش خدمت روانہ کیا جاتا ہے، اصول شرعیہ اور دین اسلام کی رو سے جو حق فیصلہ ہو، رقمطراز فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جب کہ مسماۃ نے اپنے دیور کے متعلق دعویٰ اور اقرار زنا کیا تو مسماۃ کے حق میں اس دیور کی اولاد کی

(۱) (الأشباه والنظائر، الفن الأول، القاعدة الثانية، ص: ۶۹، قدیمی)

(۲) (الأشباه والنظائر، الفن الأول، النوع الثاني من القواعد، القاعدة الثانية، ص: ۱۰۹، قدیمی)

(۳) (الأشباه والنظائر، الفن الأول، القاعدة الثالثة، ص: ۷۰، قدیمی)

حرمت ثابت ہوگئی (۱)، اب اس کے لڑکے سے نکاح جائز نہیں (۲)۔ مسماۃ کا اب یہ کہنا کہ میں نے جھوٹا دعویٰ کیا تھا، اس نکاح کے حق میں قابل قبول نہیں، اقرار کا حجت قاصرہ ہونا مسلم ہے، یہاں بھی مقررہ کے حق میں اس اقرار کی وجہ سے حرمت ثابت ہوئی ہے (۳)۔ یہ کہنا کہ عورت کے قول کا سرے سے اعتبار ہی نہیں بالکل غلط اور لغو ہے، کتب فقہ میں جزئیات واضحہ مصرحہ اس کی تردید کرتی ہے (۴)۔

اگر مذکر کا صیغہ اس نوع کے احکام میں ذکر کیا جائے تو اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ عورتوں کے لئے یہ احکام ثابت نہیں، عامۃ قرآن کریم، حدیث شریف، کتب فقہ میں عبادات، معاملات وغیرہ کے مسائل میں مذکر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، مؤنث کا صیغہ اس جگہ ذکر کرتے ہیں جہاں دونوں کے احکام میں فرق بتانا مقصود ہوتا ہے یا اور کوئی حکمت ہوتی ہے۔ تو کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ عورتوں کے لئے صرف وہ احکام ہیں جہاں مؤنث کا صیغہ مذکور ہے، باقی سب احکام مردوں کے لئے ہیں، ہرگز نہیں بلکہ تمام احکام عام ہوتے ہیں: ”لأن النساء شقائق الرجال إلا أن يدل دليل خصوص“ (۵)۔

(۱) ”ولو أقر بحرمة المصاهرة، يؤاخذ به ويفرق بينهما. وكذلك إذا أضاف ذلك إلى ما قبل النكاح بأن قال لامرأته: كنت جامعك أمك قبل نكاحك، يؤاخذ به ويفرق بينهما..... والإصرار على هذا الإقرار ليس بشرط، حتى لو رجع عن ذلك فقال: كذبت، فالقاضي لا يصدق، الخ.“ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية، وما يتصل بذلك: ۱/ ۲۷۵، رشيدية)

(۲) ”وكذلك المزنّى بهاتحرم على أصول الزانى وفروعه، ويحرم الزانى على أصولها وفروعها.“ (حاشية الشلبى على تبیین الحقائق، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات: ۲/ ۴۶۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا فى البحر الرائق، فصل فى المحرمات: ۳/ ۱۷۹، رشيدية)

(و كذا فى رد المحتار، فصل فى المحرمات: ۳/ ۳۲، كتاب النكاح، سعيد)

(۳) (راجع رقم الحاشية: ۱)

(۴) ”أى يثبت الرضاع بما يثبت به المال وهو شهادة رجلين أو رجل وامرأتين، وقال مالك: يثبت بشهادة امرأة واحدة، الخ.“ (تبیین الحقائق، كتاب الرضاع: ۲/ ۶۳۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۵) ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ﴾ يجوز أن يكون المراد عاماً فى الرجال والنساء؛ لأن المذكر والمؤنث إذا اجتمعا غلب المذكر، الخ.“ (أحكام القرآن للجصاص، سورة المؤمنون: ۳/ ۳۷۳، قديمي)

عالمگیری (۱) قاضی خان (۲) فتح القدیر (۳) وغیرہ میں ایسی جزئیات موجود ہیں جن میں عورت کے قول و فعل، اقرار کی وجہ سے حرمت کا حکم دیا گیا ہے، کہیں مطلقاً، کہیں مرد کی تصدیق کے ساتھ جیسا کہ مرد کے قول و فعل و اقرار کی وجہ سے حرمت کا حکم کیا جاتا ہے کہیں مطلقاً کہیں عورت کی تصدیق کے ساتھ۔ ہدایہ میں ہے: ”و من مسته امرأة بشهوة، حرمت علیہ أمها و بنتها“ (۴)۔ یہاں دیکھئے عورت کے فعل پر حرمت مرتب ہوئی۔

فتح القدیر: ۳۶۶/۲ میں شیخ ابن ہمام اس کے ذیل میں فرماتے ہیں: ”و مس امرأة كذلك“ (۵)۔ معلوم ہوا دونوں کے فعل میں کوئی فرق نہیں: ”و ثبوت الحرمة بمسها مشروط بأن يصدقها أو يقع في أكبر رأيه صدقها، وعلى هذا ينبغي أن يقال في مسه إياها“ (۶)۔

نیز ایک جزئیہ امام ابو یوسفؒ سے نقل کیا ہے: ”امرأة قبلت ابن زوجها، وقالت: كانت من شهوة، إن كذبها الزوج، لا يفرق بينهما، ولو صدقها وقعت الفرقة“ (۷)۔

فتاویٰ عالمگیری مصری: ۲۷۶/۱، میں ہے: ”رجل تزوج امرأة على أنها عذراء، فلما أراد وقاعها، وجدها قد افترضت، فقال: لها من افتضك؟ فقالت: أبوك، إن صدقها الزوج، بانت منه

(۱) ”وتقبل الشهادة على الإقرار بالمس والتقبيل بشهوة..... و هل تقبل الشهادة على نفس اللمس والتقبيل بشهوة؟ والمختار أنه تقبل.“ (الفتاویٰ العالمگیریہ، القسم الثانی: المحرمات بالصهریہ، وما يتصل بذلك، کتاب النکاح: ۲۷۶/۱، رشیدیہ)

(۲) ”وأما المحرمة بدواعی الوطء إذا مسها أو قبلها بشهوة، ثبت حرمة المصاهرة..... مس المرأة الرجل في الحرمة كمس الرجل المرأة.“ (الخانية على هامش الهندية، باب في المحرمات: ۳۶۱/۱، رشیدیہ)

(۳) (فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲۲۲/۳، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۴) (الهداية، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۰۹/۲، مکتبه شركة علمیه ملتان)

(۵) (فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲۱/۳، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۶) (فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲۲۲/۳، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و كذا في البحر الرائق، فصل فی المحرمات: ۱۷۷/۳، رشیدیہ)

(۷) (فتح القدیر، فصل فی المحرمات: ۲۲۲/۳، مصطفى البابی الحلبي مصر)

ولا مهر لها. وإن كذبها، فهي امرأته، كذا في الظهيرية“ (۱)۔

اس کے کچھ بعد ایک جزئیہ عالمگیری میں نقل کیا ہے جس میں محض ایک جانب سے اقرار ہے پھر بھی حرمت کا حکم کیا گیا ہے: ”تزوج بأمة رجل ثم إن الأمة قبلت ابن زوجها قبل الدخول بها، فادعى الزوج أنها قبلت بشهوة وكذب المولى، فإنها تبين من زوجها لإقرار الزوج أنها قبلته بشهوة“ (۲)۔

دیکھئے اس صورت میں فعل صادر ہوا عورت کی طرف سے اور اقرار کیا مرد نے پھر بھی حرمت ہوگئی، معلوم ہوا کہ عورت کے فعل پر بھی حرمت مرتب ہوتی ہے اور مقررہ کے حق میں حرمت ہونا اس کے حجت قاصرہ ہونے کے منافی نہیں، بلکہ حجت قاصرہ ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ مقررہ کے حق میں حرمت ثابت ہو جائے، یہاں مسماۃ مقررہ ہے، لہذا اس کے حق میں حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ مسماۃ کے حق میں تو حرمت ہو اور دیور کے لڑکے کے حق میں حلت باقی رہے، اگر مقرر کے حق میں بھی ثابت نہ ہو تو پھر اقرار کی حجت ہی ختم ہو جائے گی، بحر ۱۰۸/۳ میں ہے:

”لا فرق بين الرجل والمرأة، فلو مست المرأة عضواً من أعضاء الرجال بشهوة أو نظرت إلى ذكره بشهوة، فثبتت الحرمة“ (۳)۔

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية وما يتصل بذلك، كتاب النكاح: ۲۷۶/۱، رشیدیہ)

(و كذا في البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۱۶۷/۳، رشیدیہ)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية وما يتصل بذلك، كتاب النكاح، ۲۷۶/۱، رشیدیہ)

(و كذا في التاتارخانية، كتاب النكاح، أسباب التحريم: ۶۲۵/۲، إدارة القرآن كراچی)

(۳) (البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۱۷۹/۳، رشیدیہ)

(و كذا في فتاوى قاضى خان، باب في المحرمات: ۳۶۱/۱، رشیدیہ)

(و كذا في التاتارخانية، كتاب النكاح، أسباب التحريم: ۶۲۰/۲، إدارة القرآن كراچی)

اقرار سے رجوع اور اپنے نفس کی تکذیب ایسے مسائل میں قضاءً معتبر نہیں، کذا فی البحر:

۲/۱۰۹ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۴/۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵/ربیع الثانی/۶۶ھ۔

کیا حرمت مصاہرت حلالہ سے ختم ہو جاتی ہے؟

سوال [۵۶۳۸]: زید نے اپنی بیوی ہندہ کے ساتھ وطی کر کے دونوں میاں بیوی ایک بستر پر سو رہے تھے، آخر اللیل میں ہندہ کی ماں داماد کے پاس سو گئی، داماد نے ساس کے ساتھ اپنی بیوی جان کر وطی بالشبہ کیا، قریب الانزال کے وقت معلوم ہوا کہ بیوی نہیں بلکہ اس کی ماں ہے، ساس کو دیکھ کر زید فوراً علیحدہ ہو گیا۔ بعدہ ایک شخص سے زید نے ذکر کیا کہ واقعہ یہ ہے، اس نے چند عالموں سے دریافت کر کے کہا کہ زید! تم پر ہندہ حرام ہو گئی ہے بوجہ طلاق کے، اگر تم چاہو تو بعد حلالہ کے ہندہ سے نکاح کر سکتے ہو۔ یہ بات سن کر زید نے بعد حلالہ ہندہ سے نکاح کر لیا، اسی طرح دو سال گزر گئے۔

بعدہ ایک شخص نے کہا کہ بھائی زید! میں نے اور عالموں سے اس مسئلہ کو دریافت کیا تھا، انہوں نے جواب دیا کہ ہندہ زید پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی، لہذا زید نے ہندہ کو طلاق نامہ رجسٹری کرا کر بھیج دیا۔ ان سب واقعات کے پہلے ایک لڑکی دولڑ کے تھے، انہوں نے اپنی ماں ہندہ کو لا کر دوسرے مکان میں رکھا۔ اب زید پر ہندہ کسی صورت میں حلال ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر حلال نہ ہو تو زید ہندہ کی معیشت کا بندوبست کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور زید نے ہندہ کے ساتھ بعد وطی بالشبہ شخص مذکور کے قول کے مطابق نکاح کر کے وطی کیا۔ اس پر کیا حکم ہے، اور اس جابل مفتی پر کیا حکم ہے؟ اور اس واقعہ کے شاہدوں سے وطی بالشبہ کا ثبوت نہ ہو بلکہ زنا کا ثبوت ہو تو اس پر کیا حکم ہے؟ فقط۔

(۱) ”وفی الخلاصة: قيل لرجل: ما فعلت بأم امرأتك؟ قال: جامعته، ثبتت الحرمة، ولا يصدق أنه كذب وإن كانوا هازلين. والإصرار ليس بشرط في الإقرار لحرمة المصاهرة.“ (البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۱۷۹/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی خلاصۃ الفتاوی، الفصل الثالث، فی حرمة المصاهرة: ۱۰/۲، امجد اکیدمی لاہور)

(و کذا فی التاتارخانیۃ، کتاب النکاح، أسباب التحريم: ۶۲۶/۲، إدارة القرآن کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ زوجہ ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی، کوئی صورت اس کے حلال ہونے کی نہیں، اس سے متارکت واجب ہے، ہمیشہ کے لئے اس کو چھوڑ دے اور کہہ دے کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا، پھر بعد عدت وہ عورت دوسری جگہ نکاح کر لے۔ جس شخص نے یہ مسئلہ بتلایا ہے کہ طلاق پڑ گئی، حلالہ کے بعد دوبارہ نکاح درست ہے، اس نے غلط بتلایا ہے۔ حرمت مصاہرت سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور نکاح باطل نہیں ہوتا، البتہ نکاح فاسد ہو جاتا ہے اور عورت کو چھوڑنا واجب ہو جاتا ہے اور بعد حلالہ کے دوبارہ نکاح صحیح نہیں ہوتا:

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "و بحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة، والوطأ بها لا يكون زناً، اهـ".
در مختار۔

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "ذكر محمد في نكاح الأصل أن النكاح لا يرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع، بل يفسد، حتى لو وطئها الزوج قبل التفريق، لا يجب عليه الحد اشتبه عليه أو لم يشتبه عليه. وقد صرحوا في النكاح الفاسد بأن المتاركة لا تتحقق إلا بالقول. قال في الحاوي: والوطأ فيها لا يكون زناً؛ لأنه مختلف فيه، وعليه مهر المثل بوطئها بعد الحرمة، ولا حد عليه، ويثبت النسب، اهـ". ردالمحتار: ۴۳۷/۲ (۱)۔

شخص مذکور پر اس وطی کی وجہ سے حد زنا لازم نہیں ہوگی اور اس کا گناہ مفتی مذکور پر ہوگا اور بغیر تحقیق کے فتویٰ دینا حرام ہے:

"قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أجر أكم على الفتيا أجر أكم على النار"۔
"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أفتى بفتيا من

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳، سعيد)

(و كذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۲/۱، دار المعرفة بيروت)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية وما يتصل بذلك:

غیر ماثبت، فإنما إثمہ علی من أفتاه. اھ۔ دارمی، ص: ۲۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

حرمت مصاہرت سے متعلق بیانات

سوال [۵۶۴۹]: ایک شخص محمد عمر نے متوفی عنہا زوجہا سے جو حاملہ ہے قبل از وضع حمل نکاح کر لیا جس کی وجہ سے دیندار مسلمانوں نے قطع تعلق کیا۔ مزید براں یہ ہے کہ متوفی عنہا زوجہا کے ماموں نے کہا کہ اس محمد عمر کے چرواہے نے مجھے کہا کہ اس متوفی عنہا زوجہا کے ساتھ اس ناکح کے جو پہلی عورت سے ہے اس سے زنا ہوا ہے۔ میں نے دیکھا ہے، میں گواہی جہاں کہو گے آ کر دوں گا، اسی طرح اس ناکح کی جو اگلی عورت ہے، اس نے بھی ایک دوسرے شخص سے کہا ہے کہ میں اپنے لڑکے کو جو محمد عمر کا لڑکا ہے اس نے بیسوں مرتبہ اس متوفی عنہا زوجہا کے ساتھ زنا کیا ہے۔

اس بناء پر عمر تائب ہونے کو تیار ہوا بشرطیکہ یہ متوفی عنہا زوجہا جس سے حالت حمل میں میں نے عقد کیا ہے، صحیح نہیں ہوا تو دوبارہ مجھ سے عقد کرادو، گاؤں۔ والوں نے کہا کہ تمہارے لڑکے سے جب اس کے ساتھ زنا ہوا ہے تو دائماً تم اس سے عقد نہیں کر سکتے۔ اب دریافت کرنے پر اور مجبور کرنے پر وہ شرعی فیصلہ پر تیار ہوا اور مدعی مدعی علیہ اور گواہوں کا بیان لیا گیا جو آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے:

مدعی نور احمد: ”میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ عمر کے لڑکے قمر الدین نے اس عمر کی منکوحہ ثانی متوفی عنہا زوجہا سے زنا کیا ہے، قبل اس عقد الخ“۔

(۱) (سنن الدارمی، باب الفتيا و ما فيه من الشدة: ۶۹/۱، قدیمی)

”أجر أكرم على الفتيا أجر أكرم على النار“۔ (فيض القدير، (رقم الحديث: ۱۸۳): ۳۰۰/۱،

مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکة المکرمہ)

”من أفتى بغير علم كان إثمہ علی من أفتاه“۔ (فيض القدير، (رقم الحديث: ۸۴۹۰):

۵۶۸۲/۱۱، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکة المکرمہ)

(ومشکوۃ المصابيح، کتاب العلم، الفصل الثانی، ص: ۳۵، قدیمی)

مدعی علیہ قمر الدین ولد عمر: ”میں حلفیہ بیان کہتا ہوں کہ مسماۃ دوران متوفی عنہا زوجہا سے میں نے زنا نہیں کیا۔“

گواہ والدہ قمر الدین جو زوجہ اول عمر ہے: ”میں نے اپنے لڑکے قمر الدین کو دوران کے ساتھ زنا کرتے نہیں دیکھا۔“

گواہ دوم کمال الدین: ”میں نے عمر کے لڑکے قمر الدین کو مسماۃ دوران کے ساتھ زنا کرتے نہیں دیکھا۔“

اب سوال یہ ہے کہ نور احمد سے پہلے گواہ دویم نے رویتِ زنا کا اقرار کیا ہے۔

۲..... عمر کی اول عورت اپنے بھائی سے پہلے اقرار کر چکی کہ ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ میں نے اپنے لڑکے کو دیکھا ہے، اپنے ہاتھ سے ایک دوسرے کو علیحدہ کیا، لیکن اب گواہی کے وقت رویتِ زنا کی منکر ہے۔ جب پوچھا گیا کہ تم نے اپنے بھائی سے رویتِ زنا کی کیسے خبر دی؟ تب جواب دیا میرے شوہر نے دوسری شادی کر کے مجھے اذیت پہونچائی جس کی وجہ سے میں نے کہا۔

۳..... ایک شخص نے خبر دی ہے ان بیانات کے بعد کہ ان گواہوں نے برادری کے بعض افراد کے دباؤ سے یہ گواہی بدلی ہے۔

۴..... یہ حرمتِ مصاہرتِ دیانات میں سے ہے یا نہیں، اگر ہے تو عورت واحد یا مرد واحد کے خبر دینے سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں؟

۵..... اور یہ حکم مفتی کے سامنے جب گواہی دے گا تب ہی اس کی گواہی معتبر ہوگی، یا اور دوسرے کے لئے مانی جائے گی؟ اگر کہے گا تو اس کے حق اور دوسرے لوگوں کے حق میں بھی کہے گا تو مانی جائے گی۔

۶..... لفظ ”أشهد“ یا اس کا ترجمہ گواہی کے وقت ادا کرنا ضروری ہے، کما فی متون کتب الفقہ۔

۷..... ان گواہیوں کا حکم بھی تحریر فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سوال کچھ روز ہوئے پہلے بھی آیا تھا، پہلے بھی یہاں میں تدافع تھا، اب بھی تدافع ہے گواہوں کی طرف سے، مدعی از خود تو رویتِ زنا کو نقل کرتا ہے اور جب ان کا بیان نقل کرتا ہے تو اس میں رویتِ زنا سے انکار

ہے۔ شرعاً ثبوت زنا کے لئے چار عادل مردوں کی شہادت ضروری ہے (۱)۔ اگر اس میں کمی ہو تو گواہوں پر حدِ قذف جاری ہوتی ہے اور خود مدعی پر بھی اس باب میں عورت کی شہادت قطعاً معتبر نہیں، اگر شاہد بعد شہادت رجوع کر لیں تب بھی ان پر حدِ قذف جاری ہوگی (۲)۔

یہ سب باتیں اسلامی حکومت کی ہیں یہ سب تفصیل قضاء ہے، لیکن دیانۃً حرمتِ مصاہرت ثابت ہونے کے لئے چار گواہوں کی ضرورت نہیں، بلکہ اگر صرف ایک گواہ کے کہنے سے صدق کا غلبہ ظن حاصل ہو جائے تب بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ قاضی، حکم یا مفتی کے سامنے گواہی دی جائے یا بصیغہ ”أشهد“ بیان کیا جائے، بلکہ یہ قبیلہ اخبار سے ہے اور حرمتِ مصاہرت کے لئے حقیقی زنا شرط نہیں، بلکہ یہ حرمت مس بالشہوة اور تقبیل بالشہوة سے بھی ثابت ہوتی ہے (۳)۔

ان تمام بیانات میں مسامة دوران کا بیان درج نہیں کہ وہ اقرار کرتی ہے یا انکار، اگر وہ اقرار کرے اور اس کے اقرار سے مدعی علیہ کو صدق کا غلبہ ظن حاصل ہو جائے تب بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جائے گی:

(۱) ”ونصابها للزنا أربعة رجال“۔ (الدر المختار)۔ ”(قوله: أربعة رجال) فلا تقبل شهادة النساء“۔ (رد المحتار، کتاب الشہادات: ۵/۴۶۴، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الشہادات: ۷/۱۰۱، ۱۰۲، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب الشہادۃ: ۳/۱۵۳، إمدادیہ ملتان)

(۲) ”ویحد من رجع من الأربعة بعد الرجم فقط، لانقلاب شهادته بالرجوع قذفاً“۔ (الدر المختار، باب الشہادۃ علی الزنا والرجوع عنها: ۳/۳۴، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الخامس فی الشہادۃ علی الزنا والرجوع عنها: ۲/۱۵۴، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایۃ، باب الشہادۃ علی الزنا والرجوع عنها، کتاب الحدود: ۲/۵۲۴، شرکۃ علمیۃ ملتان)

(۳) ”والزنا واللمس والنظر بشہوة یوجب حرمة المصاہرة“۔ (البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۳، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۴۲۴، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/۳۰۹، مکتبہ شرکۃ علمیۃ ملتان)

”رجل تزوج امرأة على أنها عذراء، فلما أراد وقاعها، وجدها قد افتضت، فقال لها: من افتضك؟ فقالت: أبوك. إن صدقها الزوج، بانت منه ولا مهر لها. وإن كذبها فهي امرأته، كذا في الظهيرية“. وكذا في الفتاوى العالمكيرية (۱)۔

”خبر الواحد يقبل في الديانات كالحل والحرم والطهارة والنجاسة إذا كان مسلماً عدلاً ذكراً أو أنثى حراً أو عبداً، محدوداً أولاً. ولا يشترط لفظ الشهادة والعدد كذا في الوجيز للكردری، وكذا في المحيط السرخسی والهداية، اهـ“۔ عالمگیری: ۵/۲۷۶ (۲)۔ ”إذا كانت الزوجة مشتتة، فأخبره رجل أن أبا الزوج وابنه قبلها بشهوة، ووقع في قلبه أنه صادق، له أن يتزوج بأختها أو أربع سواها، بخلاف ما لو أخبره بسبق الرضاع والمصاهرة على النكاح؛ لأن الزوج ثمة ينازعه في العارض لا ينازعه لعدم العلم، فإن وقع عنده صدقه وجب قبوله، وهكذا في الوجيز للكردری، اهـ“۔ هنديہ: ۵/۳۱۲ (۳)۔

حالتِ عدت میں جو نکاح کیا ہے وہ یقیناً ناجائز ہے، اس کا فسخ اور متارکت واجب ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۳/۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۳/۶۴ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۳/۶۴ھ۔

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریہ، القسم الثانی: المحرمات بالصہریۃ، وما يتصل بذلك: ۲۷۶/۱، رشیدیہ)

(۲) (الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الأول فی العمل بخبر الواحد، الفصل الأول: ۵/۳۰۸، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب الکراہیۃ: ۴/۳۵۲، إمدادیہ ملتان)

(۳) (الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الأول فی العمل بخبر الواحد، الفصل الأول: ۵/۳۱۲، رشیدیہ)

(۴) ”أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحدٌ بجوازه، فلم ينعقد أصلاً“۔ (رد المحتار، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۲/۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، ۱/۲۸۰، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان، کتاب النکاح، باب فی المحرمات: ۱/۳۶۶، رشیدیہ)

حرمتِ مصاہرتِ محضِ ظن سے

سوال [۵۶۵۰]: ہندہ ایک دفعہ اپنی ساس سے جھگڑتے ہوئے کہتی ہے: کل کو تو مجھے اور تہمت بھی لگا دے گی، یعنی تیرا تعلق بکر سے ناجائز ہے، بکر اس بات کو سنکر مسکرایا۔

۲..... جب زید مع اپنی بیوی کے سفر میں تھا تو بکر یعنی زید کا باپ ملنے آیا، پندرہ بیس روز رہا، ہندہ خوب ان دنوں بکر کی خدمت کرتی رہی، بڑی بے تکلفی سے باتیں کرتے رہتے، اور ہندہ خوب دنداسہ مل کر ہونٹوں کو سرخ کرتی اور آنکھوں میں سرمہ ڈالتی اور وہ دوپٹہ جو ۲۶، ۲۷ سال کا بیاہ کا پڑا ہوا تھا اس نے نکال کر اپنے اوپر لے لیا، اس پر زید کوشک ہوا، چنانچہ زید رات کو اپنے پیشاب کے بار بار آنے کی تکلیف سے اٹھتا تو چار پائیاں ہندہ اور بکر کی جو دوسرے کمرہ میں تھیں (کیونکہ زید کوشک پہلے تھا ہی نہیں) چار پائی کے کھڑکھنے کی آواز آئی، اس پر زید کوشک ہوا۔

ایک دفعہ زید بہت جلدی سے اٹھ کر پہونچا تو ہندہ اپنی چار پائی کے پاس جھکی ہوئی تھی، اس پر زید ہندہ کو پکڑ کر فی الفور باہر لے گیا اور اس کے سر پر قرآن پاک رکھا اور کہا: سچ بتا کہ تو کس چار پائی سے اٹھی ہے۔ ہندہ کہنے لگی کہ میں اٹھ کر اپنی چار پائی سے باہر چلی تھی، اگر اپنی چار پائی کے بغیر، اور کسی دوسرے چار پائی سے اٹھی ہوں یعنی بکر کی چار پائی سے تو مجھے مرتی دفعہ ایمان نصیب نہ ہو۔

۳..... دو تین موقع پر بکر اور ہندہ کو دیکھا گیا کہ رات کو چار پائیاں اس طرح بچھاتے ہیں، چار پائیوں کے سر قریب قریب رہیں۔

۴..... ہندہ اور بکر اکثر علیحدگی کی تلاش میں رہتے ہیں، اگر ہندہ کو کہا جاتا ہے کہ تو بُرائی سے واپس آ جا تو کہتی ہے اگر میں بری ہوں تو مجھے مرتی دفعہ ایمان نصیب نہ ہو، یا جو حصہ غیر مرد نے چھوا ہے وہ دوزخ میں جلے۔ کبھی زید سے کہتی ہے کہ میرا فیصلہ خدا تعالیٰ تمہارے سامنے کرے۔ بکر بھی انکار کرتا ہے۔

کیا مندرجہ بالا حالات میں ہندہ زید پر حلال ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کو ہندہ کا یقین ہے کہ وہ اپنے بیان میں سچی ہے وہ زید پر حرام نہیں ہوئی، نکاح بدستور باقی ہے، مگر بکر سے اس قدر بے تکلفی اور اختلاط نہیں چاہئے، اس کے انتظام کی ضرورت ہے۔ اور اگر زید کو ہندہ کا یقین

نہیں، بلکہ اس کو ظن غالب ہے کہ ہندہ کا تعلق بکر سے ناجائز ہے اور مس بالشہوة کی نوبت آئی ہے (۱) تو اس کو علیحدہ کر دے یعنی طلاق دیکر تعلق منقطع کر دے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/صفر/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/صفر/۶۳ھ۔

حرم مصاہرت سے نکاح ختم نہیں ہوتا، زوجین میں تفریق ضروری ہوتی ہے

سوال [۵۶۵]: إذا زنى أحد مع امرأته أو بنت امرأته، أو بنته: أي بنت الزوجة والزوج معاً، هل امرأته حلال أم حرام؟ وإذا كان حراماً هل يبقى طلاقها ونكاحها؟

الجواب حامداً ومصلياً:

من زنى بإحدى من ذكرت في السؤال، حرمت عليه زوجته، ولكن لم يرتفع النكاح

(۱) ”وثبوت الحرمة بلمسها مشروطاً بأن يصدقها ويقع في أكبر رأيه صدقها، وعلى هذا ينبغي أن يقال في مسه إياها: لا تحرم على أبيه وابنه إلا أن يصدقها أو يغلب على ظنه صدقها“۔ (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۷، رشیدیہ)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۲۲۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۳، سعيد)

”رجل قبل امرأة أبيه بشهوة أو قبل الأب امرأة ابنه بشهوة، وهي مكرهة، وأنكر الزوج أن يكون بشهوة، فالقول قول الزوج، وأن صدقه الزوج، وقعت الفرقة، الخ“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية وما يتصل بذلك: ۱/۲۷۶، رشیدیہ)

(۲) ”وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل لها الزوج بآخر إلا بعد المتاركة و انقضاء العدة والوطء بها، اهـ“۔ (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۷، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۱۷۷، دار المعرفة بيروت)

(الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية وما يتصل بذلك:

بعد، فعليه أن يفارقها فراقاً تاماً، قال في الدر المختار: ۲/۲۷۹: "وحرّم بالصهرية أصل منيّته
..... وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل له التزوج باخر إلا بعد المتاركة
وانقضاء العدة، اهـ" (۱)۔ وقال الشامي: "قال في البحر الرائق: أراد بحرمة المصاهرة الحرمت
الأربع: حرمة المرأة على أصول الزاني وفروعه، وحرمة أصولها وفروعها على الزاني، كما في
الوطي، الحلال، اهـ" (۲)۔

حرره العبد محمود عثي عنه۔

حرمت مصاہرت کے لئے مرد کا اقرار

سوال [۵۶۵۲]: ایک آدمی پر الزام ہے کہ اس نے اپنی لڑکی کے ساتھ زنا کیا ہے، مگر کہیں سے اس

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۳۷، سعید)
(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷، دار المعرفة بیروت)
(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، القسم الثانی: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك:
۱/۲۷۷، رشیدیہ)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۳۲، سعید)
(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۹، رشیدیہ)
(و کذا فی النهر الفائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/۱۹۳، إمدادیہ ملتان)

ترجمہ سوال و جواب

سوال: جب کوئی شخص اپنی عورت کی موجودگی میں اس کی بیٹی یا اپنی بیٹی یعنی بیوی کی اور اپنی سے زنا کرے تو کیا
اس کی عورت حلال رہے گی یا حرام ہو جائے گی؟ اور جب حرام ہو جائے گی تو اس کے طلاق و نکاح (کا حکم) باقی رہے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص ان میں سے کسی سے زنا کرے جن کا سوال میں ذکر ہے، اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی لیکن نکاح ختم
نہیں ہوگا، بلکہ اس شوہر پر اس کو پورے طور پر جدا کرنا لازم ہے، درمختار میں کہا ہے کہ صہریت کی وجہ سے اصل مزنیہ حرام ہو جاتی
ہے (اس کے قول تک) اور حرمت مصاہرت سے نکاح ختم نہیں ہوتا، حتیٰ کہ اس کو دوسرے شخص سے نکاح بھی حلال نہیں ہوتا، مگر
متارکت اور عدت ختم ہونے کے بعد اھ۔ اور شامی نے کہا ہے کہ بحر میں کہا ہے کہ حرمت مصاہرت سے حرمت اربع کا ارادہ کیا
ہے: عورت کا زانی کے اصول اور اس کے فروع پر حرام ہونا اور عورت کے اصول و فروع کا زانی پر حرام ہونا جیسا کہ وطی حلال میں
ہوتا ہے اھ۔ مختصراً۔

کا ثبوت نہیں ہے کہ کیا سچ ہے یا غلط ہے۔

گواہ نمبر ۱: اس آدمی کی زوجہ کہتی ہے کہ میں نے شوہر کا ذکر کھڑا دیکھا تو شک ہوا کہ یہ زنا کر کے آئے ہیں۔

گواہ نمبر ۲: لڑکی بعمر ۹ سال اس کا بیان ہے کہ سب جھوٹ ہے کچھ نہیں ہوا۔ خود وہ شخص کہتا ہے کہ خدا گواہ ہے کچھ نہیں ہوا، جب کہ وہ پہلے ایک یا دو مولویوں کے سامنے زنا کا اقرار کر چکا ہے۔ دوسرے روز کہتا ہے کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں ہے کہ میں نے کیا کہا۔ اس صورت میں اس کی زوجہ حرام ہوگئی یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کا جو کچھ بیان ہے وہ تو ثبوتِ زنا کے لئے بالکل کافی نہیں (۱)، لیکن مرد کا اقرار کر لینا حرمت کے لئے کافی ہوگا، یعنی جس نے دو مولویوں کے سامنے اقرار کیا ہے اور وہ گواہی دیتے ہیں کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ اس نے اپنی لڑکی کے ساتھ زنا کی ہے، اس پر اس کی عورت یعنی لڑکی کی ماں حرام ہوگئی (۲) اس سے علیحدگی ضروری ہے، صاف صاف کہہ دے کہ میں نے تعلقِ نکاح ختم کر دیا (۳)۔ اس کے بعد اس کی وہ عورت

(۱) ”(قوله: أربعة رجال) فلا تقبل شهادة النساء“۔ (رد المحتار، کتاب الشهادات: ۵/۲۶۴، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الشهادات: ۷/۱۰۲، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب الشہادۃ: ۳/۵۳، إمدادیہ ملتان)

(۲) ”ولو أقر بحرمة المصاهرة، يؤخذ به ويفرق بينهما، والإصرار على الإقرار ليس بشرط، حتى لو رجع عن ذلك فقال: كذبت، فالقاضي لا يصدقه، ولكن فيما بينه وبين الله تعالى إن كان كاذباً فيما أقر، لا تحرم عليه امرأته“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، القسم الثانی: المحرمات بالصهریۃ و ما يتصل بذلك: ۱/۲۷۶، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیۃ، کتاب النکاح، أسباب التحريم: ۲/۶۲۴، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی البحر الرائق، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۹، رشیدیہ)

(۳) ”وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النکاح، حتی لا يحل لها التزوج باخر إلا بعد المتاركة و انقضاء العدة، والمتاركة لا يتحقق إلا بالقول، الخ“۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۳۷۷، سعید)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۷، دار المعرفۃ بیروت) =

عدت تین حیض گزار کر دوسری جگہ اپنا نکاح کر لے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

حرمتِ مصاہرت اور وجوبِ حد زنا میں فرق

سوال [۵۶۵۳]: زید و ہندہ کسی عالم کے آگے جا کر اقرار کرتے ہیں کہ ہم نے زنا کیا ہے خواہ وہ عالم ان دونوں کا حکم ہو جائے یا نہ، کیا صورت مذکورہ میں مصاہرت عند الاحناف ثابت ہوتی ہے یا نہیں، یعنی بر تقدیر ثبوتِ زنا کے ہندہ کی ماں یا دختر کا نکاح زید کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ایک مفتی صاحب کا کہنا ہے کہ زنا کا ثبوت دو طرح پر ہے: ایک یہ کہ قاضی کے آگے جا کر چار گواہ عدول بدین طور اپنی شہادت ادا کریں کہ: ”رأیناہ و طئہا فی فرجہا کالمیل فی المکحلة“۔

دوم یہ ہے کہ دونوں زنا کنندگان صریحاً قاضی کے آگے جا کر زنا کا اقرار چار مجلس میں کریں، اور مانحن فیہ میں یہ دونوں صورتیں مفقود ہیں، کیونکہ یہاں شرعی قاضی موجود نہیں ہے اور عالم مذکور قاضی شرعی نہیں ہے، حکم ہو یا نہ ہو، پس بغیر دو صورت مذکورہ کے ثبوتِ زنا عند الحنفیہ نہیں ہے۔ اور یہ مسئلہ کتبِ احناف میں کسی کتاب میں نہیں ملتا کہ عالم مذکور اگرچہ حکم بھی ہو وہ قاضی کے حکم میں ہے۔ پس مانحن فیہ میں زنا ثابت نہیں ہو سکتا، جب زنا ثابت نہیں تو ثبوتِ مصاہرت کہاں، پس زید و ہندہ کی ماں اور دختر کو نکاح میں لا سکتا ہے۔

درمختار میں ہے ”فلا یثبت بعلم القاضی ولا بالبینۃ علی الإقرار الخ“۔ ”یثبت“ کا فاعل ہے ردالمحتار میں اس کے تحت میں مرقوم ہے: ”تصریح علی ما فہم من حصر ثبوته بأحد شیئین: الشہادة

= (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، القسم الثانی، المحرمات بالصہریۃ و ما یصل بذلک:

۱/۲۷۷، رشیدیہ)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسہن ثلاثۃ قروء﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲۲۸)

”وہی حرۃ ممن تحيض، فعدتہا ثلاثۃ أقراء، لقولہ تعالیٰ: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسہن

ثلاثۃ قروء﴾ (الہدایۃ، باب العدۃ: ۲/۴۲۲، مکتبہ شریکۃ علمیہ ملتان)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الثالث، عشر فی العدۃ: ۱/۵۲۶، رشیدیہ)

بالزنا أو الإقرار به. وقوله: ولا بالبينة على الإقرار بيان لفائدة تقييد الشهادة بأن تكون على الزنا، الخ“ (۱)۔ پس ثابت ہوا کہ زنا سے ثبوت کے لئے یہی دو صورتیں ہیں، تیسری صورت بالکل کوئی نہیں۔ ثم كلام المفتي الفنجاني۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

ثبوت زنا کی جو صورتیں سائل نے نقل کی ہیں وہ وجوب حد کے لئے ہیں کیونکہ حد شہادت کی بنا پر ساقط کرنے کا حکم ہے: ”ادراء والحدود ما استطعتم“ الحدیث (۲)۔ ثبوت حرمت مصاہرت کے لئے ان صورتوں کی ضرورت نہیں ہے کہ نفس اقرار یا شہادت کافی ہے، اپنے اقرار پر اصرار بھی ضروری نہیں حتیٰ کہ اگر اقرار سے رجوع کر کے اپنی تکذیب کر دے تو شرعاً وہ تکذیب معتبر نہیں (۳)۔ اور اس حرمت کا ثبوت جس طرح زنا سے ہوتا ہے مس بالشہوة وتقبیل بالشہوة سے بھی ہو جاتا ہے (۴)۔ نیز عمد، نسیان، اکراہ، خطا، سب کا ایک حکم

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحدود، مطلب: الزنا شرعاً لا يختص بما يوجب الحد: ۱۰/۳، سعید)

(۲) والحدیث بتمامه: ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”ادراءوا الحدود عن المسلمين ما استطعتم“۔ (سنن الترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء في درء الحدود: ۱/۲۶۳، سعید)

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”ادفعوا الحدود ما وجدتم له مدفعاً“۔ (سنن ابن ماجه، باب الستر على المؤمن و دفع الحدود بالشبهات، ص: ۱۸۳، قدیمی)

(و کذا فی شرح الأشباه والنظائر، الفن الأول، النوع الثاني، القاعدة السادسة: ۱/۳۳۶، إدارة القرآن کراچی)

(۳) ”لو أقر بحرمة المصاهرة، يؤخذ به ويفرق بينهما. والإصرار على الإقرار ليس بشرط حتى لو رجع عن ذلك، فقال: كذبت، فالقاضي لا يصدق، ولكن ما بينه وبين الله تعالى إن كان كاذباً فيما أقر، لا تحرم عليه امرأته“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية وما يتصل بذلك: ۱/۲۷۵، رشیدیہ)

(۴) ”و كما ثبتت هذه الحرمة بالوطأ، ثبت بالمس والتقبيل، الخ“۔ (فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۲۲۲، مصطفى الحلبي مصر)

ہے اور ان صورتوں میں حدزنا شرعاً جاری نہیں ہوتی ہے۔ مسائل حلت و حرمت میں مفتی کا فتویٰ عامی کے حق میں بمنزلہ قضاء القاضی ہے:

”ثبت حرمة المصاهرة بالوطء حلالاً كان أو عن شبهة أو زنا“. كذا في فتاوى قاضى خان (۱)۔ ”من زنى بامرأة، حرمت عليه أمها وإن علت، وابنتها وإن سفلت. وكذا تحرم المزنى بها على إباء الزانى وأجداده وإن علوا، أو أبناؤه وإن سفلوا“. كذا في فتح القدير (۲)۔ ”وكما ثبت هذه الحرمة بالوطء ثبت بالمس والتقبيل، سواء كان بنكاح أو ملك أو فجور. ثم لا فرق في ثبوته الحرمة بالمس كونه عامداً أو ناسياً أو مكرهاً أو مخطئاً“. كذا في فتح القدير (۳)۔

”لو أقر بحرمة المصاهرة يؤاخذ به ويفرق بينهما، والإصرار على الإقرار ليس بشرط، حتى لو رجع عن ذلك فقال: كذبت، فالقاضى لا يصدق، ولكن ما بينه وبين الله تعالى إن كان كاذباً فيما أقر لا تحرم عليه امرأته، اهـ“. كذا في الفتاوى العالمكيريہ مختصراً (۴)۔ فقط والله سبحانه تعالى اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۳/۶۳ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ربیع الاول/۶۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۳/۶۳ھ۔

(۱) (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریہ، کتاب النکاح، باب فی المحرمات: ۱/۶۰، رشیدیہ)

(۲) (فتح القدير، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۲۱۹، مصطفى البابی الحلبي، مصر)

(البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۹، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳/۳۲، سعید)

(۳) (فتح القدير، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۲۲۲، مصطفى البابی الحلبي، مصر)

(و کذا فی رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳/۳۵، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/۴۷۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۴) (الفتاویٰ العالمکیریہ، کتاب النکاح، القسم الثانی: المحرمات بالصهریة وما يتصل بذلك،

۱/۲۷۵، رشیدیہ)

نواسہ کی بیوی سے بوس و کنار کی بناء پر حرمت

سوال [۵۶۵۴]: زید نے اپنے نواسہ کی منکوحہ سے بوس و کنار کیا، یہ بیان صرف لڑکی کا ہے اور کوئی شہادت نہیں اور وہ لڑکی زید کی بھتیجی بھی ہوتی ہے۔ تو کیا وہ لڑکی زید کے نواسہ پر حرام ہوگئی یا نہیں؟ نیز اگر نواسہ اپنی مذکورہ بیوی کو طلاق دیدے تو نانا اس سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ حرمت مصاہرت کے سلسلہ میں دادا اور نانا میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید (نانا) پر اس کے نواسہ کی منکوحہ تو اسی وقت حرام ہوگئی تھی جب کہ اس کے نواسہ نے اس سے نکاح کیا تھا اور زید نانا نے اپنے نواسے کی بیوی کو شہوت سے بوسہ دیا اور نواسہ نے اس کی تصدیق بھی کر دی تو اب یہ نواسہ کی منکوحہ خود اپنے زوج پر بھی حرام ہوگئی، اب زوج پر لازم ہے کہ اس کو صاف صاف طلاق دیدے اور اپنے سے جدا کر دے، کذا فی البحر: ”فتحرم حلیلة ابن السافل علی الجد الأعلى، وکذا حلیلة ابن البنت وإن سفل“ (۱)۔

اس عبارت سے یہ صاف ظاہر ہے کہ دادا اور نانا حرمت مصاہرت کے باب میں برابر ہیں: ”وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن یصدقها ویقع فی أكبر رأیه صدقُها، وعلی هذا ینبغی أن یقال فی مسه إياها: لا تحرم علی أبیه وابنه، إلا أن یصدقاه أو یغلب علی ظنهما صدقُه. ثم رأیت عن أبی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ما یفید ذلك اھ، بحر معزياً إلی الفتح، اھ۔“ شامی: ۲/۲۸۰ (۲)۔

= (و کذا فی التاتارخانیة، کتاب النکاح، أسباب التحريم: ۲/۶۲۴، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۹، رشیدیہ)

(۱) (البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۷، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۲۱۲، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/۴۶۲، ۴۶۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳/۳۳، سعید)

= (و کذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۲۲۲، مصطفى البابی الحلبي مصر)

وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة، وانقضاء العدة“۔ الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۲/۲۸۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: ہندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بیٹے کی بیوی سے ناجائز تعلق کی بناء پر حرمت

سوال [۵۶۵۵]: ہندہ نے نکاح ثانی زید سے کیا جو کہ نابالغ تھا، اس درمیان میں ہندہ کا تعلق اپنے خسر بکر سے ہو گیا، جب زید سن بلوغ کو پہنچا تو اس نے اپنے والد بکر کو اپنی زوجہ ہندہ سے زنا کرتے ہوئے دیکھا، وہ غیرت کا مارا اسی وقت اپنے وطن سے نکل گیا اور اب تک واپس نہیں آیا۔ اس کی عدم موجودگی میں ہندہ کے چند بچے پیدا ہوئے اور وہ بچے بعض بالغ ہیں، بعض آٹھ دس سال کے۔ برادری میں عام چرچا ہے کہ یہ سب بچے ولد الحرام ہیں، اب بکر ان بچوں کی شادی اپنے اخراجات سے کرنا چاہتا ہے۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ مطابق شرع شریف ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ اور ایسی شادی میں شریک ہونا کیسا ہے اور جو لوگ اس میں شریک ہوتے ہیں ان سے اور خود اس شخص سے ترک کلام، حقہ پانی بند کرنا کیسا ہے؟ مطابق شرع شریف حکم فرمادیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنا کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے، اس کا مرتکب فاسق ہے (۲)۔ جب تک بکر ہندہ سے تعلق قطع

= (و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۷، رشیدیہ)

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۳۷۷، سعید)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۷، دار المعرفۃ بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، القسم الثانی: المحرمات بالصہریۃ و ما يتصل بذلك: ۱/۲۷۷، رشیدیہ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تقرّبوا الزنی إنه کان فاحشۃ و ساء سبیلاً﴾: ای بئس طریقاً و مسلکاً.....

ما من ذنب بعد الشرک أعظم عند اللہ من نطفۃ و ضعیفا رجل فی رحم لا یحل له“۔ (تفسیر ابن کثیر،

(سورۃ الإسراء: ۳۲): ۳/۵۵، مکتبہ دار السلام بیروت)

کر کے سچی توبہ نہ کرے اس کے ساتھ اختلاط، میل جول کرنا نہ چاہیے بلکہ اگر مفید ہو تو اس سے سب مل کر قطع تعلق کریں کہ وہ تنگ آ کر توبہ کر لے (۱)۔ نیز جب اس لڑکے نے بیوی کو اپنے باپ سے زنا کرتے ہوئے دیکھا تو وہ بیوی اس شوہر پر حرام ہو گئی (۲)۔

تنبیہ: بلا شرعی ثبوت کے کسی کو ولد الزنا کہنا حرام ہے (۳)، اسی طرح کسی کو بلا شرعی شہادت کے زانی کہنا بھی حرام ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۱۰/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۱۰/۵۶ھ۔

(۱) "قال الخطابی: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاۃ المفاتیح، باب ما ينهى عنه من التهاجر، الفصل الأول: ۸/۵۵۸، ۵۵۹، رشیدیہ)

(۲) "وحرم أيضاً بالصهرية أصل مزينة". (الدر المختار). "قوله: حرم الخ) أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة على أصول الزاني وفروعه نسباً ورضاعاً، وحرمة أصولها وفروعها على الزاني نسباً ورضاعاً". (رد المحتار، فصل في المحرمات: ۳/۳۲، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، القسم الثانی: المحرمات بالصهریہ و ما يتصل بذلك: ۱/۲۷۴، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیہ، أسباب التحريم: ۲/۶۱۸، إدارة القرآن کراچی)

(۳) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها زوج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: أنها قالت: كان عتبة بن أبي وقاص عهد إلى أخيه سعد بن أبي وقاص فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "هو لك يا عبد بن زمعة! الولد للفراش وللعاهر الحجر". الحديث. (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب قول الموصي لو صيه: تعاهد ولدي الخ: ۱/۳۸۳، قديمي)

"(قوله: على مراتب) ضعيف وهو فراش المنكوحه و معتدة الرجعي، فإنه فيه لا ينتفى إلا باللعان". (رد المحتار، كتاب الطلاق، فصل في ثبوت النسب: ۳/۵۵۰، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب: ۱/۵۳۶، رشیدیہ)

(۴) "و غزر شاتم بيا کافر یا حرام زادہ، معناه: المتولد من الوطء الحرام، فيعم حالة الحيض، لا يقال: =

ایضاً

سوال [۱۵۶۵۶]: ایک شخص نے اپنے حقیقی بیٹے کی زوجہ سے بعد موجدگی پسر خود فعل ناجائز کیا، اس عورت کو خسر کا حمل حرام ہو گیا، بیٹے کے پاس اس عورت کو بھیجا، اس نے یہ امر ظاہر ہونے پر اس کو واپس نکال دیا بعد گزرنے ایام حمل لڑکا پیدا ہو گیا۔ اس کے لڑکے نے آگے بڑا فساد پیدا کیا، اس کو طلاق کے واسطے کہا گیا اور مہر طلب کیا گیا تو مہر ۵۰۰ روپیہ تھا، وہ ادائیگی کی وسعت نہ رکھتا تھا، اس وجہ سے طلاق نہ دے سکا اور ملازمت پر چلا گیا۔ اس اثناء میں دوسرا بچہ اس خسر کا پیدا ہو گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ عورت بے طلاق بیٹے کے نکاح سے خارج ہو گئی یا نہیں؟ یا اس کو طلاق دینا ضروری ہے؟ اور مہر اس کو ادا کرنا چاہئے یا نہیں؟ بہر دو صورت بعد گزرنے میعاد عدت اس عورت مطلقہ کا نکاح اس خسر سے جائز ہے یا نہیں؟ اور اس صورت میں جب کہ اس کا امر ظاہر ہو گیا اہل محلہ جو لوگ اس کے طرفدار ہوتے ہیں، ان پر بھی کوئی سزا شرعی عائد ہوتی ہے یا نہیں؟ مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ مہربانی ہوگی!

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں لڑکے پر اس کی بیوی حرام تو ہوگی، مگر نکاح کرنا اس عورت کو بلا تفریق قاضی یا بلا متارکت جائز نہیں، البتہ اگر شوہر کہہ دے کہ میں نے چھوڑ دی یا قاضی تفریق کر دے اور پھر عدت بھی گزر جائے تب عورت کو کسی دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہوگا:

”وبحرمة المصاهرة لا یرتفع النکاح، حتی لا یحل لها التزوج باخر إلا بعد المتارکة وانقضاء العدة، والمتارکة لا یتحقق إلا بالقول إن كانت مدخولاً بها کثر کتک أو خلعت سبیلک، الخ“۔ شامی (۱)۔

= فی العرف لا یراد ذلک بل یراد ولد الزنا“۔ (الدر المختار، باب التعزیر: ۶۹/۴، ۷۱، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الحدود، باب حد القذف، فصل فی التعزیر: ۷/۵، رشیدیہ)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۳۷۳/۲، غفاریہ کوئٹہ)

(۱) (الدر المختار مع رد المختار، فصل فی المحرمات: ۳۷۳/۳، کتاب النکاح، سعید)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۳/۷۱، دار المعرفة بیروت)

اور مہر لڑکے کے ذمہ واجب ہے، کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ (۱)۔ متارکت بالقول یا تفریق قاضی کے بعد جب عدت گزر جائے، تب بھی عورت کو خسر سے نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں، کذا فی الہندیہ (۲)۔ ایسی حالت میں خسر کی طرف داری کرنا اس معاملہ میں شرعاً گناہ ہے (۳)، بلکہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس سے تعلقات ترک کر دیئے جائیں (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

بیٹے کی بیوی سے بوسہ وغیرہ لینے سے حرمت

استفتاء [۵۶۵]: مندرجہ ذیل مسئلہ میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں، ایک شخص نے مندرجہ ذیل سوالات کے حسب ذیل حلفی بیانات دیئے:

سوالات:

۱- خدائے پاک اور قرآن شریف کی قسم کھا کر اور اپنے قلم سے لکھ کر بیان کرو کہ کیا تم نے اپنے بیٹے کی

(۱) ”و یجب المہر علی الزوج، و یرجع بذالک علی الذی فعل إن عمد الفاعل الفساد، وإن لم یعمد لا یرجع“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، القسم الثانی: المحرمات بالصہریۃ و ما یتصل بذالک، کتاب النکاح: ۱/۲۷۶، رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۳/۱، دار المعرفۃ بیروت)

(و کذا فی التاتارخانیۃ، أسباب التحريم: ۲/۶۲۵، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”والثالثۃ حليلة الابن و ابن الابن و ابن البنت و إن سفلوا، دخل بها الابن أم لا“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، القسم الثانی: المحرمات بالصہریۃ و ما یتصل بذالک، کتاب النکاح، ۱/۲۷۴، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیۃ، أسباب التحريم: ۲/۶۱۸، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی بدائع الصنائع، فصل فی الفرقة الثالثة من المحرمات: ۳/۴۱۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وتعاونوا علی البر والتقویٰ، ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

(۴) ”قال الخطابی: رخص للمسلم أن یغضب علی أخیه ثلاث لیل لقلته، ولا یجوز فوقها، إلا إذا کان الهجران فی حق من حقوق اللہ تعالیٰ، فیجوز فوق ذلک ما لم یظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق“۔ (مرقاۃ المفاتیح، باب ما ینہی عنہ من التہاجر، الفصل الأول: ۸/۷۵۸، ۷۵۹، رشیدیہ)

بیوی کیساتھ سوتے وقت چھ سات روز تک متواتر یہ حرکتیں کیں کہ اس کی چھاتی کئی مرتبہ پکڑی، اس کو منہ کھول دینے پر مجبور کیا، اس کے گالوں پر دو مرتبہ بوسہ دیا یعنی چوما اور اس کا کمر بند کھولا یا کھولنا چاہا اور کہا کہ میری جان! میں تجھ پر عاشق ہو گیا ہوں۔

۲۔ جس وقت تم نے اس کا کمر بند کھولا تھا یا کھولنا چاہا تھا، اس وقت کیا تم کو شہوت بہت زیادہ ہو رہی تھی اور تمہارے اعضائے تناسل میں بہت تندی ہو رہی تھی جس کی وجہ سے تم نے اس قسم کا بے ہودہ ارادہ کیا؟

۳۔ کیا تم اس سے صحبت کر سکے یا نہیں، اور تم کو اطمینان کے ساتھ انزال ہو گیا یا نہیں، اور صحبت تم نے اس عورت کی رضامندی سے کی یا بلا رضا؟ بالکل سچ اور صحیح تحریر کرو ورنہ خدائے تعالیٰ تم کو بڑی سخت سزا دیں گے۔

۴۔ اگر تم صحبت نہیں کر سکے اور پا جامہ اس کا نہیں کھول سکے اور تندی تم کو نہیں ہو رہی تھی تو کیا تم کو اس کشاکشی میں بغیر صحبت کئے ہوئے انزال ہو گیا تھا یا نہیں؟ بات ہرگز مت چھپانا، اس میں بڑی باریک بات ہے، بالکل سچ بیان کرو۔

۵۔ سب سے آخر میں یہ لکھو یا بیان کرو کہ میں نے جو کچھ اوپر لکھایا بیان کیا، بالکل سچ اور صحیح ہے، اگر میں نے کوئی بات اس میں جھوٹ کہی ہو تو اللہ تعالیٰ مجھ کو اسی وقت ہمیشہ کے لئے اندھا اور کوڑھی کر دے اور میں بھیک مانگ مانگ کر مروں۔

جواب سوالات جرح:

۱۔ خدائے پاک اور قرآن شریف کی قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ یہ شیطان کا کام ہے کہ وہ آدمی کو بہکاتا ہے اور ذلت میں ڈلاتا ہے، تین چار مرتبہ اس نے یہ حرکت کرائیں کہ اس کے بدن پر ہاتھ لگوا یا، یعنی اس کے پستان کو پکڑا اور اس کا منہ کھلا ہوا تھا، دو مرتبہ گالوں کو چوما، ایک دو مرتبہ اس کو منہ کھولنے کو بھی کہا، کمر بند اس کا نہیں کھولا، نہ کھولنے کا ارادہ کیا، نہ اس کے پلنگ پر بیٹھا۔

۲۔ کمر بند اس کا نہیں کھولا اور نہ کھولنا چاہا، نہ اس وقت مجھ کو شہوت ہو رہی تھی اور اعضائے تناسل پر تندی بھی نہیں ہو رہی تھی۔

۳۔ صحبت نہیں ہوئی، نہ رضامندی سے، نہ بغیر رضامندی اور نہ انزال ہوا۔

- ۴- انزال اس کو ہاتھ لگانے سے نہیں ہوا، نہ اعضائے تناسل پر تندی تھی، منی خارج نہیں ہوئی۔
- ۵- یہ جو کچھ میں نے اوپر لکھا ہے، یا بیان کیا ہے، یہ سچ اور صحیح ہے، اگر کوئی جھوٹ لکھی ہو تو خداوند تعالیٰ اسی وقت ہمیشہ کے لئے اس کی سزا مجھ کو دے گا۔

اب سوال یہ ہیں:

- ۱..... ایسی صورت میں حنفی مذہب کی رو سے عمر کی بیوی اس کے نکاح میں داخل رہی یا نہیں؟
 - ۲..... اگر حنفی مذہب کی رو سے کوئی صورت عمر کے نکاح میں داخل رہنے کی باقی نہ ہو تو کسی دوسرے امام کے مذہب پر ضرورتاً عمل کرنا موجب گناہ تو نہیں ہوگا؟ اور کس امام کے مذہب کے موافق عمر کی بیوی نکاح سے باہر نہیں ہو سکتی، ان کا نام بھی تحریر کیجئے۔
 - ۳..... اگر عند الاحناف عورت مذکورہ ہمیشہ کے لئے عمر پر حرام ہو گئی اور کسی امام کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے دوبارہ نکاح میں آنا جائز نہ ہو تو کیا عورت مذکورہ بغیر کسی روک کے دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے؟
 - ۴..... عورت اپنے مہروں کا دعویٰ خسر پر کرے یا عمر (شوہر) پر؟
 - ۵..... عمر پر جس پر اس کے باپ نے اتنا بڑا ظلم کیا کہ اس کی بیوی کو ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا، کیا اب بھی اس پر باپ کے حقوق پوری باقی رہیں گے؟ یا ساقط ہو جائیں گے؟
- سائل: نور الحسن، مقام دہرہ دون، نیو فارسٹ وڈ ورک شاپ سنکشن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

- ۱..... صورت مسئلہ میں عند الاحناف عمر کے لئے اس بیوی کو اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں، بلکہ اس سے متارکت ضروری ہے، کیونکہ مصاہرت کی وجہ سے اس پر حرام ہو گئی، یہ حرمت بلا انزال ثابت ہو جاتی ہے:
- ”ولو أخذ ثديها وقال: كان عن غير شهوة، لا يصدق“. خلاصہ (۱)۔
- اور عالمگیری میں ہے: ”لأن الغالب خلافه“ (۲)۔

(۱) (خلاصۃ الفتاویٰ، الفصل الثالث فی حرمة المصاهرة: ۹/۲، امجد اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۱/۲، دار المعرفۃ بیروت)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریۃ، القسم الثانی: المحرمات بالصہریۃ وما یتصل بذلك: ۱/۲۷۶، رشیدیہ)

قال فی الهندیة: ”وكان الشیخ الإمام الأجل ظہیر الدین المرغینانی یفتی بالحرمة فی القُبلة علی الفم والخذ والرأس وإن كانت مقنعة، وكان یقول: لا یصدق فی أنه لم یکن بشهوة“. طحطاوی: ۱۷/۲ (۱)۔

وفی البحر الرائق: ”لأن الأصل فی التقبیل وهو الشهوة“ (۲)۔ شامی: ۴۶۲/۲، میں ہے: ”إن قبّل الفم، یفتی بها: أی الحرمة وإن ادعی أنه بلا شهوة، وألحق الخدّ بالفم“ (۳)۔

۲..... امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صورت مسئلہ میں حرمت ثابت نہیں ہوئی، ”و عند الشافعی لا تثبت الحرمة بالزنا، فأولی أن لا تثبت بالمس والنظر بدون الملك“. بدائع (۴)۔ لیکن حنفی کے لئے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر ایسی صورت میں عمل کرنا جائز نہیں بلکہ گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ اول تو حلت و حرمت کا مقابلہ ہے، لہذا حرمت کو ترجیح ہوگی (۵)۔ دوسرے ایسی صورتوں میں غیر کے مذہب پر عمل کرنے کی ہمارے فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی (۶)۔

(۱) (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۱۷/۲، دار المعرفہ، بیروت)

(۲) (البحر الرائق، فصل فی المحرمات: ۱۷/۳، رشیدیہ)

(۳) (الدر المختار مع رد المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۶/۳، سعید)

(۴) (بدائع الصنائع، فصل فی المحرمات: ۴۲۵/۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، فصل فی المحرمات: ۱۷/۳، رشیدیہ)

(۵) ”إذا اجتمع الحلال والحرام، أو المحرم والمبیح، غلب الحرام والمحرم“. (قواعد الفقہ، رقم القاعدة: ۱۴)، ص: ۵۵، الصدف پبلشر کراتشی

(و کذا فی شرح الأشباه والنظائر، القاعدة الثانیة: إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام: ۳۰۱/۱، إدارة القرآن کراچی)

(۶) ”ارتحل إلى مذهب الشافعی، یعزر“. (الدر المختار). ”قوله: ارتحل إلى مذهب الشافعی یعزر: أی إذا كان ارتحاله لا لغرض محمود شرعاً، لمافی التتارخانیة: حکى أن رجلاً من أصحاب أبی حنیفة خطب إلى رجل من أصحاب الحدیث ابنته فی عهد أبی بکر الجوزجانی، فأبى إلا أن یترک مذهبہ، فیقرأ خلف الإمام و یرفع یدیه عند الانحطاط و نحو ذلك، فأجابه فزوجه. فقال الشیخ بعد ما سئل عن هذه وأطرق رأسه: النکاح جائز و لكن أخاف علیہ أن یذهب إیمانه وقت النزاع؛ لأنه استخف بمذهبہ الذی =

۳..... عمر کی بیوی کو عدت گزار کر عند الاحناف موافق شرع دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے جب کہ عمر نے کہہ دیا ہو کہ میں تجھے چھوڑ چکا یا حاکم مسلم نے دونوں میں تفریق کر دی:

”وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج باخر إلا بعد المتاركة و انقضاء العدة“۔ در مختار علی الشامی: ۴۶۲/۲ (۱)۔

۴..... عورت مہر کا مطالبہ عمر سے کرے، اگر خلوت صحیحہ یا جماع کی نوبت عمر کے ساتھ آچکی ہے۔

”ويتأكد (للمهر) عند وطئ أو خلوة صحت من الزوج“ (۲)۔ ”وإذا تأكد المهر، لم يسقط وإن جاءت الفرقة من قبلها“۔ عالمگیری: ۳۱۷/۲ (۳)۔

اگر ان حرکات سے عمر کے باپ کی نیت یہ تھی کہ عمر پر اس کی بیوی حرام ہو جائے تو مقدار مہر عمر اپنے باپ سے لے گا، اگر یہ نیت نہیں تھی تو عمر باپ سے نہیں لے گا، الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۸۴/۲ (۴)۔

۵..... حقوق پدری اب بھی باقی ہیں، ساقط نہیں ہوئے، جب تک کسی معصیت کا امر نہ کرے حتیٰ الوسع

= هو حق عنده و تركه لأجل جيفة منتنة، الخ“۔ (رد المحتار، باب التعزير، مطلب فيما إذا ارتحل الى غير مذهبه: ۸۰/۴، سعید)

(۱) ”وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج باخر إلا بعد المتاركة و انقضاء العدة“۔ (الدر المختار، باب المحرمات: ۳۷/۳، سعید)

(و كذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۱۷/۳، دار المعرفة بيروت)

(۲) (الدر المختار، باب المهر: ۱۰۲/۳، سعید)

(۳) (الفتاوى العالمگیریہ، القسم الثانی: المحرمات بالصهریة و ما يتصل بذلك، كتاب النكاح: ۲۷۷/۱، رشیدیہ)

(۴) ”رجل قبل امرأة أبيه بشهوة أو قبل الأب امرأة ابنه بشهوة و هي مكرهة، وأنكر الزوج أن يكون بشهوة، فالقول قول الزوج، و إن صدقه الزوج، وقع الفرقة. ويجب المهر على الزوج، ويرجع بذلك على الذي فعل إن تعمد الفاعل الفساد و إن لم يتعمد لا يرجع“۔ (الفتاوى العالمگیریہ، كتاب النكاح، القسم الثانی: المحرمات بالصهریة و ما يتصل بذلك: ۲۷۶/۱، رشیدیہ)

(و كذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۱۷/۳، دار المعرفة بيروت)

باپ کی اطاعت کرنی چاہیے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱۲/۵۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۱۲/۵۱ھ، صحیح: عبد الرحمن غفرلہ۔

خسر کا اپنی بہو کے سینہ کو اپنے سینہ سے ملانا

سوال [۵۶۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ لعل میاں سارنگ اور اس کی بہو کے درمیان مندرجہ ذیل واقعات پیش آئے، اس صورت میں حرمت مصاہرت ثابت ہوئی یا نہیں؟

حلیہ بیان حلیمہ کار و بروعدالت:

بسرط واقعہ

تقریباً ایک مہینہ ہوا، ایک دن دوپہر سے پہلے میرے خسر صاحب کھیت یعنی زمین سے غسل کرنے کے واسطے حوض کے گھاٹ پر آئے تھے، میں اس وقت اندر مکان سے گھاس لار ہی تھی، اس نے مجھ سے کہا کہ میرا کپڑا لادے، میں نے کپڑا لادیا۔ پھر دوبارہ جب میں گھاس لائی، دیکھتی ہوں کہ وہ غسل کر کے ڈیوڑھی میں داخل ہوا، پھر مجھے کہا کہ حلیمہ تو اس طرف آ جا، میں نے عرض کی: کس لئے؟ اس نے کہا کہ جلدی آ جا۔ میں مجبوراً ڈیوڑھی کے پوربی دروازے پر جا کر ٹھہری، اس نے کہا اندر آ جا۔ میں نے کہا کہ آپ کا کیا کہنا ہے، فرمائیں؟ اس نے کہا کہ تو میری ایک بات قبول کر میں تجھ کو اپنی جگہ زمین اور ٹین کے گھر دوں گا۔ میں نے کہا وہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کام کر، میں نے کہا وہ کام کیا ہے؟ اس نے کہا اندر داخل ہو جا، میں نے کہا ہرگز نہیں، آپ میرے خسر اور ماموں ہیں، آپ سے میرا یہ کام نہیں ہو سکتا۔ تب اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، میں زور سے ہاتھ چھڑا کر مکان کی طرف بھاگ گئی۔

دوسرا واقعہ

دوسرے روز میں عصر کے وقت ڈیوڑھی کے سامنے صحن کو جھاڑو دیتی تھی، اس نے پیچھے سے آ کر کہا تو

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (سورۃ بنی اسرائیل: ۲۳)

نے میری بات کو قبول نہیں کیا؟ میں نے جواب دیا آپ کی ایسی بات کو قبول نہیں کر سکتی، اس کے بعد وہ میرے دیور کو آتے ہوئے دیکھ کر دوسری طرف بھاگ گیا۔

تیسرا واقعہ

تیسرے دن دوپہر کو میں بیل گھر کے سامنے سرنگوں ہو کر گھاس جمع کر رہی تھی، اس نے پیچھے سے آ کر میری کمر پر ہاتھ لگایا، جس میں کپڑا حائل نہیں تھا اور کہا تو بارش میں کیوں بھیگتی ہے، پس میں اس سے الگ ہو گئی۔

چوتھا واقعہ

اس کے دس پندرہ دن کے بعد میں تائی کے گھر میں نیند کے لئے گئی تھی، تقریباً آدھی رات گزری ہوگی، میرے خسر نے مجھے اپنے حجرہ میں بلوایا، جب میں وہاں پہونچی، میری ساس نے کہا: اپنے خسر کو پنکھا کر، پس میں پنکھا کرنے لگی، اس نے کہا کہ میرے بدن میں تیل مل آ کر، تو میں اس کے ہاتھ اور پیٹھ میں تیل ملنے لگی۔ اس اثنا میں وہ میرا ہاتھ پکڑ کر ایسا زور سے کھینچا جس سے میرا سینہ اس کے سینہ کے ساتھ مل گیا، میں اس سے چھوٹ کر بھاگ گئی۔

سوالِ عدالت و جوابِ حلیمہ

عدالت: جس وقت تم کو چمٹا لیا تھا اس وقت تیرے اور اس کے سینہ کے درمیان کپڑا حائل تھا یا نہیں؟

جواب حلیمہ: جس وقت مجھ کو چمٹا لیا اس وقت میرے پیٹ اور سینہ سے کپڑا الگ ہو گیا تھا۔

سوالِ عدالت: اس کے سینہ پر کپڑا وغیرہ کچھ تھا یا نہیں؟

جواب حلیمہ: اس کا سینہ برہنہ تھا۔

سوال و جوابِ عدالت لعل میاں سارنگ خسر حلیمہ عمر بیجا سہال

سوالِ عدالت: کیا تم اس فعل میں مجرم ہو یا نہیں؟

جواب لعل میاں: جب آپ لوگ مجرم کہتے ہیں تو میں مجرم ہوں۔

عدالت: ارے! ہم لوگوں کی بات چھوڑو، تم نے یہ فعل کیا ہے یا نہیں؟

جواب لعل میاں: میں اس فعل میں مجرم ہوں۔

عدالت: کیا تم نے یہ فعل کیا ہے؟

جواب لعل میاں: جی ہاں! کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حلیمہ کے اس بیان کی کہ ”اس کو اس کے خسر نے شہوت سے ہاتھ لگایا ہے“ حلیمہ کا شوہر تصدیق کرتا ہے اور اس کو حلیمہ کے سچا ہونے کا یقین یا ظن غالب ہے تو وہ اپنے شوہر کے اوپر حرام ہوگئی، متارکت لازم ہے اور متارکت کے بعد عدت گزار کر حلیمہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، خسر سے اس وقت بھی درست نہیں:

”وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدقها، أو يقع في أكبر رأيه صدقها. وعلى هذا ينبغي أن يقال في مسه إياها: لا تحرم على أبيه وابنه إلا أن يصدقها أو يغلب على ظنه صدقها. ثم رأيت عن أبي يوسف ما يفيد ذلك، اهـ.“ بحر: ۱۰۰/۳ (۱)۔ ”وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج باخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة.“ درمختار علی الشامی: ۴۳۷/۲ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۳۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۳۲ھ۔

خسر کا اپنی بہو کو بدکاری کے لئے کہنا

سوال [۵۶۵۹]: ایک شخص نے اپنے سگے بیٹے کی بیوی سے بدنیتی سے کہا کہ میرے ساتھ صحبت کرالو، یہ بات ایک بار نہیں تین بار کہا۔ عورت نے مجبور ہو کر اپنے گھر والے کو کہہ دیا، گھر والے نے جواب دیا

(۱) (البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۷۷/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدیر، باب المحرمات: ۲۲۲/۳، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۳۲۸/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۲) (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۷/۳، سعید)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۱۷۷/۳، دار المعرفة بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الرضاع: ۴۰۰/۳، رشیدیہ)

چپ رہ۔ کئی دنوں کے بعد بدکاری کے لئے پھر کہا، عورت نے مجبوراً اپنے باپ اور دیگر رشتہ داروں سے کہہ دیا۔
اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں لڑکے کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر خالی زبان سے کہا ہے، ہاتھ نہیں لگایا تو اس سے کچھ نہیں ہوا، اگر اس کے بدن کو ہاتھ لگایا کہ بدن کی گرمی محسوس ہوئی اور شہوت پیدا ہوگئی، یا پہلے سے شہوت تھی اس میں اضافہ ہو گیا (۱)، اور عورت کے شوہر نے اس کی تصدیق کی تو وہ اپنے شوہر پر حرام ہوگئی (۲)، اس کے ذمہ لازم ہے کہ طلاق دے کر آزاد کر دے (۳)۔ اگر

(۱) ”فمن زنی بامرأة، حرمت علیہ أمها وإن علت، وابنتها وإن سفلت، وكذا تحرم المزنیٰ بها علی آباء الزانی و أجداده وإن علوا، وأبنائه وإن سفلوا..... و كما تثبت هذه الحرمة بالوطء، تثبت بالمس والتقبيل..... ثم المس إنما یوجب حرمة المصاهرة إذا لم یكن بینهما ثوب، أما إذا كان بینهما ثوب، فإن كان صفیقا لا یجد الماس حرارة الممسوس، لا تثبت حرمة المصاهرة وإن انتشرت آلتہ بذلك. وإن كان رقیقا بحيث تصل حرارة المحسوس إلى یدہ، تثبت، كذا فی الذخيرة“. (الفتاویٰ العالمکیریہ، القسم الثانی: المحرمات بالصهریة وما یتصل بذلك: ۲۷۷/۱، رشیدیہ)

(و كذا فی البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات: ۱۷۶/۳، رشیدیہ)

(و كذا فی الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات: ۳۲/۳، سعید)

(۲) ”وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن یصدقها، ویقع فی أكبر رأیه صدقها، وعلی هذا ینبغی أن یقال فی مسه إياها: لا تحرم علی أبیه وابنه، إلا أن یصدقاه أو یغلب علی ظنهما صدقها. ثم رأیت عن أبی یوسف ما یفید ذلك“. (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات: ۳۳/۳، سعید)

(و كذا فی البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات: ۱۷۷/۳، رشیدیہ)

(و كذا فی فتح القدير، باب المحرمات: ۲۲۲/۳، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و كذا فی مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۳۲۸/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۳) ”وبحرمة المصاهرة لا یرتفع النكاح، حتی لا یحل لها التزوج باخر إلا بعد المتاركة و انقضاء العدة“. (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات: ۳۷/۳، سعید)

(و كذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۱۷۷/۳، دار المعرفة بیروت)

(و كذا فی البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۴۰۰/۳، رشیدیہ)

شوہر کے نزدیک یہ بات غلط ہے تو حرام نہیں ہوئی (۱)، لیکن اس کا انتظام کیا جائے کہ آئندہ ایسی نوبت نہ آئے کہ شکایت کا موقع ملے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۱۳۹۵ھ۔

بیٹی کو با شہوت چھونے سے حرمتِ مصاہرت کے بعد اپنی بیوی کو مجبوراً گھر میں رکھنا

سوال [۵۶۶۰]: زید نے اپنی بیٹی کو لاعلمی اور شبہ سے بالشہوۃ چھولیا تو کیا زید پر اپنی بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی، جیسا کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک ہے؟ مفتی حضرات اجازت دیتے ہیں کہ وہ اپنی بیوی کو رکھ سکتا ہے، اگر زید اپنی بیوی کو علیحدہ نہیں کرتا تو وہ فی ما بینہ و بین اللہ آثم ہوگا یا نہیں؟ اور اس صورت میں جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ حرامی ہے یا نہیں؟ اور اگر ان کو یہ مسئلہ معلوم نہ ہو تو کچھ گنجائش بیوی کو رکھنے کی ہے یا نہیں؟ دوسرے جن لوگوں کو مسئلہ معلوم ہو ان کے ذمہ لازم ہے کہ وہ زید کو اس مسئلہ سے آگاہ کریں یا نہیں؟ اگر ایسی صورت میں کئی مجبوریاں ہوں تو دیگر ائمہ کے مسلک پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جیسا کہ زوجہ مفقودہ میں فتویٰ دیا جاتا ہے، مثلاً زید کے نکاحِ ثانی کی امید بالکل نہ ہو، نہ اس کی بیوی کے لئے نکاحِ ثانی کی امید ہو، نیز بچوں کی پرورش میں بڑی پریشانی پیش آئے، گھر کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔

دوسری بات یہ کہ اس عورت کے اعزہ زید کو مارنے پیٹنے کو تیار ہو جائیں۔ اور پھر عورت خود نان و نفقہ و سکنی کی محتاج ہے، اس کا کوئی کفیل نہ ہو اور نہ خود کما کر اپنی گزراوقات کر سکتی ہو۔ جواب عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ مفصل و مدلل ہونا بھی ضروری ہے، اختصار بالکل نہ ہو۔

محمد حسن راجستھانی، نمبر: ۹، فوقانی دارالعلوم دیوبند۔

(۱) "وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدقها، ويقع في أكبر رأيه صدقها، وعلى هذا ينبغي أن يقال في مسه إياها: لا تحرم على أبيه وابنه، إلا أن يصدقاه أو يغلب على ظنهما صدقها. ثم رأيت عن أبي يوسف ما يفيد ذلك". (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۳، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۷، رشيدية)

(و كذا في فتح القدير، باب المحرمات: ۳/۲۲۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(و كذا في مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/۳۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید نے اپنی قابلِ شہوت (بالغ یا قریب البلوغ) لڑکی کو بغیر کپڑے کے یا باریک کپڑے کے اوپر سے جو جسم کی گرمی محسوس ہونے سے مانع نہ ہو، ایسے طریقے پر ہاتھ لگایا ہے کہ اس کو ہاتھ لگانے سے شہوت پیدا ہوگئی، یا پہلے سے موجود تھی اس میں اضافہ ہو گیا تو اس لڑکی کی والدہ زید پر حرام ہوگئی (۱)، زید کے لئے واجب ہے کہ اس کو آزاد کر دے اور تعلقِ زوجیت ختم کر دے (۲)۔ اگر بیوی کے لئے اور کوئی ٹھکانہ نہیں، کہیں نہیں جاسکتی، نہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے، نیز زید کو اولاد کی پرورش کے لئے اس کی ضرورت ہے تو مجبوراً اس کی بھی گنجائش ہے کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ رہے اور زید اس کا خرچ برداشت کرتا رہے، مگر پورا پردہ ہونا لازم ہے، دونوں کبھی بھی تنہائی میں نہ ملیں، بے پردہ سامنے نہ آئیں، کوئی ہنسی بے تکلفی نہ ہونے پائے۔

اگر لڑکی نہ بالغہ ہے، نہ قریب البلوغ ہے، بالکل چھوٹی ہے، یا موٹے کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگایا گیا ہے کہ جسم کی گرمی محسوس نہ ہونے پائے، یا بغیر شہوت کے ہاتھ لگایا ہے، یا ہاتھ لگانے سے شہوت پیدا نہیں ہوئی، یا شہوت پہلے سے موجود تھی مگر اس میں اضافہ نہیں ہوا تو ان سب صورتوں میں حرمت نہیں ہوئی (۳)۔ حرمت

(۱) ”وحرّم أيضاً بالصهرية أصل ممسوسة بشهوة ولو لشعر على الرأس بحائل لا يمنع الحرارة هذا إذا كانت حيةً مشتتةً، أما غيرها يعنى الميتة وصغيرة لم تشتت، فلاتثبت الحرمة بها أصلاً وكذا تشترط الشهوة فى الذكر ولا فرق بين اللمس والنظر بشهوة بين عمد و نسيان و خطأ وإكراه وفى المس لا تحرم ما لم تعلم الشهوة و بنت سنّها دون تسع ليست بمشتتة، به يفتى، وإن ادعت الشهوة، الخ“ (الدر المختار مع رد المحتار، فصل فى المحرمات: ۳۲/۳، کتاب النکاح، سعید)

(و کذا فى البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فى المحرمات: ۱۷۵/۳-۱۷۹ رشیدیہ)

(و کذا فى الفتاوى العالمکیریه، القسم الثانی: المحرمات بالصهریه و ما يتصل بذلك: ۲۷۴/۱، ۲۷۵ رشیدیہ)
(۲) ”(قوله: أو متاركة الزوج) فى البزازیة: المتاركة فى الفاسد بعد الدخول لا تكون إلا بالقول كخليت سبيلك أو تركتك. و مجرد إنكار النکاح لا يكون متاركة“ (رد المحتار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فى النکاح الفاسد: ۱۳۲/۳، سعید)

(۳) (راجع رقم الحاشیة: ۱)

ثابت ہونے کی صورت میں بھی نکاح ختم نہیں ہوا، اس سے صحبت کرنا زنا نہیں، اگرچہ حرام اور سخت معصیت ہے، جیسے کہ بیوی سے حالت حیض میں صحبت کرنا زنا نہیں مگر حرام ہے (۱)۔ ایسی حالت میں بھی اگر خدا نخواستہ صحبت کر لی تو اس سے پیدا شدہ اولاد کو ولد الزنا کہنا درست نہیں ہوگا (۲)۔ یہ سب تفصیل کتب فقہ بحر (۳) عالمگیری (۴) رد المحتار وغیرہ میں موجود ہے (۵)۔

”وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج باخر، إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة. والوطى بها لا يكون زناً، اهـ.“ درمختار۔ ”قال في الذخيرة: ذكر محمد في نكاح الأصل أن النكاح لا يرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع بل يفسد، حتى لو وطئها الزوج قبل التفريق، لا يجب عليه الحد، اشتبہ عليه أو لم يشتبہ عليه، اهـ.“ رد المحتار (۶)۔

لیکن حرمت مصاہرت ثابت ہونے کے بعد اگر صحبت کرے گا تو سخت گنہگار بھی ہوگا اور مہر بھی لازم ہوگا: ”و عليه مهر المثل بوطئها بعد الحرمة، ولا حد عليه، ويثبت النسب، اهـ.“ رد المحتار:

۲/۲۸۳ (۷)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۴/۹۴ھ۔

- (۱) قال الله تعالى: ﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ، قُلْ هُوَ أَذًى، فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ، وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهَرْنَ﴾ (التوبة: ۲۲۳)
- (۲) نکاح فاسد میں بچہ کے نسب ثابت ہو جانے کی وجہ سے اسے ولد الزنا کہنا درست نہیں ہے: ”النكاح الصحيح وما هو في معناه من النكاح الفاسد، والحكم فيه أنه يثبت النسب من غير دعوة“. (الفتاوى العالمكيريہ، كتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب: ۱/۵۳۶، رشیدیہ)
- (۳) (راجع البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۵-۱۷۹، رشیدیہ)
- (۴) (راجع الفتاوى العالمكيريہ، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية، وما يتصل بذلك: ۱/۲۷۴، رشیدیہ)

(۵) (راجع رد المحتار، فصل في المحرمات: ۳/۳۲، سعید)

(۶) (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۷، سعید)

(۷) (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۷، سعید)

ایضاً

سوال [۵۶۱]: ایک شخص نے اپنے حقیقی بیٹے کی زوجہ سے بعدم موجودگی پسر خود فعل ناجائز کیا، اس عورت کو خسر کا حمل حرام ہو گیا، بیٹے کے پاس اس عورت کو بھیجا اس نے یہ امر ظاہر ہونے پر اس کو واپس نکال دیا بعد گزرنے ایام حمل لڑکا پیدا ہو گیا۔ اس کے لڑکے نے آگے بڑا فساد پیدا کیا اس کو طلاق کے واسطے کہا گیا اور مہر طلب کیا گیا تو مہر ۵۰۰ روپیہ تھا وہ ادائیگی کی وسعت نہ رکھتا تھا اس وجہ سے طلاق نہ دے سکا اور ملازمت پر چلا گیا اس اثنا میں دوسرا بچہ اس خسر کا پیدا ہو گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ عورت بے طلاق بیٹے کے نکاح سے خارج ہو گئی یا نہیں یا اس کو طلاق دینا ضروری ہے اور مہر اس کو ادا کرنا چاہیے یا نہیں؟ بہر دو صورت بعد گزرنے معیاد عدت اس عورت مطلقہ کا نکاح اس خسر سے جائز ہے یا نہیں اور اس صورت میں جب کہ اس کا امر ظاہر ہو گیا اہل محلہ جو لوگ اس کے طرف دار ہوتے ہیں ان پر بھی کوئی سزا شرعی عائد ہوتی ہے یا نہیں؟ مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں لڑکے پر اس کی بیوی حرام تو ہو گئی مگر نکاح کرنا اس عورت کو بلا تفریق قاضی یا متارکت جائز نہیں، البتہ اگر شوہر کہہ دے کہ میں نے چھوڑ دی، یا قاضی تفریق کر دے اور پھر عدت بھی گزر جائے تب عورت کو کسی دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہوگا:

”وبحرمة المصاهرة لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لها التزوج باخر إلا بعد المتاركة، اه وقد علمت أن النکاح لا یرتفع بل یفسد، وقد صرحوا فی النکاح الفاسد بأن المتاركة لا تتحقق إلا بالقول إن كانت مدخولاً بها، وکثر کتک أو خلعت سبیلک، الخ“۔ شامی: ۴۳۷/۲ (۱)۔

اور مہر لڑکے کے ذمہ واجب ہے، کذا فی الہندیہ: ۲۸۴/۲ (۲)، متارکت بالقول یا تفریق قاضی

(۱) (ردالمحتار مع الدر المختار، باب المحرمات: ۳/۳۷، سعید)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، باب المحرمات: ۲/۱۷، دار المعرفۃ، بیروت)

(۲) ”ویجب المہر علی الزوج ویرجع بذلک علی الذی فعل إن تعمد الفاعل الفساد، وإن لم یعمد

لا یرجع“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، القسم الثانی: المحرمات بالصہریۃ، وما یصل بذلک: ۲۱۱، رشیدیہ) =

کے بعد جب عدت گزر جائے تب بھی عورت کو خسر سے نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں، کذا فی الہندیہ:
 ۲/۲۸۸ (۱)۔ ایسی حالت میں خسر کی طرف داری کرنا اس معاملہ میں شرعاً گناہ ہے (۲) بلکہ اگر وہ توبہ نہ
 کرے تو اس سے تعلقات ترک کر دیئے جائیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
 حررہ العبد محمود غفرلہ۔

اپنی لڑکی کو شہوت سے چھونے سے حرمت

سوال [۵۶۶۲]: ایک شخص رات کے وقت اپنی نفسانی خواہش کے واسطے اپنی بیوی کی چارپائی کے
 پاس گیا، اس کی بیوی کے پاس اس کی لڑکی سوئی ہوئی تھی، اس کا ہاتھ لڑکی کو لگ گیا یعنی بازو وغیرہ کو تو اس کو اسی
 وقت معلوم ہو گیا کہ میری لڑکی ہے۔ اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ اس مسئلہ کی بابت مولوی اشرف علی صاحب اپنے
 ہشتی زیور میں لکھتے: ”اس مرد کی عورت اس پر ناجائز ہو گئی، وہ اپنی عورت کو طلاق دیدے“۔ میں آپ کی خدمت
 میں گزارش کرتا ہوں کہ غلطی اس سے ہوئی پھر اس کی عورت کا کیا قصور ہے؟

لجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کو ہشتی زیور حصہ چہارم کے صفحہ ۶۹ (۴)

= (و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، باب المحرمات: ۲/۷۱، دارالمعرفة، بیروت)

(و کذا فی التاتارخانیہ، الباب التحريم: ۲/۶۲۵، إدارة القرآن کراچی)

(۱) ”والثانية حلیلة الابن وابن الابن وابن البنت وإن سفلوا، دخل بها الابن أم لا“۔ (الفتاویٰ

العالمگیریہ، القسم الثانی: المحرمات بالصہریہ: ۱/۲۷۴، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، فصل فی الفرقة الثالثة من المحرمات: ۳/۴۱۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾۔ (سورة المائدة: ۲)

(۳) قال الخطابی: رخص للمسلم أن يغضب علی أخیه ثلاث لیل لقلته ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان

الهجران فی حق من حقوق اللہ تعالیٰ فیجوز فوق ذلك مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى

الحق“۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب ما ینهی عنه من التهاجر، الفصل الأول:

۸/۷۵۸، ۷۵۹، رشیدیہ)

(۴) (ہشتی زیور، باب ”جن لوگوں سے نکاح کرنا حرام ہے، حصہ چہارم، ص: ۳۱۷، دارالاشاعت کراچی)

پرتحریر فرماتے ہیں اور آپ کے اس شبہ کا جواب امداد الفتاویٰ کے تتمہ ثالثہ ص: ۳۴ میں دیا ہے، ان سے یہی سوال کیا گیا ہے اس کے جواب میں لکھا ہے:

”اس کا حرام ہونا کسی تصور کی وجہ نہیں، بلکہ جب سبب پایا جاتا ہے تو مسبب بھی پایا جاتا ہے یعنی جیسا کہ کوئی شخص بھولے سے زہر کھالے، گناہ تو نہیں مگر مرتو جاوے گا یعنی: جیسا کہ خواہ بھول کر کھاوے خواہ جان کر اس کا اثر ہوتا ہے، اسی طرح خواہ بھول کر جوانی کے جوش اور شہوت سے لڑکی کو ہاتھ لگاوے خواہ جان کر، بہر حال اس کا اثر تو ضروری ہے“ (۱)۔

اگر وہ لڑکی بالغہ ہے اور اس کو شہوت سے ہاتھ لگایا ہے تو بیوی یعنی لڑکی کی والدہ اس پر حرام ہوگئی اس کو علیحدہ کرنا ضروری ہے:

”وحرّم أيضاً بالصهرية أصل مزنيته، أراد بالزنا الوطى الحرام، وأصل ممسوسة بشهوة“. درمختار۔ قال الشامي: ”لأن المس والنظر سبب داع إلى الوطى، فيقام مقامه في موضع الاحتياط، هداية. واستدل لذلك في الفتح بالأحاديث والآثار عن الصحابة والتابعين“. رد المحتار، ص: ۴۳۲ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱۱/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ذی قعدہ/۵۴ھ۔

لڑکی سے بوس و کنار کا اثر سوتیلی ماں پر

سوال [۵۶۶۳]: ایک شخص اپنی لڑکی سے اگر زنا کا ارتکاب کر بیٹھے تو کیا اس کی بیوی جس سے وہ

(۱) (إمداد الفتاوى: ۳۲۶/۲، باب المحرمات وغيرها، دار العلوم کراچی)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، فصل في المحرمات: ۳۲/۳، کتاب النکاح، سعید)

(و کذا في الهداية، کتاب النکاح: ۳۰۹/۲، شركة علمیه ملتان)

(و کذا في البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۱۷۹/۳، رشیدیہ)

(و کذا في خلاصة الفتاوى، الفصل الثالث في حرمة المصاهرة: ۸/۲، امجد اکیڈمی لاہور)

لڑکی پیدا ہوئی ہے اس شخص پر حرام ہو جائے گی؟ اور اگر اس لڑکی کی ماں انتقال کر چکی ہو اور اس کے باپ نے دوسرا نکاح کر لیا ہو تو اس دوسری بیوی کے متعلق کیا حکم ہے، حرام ہوگی یا نہیں؟ نیز اپنی لڑکی سے شہوت کی حالت میں بوس و کنار کرنے سے یا دوائی و طی سے بیوی اس پر حرام ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے اس فعل بد کی وجہ سے اس لڑکی کی حقیقی ماں حرام ہوگئی، سوتیلی ماں حرام نہیں ہوئی، یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب کہ شہوت سے اپنی لڑکی سے بوس و کنار یا دوائی و طی کرے:

”وحرّم أيضاً بالصهرية أصل مزنية وممسوسة بشهوة، اه“۔ درمختار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۸۸ھ۔

سوتیلی ماں کو بد نیتی سے ہاتھ لگایا، حرمت مصاہرت کی وجہ

سوال [۵۶۶۲]: زید نے اپنی سوتیلی ماں کو بد نیتی سے ہاتھ لگایا، مگر سوتیلی ماں نے اپنے کو پوری

طاقت سے زنا بالجبر سے بچا لیا۔ جب شوہر تھوڑی دیر کے بعد آیا تو عورت نے لڑکے کی گستاخی کا ذکر کیا۔ ماں

نے یہ بھی کہا کہ اپنے کو بچانے کے لئے لڑکے کے چہرہ کو زخمی کر دیا، چنانچہ لڑکے کے چہرہ پر نشان شوہر کو دکھلا دیا۔

باپ اور بیٹے کی تھوڑی دیر بعد ملاقات ہوئی، تو باپ نے یہ کہا کہ تم آج سے یہاں نہ رہو، کہیں چلے جاؤ، چنانچہ

وہ لڑکا اپنی ماں کے پاس چلا گیا اور یہ بات کسی کو معلوم نہ ہوئی، اس واقعہ کو تقریباً چار برس ہو گئے۔ سوال یہ ہے کہ

عورت لڑکے کی اس حرکت کی وجہ سے اپنے شوہر پر حرام ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید نے بغیر کپڑے کے سوتیلی ماں کے جسم کے کسی بھی حصہ کو شہوت سے ہاتھ لگایا ہے اور اس سے

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۳۲، سعید)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۲/۳۰۹، مکتبہ شرکتہ علمیۃ ملتان)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۹، رشیدیہ)

(و کذا فی خلاصۃ الفتاویٰ، الفصل الثالث فی حرمة المصاهرة: ۲/۱۰۸، امجد اکیڈمی لاہور)

شہوت پیدا ہوگئی، یا شہوت میں اضافہ ہو گیا، یا کپڑے کے اوپر سے مس کیا مگر وہ کپڑا اتنا باریک تھا کہ جسم کی حرارت محسوس ہوئی، نیز زید کو انزال نہ ہوا ہو تو وہ زید کے والد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی (۱)۔ اس کو دوسرے سے ابھی نکاح کی اجازت نہیں ہوگی، بلکہ شوہر کے ذمہ واجب ہے کہ تعلق زوجیت ختم کر دے، بلکہ صاف صاف طلاق دے کر اس کو بالکل چھوڑ دے، پھر وہ عدت گزار کر دوسرے مرد سے نکاح کر سکے گی (۲)۔

یہ حکم اس وقت ہے کہ شوہر (زید کے والد) کو اپنی بیوی کے اس بیان پر اعتبار ہو اور وہ اس کو سچ سمجھے، ورنہ کوئی حرمت نہیں، دونوں ایک دوسرے کے لئے پہلے کی طرح حلال ہیں (۳)۔ یہ مسئلہ درمختار، بحر (۴) فتح القدیر (۵) وغیرہ سب کتب میں مذکور ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مکان میں آگ لگ جائے تو اس

(۱) ”فمن زنا بامرأة، حرمت علیہ أمها وإن علت، وابتنتها وإن سفلت. وكذا تحرم المزنئى بها على آباء الزانى وأجداده وإن علوا، وأبنائه وإن سفلوا..... و كما تثبت هذه الحرمة بالوطء، تثبت بالمس والتقبيل..... ثم المس إنما يوجب حرمة المصاهرة إذا لم يكن بينهما ثوب، أما إذا كان بينهما ثوب إن كان صفيقاً لا يجد الماس حرارة الممسوس، لا تثبت حرمة المصاهرة وإن انتشرت آله بذلك. وإن كان رقيقاً بحيث تصل حرارة الممسوس إلى يده، تثبت، كذا في الذخيرة“. (الفتاوى العالمگیریة، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية وما يتصل بذلك: ۲۷۵، ۲۷۴/۱، رشیدیہ)
(و كذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳۲/۳، سعید)
(و كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۷۹/۳، رشیدیہ)

(۲) ”وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج باخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة“. (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳۷/۳، سعید)
(و كذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۱۷۷/۳، دار المعرفة بیروت)
(و كذا في البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۴۰۰/۳، رشیدیہ)

(۳) ”وثبوت الحرمة بلمسها مشروط: بأن يصدقها، ويقع في أكبر رأيه صدقها، وعلى هذا ينبغي أن يقال في مسه إياها: لا تحرم على أبيه وابنه إلا أن يصدقاه أو يغلب على ظنهما صدقه. ثم رأيت عن أبي يوسف ما يفيد ذلك“. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳۳/۳، سعید)

(۴) (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۷۷/۳، رشیدیہ)

(۵) (فتح القدیر، باب المحرمات: ۲۲/۳، مصطفى الحلبي بیروت)

سے دوسرے کا مکان بھی جل جاتا ہے، اگرچہ دوسرا بے قصور ہے، قریب قریب اس مسئلہ کا بھی ایسا حال ہے، آخر لڑکے کے جرم کی وجہ سے بسا اوقات ماں باپ کو بھی تھانہ کچہری میں جانا پڑتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

سوتیلی ماں سے حرمتِ مصاہرت کی ایک صورت

سوال [۵۶۶۵]: زید کی منکوحہ کو قبل نکاح زید کے لڑکے سے محبت تھی اور لڑکے کو منکوحہ زید سے زید نے نکاح کے وقت دریافت کیا کہ تجھ کو میرے لڑکے سے محبت ہے اس کو تجھ سے، تو پھر میرا نکاح کیونکر جائز ہے، اس منکوحہ نے قسم کھائی اور بہت بڑی قسم کھائی اور کہا کہ مجھ کو اس سے اولاد والی محبت ہے۔ غرض نکاح اور ایک گھر میں رہنا سہنا ہو گیا، عرصہ ۴ سال سے دیکھتے رہے کہ اکثر حرکات و سکنات و اشارہ کنایہ سے ہے، مگر چشم دید مجامعت کا واقعہ نہیں۔ اس وقت لڑکے کی عمر ۲۲ سال کی ہے۔

ایک شب کا واقعہ ہے کہ جس مکان میں زید کی منکوحہ رہتی تھی اس میں سوائے زید کے اور کوئی نہ سوتا تھا، اس روز لڑکے کو مکان میں دیکھ کر شبہ ہوا اور زید نے اپنے گھر کا دروازہ کھلوا یا تب زید کو زوجہ کے پاس کسی غیر شخص کے موجود ہونے کا شبہ ہوا۔ مکان میں اندھیرا تھا، زید نے منکوحہ سے دیا سلائی طلب کی مگر اس نے کچھ سرسری سا جواب دیا، زید کو اور شبہ ہو گیا پھر تلاش کرتے کرتے زید پاخانہ میں گیا تو لڑکے کو چھپا ہوا پایا، اس پر پورا شک ہو گیا۔ ہر دو شخص فعل زنا کا اقرار نہیں کرتے اور اپنی صفائی پر قسم کھاتے ہیں۔ اب زید علیحدہ کرے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید نے اپنے لڑکے کو اپنی بیوی کے ساتھ جماع یا دوائی جماع میں نہ خود کبھی مبتلا دیکھا، نہ کسی اور نے دیکھا، نیز زید کا لڑکا حلفیہ بیان دیتا ہے کہ زید کی بیوی کیساتھ نہ مجھے کبھی جماع کی نوبت آئی ہے، نہ دوائی جماع کی، یعنی کبھی شہوت سے بوسہ دینے یا مس کرنے کی نوبت نہیں آئی، اسی طرح زید کی بیوی حلفیہ بیان دیتی ہے اور زید کو دونوں کے حلفیہ بیان پر اطمینان ہے تو شرعاً اس پر بیوی کا الگ کرنا ضروری نہیں ہے، فتح القدیر: ۲/۳۶۷ میں تصریح ہے:

”وَأَنبَتُ الْحَرَمَةَ بِمَسِّهَا مَشْرُوطٌ: بِأَن يَصْدَقَهَا، أَوْ يَقَعَ فِي أَكْبَرِ رَأْيِهِ صَدَقُهَا. وَعَلَى

هَذَا يَسْغَى أَنْ يَقَالَ فِي مَسِّهَا: لَا تَحْرِمُ عَلَى أَبِيهِ وَابْنِهِ إِلَّا أَنْ يَصْدَقَاهُ أَوْ يَغْلِبَ عَلَى ظَنِّهِمَا

صدق. ثم رأيت عن أبي يوسف أنه ذكر في الأمالي ما يفيد ذلك، قال امرأة: قبلت ابن زوجها، وقالت: كان عن شهوة، إن كذبها الزوج لا يفرق بينهما، ولو صدقها وقعت الفرقة“ (۱)۔
البتہ اگر دونوں کے بیان پر اطمینان نہیں بلکہ شک باقی ہے اور طبعی تقاضا بھی بیوی کو الگ کرنے کا ہے تو احتیاطاً بیوی کو الگ کر دے: ”دع ما يريك إلى ما لا يريك“ (۲)۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو اس لڑکے اور اس عورت کا مکان الگ کر دینا چاہئے اور اس لڑکے کو ممانعت کر دی جائے اس عورت کے پاس آنے کی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد الرحمن غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ربیع الاول/ ۵۲۔

ساس کا بدن دبائے سے حرمت

سوال [۵۶۶۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

زید جوان مرد نے ہندہ کی بیٹی زینب سے نکاح کیا، زینب کے قبل بلوغ ہندہ کی زبانی معلوم ہوا کہ زید ایک رات کہ نصف کے قریب گزر چکی تھی۔ ہندہ کی چار پائی پر آ بیٹھا، اس حالت میں کہ ہندہ کپڑے وغیرہ اتار کر سوئی ہوئی تھی، لیٹنے کے وقت جو معمولی کپڑے پہنے جاتے ہیں وہی پہنے ہوئے تھی۔ زید بیٹھ کر ہندہ کا بدن دبائے لگا، ہندہ نے کہا کہ میں کوئی تھکی ماندی نہیں ہوں اور یہ وقت بدن دبائے کا نہیں ہے۔ کچھ دیر کے بعد جب زید کو یقین ہو گیا کہ اگر میں نہ جاؤں گا تو ہندہ شور مچائے گی، اس وقت چلا گیا۔

(۱) (فتح القدیر، باب المحرمات: ۲۲۲/۳، مصطفیٰ البابی الحلبي بیروت)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۳/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۷۷/۳، رشیدیہ)

(۲) (فیض القدیر، (رقم الحدیث: ۴۲۱۱): ۳۲۴۵/۶، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکة المکرمہ)

(و أخرجه أحمد بن حنبل، فی مسند حسن بن علی بن أبی طالب، (رقم الحدیث: ۱۷۲۵): ۳۲۹/۱،

دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و أخرجه البخاری فی صحیحہ فی کتاب البیوع، باب تفسیر المشبہات: ۲۷۵/۱، قدیمی)

صبح زید کے بچھونے پر رطوبت کے نشانات بھی تھے۔ غرض! یہ بات تو ہندہ کی زبانی معلوم ہوئی۔ اور زید سے جب پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں تو کئی دن سے اس کے پاس بیٹھ کر بدن دباتا ہوں، مگر کوئی بُری نیت نہیں۔ اب عرض یہ ہے کہ زینب زید پر حرام ہوئی یا نہیں؟ شق اول پر طلاق کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئلہ میں زید کا قول شرعاً معتبر ہوگا جب تک اس کے خلاف قرائن ظاہرہ سے یقین یا ظن غالب حاصل نہ ہو جائے اور زید کے بچھونے پر رطوبت کا صبح کو پایا جانا اس پر قرینہ ظاہرہ نہیں کہ اس نے ہندہ کو شہوت سے مس کیا ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ شب کو احتلام ہو گیا ہو، لہذا اس کی بیٹی زید پر حرام نہیں ہوئی۔ البتہ اگر ہندہ کو شہوت سے مس کرنے کا یقین یا ظن غالب ہے، یا خود ہندہ نے زید کو شہوت سے مس کیا ہے تو اس کی بیٹی زید پر حرام ہوگئی، متارکت ضروری ہے:

”وإذا قبلها، ثم قال: لم يكن بشهوة فقد ذكر الصدر الشهيد في التقبيل: يفتي بشهوة الحرمة ما لم يتبين أنه قبل بغير شهوة. وفي المس والنظر إلى الفرج لا يُفتي بالحرمة، إلا إذا تبين أنه فعل بشهوة؛ لأن الأصل في التقبيل الشهوة، بخلاف المس والنظر، كذا في المحيط. هذا إذا كان المس على غير الفرج، وأما إذا كان على الفرج، لا يصدق أيضاً، كذا في المحيط.“
عالمگیری: ۱/۲۸۴ (۱)۔

اگر واقع میں زید نے ہندہ کو شہوت سے مس کیا ہے اور پھر انکار کر کے ہندہ کی بیٹی سے نکاح برقرار

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، القسم الثانی، المحرمات بالصہریۃ و ما يتصل بذلك: ۲۷۶/۱، رشیدیہ)

(و کذا فتح القدیر، باب المحرمات: ۳/۲۲۲، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۷، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیۃ، باب فی المحرمات: ۱/۳۶۱، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۳۵، سعید)

(و کذا فی المحيط البرہانی، الفصل الثالث عشر فی بیان أسباب التحريم: ۳/۱۸۴، غفاریہ کوئٹہ)

رکھے گا تو حرام کا مرتکب ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، یکم/ربیع الآخر/۵۴ھ۔

ساس کی شرمگاہ پر نظر پڑنے سے حرمت مصاہرت

استفتاء [۵۶۶]: زید گھر سے باہر جا رہا تھا کہ اس کی نگاہ نگلی عورت کی شرمگاہ پر پڑی جو بعد غسل اپنے بدن کے کپڑے خشک کر رہی تھی۔ زید نے سمجھا کہ بیوی ہے، زید نے تھوڑی دیر بحالت شہوت اس کی شرمگاہ کو دیکھا، پھر اسی وقت زید کو معلوم ہوا کہ یہ تو خوشدامن ہے (۱)۔ اب زید کی بیوی زید کے نکاح میں باقی رہی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شرمگاہ کے صرف اوپر (ظاہری) حصہ پر نظر پڑی ہے تو اس سے بیوی حرام نہیں ہوئی، دونوں بدستور شوہر بیوی ہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۰/۸۵ھ۔

ماں، ساس، بیٹے کی بیوی کو مس کرنے سے حرمت مصاہرت

سوال [۵۶۸]: اگر کوئی شخص غلطی سے اپنی ماں کو بیوی سمجھ کر شہوت سے ہاتھ لگائے تو کیا اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی؟ اور اس کو کتنا گناہ ہوگا؟ ایسے ہی اگر کوئی شخص غلطی سے اپنی بیوی سمجھ کر ساس کو ہاتھ

(۱) ”خوشدامن: ساس“ (فیروز اللغات، ص: ۶۰۱، فیروز سنز، لاہور)

(۲) ”وحررم ایضاً بالصہریۃ المنظور إلی فرجھا المدور الداخل، اختارہ فی الہدایۃ، وصححہ

فی المحيط والذخیرۃ. وفی الخانیۃ: وعلیہ الفتوی. وفی الفتح: وهو ظاهر الروایۃ.“ (رد المحتار علی

الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۳/۳، سعید)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۰۹/۲، مکتبہ شریکۃ علمیہ ملتان)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیۃ، باب فی المحرمات: ۳۶۲/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی المحيط البرہانی، الفصل الثالث عشر فی بیان أسباب التحريم: ۱۸۴/۳، غفراریہ کوئٹہ)

لگا دے تو بیوی حرام ہونے پر کیا ساس سے نکاح ہو سکے گا؟ ایسے ہی بعض ملحدین اپنی اولاد کی بیویوں سے صحبت کرتے ہیں تو کیا اولاد پر بیویاں حرام ہو جائیں گی اور خسر پر اس کا کتنا گناہ ہوگا؟ فقط۔

عبدالرحمن پیش امام، محلہ بیوپاریان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر واقعی غلطی سے ماں کو بیوی سمجھ کر شہوت سے ہاتھ لگایا اور معلوم ہونے پر نادم ہوا تو اس سے گناہ نہیں ہوا، نہ اس سے بیوی اس پر حرام ہوئی۔ البتہ وہ ماں اس کے باپ پر حرام ہو جائے گی جب کہ باپ اس کی تصدیق کرے (۱)۔ ساس کو شہوت سے ہاتھ لگانے سے بیوی حرام ہو جائے گی اگرچہ غلطی ہی سے ہاتھ لگایا ہو اور ساس سے بھی نکاح جائز نہ ہوگا۔ ایسے ہی اولاد کی بیوی خسر کے جماع کرنے سے اولاد پر حرام ہو جاوے گی (۲)، اور

(۱) ”رجل تزوج امرأة على أنها عذراء، فلما أراد وقاعها، وجدها قد افترضت، فقال لها: من افتضك؟ فقالت: أبوك، إن صدقها الزوج، بانت منه ولا مهر لها. وإن كذبها فهي امرأته، كذا في الظهيرة“.
(الفتاوى العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية وما يتصل بذلك، كتاب النكاح: ۲۷۶/۱، رشیدیہ)

(و كذا في التاتارخانية، كتاب النكاح، أسباب التحريم: ۲۲۶/۲، إدارة القرآن كراچی)
”وثبوت الحرمة بلمسها مشروط: بأن يصدقها، أو يقع في أكبر رأيه صدقها. وعلى هذا ينبغي أن يقال في مسه إياها: لا تحرم على أبيه وابنه، إلا أن يصدقها، أو يغلب على ظنها صدقها“.
(البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۷۷/۳، رشیدیہ)

(و كذا في فتح القدير، باب المحرمات: ۲۲۲/۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)
(و كذا في رد المحتار، فصل في المحرمات: ۳۲/۳، كتاب النكاح، سعيد)
(۲) ”و حرم أيضاً بالصهرية أصل مزنيته“، (الدر المختار)، ”(قوله: و حرم) أراد بحرمة المصاهرة
الحرمت الأربع: حرمة المرأة على أصول الزاني وفروعه نسباً ورضاعاً، وحرمة أصولها وفروعها
على الزاني نسباً ورضاعاً“، (رد المحتار، فصل في المحرمات: ۳۲/۳، كتاب النكاح، سعيد)
(و كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۷۹/۳، رشیدیہ)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية وما يتصل بذلك، كتاب
النكاح: ۲۷۴/۱، رشیدیہ)

اولاد پر طلاق یا زبانی متارکت لازم ہوگی (۱)، بعد میں عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح درست ہوگا (۲)۔ خسر کا یہ فعل حرام اور کبیرہ گناہ ہے:

”قبل أم امرأة، حرمت امرأته ما لم يظهر عدم الشهوة وفي المس لا، ما لم تعلم الشهوة“۔
تنویر: ۲۸۲/۲ (۳)۔ ”لا يحل أن يتزوج بأم امرأته“۔ ہدایہ: ۱/۲۸۷ (۴)۔ ”ولا فرق في ثبوت الحرمة بالمس بين كونه عامداً أو ناسياً أو مكرهاً أو مخطئاً“۔ فتح القدير، ص: ۳۶۷ (۵)۔
تحريم المزنئ بها على ابناء الزاني“۔ عالمگیریہ: ۲۸۲/۲ (۶)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ صفر/ ۵۳ھ۔
صحیح: عبد اللطیف، ۶/ صفر/ ۵۳ھ۔

(۱) ”وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج بآخر، إلا بعد المتاركة و انقضاء العدة“ (الدر المختار، فصل في المحرمات: ۳/۳۷، كتاب النكاح، سعيد)
(وکذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۳/۱۷، دار المعرفة بیروت)
(۲) قال الله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)
”وهي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء لقوله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾“ (الهداية، باب العدة: ۲/۳۲۲، مكتبه شركة علمیه ملتان)
(وکذا في الفتاوى العالمگیریة، الباب الثالث عشر في العدة: ۱/۵۲۶، رشیدیہ)
(۳) (تنویر الأبصار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۵، ۳۶، سعيد)
(۴) (الهداية، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۳۰۷، مكتبه شركة علمیه ملتان)
(۵) (فتح القدير، باب المحرمات: ۳/۲۲۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)
(وکذا في تبیین الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۴۷۲، دار الکتب العلمیة بیروت)
(وکذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۹، رشیدیہ)
(۶) (الفتاوى العالمگیریة، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية وما يتصل بذلك، كتاب النكاح، ۱/۲۷۴، رشیدیہ)

(وکذا في تبیین الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۴۷۲، دار الکتب العلمیة بیروت)
(وکذا في فتح القدير، باب المحرمات: ۳/۲۱۹، مصطفى البابي الحلبي مصر)

بھاوج سے زنا

سوال [۵۶۶۹]: بڑی بھاوج سے جبراً صحبت کی اور کہا کہ ہم دونوں بھائی تجھ کو ہی رکھیں گے، چار آدمیوں نے جب اس کا تذکرہ ہوا تو باپ نے کہا کہ یہ کیا بات ہے دیور بھاوج میں ایسا ہو ہی جاتا ہے۔

محمد حنیف، بلند شہر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنا حرام ہے، بھائی کی بیوی سے اور بھی قبیح ہے (۱)۔ شوہر کے والد کا یہ جواب کہ ”دیور بھاوج میں ایسا ہو ہی جاتا ہے“ یہ انتہائی بے غیرتی کا جواب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۸۷ھ۔
الجواب صحیح بند نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند ۵/۶/۸۷ھ۔

چچی سے زنا سے حرمت مصاہرت

سوال [۵۶۷۰]: زید نے اپنی چچی ہندہ سے زنا کیا اور حمل مشکوک ہے کہ زید کا ہے یا زید کے چچا کا، یا ان دونوں میں سے ایک کے حمل کا یقین ہو گیا تو اب زید کی شادی ہندہ کے حقیقی بھائی کی لڑکی فاطمہ سے ہوئی ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید اور ہندہ کی اس کمینی حرکت سے ہندہ کے بھائی کی لڑکی زید پر حرام نہیں ہوئی، اس سے شادی درست ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۷ھ۔
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۸۸ھ۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانَا، إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾.

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ﴾ (سورة النساء: ۴۴)

”أی ما عدا من ذکر من المحارم، هن لكم حلال“۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۱، سہیل

اکیڈمی لاہور) =

سالی سے زنا اور حرمت مصاہرہ

سوال [۵۶۷۱]: اگر کسی نے اپنی سالی سے زنا کیا اور زنا بھول کر کیا اور ایسی حالت میں کہ اسے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ میری بیوی ہے، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اس کی سالی تھی۔ اب بتائے کہ اس کی بیوی اس کے نکاح میں برقرار رہی یا نکاح سے نکل گئی؟ مدلل تحریر کریں۔ اگر اس کو معلوم تھا کہ میری بیوی نہیں بلکہ سالی ہے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کا نکاح تو باقی ہے، ختم نہیں ہوا، لیکن اگر اس سالی کو بیوی سمجھ کر وطی کی ہے تو یہ وطی بالشبہ ہے، ایسی حالت میں اس کو چاہئے کہ اپنی بیوی سے علیحدہ رہے، یہاں تک کہ سالی کو ایک حیض آجائے۔ اگر سالی کو سالی سمجھ کر وطی کی ہے تو یہ زنا ہے، سخت معصیت ہے، ایسی حالت میں بیوی سے کچھ بھی علیحدگی لازم نہیں:

”وفی الخلاصة: وطی أخت امرأته، لا تحرم علیہ امرأته، اھ۔“ درمختار۔ ”ووجهه أنه لا اعتبار لماء الزانی، قال فی البحر: لو وطی أخت امرأته بشبهة، تحرم امرأته ما لم تنقض عدة ذات الشبهة، اھ۔“ شامی: ۲/۲۸۱ بتقدیم و تاخیر (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۵/۱۴۰۱ھ۔

زنا سے رشتہ کا ثبوت

سوال [۵۶۷۲]: ایک شخص اپنی بیٹی سے ملوث ہو گیا، نتیجہ میں لڑکی ہوئی جس کو ایک بیوہ نے پالا،

= ”أی أبیح لكم من النساء سوى ما حرم علیکم“۔ (التفسیر المنیر: ۵/۶، دار الفکر بیروت)
”قال الله تعالى: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾: أی ما سوى المحرمات المذكورات فی الآيات السابقة“۔ (التفسیر المظہری: ۲/۶۶، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات: ۳/۴۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/۴۶۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱) (رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳/۳، کتاب النکاح، سعید)

(و کذا فی خلاصة الفتاوی، کتاب النکاح، الفصل الثانی: ۲/۷، امجد اکیڈمی لاہور)

لڑکی بالغہ ہوگئی، شادی ہوگئی، اس سے لڑکی ہوئی۔ اب اس لڑکی کی جس سے منگنی ہو رہی ہے وہ اس کا ماموں ہوتا ہے کہ زانیہ کی ماں نے ایک رنڈو سے شادی کر لی تھی جس سے یہ لڑکا ہوا تھا۔ اب اگر معاملہ صحیح ظاہر کیا جاتا ہے تو بدنامی اور رسوائی ہے، اگر نہیں کیا جاتا تو کیا شرعاً حرج تو نہیں اور پھر ان واقعات کا ثبوت کارے دارد ہے اور نہ ہی شاہد ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس لڑکے اور لڑکی کے درمیان ماموں بھانجی کا رشتہ شریعت کی رو سے تو موجود نہیں اور جو اس رشتہ کی بیان کاری ہے اس پر شرعی شہادت نہیں، لہذا اس رشتہ کو حرام نہیں کہا جائے گا۔ جن صاحب کو اصل مخفی واقعہ معلوم ہے وہ شہادت نہیں دیتے، جیسا کہ آپ نے خود ہی لکھا ہے، اگر شہادت دیں بھی تو تنہا شہادت پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا (۱)۔ لڑکا اور لڑکی میں کوئی مدعی حرمت نہیں، لہذا اگر ان کے درمیان مناکحت ہو جائے تو وہ ناجائز نہیں (۲)۔ جن صاحب کو کچھ معلوم ہے وہ بہت سے بہت کہہ دیں کہ یہ نکاح نہ کیا جائے، تفصیل کچھ نہ بتائیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

مزنیہ کی لڑکی سے نکاح

سوال [۵۶۷۳]: زید نے خالدہ سے ناجائز تعلق قائم کیا اور اس تعلق کی بنیاد پر خالدہ سے زنا کیا،

(۱) ”ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالا أو غيره كنكاح و طلاق و وكالة و وصية“.

(الدر المختار، کتاب الشہادات: ۴۶۵/۵، سعید)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب الشہادۃ، ۱۵۳/۳، إمدادیہ ملتان)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الشہادات: ۱۰۴/۷، رشیدیہ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَحِلُّ لَكُمْ مَا وَّرَاءَ ذَلِكَ﴾ (سورۃ النساء: ۲۴)

”ای ما عدا من ذکر من المحارم، هن لكم حلال“۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴۷۴/۱، سہیل اکیڈمی لاہور)

”ای أبیح لكم من النساء سوى ما حرم علیکم“۔ (تفسیر المنیر: ۶/۵، دار الفکر بیروت)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَحِلُّ لَكُمْ مَا وَّرَاءَ ذَلِكَ﴾: ای ما سوى المحرمات المذكورات فی الآیات

السابقة“۔ (التفسیر المظہری: ۶۶/۲، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

خالدہ سے زنا کرنے کے بعد خالدہ کی ماں سے بھی زنا کیا، ان بد بختیوں کے بعد زید کو ندامت ہوئی۔ اور اب وہ اپنی مزنیہ خالدہ سے عقد شرعی کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ حرام تعلق کو حلال سے بدل دے۔ سوال یہ ہے کہ خالدہ زید کے لئے جائز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ زید نے خالدہ سے کئی مرتبہ زنا کیا، اس کے بعد اس کی ماں سے زنا کیا۔
الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں زید کے لئے خالدہ اور اس کی ماں دونوں سے نکاح حرام ہے۔ ناجائز تعلقات قائم کرنے سے وہ گناہ گار ہو کر مرتکب کبیرہ ہوا، فوراً توبہ کر لے۔ زید کے لئے اب کوئی صورت ان دونوں میں سے کسی سے بھی نکاح کرنے کی نہیں رہی: ”و من زنی بامرأة، حرمت علیہ أمها و بنتها“۔ ہدایہ اولین، ص: ۲۸۹ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۵/۸۸ھ۔

ایضاً

سوال [۵۶۷۴]: اگر کسی لڑکے نے کسی عورت کے ساتھ ہمبستری کی جو ناجائز تھی، اب اس عورت کی لڑکی جو ان ہے اور لڑکی اور لڑکے کے تمام رشتہ دار اس لڑکے سے شادی کرانا چاہتے ہیں، جس نے اس لڑکی کی والدہ سے ہمبستری کی تھی، اب اس حالت میں لڑکا منع نہیں کر سکتا، کیونکہ اگر لڑکا منع کرتا ہے تو اس کی بات نہیں چلتی، اور منع کرنے سے ایک رشتہ داری بالکل ختم ہو جائے گی۔ اور لڑکے سے سب آدمی کہتے ہیں کہ اس لڑکی سے شادی کرنے سے تم کو کوئی اعتراض نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ وہ تمہارے لائق ہے۔ ان سب حالات کو دیکھتے ہوئے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ کچھ گنجائش ہے کہ لڑکا عیب چھپا سکے؟

(۱) (الہدایہ، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۳۰۹/۲، مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، القسم الثانی: المحرمات بالصہریۃ و ما یصل بذلک، کتاب النکاح:

۲۷۴/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۶۹/۲، دارالکتب

العلمیۃ بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے والد سے اگر صاف نہیں کہہ سکتا تو کسی بڑے عالم کو سب بات بتادے، وہ اس کے والد صاحب کو بلا کر کہہ دیں کہ شرعاً یہ نکاح درست نہیں، اگر یہ نکاح کیا جائے گا تو معصیت اور حرام کاری ہوگی (۱)، تم تفصیل تو دریافت کرو، اس نکاح کو ختم کر کے دوسری جگہ نکاح کر دو۔ خدائے پاک ان کو اس کے قبول کرنے کی توفیق دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۹۴ھ۔

مزنیہ کی ماں یا بیٹی سے نکاح

سوال [۵۶۷۵]: زید مسماۃ ہندہ اور اس کی بیٹی دونوں کے ساتھ مرتکب فعل زنا ہوا، اب زید دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، تو عند الشرع ماں کے ساتھ نکاح جائز ہے یا بیٹی کے ساتھ، یا دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی جائز نہیں؟

سائل: رحیم الدین۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں میں سے کسی کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں: ”ومن زنی بامرأة، حرمت علیہ أمها

(۱) زانیہ اور مزنیہ جانہین کا اصول و فروع ایک دوسرے پر حرام ہیں، اس وجہ سے یہ نکاح ناجائز ہے: ”وحریم أيضاً بالصهرية أصل مزنیته. قال: فی البحر الرائق: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة علی أصول الزانی و فروعہ نسباً و رضاعاً، و حرمة أصولها و فروعها علی الزانی نسباً و رضاعاً“۔ (رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳۲/۳، کتاب النکاح، سعید)

(و کذا فی حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۴۶۹/۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، القسم الثانی: المحرمات بالصهریة و ما یتصل بذلك، کتاب النکاح: ۲۷۴/۱، رشیدیہ)

وبنتها“۔ ہدایہ اولین: ۱/۲۸۹ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ سہارنپور، ۱۲/۱۰/۵۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/شوال/۵۲ھ۔

لامس اور مملوسہ کی اولاد کا نکاح

سوال [۵۶۷۶]: زید نے ہندہ کو لمس بالشہوت کیا تو لامس و مملوسہ کی اولاد آپس میں مناکحت کر سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان دونوں (لامس اور مملوسہ) کی اولاد کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا۔

کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

جواب سوال نمبر ۲ منجانب قاری سعید احمد صاحب مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور

جواب نمبر: ۲ میں لامس اور مملوسہ کی اولاد کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے، حضرت مفتی صاحب کو اس میں سہو ہوا

ہے، یا کچھ غلط فہمی ہوئی ہے: ”ویحل لأصول الزانی وفروعه أصول المزنئ بہا وفروعہا“۔

شامی: ۲/۲۷۹ (۲)۔

آپ اس استفتاء کو حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں دوبارہ پیش کیجئے، اگر جواب پھر بھی یہی ہو تو

مجھے بھی اطلاع دیجئے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/رمضان المبارک/۶۷ھ۔

خط بابت استفتاء بالا

سوال [۵۶۷۷]: مکرمی و محترمی حضرت مفتی صاحب دامت عنایتہم و فیوضہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

(۱) (الہدایۃ، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۳۰۹/۲، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، القسم الثانی: المحرمات بالصہریۃ و ما یتصل بذلك، کتاب

النکاح: ۱/۲۷۴، رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۶۹/۲، دار الکتب

العلمیہ بیروت)

(۲) (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۲/۳، سعید)

اسی رمضان میں ایک استفتاء جناب کی خدمت اقدس میں پیش کیا تھا جس کا جواب وصول ہو گیا، اب پھر دوبارہ تکلیف دینے کی جرأت کر رہا ہوں معاف فرمادیں۔

اس سلسلہ میں ضروری عرض یہ ہے کہ اس استفتاء کے سوال کے جواب میں جناب نے ارقام فرمایا کہ لاس و ملموسہ کی اولاد آپس میں نکاح کر سکتی ہے، لیکن وہی استفتاء حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب مدظلہ کے پاس ارسال کیا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ ”نکاح نہیں ہو سکتا“۔ حوالجات طرفین سے نہیں لکھے گئے، نہ جناب محترم نے، نہ حضرت مفتی اعظم صاحب نے۔ اب تردد ہے کہ کیا کیا جائے، کس پر عمل کریں، لہذا بعد تحقیق و حوالہ کتب کے جواب سے مطلع فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں و سوال کے جواب پر نظر ثانی فرمائیں تو بہتر ہے۔

نوٹ: جناب کا فتویٰ اور حضرت مفتی صاحب مدظلہ کا ارسال خدمت ہے، برائے مہربانی مفتی اعظم صاحب کے جواب پر نظر ثانی فرمائی جائے اور مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مکرمی زید مجدہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

یہاں کے فتویٰ کے مسئلہ نمبر ۲ کا استدلال عبارات ذیل سے ہے:

”حرم أيضاً بالصهرية أصل منيته، اهـ“۔ درمختار۔ ”قال فی البحر: أراد بحرمۃ المصاهرة الحرمة الأربع: حرمة المرأة علی أصول الزانی وفروعه نسباً ورضاعاً، وحرمة أصولها وفروعها علی الزانی نسباً ورضاعاً، كما فی الوطء الحلال. ویحل لأصول الزانی و فروعه أصول المزنئی بها وفروعها، اهـ“۔ شامی: ۳۸۴/۲ (۱)۔ ”ولا تحرم أصولها وفروعها علی ابن الواطی وأبيه، اهـ“۔ مجمع الأنهر: ۳۲۶/۱ (۲)۔

(۱) (رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳۲/۳، کتاب النکاح، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، فصل فی المحرمات: ۱۷۹/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیة، کتاب النکاح، أسباب التحريم: ۶۲۶/۲، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۳۲۶/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۵۹/۲، دارالکتب العلمیة بیروت)

اگر کسی شخص نے۔ جس کے لڑکا موجود ہے۔ ایسی عورت سے نکاح کیا جس کے پہلے شوہر سے لڑکی ہے تو اس لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح سب کے نزدیک درست ہے، ماں باپ کے نکاح اور جماع سے ان کے حق میں حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی:

”وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال، اهـ“۔ درمختار و شامی: ۲/۳۸۴ (۱)۔ ”لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأةً و يتزوج ابنه ابنتها أو أمها، كذا في محيط السرخسی، اهـ“۔ عالمگیری (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/رمضان المبارک/۶۷ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۴/رمضان المبارک/۶۷ھ۔

بحالتِ نابالغی سالی کا بوسہ لینے سے حرمت

سوال [۵۶۷۸]: زید نے نابالغی کی حالت میں اپنی سالی کا بوسہ لیا اور وہ سالی عمر میں زید سے بڑی یعنی بالغ ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب زید کا تعلق اپنی بیوی سے کیسا ہوگا؟ فقط۔

خلیل الرحمن ایواڑوی، متعلم مدرسہ ہذا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں زید کی بیوی زید پر حرام نہ ہوگی، بلکہ بدستور سابق بیوی رہے گی، کیونکہ سالی کا تعلق بیوی سے جزئیّت کا نہیں نہ اصلاً نہ فرعاً: ”وثبوت الحرمة بالمس ليس إلا لكونه سبباً للجزئية“۔ کذا

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳/۳۷، کتاب النکاح، سعید)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۲/۱۷، دار المعرفۃ بیروت)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریۃ، القسم الثانی: المحرمات بالصہریۃ و ما يتصل بذلك، کتاب النکاح،

۱/۲۷۷، رشیدیہ)

”لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأةً و يتزوج ابنه ابنتها أو أمها؛ لأنه لا مانع له“۔ (فتح القدیر،

کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۲۱۸، ۲۱۹، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی البحر الرائق، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۳، رشیدیہ)

فی الغنیۃ (۱)۔ نیز حرمت مصاہرت کے لئے بلوغ یا کم از کم مراہقت شرط ہے: ”وکذا تشترط الشهوة فی الذکر، فلو جامع غیر مراہق زوجہ أبیہ، لم تحرم“۔ در مختار: ۱/۱۸۸ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۲/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/صفر/۵۳ھ

چھوٹی بچی کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی

سوال [۵۶۷۹]: میری بچی تین سال کی ہے، نیند کی حالت میں اس کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھا رہا، جب بیدار ہوا تو علم ہوا، بہت فکر مند ہوا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین سال کی بچی کی شرمگاہ پر سونے میں ہاتھ رکھے جانے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، بلکہ اگر جاگتے میں رکھ دے تب بھی کچھ نہیں ہوتا، اس کا استنجاء اور طہارت بھی کرانا ہوتا ہے، اس لئے بے فکر رہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹/۵/۹۰ھ۔

(۱) لم أجد

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳/۳۷، کتاب النکاح، سعید)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۲/۱۶، دار المعرفۃ بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، القسم الثانی: المحرمات بالصہریۃ و ما یتصل بذلك، کتاب

النکاح: ۱/۲۷۵، رشیدیہ)

(۳) ”ویشترط أن تكون المرأة مشتهة، والفتویٰ علی أن بنت تسع سنین محل الشهوة لا ما دونها۔ قال

الفقیہ أبو الیث: ما دون تسع سنین لا تكون مشتهة، وعلیہ الفتویٰ، کذا فی فتاویٰ قاضیخان۔ وقال

فیہ: فلو جامع صغيرة لا تشتهی، لا تثبت الحرمة، وکذا تشترط الشهوة فی الذکر“۔ (الفتاویٰ

العالمگیریۃ، القسم الثانی: المحرمات بالصہریۃ و ما یتصل بذلك، کتاب النکاح: ۱/۲۷۵، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/۳۲۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳/۳۷، کتاب النکاح، سعید)

بیوی کی دادی، پھوپھی، چچی پر رات میں لاعلمی سے ہاتھ پڑ گیا

سوال [۵۶۸۰]: ایک شخص اپنی بیوی کو لینے کے لئے سسرال گیا اور رات میں کھانے کے بعد بیوی سے الگ ہو کر دوسرے بستر پر سویا، لیکن جس کمرہ میں سویا اس میں اس کی بیوی کی دادی اور پھوپھی اور چچی اور اس کی بیوی چاروں ایک بستر پر سوئیں۔

نصف شب میں وہ شخص جنسی طغیانی اور قضاے حاجت کے لئے اپنے بستر سے اٹھا، کمرہ میں اندھیرا تھا، جس کی وجہ سے اٹھانے کے لئے بجائے بیوی کے دادی کا قدم پکڑ لیا، بیوی کی دادی نے جھٹک دیا اور دشنام طرازی بھی کی، اور یہ شخص خاشوشی سے بستر پر چل دیا، لیکن جنسی طغیانی اور ہیجان نے یہ معاملہ بیوی کی پھوپھی اور چچی کے ساتھ بھی کرادیا۔ ادھر وہ معاملہ انہوں نے کیا جو کہ دادی نے کیا تھا، مگر یہ سب کچھ اس شخص کی لاعلمی کی وجہ سے ہوا۔ اس مذکورہ بالا صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے اس کی بیوی حرام نہیں ہوئی جب کہ بیوی کی دادی کا قدم غلطی سے پکڑا اور اس سے شہوت میں اضافہ نہیں ہوا، فوراً دادی نے جھٹک دیا اور معلوم ہوتے ہی یہ وہاں سے چلا گیا، علیحدہ ہو گیا (۱)۔ پھوپھی، چچی کی وجہ سے کوئی اثر نہیں ہوا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۲/۹۱ھ۔

رات کو غلطی سے بہن کے پاس پہنچ گیا

سوال [۵۶۸۱]: ایک کمرہ میں سب سو رہے تھے، بھول کر رات کو بہن کی چار پائی کے پاس پہنچ

(۱) ”والعبرة للشهوة عند المس والنظر لابعدهما، وحدها تحرك آلتها أو زيادته“، (الدر المختار،

كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۳، سعید)

(۲) حرمت مصاہرت کا تعلق ممسوسہ کے اصول و فروع سے متعلق ہوتا ہے اور چچی و پھوپھی بیوی کے اصول و فروع میں سے نہیں:

”و(و) حرم أيضاً بالصهرية (أصل مزنيته.....) (و) أصل (ممسوسة بشهوة وأصل ماسته

وفروعهن) مطلقاً“، (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۳، سعید)

گیا، جب ہاتھ لگا تو معلوم ہوا کہ بہن ہے، صحبت نہیں کی۔ تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

بھول کر بہن کے پاس جانے سے اس کا نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا، بلکہ وہ معلوم ہونے پر فوراً واپس آ گیا اور جماع وغیرہ کچھ نہیں کیا تو گناہ بھی نہیں ہوا، تاہم استغفار بہر حال ضروری ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۸/۸۹ھ۔

بھائی کو شوہر سمجھ کر ہاتھ لگانے سے حرمت نہیں ہوتی

سوال [۵۶۸۲]: مسماۃ رفیقہ کا شوہر اور اس کا بھائی دونوں ایک چارپائی پر رات کو سو رہے تھے، رفیقہ نے اپنے بھائی کو اپنا شوہر سمجھ کر ہاتھ لگایا۔ کیا مسماۃ رفیقہ اس غلطی کرنے سے اپنے خاوند کے نکاح سے باہر ہو گئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس غلطی سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا، نکاح بدستور قائم ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۳/۱۳۹۴ھ۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ، يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ [سورة النساء: ۱۱] فالواجب على كل مسلم أن يتوب إلى الله حين يصبح وحين يمسي. (تنبيه الغافلين، ص: ۶۰، باب آخر من التوبة، مكتبة حقانيہ پشاور)

قال الله تعالى: ﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً﴾ يعني: الكبائر ﴿أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ﴾ يعني دون الكبائر ﴿ذَكَرُوا اللَّهَ﴾ يعني: خافوا الله عن المعصية ﴿فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ، وَمَنْ يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ، وَلَمْ يَصِرُوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا﴾ الخ. (تنبيه الغافلين للسمرقندی، ص: ۵۸، باب آخر من التوبة، مكتبة حقانيہ پشاور)

(۲) حرمت مصاہرت تب ثابت ہوتی ہے کہ خاوند کے اصول و فروع میں سے کسی کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگائے اور بھائی خاوند کے اصول و فروع سے نہیں ہے:

”فمن زنى بامرأة، حرمت عليه أمها وإن علت، وابنتها وإن سفلت. وكذا تحرم المزنئ بها على آباء الزانى وأجداده وإن علوا، وأبنائه وإن سفلوا، كذا فى فتح القدير“. (الفتاوى العالمگیریہ، =

غیر کو اپنی بیوی سمجھ کر صحبت کرنے سے ثبوتِ حرمت

سوال [۵۶۸۳]: کسی نے اپنی بیوی سمجھ کر غلطی سے کسی عورت سے صحبت کر لی تو کیا وہ حرام ہو گئی؟

اور عورت اپنے شوہر کے عقد سے خارج ہو گئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کسی عورت سے شادی ہوئی جس سے پہلے کوئی واقفیت نہ ہو، کبھی اس کو نہ دیکھا ہو اور پہلی شب میں کسی غیر عورت کو اس کے پاس پہنچا دی جائے کہ یہ تمہاری بیوی ہے اور وہ اس کو بیوی سمجھ کر صحبت کر لے، پھر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ تو بیوی نہیں تھی، بلکہ غیر تھی، تو امید ہے کہ اس پر پکڑ نہیں ہوگی (۱)۔ اور اس کے ذمہ واجب ہوگا کہ اس سے علیحدہ رہے اور نادام ہو کر توبہ واستغفار کرے (۲)۔ جس سے واقفیت ہو، اس میں اشتباہ مشکل

= القسم الثانی: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك، کتاب النکاح: ۲۷۵/۱، رشیدیہ

(و کذا فی مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۳۲۶/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳۲/۳، کتاب النکاح، سعید)

(۱) ”ورأيت في الخانية: رجل زُفَّت إليه غير امرأته، ولم يكن رآها قبل ذلك، فوطئها، كان عليه

المهر، ولا حد عليه، الخ“۔ (رد المحتار، کتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا

يوجبه، مطلب فيمن وطء من زفت إليه: ۲۶/۳، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه: ۵۹۴/۱، دار

إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه:

۱۵۰/۲، رشیدیہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ، يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ [سورة

النساء: ۱۱] فالواجب على كل مسلم أن يتوب إلى الله حين يصبح و حين يمسي“۔ (تنبيه الغافلين: ۶۰،

باب آخر من التوبة، مكتبة حقانيه پشاور)

”واتفقوا أن التوبة من جميع المعاصي واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها، سواء كانت

المعصية صغيرة أو كبيرة الخ“۔ (شرح النووی علی صحیح المسلم، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمی)=

ہے، بے احتیاطی کی حد تک یقیناً آدمی ماخوذ ہوگا۔

اگر کسی عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر صحبت کر لی اور وہ ایسی عورت ہے کہ اس سے صحبت کرنے کی وجہ سے بیوی حرام ہو جاتی ہے، مثلاً بیوی کی والدہ ہے، یا بیوی کی لڑکی ہے (۱) تو اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہو کر بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی، شوہر کے ذمہ واجب ہوگا کہ اپنی بیوی کو زوجیت سے خارج کرے، یا طلاق دیکر تعلقِ نکاح کو ختم کر دے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۹۰ھ۔

دائی کا ہاتھ لگانے سے حرمت کا حکم

سوال [۵۶۸۴]: ایک صاحب کی شادی کو آٹھ سال ہو چکے ہیں، ان کو یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی

= (و کذا فی روح المعانی تحت آية: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا﴾: ۱۵۹/۲۸، دار
إحياء التراث العربی بیروت)

(۱) ”و حرم أيضاً بالصهرية أصل مزنيته، أراد بالزنا الوطى الحرام وأصل ممسوسة بشهوة“.
(الدر المختار). ”لأن المس والنظر سبب داغ إلى الوطى، فيقام مقامه في موضع الاحتياط، الخ“.
(رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳۲/۳، سعید)

(و كذا في الهداية، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳۰۹/۲، مكتبه شركة علمية ملتان)
(و كذا في البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۱۷۹/۳، رشیدیہ)

(۲) ”وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل لها الزوج بآخر إلا بعد المتاركة. وقد علمت
أن النكاح لا يرتفع بل يفسد، وقد صرحوا في النكاح الفاسد بأن المتاركة لا تتحقق إلا بالقول، إن
كانت مدخولاً بها كتركتك أو خلعت سبيلك، الخ“.(الدر المختار مع رد المحتار، فصل في
المحرمات: ۳۷/۳، كتاب النكاح، سعید)

(و كذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۱۷۷/۲، دار المعرفة بیروت)
(الفتاوى العالمکیریة، القسم الثانی: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك، كتاب النكاح: ۲۷۷/۱،
رشیدیہ)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۴۰۰/۳، رشیدیہ)

شخص کسی لڑکی کی دائی کو (دودھ پلانے والی کو) شہوت سے ہاتھ لگائے تو اس لڑکی سے نکاح درست نہیں۔ یہ صاحب کہتے ہیں کہ دس سال پہلے ان کی بیوی کی دائی کے دماغ میں کچھ خلل واقع ہو گیا تھا، اس نے ان صاحب کو پکڑ لیا تھا اور ان کو شہوت بھی ہو گئی تھی، پھر اس دائی سے ہاتھ چھڑا کر بھاگے۔ اس صورت میں کیا کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر خرابی دماغ کی حالت میں اس عورت نے ان کو پکڑا جس سے ان کو شہوت ہو گئی، مگر یہ فوراً ہاتھ چھڑا کر بھاگ گئے تو اس سے ان کی بیوی حرام نہیں ہوئی (۱)۔ ہاں! اگر عورت نے شہوت سے ہاتھ پکڑا تھا اور اس کی شہوت میں اس پکڑنے سے اضافہ ہو گیا تو پھر ان کی بیوی ان پر حرام ہو گئی (۲)، اب اس سے تعلق زوجیت ختم کر دیں، بلکہ صاف لفظوں میں طلاق دیدیں (۳)۔ یہ حکم اس وقت ہے کہ اس دائی نے ان کی بیوی کو ایام رضاعت میں دودھ پلایا ہو اور وہ عورت دائی بیان کرے کہ اس نے شہوت سے ان کو پکڑا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”(و فی المس لا) تحرم (مالم تعلم الشهوة)“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۶/۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، القسم الثانی: المحرمات بالصہریہ و ما یتصل بذلك، کتاب النکاح: ۱/۲۷۵، رشیدیہ)

(۲) ”والعبرة للشهوة عند المس والنظر، لا بعدهما، وحدها فيهما تحرك آله أو زيادته اهـ“۔ (الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۳۳/۳، کتاب النکاح، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۱/۴۸۱، ۴۸۲، غفاریہ کوئٹہ)

(و خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب النکاح، الفصل الثالث فی حرمة المصاهرة: ۸/۲، ۹، رشیدیہ)

(۳) ”فی البزازیة: المتاركة فی الفاسد بعد الدخول لا تكون إلا بالقول إن كانت مدخولاً بها.....“

و کترکتک أو خلیت سبیلک وقال أيضاً: اذهبی وتزوجی، کان متاركة، والطلاق فیہ

متاركة“۔ (الدر المختار مع رد المحتار، مطلب فی النکاح الفاسد، باب المهر: ۳۳/۳، کتاب

النکاح، سعید)

بغیر شہوت چہرہ ٹٹول کر پہچاننے سے حرمت مصاہرت نہیں

سوال [۵۶۸۵]: کوئی شخص رات کو اپنی بیوی کو جگانے کے لئے اٹھا، بیوی کے بستر پر لڑکی بھی سوئی ہوئی تھی، جس کی عمر نو دس برس تھی یعنی نابالغ تھی، پہچان کرنے کے لئے دونوں کے چہروں کو ٹٹول کر دیکھتا رہا، آخر پہچان کر بیوی کو جگالیا۔ سوال یہ ہے کہ لڑکی کو ٹٹولنے کی وجہ سے کیا اس شخص کی بیوی اس کے لئے ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکی کے چہرے پر ہاتھ ڈالا اور فوراً ہٹالیا کہ یہ تو لڑکی ہے بیوی نہیں، تو اس صورت میں بیوی حرام نہیں ہوگی (۱)، اگر پہلے سے شہوت موجود ہو اور ہاتھ لگانے سے شہوت میں اضافہ ہو، یا شہوت پہلے سے نہیں تھی ہاتھ لگانے سے شہوت ہو، تب حرمت مصاہرت ہوتی ہے (۲)، وہ بھی جب کہ لڑکی بالغ ہو یا بلوغ کے قریب ہو (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود، غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۸/۱۳۹۹ھ۔

دوسرے کا خون دینے سے کوئی رشتہ قائم نہیں ہوتا

سوال [۵۶۸۶]: ایک مسلمان دوسرے مسلمان مرد یا عورت کو خون دے، تو ان دونوں کے درمیان رشتہ کس طرح ہو جاتا ہے، یعنی مرد کا خون مرد کو دیا جائے، تو کیا دونوں خون کے رشتہ سے بھائی ہو جاتے ہیں، یا مرد کا خون عورت کو دیں تو دونوں بھائی بہن ہو جاتے ہیں اور کیا دونوں کا نکاح جائز ہوتا ہے؟

(۱) ”(و فی المس لا) تحرم (مالہ تعلم الشہوة)“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۶/۳، سعید)

(۲) ”والعبرة للشہوة عند المس والنظر، لا بعدهما، وحدها فیہما تحرك آلتہ أو زیادته..... اھ“۔ (الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۳۳/۳، کتاب النکاح، سعید)

(۳) ”(أما غیرها) یعنی: المیئة صغيرة لم تشته (فلا) تثبت الحرمة بها أصلاً“۔ (الدر المختار). قال العلامة ابن عابدين: ”(قوله: مشتہة) سیأتی تعریفها بأنها بنت تسع فأكثر..... اھ“۔ (رد المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۴/۳، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسکی وجہ سے ان میں کوئی رشتہ قائم نہیں ہوتا، جیسے پہلے تھے ویسے ہی رہیں گے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۹۳ھ۔

اندیشہ مصاہرت والی نکاح میں شرکت

سوال [۵۶۸۷]: زید جو ڈاکٹر اور حکمت کرتا ہے اور ہندہ جو دائی کا کام کرتی ہے اور ڈاکٹر مذکور کی اس میں مدد کرتی ہے، جس کی وجہ سے دونوں میں کافی اختلاط ہوتا رہتا ہے۔ ہندہ کی ایک جوان لڑکی ہے اور ہندہ ان کا نکاح زید سے کرنا چاہتی ہے۔ ایک صاحب جو محتاط ہیں وہ اس نکاح میں شرکت نہیں کرنا چاہتے ہیں، لیکن ان دونوں کا کہنا کہ ہم بُرائی سے بالکل بُری ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر دونوں سے حلف لیکر شرکت کر لیں تو کوئی حرج نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

علاج و دوا میں مدد کرنے کی بناء پر جو اختلاط ہوتا ہے، اس کو ناجائز تعلق پر محمول کر کے متہم کرنا جائز نہیں۔ اور جبکہ براءت پر وہ حلف بھی کرتے ہیں تو شرعاً اس کے نکاح کو ناجائز نہیں کہا جائے گا، اور اس میں

(۱) "لا تثبت المصاهرة بإدخال الدم؛ لأن حرمة المصاهرة تثبت بثلاثة أشياء: بالنكاح الصحيح أو بالزنا أو بدواعيه، وإدخال الدم ليس من هذه الثلاثة"..... "وأما الذي يوجب حرمة المصاهرة فهو أربعة أمور: أحدها العقد الصحيح. ثانيها: الوطء، سواء كان بعقد صحيح أو فاسد، أو زنا. ثالثها: المس. رابعها: نظر الرجل إلى داخل فرج المرأة، ونظر المرأة إلى ذكر الرجل، الخ". (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب النكاح، مبحث فيما تثبت به حرمة المصاهرة: ۵۸/۳، دار الفكر بيروت)
"إذا وطئ الرجل امرأة بنكاح أو ملك أو فجور، حرمت عليه..... وكما تثبت هذه الحرمة بالوطء، تثبت بالمس والتقبيل والنظر إلى الفرج بشهوة، سواء كان بنكاح أو ملك أو فجور".
(المحيط البرهاني، كتاب النكاح، الفصل الثالث عشر في بيان أسباب التحريم: ۱۸۲/۳، مكتبة غفاريه كوئٹہ)

شرکت ممنوع نہیں (۱)، اگرچہ مواقعِ تہمت سے بچنا بھی لازم ہے، لہذا علاجِ حدود کے اندر رہ کر کریں تاکہ بدگمانی کا موقع بھی نہ رہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۲/۹۱ھ۔



(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا بأربعة شہداء، فاجلدوہم ثمانین جلدۃً ولا تقبلوا لہم شہادۃً أبداً، وأولئک ہم الفسقون﴾ (سورۃ النور: ۴)

قال العلامة اللوسی: ”شروع فی بیان حکم من نسب الزنا إلی غیرہ قرینۃ علی المراد بناءً علی العلم بأنه لا شیء یتوقف ثبوت بالشہادۃ علی شہادۃ أربعة إلا الزنا“۔ (روح المعانی، سورۃ النور: ۱۸/۸۸، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۲) ”اتقوا مواضع التہم“۔ (کشف الخفاء ۱/۴۵، مؤسسة الرسالة بیروت)

الفصل الرابع فی المحرمات بالجمع (محرمات کو ایک نکاح میں جمع کرنے کا بیان)

پھوپھی، بھتیجی کا ایک شخص کے نکاح میں جمع ہونا

سوال [۵۶۸۸]: زید نے اپنی حقیقی بہن ہندہ کا نکاح عمر کے ساتھ کر دیا تھا، بہن مذکورہ حیات ہے اور نکاح میں ہے، اب زید نے اپنی لڑکی کا نکاح بھی عمر کے ساتھ کر دیا ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟ ماجد کہتا ہے کہ ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ماجد ٹھیک کہتا ہے کہ یہ نکاح ہرگز جائز نہیں، فوراً اپنی لڑکی کو اس سے علیحدہ کر دے ورنہ یہ نکاح کے نام پر حرام کاری ہوگی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۸۹ھ۔

(۱) ”ولا یجمع بین المرأة و عمتها أو خالتها أو ابنة أخيها أو ابنة أختها، لقوله عليه السلام: ”لا تنکح المرأة علی عمتها ولا علی خالتها ولا علی ابنة أخيها ولا علی ابنة أختها.“ (الهدایة، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۰۸/۲، ۳۰۹، متکبہ شرکۃ علمیۃ ملتان)

(ونصب الراية لأحاديث الهداية للزيلعي، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۱۶۹/۳، المكتبة المکیة بیروت)

(الحديث رواه البخاری فی صحيحه فی کتاب النکاح، باب: لا تنکح المرأة علی عمتها: ۷۶۶/۲، قدیمی)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات: ۴۳۰/۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

خالہ، بھانجی ایک نکاح میں جمع کرنا

سوال [۵۶۸۹]: عرصہ آٹھ سال ہوا کہ میرے شوہر نے میری حقیقی بھانجی سے جو کہ بیوہ ہے نکاح کر لیا ہے، سب ایک ہی ساتھ رہتے تھے۔ جب وہ ایک مرتبہ گھر میں آئے تو میں نے پردہ کر لیا۔ اب میں بہت سخت پریشان ہوں، کیا کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خالہ بھانجی کا ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، تو آپ کی بھانجی سے آپ کے شوہر نے جو نکاح کر لیا ہے وہ شرعی نکاح نہیں، بلکہ نکاح کے نام پر زنا ہے، حرام کاری ہے (۱)۔ تاہم آپ کا نکاح فسخ نہیں ہوا، آپ کو اپنے شوہر سے پردہ نہیں کرنا چاہئے، اپنی غلطی کے وہ خود ذمہ دار ہیں، ان کی غلطی میں ان کا ساتھ ہرگز نہ دیں، اور حقوق زوجیت اپنی طرف سے پوری طرح ادا کریں۔ حق تعالیٰ سے شوہر کے لئے دعاء کریں، اللہ پاک ان کی اصلاح فرمائے اور آپ کی پریشانی دور کرے، اور سکون عطا فرمائے۔ فقط واللہ اعلم۔
زرہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بیوی کے ہوتے ہوئے اس کی بہن سے نکاح

سوال [۵۶۹۰]: زید صاحبِ اولاد ہے، اس نے دوسری شادی کرنے کا بیوی سے اظہار کیا، بیوی نے کہا، اگر آپ شادی کرنا چاہتے ہیں تو میری چھوٹی بہن سے ہی کریں، آخر کار زید نے نکاح کر لیا۔ اب

(۱) ”ولا یجمع بین المرأة و عمتها أو خالتها أو ابنة أخيها أو ابنة أختها، لقوله عليه السلام: ”لا تنکح المرأة علی عمتها ولا علی خالتها ولا علی ابنة أخيها ولا علی ابنة أختها“ الخ“۔ (الهدایة، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۰۸/۲، ۳۰۹، متکبہ شریکة علمیة ملتان)
(و کذا فی نصب الراية لأحادیث الهدایة للزیلعی، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۱۶۹/۳، المكتبة المکیة بیروت)

(والحدیث رواه البخاری فی کتاب النکاح، باب لا تنکح المرأة علی عمتها: ۷۶۶/۲، قدیمی)
(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات: ۴۳۰/۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

لوگوں نے اس نکاح کو ناجائز کہنا شروع کر دیا، ایک قاضی صاحب سے معلوم کیا، انہوں نے بھی ناجائز کہا۔ آیا یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

۲..... نکاح کرنے سے سالی زوجیت میں آگئی یا نہیں؟

۳..... نصف مہر واجب ہوگا یا نہیں؟

۴..... اگر جماع کر لیا ہے تو پہلی بیوی نکاح میں باقی ہے یا نکاح فسخ ہو گیا؟

۵..... جماع کے بعد دونوں میں سے اول کو رکھ سکتا ہے یا ثانی کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... بیوی کی بہن سے نکاح حرام ہے (۱)۔ ہاں! اگر بیوی مرجائے یا اس کو طلاق دیدے اور عدت

گزر جائے تو اس کی بہن سے نکاح ہو سکتا ہے (۲)۔

۲..... وہ زوجیت میں نہیں آئی (۳)۔

۳..... کچھ بھی واجب نہ ہوگا، علیحدگی واجب ہوگی، ہر گز دونوں تنہائی میں جمع نہ ہونے پائیں (۴)۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿حرمت عليكم وأن تجمعوا بين الأختين﴾. (سورة النساء: ۲۳)

(۲) (راجع، ص: ۴۲۸، رقم الحاشية: ۱)

(۳) ”(و) حرم (الجمع) بين المحارم (نكاحاً) (وعدة و لو من طلاق بائن)“، (الدر المختار). ”ولا

فيما إذا تزوجهما على التعاقب وكان نكاح الأولى صحيحاً، فإن نكاح الثانية والحالة هذه باطل قطعاً“.

(رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳۸/۳، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲۷۷/۱، ۲۷۸، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الرابع، رشيدية)

(و كذا في البحر الرائق: ۱۸۰/۳، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، رشيدية)

(۴) ”ويجب عليه أن يفارقها ولو علم القاضي بذلك، يفرق بينهما. فإن فارقها قبل الدخول، لا يثبت شيء

من الأحكام“، (الفتاوى العالمكيرية: ۲۷۷/۱، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الرابع، رشيدية)

”ويفرق بينه وبين الأخرى، ولا شيء لها؛ لأنه ظهر أنها المتأخرة، فيكون نكاحها باطلاً، وقد

مر أن الباطل لا يجب فيه المهر إلا بالدخول“، (رد المحتار: ۲۳/۳، كتاب النكاح، فصل في

المحرمات، سعيد)

۴..... سہالی سے جماع کرنا حرام ہے، مگر اس سے اس کا پہلا نکاح فسخ نہیں ہوا۔

۵..... اول تو پہلے ہی سے نکاح میں ہے، دوسری کو فوراً الگ کر دے، پھر اگر پہلی کو طلاق دیدے گا اور عدت گزر جائے گی تو دوسری سے نکاح کی اجازت ہو سکے گی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۴/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ایضاً

سوال [۵۶۹۱]: زید نے ہندہ سے شادی کی، مگر چند دنوں کے بعد اس نے ہندہ کی حقیقی بہن سے شادی کر لی جب کہ ہندہ اس کے نکاح میں پہلے سے موجود تھی۔ تو دریافت طلب یہ ہے کہ نکاح ثانی درست ہوایا نہیں؟ اگر درست نہیں ہوا تو پہلی بیوی پر اس کا کچھ اثر پڑے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں رکھنا حرام ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ﴾ الآية (۲)۔

(۱) "فتح ریم المنکوحۃ بالطلاق والخلع والردۃ مع انقضاء العدة"۔ (رد المحتار: ۴۰/۳، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، سعید)

"ولا يجوز أن يتزوج أخت معتدته، سواء كانت العدة عن طلاق رجعی أو بائن أو ثلاث، الخ"۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۷۹/۱، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم الرابع، رشیدیہ)

"يحرم على الرجل الجمع بين الأختين نکاحاً، ولو فی عدة من بائن أو رجعی حتی یحرم الأخری (أو رجعی) أما لو ماتت المرأة، فتزوج بأختها بعد یوم، جاز (الأخری) فإن كانت منکوحۃ، فحرمتها بالطلاق أو الخلع أو الردۃ مع انقضاء العدة"۔ (مجمع الأنهر: ۴۷۵/۱، ۴۷۹، کتاب النکاح، غفاریہ کوئٹہ)

(۲) (سورة النساء: ۲۳)

"ويحرم الجمع بين الأختين نکاحاً"۔ (مجمع الأنهر، باب المحرمات، کتاب النکاح:

۳۲۴/۱، دار إحياء التراث بیروت)

(وکذا فی الهدایۃ، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۳۰۸/۲، مکتبہ شریکۃ علمیہ ملتان)

صورتِ مسئلہ میں دوسرا نکاح باطل ہوا: ”ولو تزوج أختین فی عقدین ولم تعلم الأولى.....
إذ لو علمت، لبطل نکاح الثانية“. سبب الأنهر: ۱/۳۲۵ (۱)۔

زید پر لازم ہے کہ فوراً دوسری عورت سے علیحدگی اختیار کر کے صدقِ دل سے توبہ و استغفار کرے۔ اگر دوسری عورت سے زید نے مجامعت کر لی تو ہندہ سے اس وقت تک علیحدہ رہے جب تک دوسری عورت کو ایک حیض نہ گزر جائے: ”ولو زنی بإحدى الأختین لا یقرب الأخری، حتی تحيض الأخری بحیضة“۔
مجمع الأنهر: ۱/۳۲۵ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۸۸ھ۔

مفلوج بیوی کی بہن سے نکاح

سوال [۵۶۹۲]: زید کی زوجہ ایک مدت دراز سے بعارضۂ فالج بیمار ہو گئی، گھر کا کوئی کام نہیں ہو سکتا، اس سے زید کو از حد مشکل ہو گئی، ایسے مشکل وقت میں زید کی سالی گھر کا کام چلاتی رہی، اس پر مشکل یہ پڑی کہ اس سالی سے ناجائز تعلق ہو گیا، اب یہ سالی زید کے گھر رہا کرتی ہے۔ ایسے وقت پہلی بیوی کو طلاق دینے کی سوچ رہا ہے اور وہ طلاق لینے کو ناپسند کرتی ہے اور اپنی بہن سے نکاح کر لینے سے رضامند ہے۔

فی الحال زید نے یہ تجویز کیا کہ پہلی عورت جو کسی کام کے قابل نہیں رہی، اس کا مہر اور رہائش کا جدا مکان اور نفقہ وغیرہ کی پوری صورت دے کر بغیر طلاق دیئے اس کی بہن سے نکاح کرنے کا ارادہ ہے۔ شریعت

(۱) (سبب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۵، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۶۹، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۲۱۴، مصطفی البابی الحلبي مصر)

(۲) (مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۵، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، ۳/۱۷۰، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی الجمع فی اللفظ: علیک الیمین: ۳/۴۴۱،

دارالکتب العلمیہ بیروت)

مطہرہ میں کوئی صورت ہو تو زید کی زندگی کی کوئی امید ہوگی، ورنہ زندگی سے ہاتھ دھونے کا مسلم خیال ہے۔

کیم/ربیع الاول/۵۷ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک ایک بہن نکاح میں ہے، دوسری بہن سے نکاح قطعاً حرام ہے، بلکہ اگر اس کو طلاق دے دی جائے تب بھی جب تک عدت نہ گزر جائے اس کی بہن سے نکاح جائز نہیں: قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ﴾ الآية (۱)۔ ”وحرّم الجمع بین المحارم نکاحاً: أى عقداً صحيحاً وعدة ولو من طلاق بائن، اھ۔“ درمختار: ۴۳۸/۲ (۲)۔

زندگی سے ہاتھ دھونا کچھ آسان کام نہیں، دنیا اور آخرت دونوں منزلیں نہایت کٹھن ہیں، حرام موت کا انجام زید کو خود سوچ لینا چاہئے، اگر ناواقف ہو تو کسی عالم سے دریافت کر لے۔ زید زندگی سے ہاتھ دھوتا ہے اس لئے کہ جوشی اللہ تعالیٰ نے حرام فرمادی ہے وہ اس کے لئے حلال کیوں نہیں، غور و فکر کرے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا، اور یہ ضد خداوند تعالیٰ کا قانون عام توڑنے کی ضد ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۳/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ربیع الاول/۵۷ھ۔

بیوی کی بھانجی سے نکاح

سوال [۵۶۹۳]: اپنی بیوی کی بہن کی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱) (سورة النساء: ۲۳)

”و یحرّم الجمع بین الأختین نکاحاً“۔ (مجمع الأنهر، باب المحرمات، کتاب النکاح:

۱/۳۲۳، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی الهدایة، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۳۰۸/۲، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

(۲) (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳۸/۳، سعید)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۱۸/۲، دار المعرفہ، بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۶۸/۳، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی مر جائے، یا اس کو طلاق دیکر عدت ختم ہو جائے تو بیوی کی بہن کی لڑکی سے نکاح درست ہوگا (۱)،
 خالہ بھانجی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
 حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ایک عورت سے نکاح کے بعد اس کی بیٹی سے نکاح کرنا

سوال [۵۶۹۴]: زینب النساء بیوہ سے شرف الدین نے نکاح کیا، ابھی صحبت نہیں ہوئی تھی کہ بیوی
 نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح شرف الدین سے کر دیا جس پر برادری میں شور مچ گیا۔ یہ بات بالکل سچی ہے کہ ابھی
 خلوت پہلی بیوی زینب النساء سے نہیں ہوئی۔ تو اب کونسا نکاح درست ہے؟

(۱) ”لو ماتت الزوجة فلزوجها التزوج بأختها يوم الموت“۔ (سکب الأنهر علی هامش مجمع

الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳۲۴/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

”قولہ: لم یجز له أن يتزوج بأختها) حتی تنقضی عدتها، الخ“۔ (فتح القدیر، کتاب النکاح،

فصل فی بیان المحرمات: ۲۲۵/۳، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم الرابع بین ذوات الأرحام:

۲۷۹/۱، رشیدیہ)

”کذا لا یجوز أن يتزوج واحدة من ذوات الأرحام التي لا یجوز الجمع بین اثنتين منهن“

(الفتاویٰ العالمگیریہ، المصدر السابق)

(۲) ”ولا یجمع بین المرأة و عمتها أو خالتها أو ابنة أخيها أو ابنة أختها، لقوله عليه السلام: ”لا تنکح

المرأة علی عمتها ولا علی خالتها“۔ (الهدایہ، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۰۸/۲، مکتبہ

شرکة علمیه ملتان)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۴۳۰/۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(والحدیث رواہ البخاری فی صحیحہ فی کتاب النکاح، باب: لا تنکح المرأة علی عمتها: ۷۶۶/۲، قدیمی)

(والزیلعی فی نصب الرایة لأحادیث الهدایہ، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۱۶۹/۳،

المکتبہ المکیة بیروت)

الجواب حامداً ومصلحاً:

ماں اور بیٹی کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے (۱)، لہذا جب زیب النساء سے نکاح ہو چکا ہے تو اس کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں ہوا، مگر چونکہ ابھی زیب النساء سے صحبت اور تنہائی کی نوبت نہیں آئی، اس لئے اس کو اگر اس حالت میں طلاق دیدے گا تو اس کی لڑکی سے نکاح کی اجازت ہو جائے گی، لیکن یہ نکاح کافی نہیں ہوگا، دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا۔ پھر زیب النساء ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی، خواہ اس کی لڑکی سے صحبت ہو یا نہ ہو۔ اگر زیب النساء سے صحبت وغیرہ ہوگی یا ہو جائے تو اس کی وجہ سے بھی اس کی لڑکی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱/۹۵ھ۔

سالی کی لڑکی سے نکاح

سوال [۵۶۹۵]: سالی کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۱) ”وحرم الجمع بین امرأتین أتتھما فرضت ذکراً، لم تحل للأخرى أبداً، فجاز الجمع بین امرأة و

بنت زوجها، الخ“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳۸/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۷۲/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲۶۷/۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”أیما رجل نکح

امراً، فدخل بها، فلا يحل له نکاح ابنتها. فإن لم یکن دخل بها، فلینکح ابنتها. وأیما رجل نکح امرأة،

فدخل بها أو لم یدخل، فلا يحل له نکاح أمها“..... قالوا: إذا تزوج الرجل امرأة، ثم طلقها قبل أن

یدخل بها، حل له أن ینکح ابنتها. وإذا تزوج الرجل الابنة فطلقها قبل أن یدخل بها، لم يحل له نکاح

أمها، لقول الله تعالى: ﴿وَأَمْهَاتُ نِسَائِكُمْ﴾“۔ (جامع الترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی من یتزوج

المرأة ثم يطلقها قبل أن یدخل بها، هل یتزوج ابنتها أم لا: ۲۱۲/۱، سعید)

(والسنن الكبرى للبيهقي، کتاب النکاح، باب ما جاء فی قول الله تعالى: ﴿وَأَمْهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمْ

التي فی حجورکم﴾: ۱۶۰/۷، نشر السنة، ملتان)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالمصاهرة: ۳۱۵/۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس رشتہ کی وجہ سے نکاح حرام نہیں ہوتا (۱)، جمع حرام ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

سوتیلی سالی سے نکاح

سوال [۵۶۹۶]: میری شادی کو ۲۲/ برس ہو گئے، کوئی اولاد نہیں ہوئی، اب میری بیوی کی خواہش ہے کہ میں اپنی سوتیلی سالی سے نکاح کروں۔ کیا سوتیلی سالی سے نکاح درست ہے جب کہ میری بیوی موجود ہو؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

دو بہنوں کو ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں، بالکل حرام ہے، دونوں بہنیں حقیقی ہوں یا سوتیلی

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (النساء: ۲۴)

”أَيُّ مَا عَدَا مِنْ ذُكْرِنِ مِنَ الْمُحَرَّمِ، هُنَّ لَكَ حَلَالٌ“۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۱، سہیل

اکیڈمی لاہور)

(وکذا فی التفسیر المنیر: ۶/۵، دار الفکر بیروت)

(وکذا فی التفسیر المظہری: ۶۶/۲، حافظ کتب خانہ)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقراۃ: ۳/۱۱۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۲) ”ولا یجمع بین المرأة وعمتها أو خالتها أو ابنة أخيها أو ابنة أختها، لقوله عليه السلام: ”لا تنکح

المرأة علی عمتها، ولا علی خالتها“۔ الخ۔ (الہدایۃ، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۰۸/۲،

مکتبہ شریکۃ علمیہ ملتان)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۳۳۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(والحدیث رواہ الإمام البخاری فی صحیحہ فی کتاب النکاح، باب: لا تنکح المرأة علی عمتها:

۶۶/۲، قدیمی)

(والزیلعی فی نصب الرایۃ لأحادیث الہدایۃ، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۳/۱۶۹،

المکتبۃ المکیۃ بیروت)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات: ۳/۳۳۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سب کا یہی حکم ہے۔ یہ خدا کا حکم ہے، بیوی کی خوشی یا ناخوشی کو اس میں کوئی دخل نہیں، خدا کی حرام کی ہوئی چیز بیوی کے کہنے سے حلال نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

علاقائی سالی سے نکاح

سوال [۵۶۹۷]: زید نے زبیدہ سے نکاح کیا جس سے چند لڑکے بھی پیدا ہوئے، بعدہ زید نے زبیدہ کی حیات میں زبیدہ کو طلاق دیئے بغیر اسکی علاقائی بہن خدیجہ سے شادی کر لی۔ خدیجہ کے والدین اور گاؤں والوں نے بہت سمجھایا، لیکن خدیجہ اور کہیں نکاح کے لئے آمادہ نہیں ہوئی، نہ زید زبیدہ کو طلاق دینے کو تیار ہوا، زبیدہ بھی طلاق لینے پر آمادہ نہ ہوئی۔ ایسی صورت میں خدیجہ کا نکاح زید سے درست ہوا یا نہیں؟ کیا ان لوگوں سے قطع تعلق ضروری ہے، اگر نہ کیا جائے تو کیسا ہے؟ زید کی کمائی زبیدہ اور ان کے خسر اور سالی وغیرہ کو کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نکاح حرام ہے (۲)، لوگوں کو چاہئے کہ زید اور خدیجہ کے درمیان تفریق کرادیں (۳)، اگر وہ نہ

(۱) ”والجمع بین الأختین نکاحاً..... فلقوله تعالى: ﴿وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ﴾ (النساء: ۲۳)

”وأما الشاکی فللحدیث: ”من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر، فلا یجمعن ماءہ فی رحم أختین“..... وتفرع علی عدم الفرق بین الأختین نسباً ورضاعاً، الخ“، (البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۶۸/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی الجمع فی اللفظ بملک الیمین: ۳/۴۴۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۴، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ﴾ (سورة النساء: ۲۳)

”عن أم حبیبة أنها قالت: یا رسول الله! هل لك فی أختی؟ قال: ”فأصنع ما ذا؟“ قالت: تزوجها، قال: ”فإن ذلک أحب إلیک“؟ قالت: نعم لست لك بمخلية وأحب من یشرکنی فی خیر =

مائیں تو ان سے قطع تعلق کر دیں، یہاں تک کہ وہ تنگ آ کر توبہ کر لیں اور حرام سے کنارہ کش ہو جائیں، جب تک وہ اس حرام کاری سے باز نہ آئیں ان سے میل جول نہیں رکھنا چاہئے (۱)، خسر اور سائل وغیرہ کو خصوصیت سے اس معاملہ میں زور ڈالنے کی ضرورت ہے، یہ لوگ لین دین بالکل بند کر دیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

ربیب کی ماں کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح

سوال [۵۶۹۸]: ایک شخص نے اپنی بھانج سے نکاح کیا، اس کے ایک بچہ بھائی کا دودھ پی رہا تھا، جب یہ بچہ جوان ہو گیا تو اس کی شادی کر دی، اس لڑکے نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، تو پھر چچا نے اس کی بیوی

= اختی قال: "إنها لا تحل لی" قالت: فإنه قد بلغنی أنك تخطب درة بنت أم سلمة، قال: "بنت أبي سلمة"؟ قالت: نعم، قال: "والله! لو لم تكن ربيتي ما حلت لی أنها لابنة أخي من الرضاعة، فلا تعرضن علی بناتكن ولا أخواتكن الجمع". (سنن النسائي، كتاب النكاح، باب تحريم الجمع بين الأختين: ۸۰/۲، قدیمی)

"أما الكتاب، فقله عز وجل: ﴿وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ﴾ والجمع بينهما في الوطی جمع، فيكون حراماً. وأما السنة، فما روى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر، فلا يجمعن ماءه في رحم أختين، الخ". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في الجمع في اللفظ بملك اليمين: ۴۴۰/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "بل يجب علی القاضي التفريق بينهما". (الدر المختار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعید)

(و كذا في الفتاوى العالمكبرية، كتاب النكاح، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۳۳۰/۱، رشیدیہ)
(و كذا في المحيط البرهانی، الفصل السادس عشر في النكاح الفاسد وأحكامه: ۲۳۸/۳، غفاریہ كوئٹہ)
(۱) "قال الخطابی: رخص للمسلم أن يضرب علی أخیه ثلاث لیل لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران فی حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك..... فإن هجرة أهل الهواء والبدع واجبة علی مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع الخ، الفصل الأول: ۷۵۸/۸، رشیدیہ)

(و كذا في عمدة القاری، كتاب الأدب، باب ما ينهى من التحاسد والتدابير: ۱۳۷/۲۲، مطبعة خيریه بیروت)

سے بھی نکاح کر لیا، تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ لڑکے کی ماں اس کے نکاح میں موجود ہے۔ لوگ اس کو زنا کہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا ناجائز ہے کہ دونوں میں سے جس کو بھی مرد فرض کیا جائے تو اس کا نکاح دوسری سے ناجائز ہو، یہاں یہ صورت ہے کہ اگر اپنی پہلی منکوحہ کو یہ شخص مرد فرض کرے تو اس کا نکاح لڑکے کی بیوی سے ناجائز ہوگا، کیونکہ وہ اس کے بیٹے کی بیوی ہوگی اور قرآن کریم میں ہے: ﴿وَحَلَائِلُ أَبْنَاءِ كُمُ الذِّیْنَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ﴾ (۱)۔ اگر اس لڑکے کی بیوی کو مرد فرض کریں تو اس کا نکاح اس پہلی منکوحہ سے ناجائز نہیں ہوگا، کیونکہ کوئی حرمت کا رشتہ نہیں، ربیب کی بیوی سے نکاح جائز ہے:

”وَلَا تَحْرَمُ زَوْجَةَ الرَّبِیْبِ وَلَا زَوْجَةَ الرَّابِّ، اھ۔“ (۲) قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”وحرمة الجمع بین امرأتین أیتھما فرضت ذکرألم تحلل للأخری أبدأ، فجاز الجمع بین امرأة و بنت زوجها أو امرأة ابنها أو أمة؛ لأنه لو فرضت المرأة أو امرأة الابن ذكراً، لم یحرم بخلاف عکسہ، اھ۔“ درمختار: ۲/۲۹۴ (۳)۔

(۱) (سورة النساء: ۲۳)

”وأما الفرقة الثالثة، فحلیلة الابن من الصلب وابن الابن وابن البنت وإن سفل، فتحرم علی الرجل حلیلة ابنه من صلبه بالنص، وهو قوله عز وجل: ﴿وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الذِّیْنَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ﴾“ (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی الفرقة الثالثة من المحرمات: ۳/۴۱۹، دار الکتب العلمیة بیروت) (و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۶۷، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/۴۶۲، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) (رد المحتار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳/۳۱، سعید)

(و کذا فی منحة الخالق علی هامش البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۶۷، ۱۶۸، رشیدیہ)

(۳) (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳/۳۸، ۳۹، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۶۲، ۱۶۳، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/۴۶۷، ۴۶۸، دار الکتب العلمیة بیروت)

پس اس نکاح کو زنا کہنا غلط ہے، کیونکہ یہ نکاح جائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۳/۹۱ھ۔

غلط طریقہ پر پیدا شدہ لڑکی اور علاقائی سالی کی لڑکی سے نکاح

سوال [۵۶۹۹]: ﴿أَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ﴾ (۱) کی زوجہ ثانیہ کی اولاد سے انجان صورت حال یا جانکاری کی حالت میں ان کے اغیار سے جن کو ان کے رشتہ سے کوئی واسطہ نہیں، ایسی لڑکی سے ایک مومن کا عقد و مناکحت جائز ہے یا نہیں؟ باپ شریک سالی کی اولاد سے یعنی اس قسم کی ساڑھو کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی لڑکی غلط طریقہ پر پیدا ہوئی تو اس سے عقد نکاح حرام نہیں، جب کہ اس سے حرمت کا کوئی رشتہ نہ ہوا، جب تک بیوی نکاح میں رہے اس کا سوتیلی بہن کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۲/۹۲ھ۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ﴾ (النساء: ۲۴)

”ای ما عدا من ذکر من المحارم، هن لكم حلال“۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۷۴، سہیل

اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی التفسیر المنیر: ۵/۶، دار الفکر بیروت)

(و کذا فی التفسیر المظہری: ۲/۶۶، حافظ کتب خانہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقراۃ: ۳/۴۱۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”و لا یجمع بین المرأة و عمتها أو خالتها أو ابنة أخيها أو ابنة أختها، لقوله عليه السلام: ”لا تنکح

المرأة علی عمتها، ولا علی خالتها“۔ الخ. (الهدایة، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/۳۰۸،

مکتبہ شریکۃ علمیہ ملتان)

(و کذا فی نصب الرایۃ لأحادیث الہدایۃ، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۳/۱۶۹، المکتبۃ

المکیۃ بیروت)

بیوی کے لاپتہ ہونے سے موت کا حکم اور اس کی بہن سے نکاح

سوال [۵۷۰۰]: ایک شخص کی بیوی کو پاگل ہوئے تقریباً سات آٹھ سال ہو چکے، اب سے دس ماہ پہلے گھر سے نکل گئی، گھر سے نکلنے کے دو ہفتہ بعد تک کچھ اس طرح پتہ چلتا رہا کہ کل یہاں تھی آج وہاں تھی، مگر تلاش کرنے پر وہ کہیں نہ مل سکی، اس کے بعد سے اب بالکل لاپتہ ہے، نہ معلوم کہ وہ زندہ ہے یا مر چکی ہے۔ شروع میں پتہ دینے والے کا کہنا یہ ہے کہ وہ بیماری کی حالت میں تھی اور حالت نازک تھی، اب اس کا شوہر اس کی بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا وہ اپنی پہلی بیوی کو مردہ تصور کر کے دوسری بہن سے نکاح کر سکتا ہے؟ اگر نہیں کر سکتا ہے تو اگر اس کو طلاق دیکر دوسری بہن سے نکاح کرنا چاہے تو اس صورت میں مطلقہ کے لیے عدت ہوگی یا نہیں، اگر عدت ہوگی تو کیا ہوگی؟ اور اس عدت کا گزرنا کیسے معلوم ہوگا؟ بیوی کی بہن سے نکاح کرنے کا مقصد یہ ہے کہ پہلی بیوی سے تین بچے ہیں جس کی وجہ سے بچوں کی پرورش اچھی طرح ہو جانے کی امید ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کی موت و حیات کی تحقیق نہیں تو اس کو ابھی مردہ تصور نہیں کیا جائے گا (۱) اس کو طلاق دیدے، پھر عدت تین ماہواری کا انتظار کر کے اس کی بہن سے نکاح کر لے (۲)، جتنی مدت میں اس کو تین حیض آیا کرتے تھے وہ مدت انتظار کافی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۱/۹۰ھ۔

= (و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات : ۴/۳۳۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱) "ہولغۃ المعدوم، و شرعاً: غائب لم یدرأ حی ہو فیتوقع قدومه، أم میت أودع اللحد البلقع..... وهو

فی حق نفسه حی، فلا ینکح عرسہ غیرہ ولا یقسم". (الدر المختار، کتاب المفقود: ۴/۲۹۲، ۲۹۳، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب المفقود، ۱/۷۱۲، ۷۱۳، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب المفقود، ۲/۶۲۰، ۶۲۲، شرکتہ علمیہ ملتان)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب أجلہ﴾ (البقرۃ: ۲۳۴)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسہن ثلاثہ قروء﴾ (البقرۃ: ۲۸۷)

"عدة الحرة المدخول التي تحيض للطلاق أو الفسخ ثلاثة قروء: أي حیض، لقوله تعالیٰ:

﴿والمطلقات یتربصن بأنفسہن ثلاثہ قروء﴾. (مجمع الأنهر، باب العدة: ۱/۴۶۳، دار احیاء التراث بیروت)

الفصل الخامس فی المحرمات بالشرب (غیر مسلموں سے نکاح کا بیان)

غیر مسلم سے نکاح

سوال [۵۷۰۱]: ایک غیر مسلم شخص نے ایک مسلم عورت سے نکاح کر رکھا تھا اور اپنا نام بدل کر عبدالرحمن رکھ رکھا تھا۔ اس عورت کے کوئی اولاد نہیں ہوتی، تو وہ ایک روز میرے پاس آ کر کہنے لگی کہ تم اپنی لڑکی کی شادی میرے خاوند سے کر دو، چنانچہ میں نے اس عورت کا اعتبار کر کے لڑکی کی شادی اس شخص سے کر دی، تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ وہ غیر مسلم ہے۔ لڑکی صرف دو یوم اس کے پاس رہی، اس کے بعد وہاں نہیں گئی۔ اب وہ شخص چار سال سے لا پتہ ہے، تلاش کے بعد بھی اس کا کچھ پتہ نہیں چلا کہ کہاں ہے۔ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکی نے وہاں کفر و شرک دیکھا، مثلاً یہ کہ بت کو سجدہ کیا گیا تو شرعاً یہ نکاح ہی منعقد نہیں ہوا (۱)۔

(۱) ”ومنها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلا يجوز إنکاح المؤمنة الکافر، لقوله تعالى: ﴿وَلَا تَنْكَحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾“ (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی عدم نکاح الکافر المسلمة: ۴/۲۶۵، دار الکتب العلمیة بیروت)

”وکمالو سجد لسنم أو وضع مصحفاً فی قاذورة، فإنه یکفر وإن کان مصدقاً“ (رد المحتار،

باب المرتد: ۴/۲۲۲، سعید)

قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَنْكَحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾ (البقرة: ۲۲۱)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، القسم السابع المحرمات بالشرب: ۱/۲۸۲، رشیدیہ)

(وکذا فی الفقه الإسلامی وأدلته، کتاب النکاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، زواج المسلمة بالکافر: ۹/۲۶۵۲، رشیدیہ)

آپ نے سخت غلطی کی کہ بلا تحقیق اپنی لڑکی کو ایسی جگہ جھونک دیا، اب باقاعدہ شریعت کے مطابق جانی پہچانی مناسب جگہ اس کا عقد کر دیں اور اس عورت کو بھی وہاں سے علیحدہ کرنے کی کوشش کریں جس نے اس نکاح کی سفارش کی تھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۱۳۹۵ھ۔

مسلم اور غیر مسلم کا نکاح

الاستفتاء [۵۷۰۲]: کافر کی لڑکی اور مسلمان کا لڑکا دونوں کی شادی درست ہے یا نہیں اور اگر مسلمان ہونے سے پہلے دونوں کا نکاح ہوا تو اسلام لانے کے بعد دونوں کا پہلا نکاح کافی ہوگا یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکا اور لڑکی دونوں مسلمان ہوں تو ان کا نکاح درست ہو گیا، اگر ایک مسلمان اور دوسرا کافر ہو تو ان کا نکاح جائز نہیں (۱)۔ اگر اسلام لانے سے پہلے دونوں کافر کی حالت میں نکاح ہوا اور پھر وہ دونوں مسلمان ہو گئے تو ان کا وہی پہلا نکاح کافی ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

(۱) ”ومنها: ألا تكون المرأة مشركة إذا كان الرجل مسلماً، فلا يجوز للمسلم أن ينكح المشركة، لقوله تعالى: ﴿ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن﴾ (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في نكاح المشركة: ۴۵۸/۳، دارالكتب العلمية بيروت)

”ومنها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالى: ﴿ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا﴾. [البقرة: ۲۲۱]. (بدائع الصنائع، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة، كتاب النكاح: ۴۶۵/۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، القسم السابع: المحرمات بالشرك: ۲۸۲/۱، رشيدية)

(و كذا في الفقه الإسلامی وأدلته، كتاب النكاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، زواج المسلمة بالكافر: ۶۶۵۲/۹، رشيدية)

(۲) ”أسلم المتزوجان بلا سماع شهود أو في عدة كافر معتقدين ذلك، أقرأ عليه؛ لأننا أمرنا بتركهم وما يعتقدون“. (الدر المختار مع رد المحتار، باب نكاح الكافر: ۱۸۶/۳، سعيد)

غیر مسلم کا قبول اسلام اور اس کا نکاح

سوال [۵۷۰۳]: اگر ہندو قوم کی عورت مسلمان لڑکے پر فدا ہو کر اسلام قبول کرنا چاہتی ہو، اور اس کے اسلام قبول کرنے سے اس کی قوم و قانون کوئی معترض نہ ہو تو اس حالت میں کیا شرع اجازت دیتا ہے کہ اس عورت کو مسلمان کر لیا جائے؟

۲..... اگر مسلمان لڑکے نے بیچ قوم کے ہمراہ رہ کر حرام کھایا ہو، اس کے بعد اپنی حرکت سے نادم ہو کر توبہ کرے تو کیا یہ توبہ کرنا درست ہے، یا پھر سے شرع حکم دیتا ہے کہ دوبارہ مسلمان کیا جائے؟

۳..... اگر ہندو کی عورت مسلمان کے ہمراہ مدت تک رہ چکی ہو اور مدت دراز کے بعد اپنی سیاہ کاری سے نادم ہو کر اسلام قبول کر لے اور وہ حاملہ بھی نہ ہو، ایسی صورت میں بعد قبول کرنے اسلام کے لڑکے موصوف کے ہمراہ فوراً نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

۴..... اگر بعد قبول اسلام کے خود لڑکے موصوف کے ہمراہ نکاح کیا جائے تو کیا وہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۵..... اور یہ کامل اندیشہ ہے کہ اگر فوراً نکاح نہ کر دیا جائے تو بعد قبول اسلام کے بھی جانہین سے ضرور گناہ سرزد ہوگا، اور لڑکے موصوف کے سوا اس لڑکی کی کہیں رہائش کی امید اور خورد و نوش کا کفیل کوئی نہیں ہوتا ہے۔ ان باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے بعد قبول اسلام کے فوراً نکاح کر دیا جائے تو یہ نکاح شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟

۶..... اگر مسلمان کسی بیچ قوم کو اپنی کسرِ شان سمجھ کر مسلمان کرنے سے انکار کر دیں اور وہ اس بات کا شائق ہو تو کیا وہ مسلمان گنہگار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اس عورت کو مسلمان کر لیا جائے۔

۲..... حرام کام کرنے سے گناہ ہوتا ہے اور توبہ کرنا گناہ سے فرض ہے (۱) اور گناہ کرنے سے اسلام

= (و کذا فی البحر الرائق، باب نکاح الکافر : ۳/ ۳۶۰، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، باب نکاح الکافر : ۱/ ۳۶۹، دار إحياء التراث العربی، بیروت)

(۱) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا﴾. (سورة التحريم : ۸) =

سے خارج نہیں ہوتا، لہذا دوبارہ مسلمان کرنا یعنی تجدید اسلام کرنا فرض نہیں: ”و لا نکفر مسلماً بذنب من الذنوب وإن كانت كبيرة إذا لم يستحلها، ولا نزيل عنه اسم الإيمان. اھ۔“ شرح فقہ اکبر، ص: ۷۶ (۱)۔

۳..... اگر عورت کافر ہے تو بغیر اسلام قبول کئے اس سے کسی مسلمان کا نکاح درست نہیں اور جس مسلمان نے اس سے ناجائز تعلق رکھا ہے وہ گنہگار ہے، اس کے ذمہ توبہ ضروری ہے، تجدید اسلام ضروری نہیں: ”لا یصح نکاح عابدة کوکب لا کتاب لها، والمجوسية والوثنية، اھ۔“ در مختار: ۴۴۸/۲ (۲)۔

۴..... اگر وہ ہندو عورت ایسی ہے کہ اس کا کوئی شوہر نہیں تو جب وہ اسلام قبول کرے، فوراً اس سے نکاح درست ہے، اگر اس کا شوہر موجود ہے تو پھر اس کا یہ حکم ہے کہ اگر وہ بھی مسلمان ہو جائے تب تو وہ بدستور اس کی زوجہ ہے، اگر وہ شوہر اسلام قبول کرنے سے انکار کر دے تو ان میں تفریق کر دی جائے۔ اگر یہ عورت دار الحرب میں ہو تو اسلام قبول کرنے کے وقت سے تین حیض گزار کر اس کا نکاح ختم ہوگا، اگر حاملہ ہو تو وضع حمل پر اس کا نکاح ختم ہوگا، اس کے بعد عدت گزار کر نکاح کرنا چاہئے یہی احوط ہے: ”ولو أسلم أحدهما ثمة، لم تبين حتى تحيض ثلاثاً قبل إسلام الآخر. الخ.“ در مختار: ۶۰۳/۲ (۳)۔

= ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه : قال : قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : ”لله أشد فرحاً بتوبة أحدكم من أحدكم بضالته إذا وجدها“. قال النووي تحت هذا الحديث : ”واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة. الخ.“ (الصحيح لمسلم مع شرحه للنووي، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمی)

(و كذا في روح المعاني (پ: ۲۷) : ۱۵۹/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (شرح الفقہ الأكبر، الكبيرة لا تخرج المؤمن عن الإيمان، ص: ۷۱، قديمی)

”العصاة من أهل الكبائر لا يخلدون في النار إذا ماتوا وهم موحدون.“ (شرح العقيدة

الطحاوية، ص: ۲۹۱، مكتبة الغرباء)

(۲) (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المحرمات : ۴۶/۳، سعيد)

(و كذا في تبیین الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات : ۴۷۶/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات : ۱۸۱/۳، رشیدیہ)

(۳) (الدر المختار، باب نكاح الكافر، مطلب: الصبي والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق الخ: =

۵..... ہندو عورت سے بلا اس کے اسلام قبول کئے کسی طرح نکاح درست نہیں ہے، لقولہ تعالیٰ:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَ﴾ (الایۃ (۱)۔

۶..... جو شخص مسلمان ہونا چاہے اس کو مسلمان کرنے سے انکار کرنا اس کے کفر کے ساتھ راضی ہونا ہے، اور کفر سے راضی ہونا کفر ہے، اس کو فوراً مسلمان کرنا ضروری ہے:

”وفی الخلاصة: کافرٌ قال لمسلم: أعرض عليّ الإسلام، فقال: اذهب إلى فلان العالم، کفر؛ لأنه رضى ببقائه على الكفر حين ملازمة العالم ولقائه. وقال أبو الليث: إن بعثه إلى عالم، لا يكفر؛ لأن العالم ربما يحسنه ولا يحسن الجاهل، فلم يكن راضياً بكفره ساعة، بل كان راضياً بالإسلام أتمّ وأكمل. الخ.“ شرح فقہ اکبر، ص: ۲۱۸ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۷/۵۹ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر العلوم، صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم۔

= ۱۹۱/۳، سعید

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر: ۳/۳۷۰، رشیدیہ)

(و کذا فی النہر الفائق، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر: ۲/۲۸۸، إمدادیہ ملتان)

(و کذا فی فتح القدیر، باب نکاح أهل الشرك: ۳/۴۲۱، ۴۲۲، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۱) (سورة البقرة: ۲۲۱)

”منہا أن لا تكون المرأة مشرکة إذا كان الرجل مسلماً، فلا يجوز للمسلم أن ینکح

المشرکة، لقولہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَ﴾. الخ.“ (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی نکاح المشرکة: ۳/۴۵۸، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی فقہ السنۃ، المحرمات من النساء، زواج المشرکة: ۲/۹۳، دار الکتب بشاور)

(۲) (شرح الفقہ الأكبر، فصل فی الکفر صریحاً و کنایۃ، ص: ۱۷۷، قدیمی)

(و کذا فی خلاصۃ الفتاوی، الفصل الثانی فی ألفاظ الکفر الخ، الجنس الرابع: ۳/۳۸۶، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاوی العالمگیریۃ، الباب التاسع فی أحكام المرتدین، مطلب: موجبات الکفر أنواع، منہا

ما يتعلق بالإيمان: ۲/۴۵۸، رشیدیہ)

نومسلم جو اپنے اسلام کو مخفی رکھتا ہے اس کا نکاح مسلمان لڑکی سے

سوال [۵۷۰۴]: زید تعلیم یافتہ ہے اور گورنمنٹ سروس میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہے، اس کا کہنا ہے کہ ان کے ہونے والے داماد ”رام“ نے اسلام قبول کر لیا ہے لیکن خفیہ طور پر، اور سوائے زید کے یہ اسرار اور کوئی نہیں جانتا اور کچھ مصلحت جائیداد وغیرہ کی بنا پر رام نے اپنا ہندو نام تبدیل نہیں کیا ہے۔ اب زید چاہتا ہے کہ ان کی لڑکی مسلمہ کا نکاح رام سے کر دیا جائے۔ اب سوال یہ کہ ایک غیر مسلم اسلام قبول کرنے کے بعد بھی اپنا پرانا ہندو نام رکھ سکتا ہے؟

رام کے سلسلہ میں یہ بات بھی واضح رہے کہ اس کے مسلمان ہونے کی شہادت صرف ایک ہی آدمی یعنی زید ہی دیتا ہے، اس کے ثبوت میں ان کے پاس نہ تو کوئی تحریری اعلان ہے اور نہ کوئی اور ثبوت ہے۔
الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح اس کا کفر سب کو معلوم ہے وہ مخفی نہیں ہے، اسی طرح اس کے اسلام کا بھی اعلان ہونا ضروری ہے، خواہ اس طرح کہ وہ مجمع میں اسلام قبول کرے، یا اپنے مسلمان ہو جانے کا اعلان کرے، خواہ اس طرح کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں نماز باجماعت ادا کیا کرے (۱)، مسئلہ طریقہ پر اس کے خفیہ اسلام کا سہارا لیکر اس سے مسلمان لڑکی کی شادی نہ کی جائے (۲)۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس کا نام اسلامی رکھا

(۱) ”وفی الخامس بهما مع التبری عن کل دین یخالف دین الإسلام، بدائع و آخر کراہیۃ الدرر“۔

(الدر المختار)۔ ”أن اشتراط التبری لإجراء أحكام الإسلام..... ثم إن الذی فی البدائع: لو أتى

بالشهادتین لا یحکم بإسلامه حتی یتبرأ عن الدین الذی هو علیہ. وزاد فی المحيط: لا یكون مسلماً حتی

یتبرأ من دینہ مع ذلک و یقر أنه دخل فی الإسلام لأنه یحتمل أنه تبرأ من اليهودیة و دخل فی النصرانیة“۔

(ردالمحتار، باب المرتد، مبحث فی اشتراط التبری مع الإتيان بالشهادتین: ۲۲۷/۳، سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع للعلامة الکاسانی، کتاب السیر، فصل فی أحكام المرتدین: ۵۳۱/۹،

دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۲۱۶/۵، رشیدیہ)

(۲) ”و منها إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلا یجوز نکاح المؤمنة الکافر، لقوله تعالیٰ:

﴿ولا تنکحوا المشرکین حتی يؤمنوا﴾. [البقرة: ۲۲۱]. (بدائع الصنائع، فصل فی عدم نکاح الکافر =

جائے، پرانا ہندوانہ نام بدل دیا جائے۔ جائیداد وغیرہ کی مصلحت سے اسلام کو مخفی رکھنا اور اپنا پرانا نام باقی رکھنا اور مسلمان لڑکی سے شادی کر لینا خطرناک تلخیص ہے، اس سے بچنا لازم ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد نمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۲/۸۸ھ۔

دھوکہ دیکر کافر سے نکاح

سوال [۵۷۰۵]: ایک مسلمان شخص نے ایک کافر عورت کو رکھ لیا، پہلے شوہر سے اس کے دو لڑکے ہیں جو کافر ہی ہیں، اس مسلمان شخص کے دوست نے ایک غریب مسلمان لڑکی کو دھوکہ دیکر اس سے اس عورت کے کافر لڑکے سے نکاح کرادیا اور لڑکی کو رخصت کر دیا، جب لڑکی کو معلوم ہوا کہ اس کا کافر لڑکے سے نکاح کیا گیا ہے تو لڑکی سخت بیزار ہوئی اور اس کافر کے پاس جانے کو تیار نہیں۔ اس صورت میں یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ اور جس نے یہ نکاح کیا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

= المسلمة، کتاب النکاح: ۳/۲۶۵، دار الکتب العلمیۃ بیروت

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، القسم السابع: المحرمات بالشک: ۲۸۲/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الفقہ الإسلامی وأدلته، کتاب النکاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، زواج المسلمة بالکافر: ۶۶۵۲/۹، رشیدیہ)

(۱) ”عن أبی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”إنکم تدعون یوم القیامة بأسمائکم وأسماء آبائکم، فأحسنوا أسمائکم“۔ (سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی تغییر الأسماء: ۳۲۸/۲، إمدادیہ ملتان)

”وعن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما: ”أن بنتاً كانت لعمر یقال لها: عاصیۃ، فسمّاها رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمیلۃ“۔ رواہ مسلم“۔ قال الملا علی القاری تحت هذا الحدیث: ”ثم رأیت التوربشتی قال: وإنما کان ذلک منه فی الجاهلیۃ، فإنهم کانوا یسمّون بالعاص والعاصیۃ ذهاباً إلی معنی الآباء عن قبول النقائص والرضا، فلما جاء اللہ بالإسلام کره له ذلک“..... قال النووی رحمہ اللہ تعالیٰ: وفيہ استحباب تغییر الاسم القبیح کما یستحب تغییر الأسماء المکرّوۃ إلی حسن“۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الأسماء، الفصل الأول: ۵۱۹/۸، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، لڑکی ہرگز اس خبیث کافر کے پاس نہ جائے (۱)۔ جس نے یہ فریب کیا ہے وہ انتہائی درجہ بے غیرت اور سخت گنہگار ہے (۲)، ہمیشہ اس کے فریب سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ جس نے کافر عورت کو رکھ لیا ہے وہ بھی زنا کاری میں مبتلا ہے اس سے اس عورت کو الگ کر دیا جائے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بیٹی کا بلا تحقیق غیر مسلک میں نکاح

سوال [۵۷۰۶]: میں نے اپنی لڑکی کی شادی نا آشنائی میں ایک جگہ کی، جس وقت میری لڑکی اپنی سسرال کو گئی تو پتہ چلا کہ وہ دوسرے مسلک کے آدمی ہیں، یہ بھی نہیں طے کر سکتا کہ وہ کونسا مسلک ہے جس کی وہ لوگ اقتدا کرتے ہیں۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ انہوں نے صبح کو میری لڑکی سے کہا کہ روزہ رکھو، میری لڑکی نے کہا ہم نے کہیں ایسا روزہ نہیں رکھا، ان لوگوں نے روزہ رکھا اور عصر کے بعد افطار کر لیا، میری لڑکی کو بہت زیادہ

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا، وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ﴾ (سورة البقرة: ۲۲۱)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهَا﴾ (سورة الممتحنة: ۱۰)

(۲) ”عن سفیان بن أسد الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: ”کبرت خیانة أن تحدث أخاک حديثاً هو لک به مصدق و أنت به کاذب“ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان، الفصل الثانی، ص: ۴۱۳، قدیمی)

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”ملعون من ضارّ مؤمناً أو مکر به“ (مشکوۃ المصابیح،

کتاب الآداب، باب ما ینهی عنہ من التهاجر، الفصل الثانی، ص: ۴۲۸، قدیمی)

”وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”المؤمن غرّ کریم، والفاجر خبّ لئیم“ (مشکوۃ

المصابیح، کتاب الآداب، باب الرفق والحياء و حسن الخلق، الفصل الثانی، ص: ۴۳۲، قدیمی)

(۳) (راجع، ص: ۴۴۷، رقم الحاشیة: ۲)

مطعون کیا۔ ان کے بڑے بھائی کے گھر میں شیعہ کی لڑکی ہے، ان کا کوئی طریقہ مسلمانوں جیسا نہیں ہے، نماز کا آج تک ثبوت نہیں ملا کہ کبھی انہوں نے پڑھی ہے۔

اس کے بارے میں بہت زیادہ متفکر ہوں کہ میں کیا طریقہ اختیار کروں، جھوٹ بہت زیادہ بولتے ہیں۔ اب عرض یہ ہے کہ اپنی لڑکی وہاں بھیجوں یا نہیں؟ یا یہی مناسب ہے جس طرح ہو گیا؟ خیال ایسا ہے کہ شاید نباہ نہ ہو سکے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا تحقیق و تفتیش کے لڑکی کی شادی کر دینا غیر دانشمندانہ فعل ہے جس سے لڑکی کی زندگی بھی تباہ ہو سکتی ہے، دین بھی خراب ہو سکتا ہے۔ اب تحقیق کی جائے اگر شوہر کے عقیدے اسلامی عقیدے نہیں، نماز کو فرض نہیں کہتے، روزہ کو محض عصر کے بعد تک کہتے ہیں، غروب تک نہیں کہتے، تو ایسے شخص سے نکاح ہی درست نہیں (۱) لڑکی کو وہاں سے علیحدہ کر لیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۲ھ۔

(۱) ”ومنها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالى: ﴿ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا﴾. ولأن في إنكاح المؤمنة الكافر خوف وقوع مؤمنة في الكفر، الخ.“ (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة: ۳/۲۶۵، دار الكتب العلمية بيروت)

”ولا يجوز تزوج المسلمة من مشرك ولا كتابي، كذا في السراج الوهاج“. (الفتاوى العالمية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السابع: المحرمات بالشرك: ۱/۲۸۲، رشیدیہ) (و كذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب النكاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، زواج المسلمة بالكافر: ۹/۲۶۵۲، رشیدیہ)

(۲) ”بل يجب على القاضى التفريق بينهما“. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد وأحكامه: ۳/۱۳۳، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمية، كتاب النكاح، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشیدیہ) =

غیر مذہب لڑکے سے نکاح

سوال [۵۷۰۷]: ایک شادی کی تصویر آپ کی خدمت میں ارسال ہے، ایسے مسلمان ماں باپ کو سکھ کہا جائے یا مسلمان؟ جنہوں نے اپنی لڑکی خوشی کے ساتھ غیر مذہب لڑکے کے (سیول میرج کے ذریعہ) حوالے کی ہو؟ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسلمان لڑکی کی شادی غیر مذہب والے سے قطعاً حرام ہے، یہ نکاح نہیں بلکہ حرام کاری اور زنا ہے (۱)، جو باپ اپنی لڑکی کی شادی اس طرح کر دے وہ بے غیرت اور دیوث ہے (۲)، اس نے قرآن حکیم کے حکم کو توڑا ہے، صاف صاف قرآن کریم میں ہے: ﴿لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهَا﴾ (۳)۔ ایسے شخص سے بالکل قطع تعلق کر دیا جائے (۴) تاکہ اس کی خباثت کے مہلک اثرات سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ اس لڑکے کو بزرگوں سے ملا دیا جائے اور اسلامی اخلاق کی تعلیم و مطالعہ کی اہمیت دی جائے، کیا بعید ہے کہ اللہ پاک اس کے دل میں اسلام کی محبت و عظمت پیدا فرمائے اور وہ اسلام قبول

= (و کذا فی المحيط البرہانی، کتاب النکاح، الفصل السادس عشر فی النکاح الفاسد وأحكامه : ۲۴۸/۳، غفاریہ کوئٹہ)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا، وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ﴾ (سورة البقرة : ۲۲۱)

(۲) ”هو (أى الديوث) من لا يغار على امراته أو محرمه“، (الدر المختار، باب التعزير، مطلب فى الحرج المجرد : ۷۰/۴، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الحدود، فصل فى التعزير، ۳۷۳/۲، غفاریہ کوئٹہ)

(۳) (سورة الممتحنة : ۱۰)

(۴) ”قال الخطابی : رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوق ذلك

..... فإن هجرة أهل الهواء والبدع واجبة على مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى

الحق“، (مرقاة المفاتيح، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول : ۷۵۸/۸، رشیدیہ)

(و کذا فی عمدة القاری، کتاب الأدب، باب ما ينهى من التحاسد : ۱۳۷/۲۲، مطبع خيرية بیروت)

کر لے، پھر ان دونوں کا نکاح دوبارہ کر دیا جائے، اس لڑکی اور لڑکے دونوں کی عاقبت درست ہو جائے گی اور دونوں تباہی و ہلاکت سے بچ جائیں گے، ﴿وما ذلک علی اللہ بعزیز﴾۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۴/۹۰ھ۔

ہریجن کے ساتھ بھاگنے سے نکاح کا حکم

سوال [۵۷۰۸]: الاستفتاء: زید کی بیوی ساجدہ جو تین بچوں کی ماں ہے ایک ہریجن کے ساتھ بھاگ گئی، بکر اور اس کی بیوی بھی اس کے بھاگنے میں شریک رہے، بکر اور اس کی بیوی نے تین یوم تک ساجدہ کو چھپائے رکھا۔ تو اب ساجدہ زید کے نکاح میں رہی یا نہیں؟ اب ساجدہ پکڑی گئی ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو بکر بھی گنہگار ہے، اس کی بیوی بھی گنہگار ہے اور ساجدہ بھی گنہگار ہے، سب کو توبہ و استغفار لازم ہے (۱)۔ ساجدہ اس خبیث حرکت کے باوجود زید کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی (۲)۔ اس نے خدا نخواستہ وہاں جا کر بت کی پوجا وغیرہ بھی اگر کی ہو تو تجدید ایمان کے ساتھ تجدید نکاح بھی کرائی جائے (۳)، یہ بھی خیال رہے کہ شرعی پردہ نہ کرنے کو اس قسم کے واقعات میں زیادہ دخل ہے، اگر احکام اسلام کی

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وتعاونوا علی البر والتقویٰ، ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾..... ”عن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”الدال علی الخیر کفاعله..... من دعا إلی ضلالة، کان علیہ من الإثم مثل آثام من اتبعه إلی یوم القیامة. الخ.“ (تفسیر ابن کثیر، سورة المائدة، (پ: ۶): ۶/۲، سہیل اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی روح المعانی: ۵۷/۶، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی احکام القرآن للجصاص، سورة المائدة: ۴۲۹/۲، قدیمی)

(۲) نکاح کے رفع ہونے کے اسباب میں سے کوئی سبب نہیں پایا گیا، لہذا نکاح بدستور قائم ہے: ”فہو رفع قید النکاح حالاً أو مالاً بلفظ مخصوص“. (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب الأول: ۳۴۸/۱، رشیدیہ)

”و کمالو سجد لصنم أو وضع مصحفاً فی قاذورة، فإنه یکفر وإن کان مصدقاً.“ (رد المحتار،

باب المرتد: ۲۲۲/۴، سعید)

(۳) ”و ما کان فی کونہ کفراً اختلافاً، یؤمر قائلہ بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذلک.“ =

تعلیم اور پابندی ہو تو ایسی صورتیں نہ پیش آئیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

کتابیہ سے نکاح

سوانحی [۵۷۰۹]: زید مسلمان ہے وہ کتابیہ سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کر سکتا ہے تو کوئی شرط وغیرہ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عالم گیری میں ہے: ”وکل من یعتقد دیناً سماویاً ولہ کتاب منزل کصحف ابراہیم وشیث وزبور داؤد علیہ السلام، فہو من اہل الکتاب، فتجوز منا کحتہم واکل ذبائحہم“ (۱)۔ نیز درمختار: ۲/۲۸۹، علی ہامش ردالمختار میں ہے: ”وصح نکاح کتابیہ“ (۲)۔ نیز قرآن مجید سے بھی ثابت ہے: ﴿والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب﴾ الخ (پ: ۶، سورہ مائدہ) (۳)۔ مذکورہ بالا عبارتوں سے معلوم ہوا کہ مسلمان مرد کتابیہ (عیسائی ہو یا یہودی) سے نکاح کر سکتا ہے۔

”الحیلۃ الناجزۃ، ص: ۱۶۵“ میں لکھا ہے کہ: ”اگر عورت کتابیہ یعنی یہودیہ نصرانیہ وغیرہ ہو تو اس سے مسلمان مرد کا نکاح دو شرطوں کے ساتھ ہو سکتا ہے: اول یہ کہ وہ تمام اقوام یورپ کی طرح صرف نام کی عیسائی اور درحقیقت لامذہب (دہریہ) نہ ہو، بلکہ اپنے مذہبی اصول کو کم از کم مانتی ہو اگرچہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو۔ دوسری شرط یہ کہ وہ اصل سے یہودیہ نصرانیہ ہو، اسلام سے مرتد ہو کر یہودیت یا نصرانیت اختیار نہ کی ہو۔ جب

= (مجمع الأنهر، باب المرتد: ۱/۲۸۸، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیہ)

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح، القسم السابع: المحرمات بالشک: ۱/۲۸۱، رشیدیہ)

(۲) (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۴۵، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۸۲، رشیدیہ)

(۳) (سورۃ المائدہ: ۵)

یہ دونوں شرطیں کسی کتابیہ عورت میں پائی جائیں تو اس سے نکاح صحیح و منعقد ہو جاتا ہے، لیکن بلا ضرورت شدیدہ اس سے بھی نکاح مکروہ ہے اور بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے، اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مسلمانوں کو کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنے کو منع فرما دیا تھا، اور جب عہد فاروقی میں کہ زمانہ خیر تھا۔ ایسے مفاسد موجود تھے تو آج کل جس قدر مفاسد ہوں کم ہیں“ (۱)۔

بالخصوص موجودہ اقوام یورپ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات ازدواج تو بالکل ہی ان کے دین و دنیا کو تباہ و برباد کر دینے والے ہیں جن کا روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے، اور پھر یہ کہ اولاد عموماً کم سنی میں ماں سے زیادہ مانوس ہوتی ہے اور اس کے اثرات سے متاثر ہونے کا مظنہ غالب ہے، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وکعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتابیہ سے نکاح کیا تو آپ خفا ہو گئے، خفگی کی وجہ ابن ہمام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وإنما كان غضبه لخلطة الكافرة بالمؤمن وخوف الفتنة على الولد؛ لأنه في صغره ألزم لأمه“۔ فتح القدير، كتاب النكاح، ص: ۳۸۳ (۲)۔

نیز تجربہ سے یہ ثابت ہوا کہ انہوں نے مسلمانوں کے نکاح میں آ کر اکثر غدر اور نقصان کیا ہے، لہذا سلامتی اسی میں ہے کہ ان سے مناکحت کا سلسلہ کسی مجبوری کے بغیر نہ کیا جائے (۳)۔ اس کا بھی خیال رکھا جائے

(۱) (الحيلة الناجزة، رسالة حكم الازدواج مع اختلاف دين الأزواج، ص: ۱۰۴، دارالإشاعت کراچی)

(۲) (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات : ۳/۲۳۰، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(۳) اکثر فقہائے کرام نے اہل کتاب سے نکاح کو مکروہ قرار دیا ہے: ”والأولى أن لا يتزوج كتابية، ولا يأكل ذبائحهم إلا للضرورة..... وفي المحيط : يكره تزوج الكتابية الحربية؛ لأن الإنسان لا يأمن أن يكون بينهما ولد، فينشأ على طبائع أهل الحرب و يتخلق بأخلاقهم، فلا يستطيع المسلم قلعه عن تلك العادة“۔ (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات : ۳/۱۸۳، رشیدیہ)

(و كذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات : ۳/۴۵، سعيد)

(و كذا في معارف القرآن، (سورة المائدة، پ: ۶) : ۳/۶۰ تا ۶۴، إدارة المعارف کراچی)

(و كذا في أحكام القرآن للجصاص، باب تزوج الكتابيات، سورة المائدة : ۲/۴۵۹، ۴۶۰، قديمی)

کہ مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے کسی حال میں جائز نہیں، خواہ کفر کی کوئی قسم ہو، کتابی ہو یا غیر کتابی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۲/۸۸ھ۔

بحالتِ مجبوری اہل کتاب سے نکاح

سوال [۵۷۱۰]: یہودی اور عیسائی جو کہ اہل کتاب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کی لڑکیوں سے بغیر ان کو مسلمان کئے ہوئے کسی مسلمان کا نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو جہاں مسلمان عورتیں نہ ہوں اور اس کو ابتلاء کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے اہل کتاب کی عورت سے نکاح کی اجازت ہے، اہل کتاب ہونے کے لئے ان کا دعویٰ بھی کافی ہے کہ وہ اہل کتاب ہیں، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے تصریح کی ہے (۲)۔ بغیر مجبوری کے ان سے نکاح نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۹۴ھ۔

(۱) ”ومنها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالى: ﴿ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا﴾. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة: ۳/۴۶۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السابع: المحرمات بالشرك: ۱/۲۸۲، رشيدية)
(و كذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب النكاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، زواج المسلمة بالكافر: ۹/۶۶۵۲، رشيدية)

(۲) ”ففي الفتح: ويجوز تزوج الكتابيات، والأولى أن لا يفعل ولا يأكل ذبيحتهم إلا لضرورة، وتكره الكتابية الحربية إجماعاً، لافتتاح باب الفتنة..... اهـ“۔ (الدر المختار)۔ ”(قوله: مقرة بالكتاب) في النهر عن الزيلعي: واعلم أن من اعتقد ديناً سماوياً وله كتاب منزل كصحف إبراهيم و شيث و زبور داود، فهو من أهل الكتاب، فتجوز مناكحتهم وأكل ذبائحهم. قال في البحر: وحاصله أن المذهب الإطلاقي لما ذكره شمس الأئمة في المبسوط من أن ذبيحة النصراني حلال مطلقاً، سواء قال بثالث ثلاثة أو لا، لإطلاق الكتاب هنا، الخ“۔ (رد المحتار كتاب النكاح، باب المحرمات، مطلب مهم في وطء=

عیسائی لڑکی سے نکاح

سوال [۵۷۱]: دین اسلام کی رو سے اہل کتاب سے نکاح کی اجازت ہے، اس مسئلہ کی رو سے کیا ایک مسلمان عیسائی رومن کیتھولک لڑکی سے شادی کر سکتا ہے؟ اس سلسلہ میں بچوں کے بارے میں کیا ہوگا؟ فریقین اس بات پر متفق ہیں کہ بچوں کو مذہب اسلام کی تعلیم پراٹھایا جائے، لیکن لڑکی کو چرچ کی جانب سے شادی کی اجازت صرف اس وقت مل سکتی ہے جب کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ کم از کم بچوں کو پختہ (مذہبی رسم) کیا جائے، ان بچوں کے مذہب اسلام پراٹھانے پر چرچ کو اعتراض نہیں ہے۔ کیا یہ شرط منظور کی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اہل کتاب عورت سے مسلمان مرد کی شادی کی گنجائش ہے (۱)، لیکن اس میں مفاسد ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے منع فرمایا ہے (۲)، اس لئے جہاں تک ہو سکے ایسا قدم نہ اٹھایا جائے۔ اگر کوئی

= السراری الخ : ۳/۴۵، سعید

(و کذا فی النہر الفائق، کتاب النکاح، باب المحرمات : ۲/۱۹۴، ۱۹۵، إمدادیہ ملتان)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات : ۳/۱۸۲، رشیدیہ)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿والمحصنات من الذین أوتوا الكتاب﴾. (المائدة : ۵)

”وکل من یعتقد دیناً سماویاً، لہ کتاب منزل کصحف ابراہیم و شیث و زبور و داؤد، فہو من اہل الكتاب، فتجوز منا کحتہم و اکل ذبائحہم“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الثالث، القسم السابع: المحرمات بالشرك : ۱/۲۸۱، رشیدیہ)

”وصح نکاح کتابیہ“۔ (الدر المختار، فصل فی المحرمات : ۳/۴۵، کتاب النکاح، سعید)

(۲) ”فمن المتزوجین حذیفہ و طلحہ و کعب بن مالک، و غضب عمر، فقالوا: نطلق یا امیر المؤمنین، و إنما کان غضبه لخلطۃ الکافرة بالمؤمن و خوف الفتنة علی الولد؛ لأنه فی صغره ألزم لأمه، الخ“۔ (فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات : ۳/۲۳۰، مصطفى البابی الحلبي مصر)

”والأولی أن لا یتزوج کتابیہ، ولا یأکل ذبائحہم إلا للضرورة..... و فی المحيط : یکره تزوج الکتابیہ الحربیہ؛ لأن الإنسان لا یأمن أن یکون بینہما ولد، فینشأ علی طبائع اہل الحرب و یتخلق بأخلاقہم، فلا یتطیع المسلم قلعه عن تلك العادة“۔ (البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی =

مسلمان کسی ایسے مقام میں ہو جہاں مسلم عورت نہ مل سکتی ہو اور دوسری جگہ سے بھی انتظام دشوار ہو اور اس کو معصیت میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو ایسی مجبوری کی حالت میں تنگی نہیں۔ بچے مسلمان ہوں گے، چرچ کی جانب سے ان کے اوپر عیسائی ہونے کا شرعاً حکم نہ ہوگا، بلکہ یہ عمل بیکار ہوگا، شرط کریں یا نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

یہود و نصاریٰ عورتوں سے نکاح

سوال [۵۷۱۲]: یہودی و نصرانی عورتوں سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہودی و نصرانی عورتوں سے نکاح کی گنجائش ہے، مگر اس میں مفسد زیادہ ہیں، اس لئے پرہیز کرنا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۲/۸۹ھ۔

بے خبری میں شیعہ تہرائی سے نابالغہ کا نکاح ہو گیا

سوال [۵۷۱۳]: ایک شخص نے ساروہ بل کے ابتدائے زمانہ میں اپنی نابالغہ کا نکاح ایک شخص کے لڑکے نابالغ کے ساتھ کر دیا تھا، لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ یہ دوسرا شخص مذہباً شیعہ اور فرقہ تہرائی میں سے ہے اور لڑکی بالغ ہونے کے بعد اس لڑکے کے یہاں گھر رہ کر بھی آئی ہے، لیکن لڑکے کو اتنا خبط الحواس پایا کہ جس سے توقع بھی نہیں کی جاسکتی کہ وہ لڑکی کا پیٹ مانگ مانگ کر بھر دے۔ اور قویٰ کے اعتبار سے اتنا ضعیف نہ گفتگو کر سکے اور

= المحرمات: ۱۸۲/۳، رشیدیہ

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳/۴۵، کتاب النکاح، سعید)

(و کذا فی معارف القرآن، (سورة المائدة، پ: ۶): ۳/۶۰-۶۲، إدارة المعارف کراچی)

(و کذا فی احکام القرآن للجصاص، باب تزوج کتابیات، سورة المائدة: ۲/۴۵۹، ۴۶۰، قدیمی)

(۱) (قد مر تخریجه تحت عنوان "کتابیہ سے نکاح")

نہ بیوی سے جماع کر سکنے پر قادر ہے۔ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ اس لڑکی کا نکاح حالت نابالغیت میں لڑکے نابالغ سے جو مذہباً شیعہ اور فرقہ تبراہیہ میں سے ہے صحیح اور درست ہو گیا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرقہ تبراہیہ کی تکفیر میں اکثر علماء کی تصریحات موجود ہیں (۱)، مگر بعض نے انکار بھی کیا ہے، لہذا صورت مسئلہ میں زوجہ کو چاہیے کہ عدالت مسلمہ میں مقدمہ پیش کرے کہ یہ شخص میرے حقوق ادا نہیں کرتا، حاکم مسلم واقعات کی تحقیق و تفتیش کے بعد اگر زوجہ کا مطالبہ صحیح ثابت ہو تو شوہر سے طلاق دلادے یا خلع کرادے یا نکاح فسخ کردے، رسالہ حیلہ ناجزہ میں تفریق اور فسخ نکاح کی صورت تفصیل سے درج ہے جس میں علمائے تھانہ بھون، دیوبند، سہارنپور کے متفقہ دستخط ہیں، اس کو بھی بغور دیکھ لیا جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/جمادی الاخریٰ/۶۱ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/جمادی الاخریٰ/۶۱ھ۔

سنیہ کا نکاح شیعہ سے

سوال [۵۷۱۴]: ہندہ کا نکاح زید سے ہو چکا ہے اور اس کے والدین سنی المذہب اہل سنت والجماعت سے ہیں۔ مسماۃ مذکورہ اور اس کے باپ دونوں نیک اور صالح ہیں اور زید شیعہ المذہب سب و شتم

(۱) ”وبهذا ظهر أن الرافضی إن كان ممن يعتقد الألوهية في عليّ، وأن جبرائیل غلط في الوحی، أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة، فهو كافر، لمخالفة القواطع المعلومه من الدين بالضرورة“۔ (رد المحتار: ۴/۶۲، کتاب النکاح، سعید)

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل جلیل القدر علماء نے ان کے عقائد کے مطالعے کے بعد انہیں کافر قرار دیا ہے:

إمام ابن حزم أندلسي [۵۴۴ھ] الفصل في الملل والاهواء والنحل: ۳/۱۸۲، دار المعرفة بيروت)

شيخ عبد القادر جيلاني [۵۶۱ھ] غنية الطالبين، ص: ۱۶۳.

قاضی عیاض مالکی [۵۴۴ھ] الشفاء: ۲/۲۸۶.

ملا علی القاری: [۱۰۱۴ھ]، مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ۴/۸۴.

جماعت علمائے ہند، فتاویٰ عالمگیری: ۴/۲۶۸.

(۲) (حیلہ ناجزہ، حکم زوجہ متعنت، ص: ۷۳، ۷۴، دار الإشاعت، کراچی)

کرنے والا ہے، اپنے مذہب میں غالی ہے۔ مسماۃ مذکورہ کے والدین اپنی لڑکی زید کو دینے کے لئے بوجہ اس کے شیعہ ہونے کے بالکل تیار نہیں۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ شیعہ اور سنیہ کا نکاح ہو سکتا ہے، یا اگر نکاح صحیح نہیں ہے تو لڑکی کے والدین بغیر فسخ کرائے دوسری جگہ نکاح کرا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر فسخ کرانا ضروری ہے تو صورت فسخ کیا ہوگی؟ بالتفصیل تحریر فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کفریہ عقائد رکھتا ہے، مثلاً: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر زنا کی تہمت لگاتا ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت کا منکر ہے، یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الوہیت کا معتقد ہے، یا حضرت جبریل علیہ السلام کے متعلق اعتقاد رکھتا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس وحی پہنچانے میں غلطی کی، یا اور کوئی ایسا عقیدہ رکھتا ہے جو کہ صریح قرآن اور نصوص قطعیہ کے مخالف ہے تو وہ کافر ہے، اس سے ابتدا ہی سے ہندہ کا نکاح صحیح نہیں ہوا (۱)، لہذا فسخ کی بھی ضرورت نہیں۔

اگر زید صرف سب و شتم کرتا ہے تو اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، بعض تکفیر کرتے ہیں بعض تکفیر نہیں کرتے، صرف تفسیق کرتے ہیں (۲)۔ ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ رضامندی سے یا ڈرا کر یا لالچ دلا

(۱) ”ومنها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالى: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة: ۳/۴۶۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السابع: المحرمات بالشرك: ۱/۲۸۲، رشيدية)

(و كذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب النكاح، الفصل الثالث، المحرمات من النساء، زواج المسلمة بالكافر: ۹/۶۶۵۲، رشيدية)

(۲) ”نقل في البزازیة عن الخلاصة: أن الرافضی إذا كان یسب الشیخین و یلعنهما، فهو کافر، وإن كان یفضل علیاً علیهما فهو مبتدع..... علی أن الحکم علیہ بالکفر مشکل لما فی الاختیار: اتفق الأئمة علی تضلیل أهل البدع أجمع و تخطئتهم، و سبُّ أحد من الصحابة و بغضه لا یكون کفراً لکن یضلل الخ.“ (رد المحتار، باب المرتد، مطلب مهم فی حکم سب الشیخین: ۴/۲۳۷، سعید)

کرزید سے طلاق حاصل کر لی جائے، یا خلع کر لیا جائے، اگر یہ نہ ہو سکے تو حاکم مسلم کی عدالت سے فسخ کر لیا جائے:

قال الشامی بعد نقل العبارات من الكتب المختلفة: ”نعم لاشك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي الله تعالى عنها، أو أنكر صحبة الصديق، أو اعتقد الأولوهية في عليّ، أو أن جبرئيل عليه السلام غلط في الوحي أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن، اه“۔
ردالمحتار: ۴/۵۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۹/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۹/۶۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

شیعہ سے نکاح

سوال [۵۷۱۵]: زید مذہب شیعہ رکھتا ہے اور وہ تفضیلی شیعہ نہیں بلکہ جو لوگ سب و شتم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کرتے ہیں۔ بینوا تو جروا۔ مدلل مبرہن ہو۔

العارض: شاہ نواز خان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا عقیدہ اگر یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اللہ تعالیٰ کا حلول ہوا تھا، یا حضرت علی رضی

(۱) (ردالمحتار، باب المرتد، مطلب فی حکم سب الشیخین: ۴/۲۳۷، سعید)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، باب المرتد: ۲/۴۸۳، دار المعرفة بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، الباب التاسع فی أحكام المرتدین، منها ما يتعلق بالأنبیاء: ۲/۲۶۴، رشیدیہ)

”ولا يجوز للمرتد أن يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة أصلية، وكذلك لا يجوز نکاح

المرتدة مع أحد، کذا فی المبسوط“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، الباب الثالث: المحرمات بالشرك:

۱/۲۸۲، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، باب نکاح الکافر: ۳/۲۰۰، سعید)

اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی آخر الزمان مان کر حضرت جبرئیل علیہ السلام سے وحی پہنچانے میں غلطی کا اعتقاد رکھتا ہے، یا قرآن شریف کو محرف مانتا ہے، یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگاتا ہے، یا شیخین کو کافر اعتقاد کرتا ہے، یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سب و شتم کو حلال سمجھتا ہے تو وہ کافر ہے۔ اگر شروع ہی سے اس کا عقیدہ ایسا ہے تب تو اس سے سنی عورت کا نکاح ہی صحیح نہیں ہوا (۱)۔ اگر نکاح کے بعد ایسا عقیدہ ہو گیا تو جب سے ایسا عقیدہ ہوا نکاح فوراً فسخ ہو گیا:

”لا شك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي الله تعالى عنها، أو أنكر صحبة الصديق، أو اعتقد الأولوهية في عليّ، أو أن جبرئيل غلط في الوحي أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن، اهـ“۔ رد المحتار، ص: ۴۵۳ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۸/۵۵ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، یکم/رمضان/۱۳۵۵ھ۔

رضا خانی عورت سے نکاح

سوال [۵۷۱۶]: زید اپنا نکاح ایک رضا خانی عورت سے کرنا چاہتا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب تسلیم کرتی ہے۔ یہ نکاح کرنا کیسا ہے؟

رافضی مرد، عورت سے نکاح اور ان کے عقائد

سوال [۵۷۱۷]: رافضی عورت سے نکاح کا کیا حکم ہے، یا رافضی مرد کا سنیہ سے نکاح کرنا کیسا ہے، اور ﴿لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾ سے کیا مراد ہے؟ لیکن مشرکوں سے مسلمانوں کا نکاح نہیں ہو سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اگر زید کو یہ توقع ہے کہ وہ اس عورت کے خیالات کی اصلاح کر لے گا تو اس سے نکاح کر سکتا

(۱) (تقدم تخريجہ تحت عنوان ”سنیہ کا نکاح شیعہ سے“)

(۲) (رد المحتار، باب المرتد، مطلب فی حکم سب الشیخین: ۲/۲۳۷، سعید)

ہے۔ علم غیب کا یہ عقیدہ غلط ہے مگر ”شُرک فی الذات“ نہیں، جس کی وجہ سے حقیقی ارتداد کا حکم کیا جائے۔ اگر زید کو یہ توقع نہیں بلکہ خود ہی اس کے خیالات کی طرف مائل ہو جانے کا خطرہ ہے تو اس سے ہرگز نکاح نہ کرے (۱)۔

۲..... جو رافضی ایسا عقیدہ رکھتا ہو جس پر کفر کا فتویٰ ہے، اس رافضی مرد و عورت سے کسی سنی العقیدہ مرد و عورت کا نکاح درست نہیں۔ جس کا عقیدہ کفریہ نہ ہو، ایسی عورت سے سنی مرد کے نکاح میں وہی تفصیل ہے جو نمبر ۱ میں ہے اور ایسے مرد سے سنی العقیدہ عورت کا نکاح بالکل نہ کیا جائے۔ اور اس میں بظن غالب خطرہ ہی خطرہ ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۴/۱۳۸۶ھ۔

(۱) ”تاہم بہتر یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے ازدواجی روابط پیدا نہ کئے جائیں“۔ (خیر الفتاویٰ، کتاب النکاح: ۲/۲۶۴، ملتان پاکستان)

(۲) قال العلامة الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”نعم لا شک فی تکفیر من قذف السيدة عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا، أو أنکر صحبة الصديق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، أو اعتقد الأولوہیة فی علی، أو أن جبرئیل غلط فی الوحی أو نحو ذلك من الکفر الصریح المخالف للقرآن“۔ (رد المحتار، باب المرتد، مطلب مهم فی حکم سب الشیخین: ۲/۲۳۷، سعید)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، باب المرتد: ۲/۴۸۳، دار المعرفة بیروت)
(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب التاسع فی أحكام المرتدین، منها ما يتعلق بالأنبياء: ۲/۲۶۴، رشیدیہ)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا، وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ﴾۔ (البقرة: ۲۲۱)
”ومنها: ألا تكون المرأة مشرکة إذا كان الرجل مسلماً، فلا يجوز للمسلم أن ینکح المشرکة۔ لقوله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَ﴾ (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی نکاح المشرکة، ۳/۴۵۸، دار الکتب العلمیة، بیروت)

”ومنها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة“۔ (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی عدم نکاح الکافر المسلمة: ۳/۴۶۵، دار الکتب العلمیة بیروت)

قادیانی سے نکاح اور ثبوت نسب

سوال [۵۷۱۸]: بکر قادیانی کا نکاح ایک صحیح العقیدہ عورت زاہدہ سے درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو ثبوت نسب کس سے متعلق ہوگا؟

۲..... صحیح العقیدہ سے زاہدہ اور بکر کا نکاح ہو گیا، اس کے بعد بکر قادیانی ہو گیا تو اس سے نکاح پر کوئی اثر پڑایا نہیں؟ ہر دو صورت میں نسب کا تعلق کس سے ہوگا؟

۳..... مندرجہ بالا ہر دو صورت میں جب کہ عورت زاہدہ صحیح العقیدہ ہے، نیز اس کا ایک لڑکا زید بھی صحیح العقیدہ ہے، ایک صحیح العقیدہ عورت عابدہ کا نکاح اس لڑکے سے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۲، ۱..... اہل سنت والجماعت کے فتوؤں کے مطابق قادیانی اسلام سے خارج ہیں (۱)، نہ مسلمان صحیح العقیدہ عورت کا نکاح کسی قادیانی سے درست ہو سکتا ہے، نہ بعد میں شوہر کے قادیانی ہو جانے سے وہ نکاح باقی رہ سکتا ہے، بلکہ قادیانی ہوتے ہی فوراً نکاح فسخ ہو جاتا ہے (۲)۔ اولاد مسلمان شمار ہوگی (۳)۔

(۱) ”لکن صرح فی کتابہ المسایرة بالاتفاق علی تکفیر المخالف فیما کان من أصول الدین و

ضروریاتہ“۔ (رد المحتار، باب المرتد، مطلب: لا عبرة بغير الفقهاء یعنی المجتہدین: ۲/۲۶۳، سعید)

(۲) ”وارتداد أحدهما: أي الزوجین فسخ—فلا ینقض عدداً—عاجلاً بلا قضاء“۔ (الدر المختار مع

رد المحتار، باب نکاح الکافر، مطلب: الصبی والمجنون لیساً بأهل لإیقاع طلاق: ۳/۱۹۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة، الباب العاشر فی نکاح الکفار: ۱/۳۳۹، رشیدیہ)

(و کذا فی المحيط البرهانی، الفصل التاسع عشر فی نکاح الکفار، نوع منه فی نکاح المرتد:

۳/۲۷۱، مکتبة غفاریہ کوئٹہ)

(و کذا فی البحر الرائق، باب نکاح الکافر: ۳/۳۷۳، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، باب نکاح الکافر: ۱/۳۷۲، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۳) ”والولد یتبع خیر الأبوين دیناً“۔ (رد المحتار، باب نکاح الکافر، مطلب: الولد یتبع خیر الأبوين

دیناً: ۳/۱۹۶، سعید)

(و کذا فی منحة الخالق علی هامش البحر الرائق، باب نکاح الکافر: ۳/۳۶۶، رشیدیہ) =

۳..... شرعاً یہ نکاح صحیح ہو جائے گا (۱) مگر اس کا خیال رہے کہ ماحول کے اثر سے کہیں اس لڑکی کے عقائد پر خلاف شرع قادیانی اثر نہ پڑے، اس کا پورا انتظام کر لیا جائے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۸۷ھ۔

مغل بادشاہوں کا غیر مسلمہ سے نکاح اور اولاد کا حکم

سوال [۵۷۱۹]: مغل بادشاہوں نے جو ہندو عورتوں سے نکاح کیا اور ان سے جو اولاد ہوئی وہ حلالی ہوئی یا حرامی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسلمان کا ظاہر حال یہ ہے کہ وہ کسی ہندو لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا، جب تک وہ اسلام قبول نہ کرے، بغیر قبول اسلام اس سے نکاح کرنا حرام ہے: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ﴾ الایۃ (۳)۔ اب یہ سوال اس طرز

= (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، الباب العاشر فی نکاح الکفار : ۳۳۹/۱، رشیدیہ)

(۱) ”وینعقد: اى یحصل و یتحقق النکاح فی الوجود بإیجاب وقبول“۔ (مجمع الأنهر، کتاب النکاح، ۳۱۷/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب النکاح: ۹/۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح، الباب الأول: ۲۶۷/۱، رشیدیہ)

(۲) ”عن أبی قلابۃ: لا تجالسوا أهل الأهواء ولا تجادلوهم، فإنی لا آمن أن یغمسوکم فی ضلالتهم ویلبسوا علیکم ما کنتم تعرفون، قال ایوب: وکان -والله- من الفقهاء ذوی الألباب. وعنه أيضاً: أنه کان یقول: إن أهل الأهواء أهل ضلالة ولا أرى مصیرهم إلا إلی النار. وعن الحسن: لا تجالس صاحب بدعة، فإنه یمرض قلبک“۔ (الاعتصام للشاطبی، باب فی ذم البدع وسوء منقلب أصحابها، فصل:

الوجه الثالث من النقل، ص: ۶۵، دارالمعرفة، بیروت)

(۳) (سورة البقرة: ۲۲۱)

”ومنها: ألا تكون المرأة مشرکة إذا کان الرجل مسلماً، فلا یجوز للمسلم أن ینکح المشرکة، لقوله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ یُؤْمِنَ﴾ (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی نکاح المشرکة ۴/۵۸، دار الکتب العلمیة بیروت)

پر بے محل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۸۸ھ۔

انگریزی پڑھے ہوئے کا نکاح مسلمان لڑکی سے

سوال [۵۷۲۰]: لڑکا انگریزی پڑھا ہوا ہے، مسلمانوں کا لڑکا ہے۔ اس لڑکے کا نکاح جو کہ انگریزی

پڑھا ہوا ہے مسلمان لڑکی سے جائز ہے یا نہیں، ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انگریزی پڑھنے والے لڑکے کے اگر اعتقاد درست اور شریعت کے مطابق ہیں تو اس کا نکاح مسلمان

لڑکی سے درست ہے۔ اگر اس کے عقائد درست نہیں، بلکہ دہریہ ہے، دوسرے عقائد اسلام کے خلاف رکھتا ہے

تو مسلمان لڑکی سے اس کا نکاح جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۱۱/۵۴ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ذی قعدہ/۵۴ھ۔



(۱) ”وحرّم نكاح الوثنية بالإجماع“۔ (الدر المختار)۔ ”ویدخل فی عبدة الأوثان عبدة الشمس والنجوم

..... وفی شرح الوجیز: وکل مذهب یكفر به معتقده، اھ“۔ (رد المحتار، فصل فی المحرمات،

مطلب مهم فی وطء السراری اللاتی یؤخذن غنیمۃ فی زماننا: ۴/۵، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، فصل فی المحرمات: ۳/۱۸۱، رشیدیہ)

(وکذا فی مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/۳۳۰، دار إحياء التراث العربی بیروت)

باب ولایۃ النکاح

(ولایت نکاح کا بیان)

بہنوئی اور باپ شریک بھائی دونوں میں سے ولایت کا حق کس کو ہے؟

سوال [۵۷۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: شریف احمد پسر امام الدین متوفی سنی المذہب کے لڑکے مسمیٰ مطلوب الحسن کی ولایت میں متوفی کے برادر علاقائی مسمیٰ عبدالغنی اور متوفی کے بہنوئی مسمیٰ محمد قاسم پسر شیر علی کے درمیان جھگڑا ہے کہ دونوں میں حنفی مذہب کے اعتبار سے کون شخص ولایت کا مستحق ہے؟ بینوا تو جروا۔

المستفتی: عبدالغنی پسر امام الدین ساکن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

متوفی کے بہنوئی کو ولایت نہیں، علاقائی بھائی ولی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد گنگوہی غفرلہ۔

اگر سوال ولایت نکاح سے ہے تو ولایت علاقائی چچا کو ہے اور اگر مال کی ولایت کا سوال ہے تو اس میں اگر متوفی نے کسی کو وصیت کی ہے تو اس کو ولایت حاصل ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو پھر حاکم کو اختیار ہے کہ وہ خود انتظام کرے، یا دیانت دار شخص کو منتظم مقرر کر دے، کذا فی الدر المختار (۱)۔
سعید احمد غفرلہ، دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۲۳ھ۔

(۱) ”الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ، وهو من يتصل بالمیت حتی المعتقدۃ..... علی ترتیب الإرث.“ (الدر المختار). ”(قوله: لا المال) فإنه الولی فیہ الأب ووصیہ، والجد ووصیہ، والقاضی ونائبہ فقط، الخ.“ (رد المحتار: ۳/۷۶، باب الولی، سعید)

(و کذا فی النہر الفائق: ۲/۲۰۸، باب الأولیاء والأکفاء، إمدادیہ، ملتان) =

ولایت نکاح

سوال [۵۷۲۲]: مسماۃ نصیبہ کا نکاح اللہ بندے سے ہوا، اللہ بندے کا انتقال ہو گیا، اللہ بندے نے دو اولاد چھوڑی: ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ مسماۃ مذکورہ نے دوسرا نکاح کرم الہی سے کیا، کرم الہی سے دو لڑکیاں ہیں، ان میں سے ایک لڑکی عمر کے لحاظ سے نابالغہ ہے اور وجود کے اعتبار سے بالغہ معلوم ہوتی ہے۔ کرم الہی کے ایک بہت دور کے رشتہ کا ایک بھائی ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ کہ اس کی لڑکی کی ولایت کا حق اس کے بھائی کو ہے یا نہیں جو اللہ بندے نے چھوڑا ہے۔ یا اس کی ماں کو ہے یا اس کے نانا کو ہے یا ماموں کو ہے یا کس کو ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دادھیال کی طرف سے کوئی بھی بھائی موجود ہے تو نابالغہ کے نکاح کی ولایت اسی کو حاصل ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۸۸ھ۔

جو شخص شرعی باپ نہیں وہ ولی بھی نہیں

سوال [۵۷۲۳]: ایک عورت اپنا خاوند چھوڑ کر دوسرے کے یہاں رہنے لگی، اس کے پاس ایک لڑکی اپنے خاوند کی بھی ہے اور اس کا نکاح نہیں ہوا، اس کے نکاح کو میاں جی انکار کرتے ہیں، گاؤں کے لوگ ناراض ہیں۔ تو اس کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ لڑکی نابالغہ ہے تو اس کا ولی اس کا والد ہے، بغیر اس کی اجازت کے اس کا نکاح

= (و کذا فی تبیین الحقائق: ۲/۵۰۳، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

(۱) "والولی هو العصبۃ"۔ (الہدایۃ، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء والأکفاء: ۲/۳۱۶، شرکت علمیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۳/۲۰۸، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۷۶، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء والأکفاء: ۱/۲۸۳، رشیدیہ)

درست نہیں (۱)۔ جس شخص کے پاس اس کی والدہ ناجائز طریقے پر رہتی ہے وہ ولی شرعی نہیں (۲)، اس کا باپ نہیں، اس کو اس کے نکاح کرنے کا حق نہیں اور اس عورت کو دوسرے شخص کے پاس رہنا حرام ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ماں اور دادی میں ولی نکاح کون ہے؟

سوال [۵۷۲۴]: ہندہ نے اپنی نابالغہ بچی جمیلہ کے رشتہ کے لئے لڑکا تلاش کرنے کے لئے ایک غیر ولی زید کو بھیجا، زید نے دوسرے گاؤں میں جا کر ایک لڑکا دیکھا اور اس سے کچھ رقم لے کر از خود اپنی جانب سے نکاح کر دیا، حالانکہ زید کو نکاح کرنے کا اختیار بالکل نہیں دیا گیا تھا، اس نکاح سے لڑکی کی ماں اور دادی کوئی بھی راضی نہیں، باپ مرچکا ہے۔

۲..... اب مدت کے بعد جمیلہ کی دادی رضا مند ہو گئی، تو کیا دادی کی رضا مندی سے نکاح ہو جائے گا، جبکہ اس کی ماں رضا مند نہیں ہے؟

۳..... جس لڑکے سے نکاح ہوا ہے اس نے دوسری شادی کر لی ہے، جمیلہ کو طلاق نہیں دیتا ہے، رقم مانگتا ہے اور جمیلہ کو بیوی تصور کرتا ہے۔

۴..... تو ان باتوں سے جمیلہ کا نکاح ہوا یا نہیں، اس سے رہائی کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... زید ولی نہیں اس کو نکاح کا اختیار نہیں (۳)، اس کا کیا ہوا نکاح لڑکی کی والدہ کی اجازت پر موقوف تھا، اگر اس نے اس کو نا منظور کر دیا تو وہ بیکار ہو گیا (۴)۔ زید نے جو رقم لی ہے وہ رشوت ہے، اس کو

(۱) ”وولی المرأة فی تزویجها أبوها، وهو أولى الأولياء“۔ (خلاصۃ الفتاوی، کتاب النکاح، الفصل

الثامن فی نکاح الصغیر والصغیرۃ: ۱۸/۲، رشیدیہ)

(۲) (تقدم تخریجہ تحت عنوان ”ولایت نکاح“۔)

(۳) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: ”ولایت نکاح“۔)

(۴) ”وتزویج العبد والأمة بغير إذن مولاهما موقوف، فإن أجاز المولی جاز، وإن رده بطل. وكذلك =

واپس کرنا ضروری ہے۔

۲..... لڑکی کی والدہ کے انکار کرنے کے بعد وادی کی رضا مندی بیکار ہے (۱)۔

۳..... جب لڑکی کی والدہ نے انکار کر دیا تھا تو وہ نکاح ختم ہو گیا تھا، اب اس لڑکے کا جمیلہ کو اپنی منکوحہ سمجھنا غلط ہے، طلاق کی ضرورت نہیں۔

۴..... لڑکی کی والدہ کے نام منظور کر دینے کے بعد لڑکی کا نکاح حسب صوابدید دوسری جگہ شرعاً درست ہوگا۔ لڑکے سے طلاق کو کہنا ہی بے محل ہے، اس کا کوئی اثر لڑکی پر نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۸۸ھ۔

والد اور حقیقی نانی میں سے ولایت نکاح کس کو ہے؟

الاستفتاء [۵۷۲۵]: والدہ نے اپنی دختر کے نام اپنے روپیوں سے مکان خریدا اور لڑکی فوت ہو گئی، متوفیہ کی تین نابالغ لڑکیاں زندہ ہیں۔ آیا شرعاً نانی حقیقی یا والد نابالغاں، ان میں سے کن کو حق ولایت نابالغاں حاصل ہے، خصوصاً جبکہ نانی قابض مکان ہے؟ اور مکان کس کی ملکیت ہوگا؟

= لزواج رجل امرأة بغير رضاها، أو رجلاً بغير رضاها، وهذا عندنا، فإن كل عقد صدر من الفضولي وله مجيز، انعقد موقوفاً على الإجازة“۔ (الهداية، كتاب النکاح، باب فی الأولیاء، فصل فی الوكالة بالنکاح: ۳۲۲/۲، شرکت علمیه)

(وکذا فی الدر المنقی، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۵۰۶/۱، غفاریہ)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب النکاح، باب الکفاءة، مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح: ۹۷/۳، سعید)

(۱) کیونکہ والدہ کا حق وادی پر مقدم ہے: ”فإن لم یکن العصبۃ فالولایۃ لأم، ثم لأم الأب“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۷۸/۳، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۲۸۴/۱، رشیدیہ)

(وکذا فی خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب النکاح، الفصل الثامن فی نکاح الصغیر والصغیرۃ: ۱۸/۲، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان نابالغ لڑکیوں کی ولایت نکاح ان کے والد کو حاصل ہے نانی کو نہیں، اسی طرح ان کی ملک میں جو مال ہو اس پر بھی والد ہی کو ولایت حاصل ہوگی، کذا فی رد المحتار (۱)، وہ مکان خریدنے والے کی ملک ہے، محض لڑکی کے نام خریدنے سے لڑکی کی ملکیت نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۵ھ۔

اپنے بچہ کا نکاح بغیر اپنے باپ کی اجازت کے

الاستفتاء [۵۷۲۶]: ماں باپ کوئی شخص اپنی لڑکی یا لڑکے کی شادی کسی سے نہیں کرتا، لیکن اگر لڑکے

کے ماں باپ کبھی راضی نہ ہوں کیونکہ ابھی بڑے بھائی بغیر شادی کے بیٹھے ہیں تو وہ خود بھی کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر طریقہ تو یہی ہے کہ جب سرپرست بڑے موجود ہیں تو ان کے مشورہ سے ہی اپنی لڑکی اور لڑکے کا نکاح کرنا چاہیے، لیکن نابالغ کے والد کو ولایت نکاح حاصل ہے، اگر مصلحت کا تقاضا ہو تو ہر شخص اپنے لڑکے اور لڑکی کا نکاح بغیر اپنے والد سے دریافت کئے بھی کر سکتا ہے (۲)، اگر مصلحت کا تقاضا ہو تو چھوٹے لڑکے کی شادی بڑے لڑکے سے پہلے بھی کرنا درست ہے اور جس کو خود ضرورت ہو وہ معصیت سے بچنے کے لئے خود بھی اپنی شادی کر سکتا ہے اگرچہ والدین نہ کریں (۳)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۸۵ھ۔

(۱) ”(قوله: لا المال) فإنه الولی فیہ الأب ووصیه، والجد ووصیه، والقاضی ونائبه فقط“۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۷۶/۳، سعید)

”وللی المرأة فی تزویجها أبوها وهو ولی الأولیاء“۔ (خلاصۃ الفتاوی، کتاب النکاح، الفصل الثامن فی نکاح الصغیر والصغیرة: ۱۸/۲، رشیدیہ)

”والولی هو العصبه“۔ (الہدایۃ، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۱۸/۲، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۲۰۸/۳، رشیدیہ)

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ”ولایت نکاح“۔)

(۳) ”ویکون واجباً عند التوقان، فإن تیقن الزنا إلا به، فرض، نہایۃ۔ ویکون سنۃ مؤکدۃ فی الأصح، فیأثم =

نابالغ بچی کا بذریعہ والد ایجاب و قبول

سوال [۵۷۲]: میں نے اپنے چھوٹے کمسن بچے کیلئے ایک چھوٹی لڑکی (جس کی عمر لگ بھگ تین سال تھی) کا رشتہ طلب کیا تو لڑکی کے دادا نے لڑکی کے والد کی موجودگی میں میرے لڑکے کیلئے اس لڑکی کا رشتہ منظور کر لیا، اس امر کا گواہ ماسوا لڑکی کے والد، ماں اور میری بیوی کے اور کوئی نہ تھا۔ یہ ایجاب اور قبول صحیح ہے یا نہیں؟ اور یہ گواہ معتبر ہے یا نہیں؟ نیز یہ لڑکی بعد بلوغت اس لڑکے پر راضی ہے۔

۲..... اسی اثناء میں اس لڑکی کو ایک شخص نے جنگل کی طرف اغوا کر لیا اور جبریہ نکاح کر لیا، مگر لڑکی کچھ دنوں کے بعد بھاگ گئی اور اس معاملہ پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس واقعہ کے وقت لڑکی کی ماں کے بقول لڑکی نابالغ تھی ان وجوہات کی بناء پر جبریہ نکاح ثابت ہوا یا نہیں؟ براہ کرم مفصل جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... رشتہ کرنا درحقیقت نکاح نہیں، وعدہ نکاح ہے (۱)، اس کیلئے گواہی کی ضرورت نہیں، وعدہ پورا کرنا چاہئے جب تک کوئی مانع قوی نہ ہو (۲)۔

۲..... اگر لڑکی اغواء کے وقت نابالغ تھی تو اس کا ایجاب و قبول شرعاً معتبر نہیں، بلکہ وہ نکاح لڑکی کے والد کی اجازت پر موقوف ہے، اگر اس نے اس کو نا منظور کر دیا تھا تو وہ جب ہی ختم ہو گیا تھا (۳)، اب

= بترکہ ویشاب ان نوی تحصیناً وولداً“ (الدر المختار: ۶/۳، کتاب النکاح، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۱۳۶/۳، کتاب النکاح، رشیدیہ)

”نفذ نکاح حرة مکلفة بلارضاولی، والأصل أن کل من تصرف فی ماله تصرف فی نفسه،

وما لا فلا“ (الدر المختار: ۵۵/۳، باب الولی، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۱۹۲/۳، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۸۷/۱، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

(۱) ”إن المجلس للنکاح فنکاح، وإن للوعد فوعد“ (الدر المختار: ۱۲/۳، کتاب النکاح، قبیل

مطلب التزوج بإرسال کتاب، سعید)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾ (بنی اسرائیل: ۳۴)

(۳) ”الأصل عندنا أن العقود تتوقف على الإجازة، إذا كان لها مجیز حالة العقد جازت، وإن لم یکن، =

والد، دادا اور خود لڑکی سب ہی اس بچپن کے رشتہ پر رضا مند ہیں تو ان حالات میں یہ نکاح کر دیا جائے (۱)۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۹۱ھ۔

تین برس کی بچی کا نکاح

سوال [۵۷۲۸]: زید و عمر میں دنیاوی معاملات میں جھگڑا و فساد ہو گیا، اس فساد میں زید کے ہاتھ سے عمر مارا گیا۔ بعدہ اس میں اتفاق کرنے کی غرض سے زید کے برادر سے اپنی لڑکی نابالغہ جس کی عمر تین سال یا چار سال ہوگی، عمر مقتول کے برادر خالد سے نکاح کروایا، اس واقعہ کو ۱۲ سال کا عرصہ گزر گیا ہے اور لڑکی اپنے والدین کے ہاں موجود ہے۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ اس نابالغہ لڑکی کا نکاح خالد مذکور کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو نکاح کے فسخ کی کیا صورت کی جائے؟ مہربانی فرما کر تمام شبہات کو دفع فرما کر مکمل جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نکاح لازم ہو گیا، اس کو خیار بلوغ کے ذریعے بھی فسخ کرنا درست نہیں، البتہ اگر خالد طلاق دے

= تبطل الصبی إذا تزوج یتوقف علی إجازة الولی فی حالة الصغر“۔ (فتح القدیر:

۳/۳۰۸، ۳۰۹، کتاب النکاح، فصل فی الوكالة بالنکاح، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۴۲، کتاب النکاح، مطلب فی الوکیل و الفضولی فی

النکاح، باب الکفاءة، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۲۴۲، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیہ)

(۱) ”لولى الصغير والصغيرة أن ينكحهما وإن لم يرضيا بذلك، سواء كانت بكرة أو ثيباً“۔ (الفتاویٰ

العالمکیریة: ۱/۲۸۵، کتاب النکاح، الباب الرابع، رشیدیہ)

”وللولى إنکاح الصغير و الصغيرة) جبراً (و لو ثیباً، ولزم النکاح)“۔ (الدر المختار: ۳/۲۵،

کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۲۰۸، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

دے تب دوسری جگہ نکاح درست ہوگا: ”إذا زَوَّجَهُمَا: أي الصغير والصغيرة الأب أو الجد، فإنه لا خيار لهما بعد بلوغهما“، بحر: ۳/ ۱۴۰ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

باپ نے نکاح کر دیا تو حق فسخ نہیں ہے

الاستفتاء [۵۷۲۹]: مسماۃ وہاب نوری کا عقد اس کے والد نے یونس لوہار سے کر دیا، اس بات کو تین سال ہو گئے، والدہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ آج مسماۃ نوری کو وہ عقد نامنظور ہے، وجہ یہ بیان کرتی ہے کہ میں کسی اور جگہ نکاح کروں گی، یونس لوہار مجھے پسند نہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا مسماۃ مذکورہ کے اپنے باپ کے کئے نکاح کو کسی وقت بھی کالعدم کرانے یا کرنے کی مجاز ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوال سے معلوم نہیں ہو سکا کہ مسماۃ وہاب نوری کا جس وقت اس کے والد نے عقد کیا تھا تو اس وقت مسماۃ کی عمر کیا تھی، وہ بالغہ تھی یا نابالغہ؟ ایک شق کو متعین کر کے لکھا جاتا ہے، وہ یہ کہ اگر مسماۃ وہاب نوری وقت عقد بالغہ تھی اور والد نے اس سے دریافت کیا کہ میں تمہارا عقد فلاں شخص سے کرتا ہوں، تم کو منظور ہے، اس پر مسماۃ نے اگر اجازت دیدی یا خاموش رہی، انکار نہیں کیا، یا والد نے دریافت ہی نہیں کیا بلکہ بغیر مسماۃ سے دریافت کئے اس کا عقد یونس لوہار سے کر دیا اور مسماۃ نے اس عقد کی خبر معلوم ہونے پر اس کو رد نہیں کیا بلکہ خاموش رہی تو ان سب صورتوں میں نکاح لازم اور صحیح ہو گیا۔

(۱) (البحر الرائق، باب الأولیاء والأکفاء: ۳/ ۲۱۱، رشیدیہ)

”فإن زَوَّجَهُمَا الأب أو الجد یعنی الصغير والصغيرة، فلا خيار لهما بعد بلوغهما، الخ“.

(الهدایۃ، باب فی الأولیاء والأکفاء: ۲/ ۳۱۷، شركة علمیه، ملتان)

(وکذا فی ملتقى الأبحر علی هامش مجمع الأنهر، باب الأولیاء والأکفاء: ۱/ ۳۳۵، دار إحياء التراث

العربی بیروت)

(وکذا فی فتح القدیر، باب الأولیاء والأکفاء: ۳/ ۲۷۷، مصطفى البابی الحلبي بمصر)

اب مسماة وہاب نوری محض شوہر ناپسند ہونے پر والد کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ کرانے کا اختیار نہیں رکھتی اور بغیر یونس سے طلاق حاصل کئے اس کو دوسری جگہ نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں:

”ولا تجبر البالغة البكر على النكاح، لانقطاع الولاية بالبلوغ، فإن استاذنها هو: أي الوكيل - وهو السنة - أو وكيله أو زوجها وليها وأخبرها رسولہ، فسكتت عن رده مختارة، فهو إذن إن علمت بالزوج، ۱ھ“۔ درمختار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

سو تیلے والد کا کیا ہوا نکاح

سوال [۵۷۳۰]: ایک لڑکی جو کہ مراہق تھی، اس کے والد کا انتقال لڑکپن میں ہو گیا تھا اور حقیقی چچا موجود تھا، اس کی موجودگی میں غیرولی نے لڑکی سے اجازت لے کر نکاح کر دیا، یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ غیر ولی لڑکی کا سوتیلے باپ ہے، لڑکی نکاح سے چھ ماہ بعد بالغ ہو گئی، اب شوہر کے یہاں جانے سے منع کر رہی ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نکاح چچا کی اجازت پر موقوف تھا، اگر چچا نے نہ اس کی اجازت دی نہ رد کیا تو یہ اس لڑکی کے بالغہ

(۱) (الدر المختار: ۳/۵۸۶، باب الولی، سعید)

”لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنہا، بکراً كانت أو ثیباً، فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن رده بطل إن استاذن الولی البكر البالغة فسكتت، فذلك إذن منها وإذا قال لها الولی: أريد أن أزوجه من فلان بألف، فسكتت، ثم زوجها، فقالت: لا أَرْضِي، أو زوجها ثم بلغها الخبر، فسكتت، فالسكوت منها رضا في الوجهين جميعاً إذا كان المزوج هو الولی“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۲۸۷، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۱/۴۹۰، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ہونے کے بعد خود اس کی اجازت پر موقوف ہو گیا، اگر اس نے اس کو رد اور نا منظور کر دیا تو یہ نکاح شرعاً ختم ہو گیا، اب دوسری جگہ لڑکی کی اجازت سے نکاح کی اجازت ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین۔

بھائی اور چچا میں سے ولایت کس کو ہے؟

سوال [۵۷۳۱]: ایک لڑکی ہندہ جو کہ ابھی تک بالغ نہیں ہوئی اور اس کے والد صاحب کا انتقال ہو چکا ہے اور اس لڑکی کا ایک بھائی علاقہ ہے اور چچا حقیقی ہے، ان دونوں میں سے ولی مقدم کون ہے؟ اور لڑکی کا بھائی یہاں موجود نہیں ہے، اگر حقیقی چچا اس لڑکی کا عقد کرائے تو عند الشریعہ یہ عقد منعقد ہو گیا یا نہیں؟ یا اس لڑکی کے برادر کی اجازت ہی کی ضرورت۔ فقط۔

حاجی احسان الحق محلہ قاضی، ۱۸/شوال/۵۵ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

علاقہ بھائی کی ولایت نکاح چچا کی ولایت پر مقدم ہے، کذا فی رد المحتار: ۲/۴۸۱ (۲)۔ اگر بھائی اتنی دور کسی جگہ ہے کہ اس کی رائے حاصل کرنے میں موقعہ نکل جانے کا اندیشہ قوی ہے تو چچا کو بھی نکاح

(۱) "وإن كان المزوج غیر هما: أي غیر الأب وأبيه ولو الأم أو القاضی أو وكيل الأب، إن كان من كفاء وبمهر المثل صح، ولكن لهما: أي لصغير وصغيرة وملحق بهما خيار الفسخ، ولو بعد الدخول بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده لقصور الشفقة". (الدر المختار: ۳/۲۹، باب الولی، سعید)

(و كذا فی النهر الفائق: ۲/۲۰۹، باب الأولیاء والأکفاء، إمدادیہ ملتان)

(و كذا فی مجمع الأنهر: ۱/۴۹۴، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۲) "يقدم الأب ثم أبوه ثم ابن الأخ الشقیق، ثم لأب، ثم العم الشقیق، ثم لأب، ثم ابنه كذلك". (رد المحتار: ۳/۷۶، باب الولی، سعید)

(و كذا فی الفتاوی العالمگیریة: ۱/۲۸۳، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

(و كذا فی مجمع الأنهر: ۱/۴۹۷، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیة، بیروت)

کردینا درست ہے، ورنہ اگر چچا نے نکاح کر بھی دیا تو وہ بھائی کی اجازت پر موقوف رہے گا (۱)۔ بہر صورت لڑکی کو وقتِ بلوغِ خیار حاصل ہوگا، یعنی اگر بالغہ ہوتے ہی فوراً نکاح سے ناراضی ظاہر کر دے تو حاکم مسلم بااختیار کی عدالت سے نکاح فسخ کرانے کا شرعاً اختیار ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/شوال/۵۵ھ۔

صحیح: عبد اللطیف غفرلہ، ۱۸/شوال/۵۵ھ۔

باپ کی موجودگی میں دادا کو ولایتِ نکاح

سوال [۵۷۳۲]: میرے والد صاحب نے میری دختر نابالغہ جس کی عمر ۳/سال کی تھی اور میری اجازت نہیں لی تھی خود ہی دادا نے نکاح کر دیا، نہ ایجاب و قبول لڑکے نے کیا اور نہ لڑکی نے اور نہ میں نے اجازت دی۔ اس صورت میں نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نکاح آپ کی اجازت پر موقوف ہے، اس کا رد اور نفاذ آپ کے اختیار میں ہے: ”الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلا توسط أنثی علی ترتیب الإرث والحجب“۔ تنویر۔ ”فلوزوج الأبعد حال قیام الأقرب، توقف علی إجازتہ“۔ درمختار (۳)۔

(۱) ”فلوزوج الأبعد حال قیام الأقرب، توقف علی إجازتہ“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۸۱/۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۲۸۵/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المنقی، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۳۹۹/۱، غفاریہ)

(۲) ”(قولہ: فیفسخہ القاضی)، فلا تثبت هذه الفرقة إلا بالقضاء؛ لأنه مجتهد فيه، وكل من الخصمین

یتشبث بدلیل، فلا ینقطع النکاح إلا بفعل القاضی“۔ (رد المحتار: ۵۶/۳، باب الولی، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۳۸۹/۱، باب الأولیاء والأکفاء، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(و کذا فی المحيط البرہانی: ۱۶۲/۳، الفصل التاسع: فی معرفۃ الأولیاء، غفاریہ)

(۳) (الدر المختار: ۷۶-۷۸، باب الولی، سعید)

”الأقرب لحصوله بولاية تامة، نعم لوزوج الأبعد، وقد حضر الأقرب، توقف علی إجازتہ، =

پس اگر آپ نے صراحتاً یا دلالتاً رضا مندی ظاہر نہیں کی تو آپ اس کو رد کر سکتے ہیں اور اگر رضا مندی ظاہر کر چکے ہیں تو یہ نکاح نافذ ہو چکا، بشرطیکہ لڑکے کی طرف سے بھی باقاعدہ ایجاب و قبول ہوا ہو یعنی ولی کی اجازت سے ہوا ہو یا خود ولی نے کیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۱۱/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۹/ذی قعدہ/۵۵ھ۔

دادا کو نکاح کا اختیار باپ نے دے دیا

سوال [۵۷۳۳]: زید اپنے گھر سے فرار ہو گیا، نہ معلوم اب کہاں ہے؟ اس نے جاتے وقت اپنی نابالغہ لڑکی کے نکاح کی اجازت اپنے والد اور بھائی اور بیوی کو دے دی تھی، پھر پرچہ کے ذریعہ بھی تحریری اجازت روانہ کی ہے، زید کے والد نابالغہ لڑکی کا عقد کرنا چاہتے ہیں تو کیا عقد ہو جائے گا؟ لڑکی کی عمر بارہ سال ہے، زید کے والد کی حالت پریشان کن ہے، وہ اس صورت سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔ ایسی صورت میں شرعاً نکاح ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح والد کو اپنی نابالغہ لڑکی کے نکاح کا خود اختیار حاصل ہے، اسی طرح اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ اپنی طرف سے دوسرے شخص کو اختیار دے دے (۱)، پس صورت مسئلہ میں لڑکی کے دادا اگر نکاح کر دیں تو وہ بھی شرعاً معتبر اور لازم ہو جائے گا، لیکن اپنے کفو میں کیا جائے اور مہر مثل سے کم پر نہ ہو، کذا فی رد المحتار (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱/۸۸ھ۔

= ولذا لو تحول الولاية بعد النكاح إلى الأبعد، لم يجز إلا بإجازته بعد التحول“ (الدر المنتقى على

هامش مجمع الأنهر: ۱/۴۹۹، باب الأولياء والأقفاء، دار الكتب العلمية، بيروت)

(و كذا في خلاصة الفتاوى: ۲/۱۹، الفصل الثامن في نكاح الصغير والصغيرة، امجد اكيڈمی لاہور)

(و كذا في فتاوى قاضى خان: ۱/۳۵۶، باب الأولياء، رشيدية)

(۱) ”يصح التوكيل بالنكاح، وإن لم يحضره الشهود“ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب

السادس في الوكالة بالنكاح: ۱/۲۹۴، رشيدية)

(۲) ”وإن كان المزوج غيرهما: أى غير الأب وأبيه لا يصح النكاح من غير كفء، أو بغبن =

ولایت نکاح بھائی کو ہے، ماں کو نہیں ہے

سوال [۵۷۳۴]: زید کی پہلی بیوی مرحومہ سے دو بچے ہیں، اس کے بعد زید نے دوسری شادی کی ہندہ سے، اس سے بھی زید کے دو لڑکے اور ایک لڑکی خالدہ خاتون ہے، بعد انتقال ہندہ نے بکر سے شادی کر لی، خالدہ خاتون کی شادی نابالغی کی حالت میں چاروں بھائیوں کے علاوہ کسی اپنے آدمی نے بااجازت والدہ خالدہ کی، حالانکہ نکاح میں بھائی موجود نہ تھے نہ اس پر راضی تھے۔ کیا اس صورت میں یہ شادی درست ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو کیا خالدہ کا نکاح دوسری جگہ کرا سکتے ہیں کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں والدہ کو ولایت نکاح حاصل نہیں بلکہ بھائی ولی ہے، لہذا والدہ نے جو نکاح کرایا وہ بھائیوں کی اجازت پر موقوف ہے، اگر بھائیوں نے نکاح کی خبر سن کر اس کو رد (نامنظور) کر دیا تو وہ نکاح کالعدم اور ختم ہو گیا، اب بھائی دوسری جگہ نکاح کرا سکتے ہیں (۱)۔ فقط۔
حررہ العبد محمود غنی عنہ، ۱۵/۱۰/۸۷ھ۔

ولایت نکاح ماں کو ہے یا سوتیلے بھائی کو؟

سوال [۵۷۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک شادی کی تھی، اسی سے دو لڑکے ہوئے تھے، اس کے بعد وہ بیوی مرگئی تو اس زید نے دوسری بیوی کی جس سے دو اولاد ہوئیں ایک لڑکا اور ایک لڑکی اور زید انتقال کر گیا۔

= فاحش أصلاً. (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۶۵-۶۷، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة: ۳/۲۳۷، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة: ۳/۳۰۳-۳۰۵، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) "فلوزوج الأبعد حال قیام الأقرب، توقف علی إجازته". (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی:

۳/۸۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۱/۲۸۵، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المنقی، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۱/۴۹۹، غفاریہ)

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس لڑکی نابالغہ اور ایک اور لڑکا نابالغ کی ولایت نکاح کس کو حاصل ہے، اس کی والدہ کو یا اس کے بالغ سوتیلے بھائیوں کو؟ اور اگر اس لڑکی اور لڑکے کا نکاح اس کی حقیقی والدہ یا سوتیلی والدہ کر دے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغ لڑکا اور لڑکی نہ اپنا نکاح خود کر سکتے ہیں، نہ ایک دوسرے کے ولی بن سکتے ہیں: ”ولا ولاية لعبد ولا صغير ولا مجنون؛ لأنه لا ولاية لهم على أنفسهم، فأولى أن لا يثبت على غيرهم“۔ ہدایہ: ۲/۲۹۸ (۱)۔ سوتیلے باپ اگر قریبی رشتہ دار مثلاً چچا، تایا نہیں تو وہ بھی ولی نہیں بن سکتا: ”ولو كان الصغير والصغيرة في حجر رجل يعولهما كالمملوك ونحوه، فإنه لا يملك تزويجهما، كذا في فتاوى قاضى خان“۔ عالمگیری: ۲/۲۹۲ (۲)۔

جب کہ باپ دادا نہ ہوں تو حقیقی بھائی شرعاً ولی نکاح ہوتا ہے: ”يقدم الأب، ثم أبوه، ثم الأخ الشقيق، ثم لأب“۔ شامی: ۲/۴۲۸ (۳)۔ اگر حقیقی بھائی ہو مگر نابالغ ہو، تب بھی سوتیلے بھائی ولی ہوتا ہے

(۱) (الهداية: ۲/۳۱۸، باب الأولياء والأكفاء، شركة علمية)

”قولہ: بشرط حرية وتكليف وإسلام، الخ) واحترز بالحرية عن العبد، فلا ولاية له وبالتكليف عن الصغيرة والمجنونة“۔ (رد المحتار: ۳/۷۷، باب الولی، سعید)

(و كذا في البحر الرائق: ۳/۲۱۷، باب الأولياء والأكفاء، رشيدیه)

(۲) ”ولو كان الصغير والصغيرة في حجر رجل يعولهما كالمملوك ونحوه، فإنه لا يملك تزويجهما، كذا في فتاوى قاضى خان“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۸۳، الباب الرابع فى الأولياء، رشيدیه)

”والرجل الذى يعول الصغير أو الصغيرة، فلا ولاية له فى إنكاحهما“۔ (المحيط البرهاني: ۳/۱۵۸، الفصل التاسع فى معرفة الأولياء، غفارية)

(و كذا في البحر الرائق: ۳/۲۲۲، باب الأولياء والأكفاء، رشيدیه)

(و كذا في فتاوى قاضى خان على هامش الهدية: ۱/۳۵۶، باب الأولياء، رشيدیه)

(۳) (رد المحتار: ۳/۷۶، باب الولی، سعید)

”ثم الأب، ثم أبوه، ثم الأخ الشقيق، ثم لأب“۔ (النهر الفائق: ۲/۲۰۹، باب الأولياء والأكفاء،

اور ماں کو حق نہیں ہوتا ہے جب تک عصبہ موجود ہو: ”الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلا توسط أنثی علی

ترتیب الإرث والحجب، فإن لم یکن عصبۃ، فالولایۃ للأُم“۔ تنویر: ۱/۱۹۳ (۱)۔

لہذا صورتِ مسئلہ میں اگر نابالغ لڑکے اور لڑکی کا دادا موجود نہیں تو ولایتِ نکاح سوتیلے بالغ بھائی کو ہوگی، اگر ماں نے نکاح کر دیا تو وہ بھائی کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر بھائی اجازت دے گا تو صحیح ہوگا ورنہ نہیں: ”ولو زوجہا الأبعد حال قیام الأقرب حتی توقف علی إجازۃ الأقرب“۔ عالمگیری:

۲/۲۹۳ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، عبد اللطیف، ۱۳/۲/۵۳ھ۔

ماں کو ولایتِ نکاح

سوال [۵۷۳۶]: مسماۃ ہندہ کے والدین جبل پور میں رہتے تھے، ہندہ وہیں پیدا ہوئی۔ جب ہندہ کی عمر ۶/۶ ماہ کی ہوئی تو والد کا انتقال ہو گیا اور ہندہ کا نکاح بچہ عمر تین سال لوگوں کے مشورہ سے اس کی والدہ نے شفیق الاسلام سے کر دیا اور شفیق الاسلام کا نکاح ہندہ سے پڑھایا گیا اور رسمِ نکاح ادا کی گئی۔ بعد نکاح ہندہ اپنی والدہ کی معیت میں جبل پور میں دو سال تک اور رہی، لوگ ہندہ کی والدہ کو مجبور کرتے رہے کہ وہ اپنا نکاح ثانی کر لے مگر وہ انکار کرتی رہی، لوگ اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ اس کو جبل پور چھوڑ کر الہ آباد آنا پڑا، وہ یہاں آ کر

= (و کذا فی مجمع الأنهر: ۱/۴۹۷، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

(۱) (تنویر الأبصار مع رد المحتار: ۳/۷۶، باب الولی، سعید)

”والولی هو العصبۃ نسباً وسبباً علی ترتیب الإرث..... فإن لم یکن عصبۃ، فلأُم، ثم

للأخت. الخ“۔ (مجمع الأنهر: ۱/۴۹۷، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۲۱۸، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۲۸۵، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

”فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب، توقف علی إجازتہ“۔ (الدر المختار: ۳/۸۱، باب الولی، سعید)

(و کذا فی المحيط البرہانی: ۳/۱۵۷، فی معرفۃ الأولیاء، غفریہ)

محنت مزدوری سے بسر اوقات کرتی رہی۔

جب ہندہ کی عمر تیرہ سال کی ہوئی تو والدہ ہندہ نے چند لوگوں کے کہنے سے شفیق الاسلام کے والد کے پاس پانچ یا چھ خطوط جبل پور روانہ کئے کہ تم شفیق الاسلام کو لے کر آؤ اور ہندہ کو رخصت کرا کر لے جاؤ، مگر شفیق الاسلام کے والد نے ایک کا بھی جواب نہ دیا۔ مجبوراً والدہ ہندہ نے تار روانہ کیا تو والد شفیق الاسلام نے الہ آباد آکر رخصتی کے متعلق گفتگو کی۔

شفیق الاسلام کے والد نے کہا کہ شفیق الاسلام نے اپنی بیوہ بھوج سے نکاح کر لیا ہے، جب ہندہ نے یہ الفاظ سنے تو اس نے کہا کہ میں اب وہاں نہ جاؤں گی، والد شفیق الاسلام نے کہا کہ میں ایک ماہ کے اندر شفیق الاسلام کو لے کر آ جاؤں گا، مگر ایک سال تک پھر خبر نہ آئی۔ غرضیکہ والدہ ہندہ نے ایک سال تک انتظار کیا تو اہل محلہ نے اس سے کہا کہ تم فتویٰ لے کر نکاح ثانی کر دو۔ بنا بریں الہ آباد کے علماء سے اس کا استفتاء کیا گیا، انہوں نے نکاح ثانی کی اجازت دے دی، لہذا ہندہ کا نکاح بکر سے کر دیا گیا اور بکر سے چند لڑکے ہندہ کے پیدا ہوئے، جو اب تک بفضلہ تعالیٰ حیات ہیں۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ہندہ کا نکاح ثانی جائز ہوایا نہیں؟ اور ان بچوں کو حرامی کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ ہندہ نے بالغ ہونے پر اختیار بلوغ کے ماتحت اپنا نکاح جو کہ اس کی والدہ نے شفیق الاسلام سے کر دیا تھا فسخ نہیں کرایا تو شرعاً وہ نکاح لازم ہو گیا، بغیر شفیق الاسلام کے طلاق دیئے دوسری جگہ ہرگز نکاح جائز نہیں بلکہ حرام ہوا، اور حرمت کا علم ہوتے ہوئے نکاح ثانی سے جو صحبت کی گئی ہے وہ زنا ہے: "أما منکوحۃ الغیر بالحرمۃ لکونہ زنا، ۱ھ"۔ رد المحتار: ۲/۹۳۸ (۱)۔

لہذا شفیق الاسلام کا نکاح ہندہ سے قائم ہے، اس لئے جب تک شفیق الاسلام اولاد کی نفی کر کے باقاعدہ لعان نہ کرے، ہندہ کی اولاد کو حرامی نہ کہا جاوے گا اور اولاد کا نسب اس دوسرے شخص سے ثابت نہ ہوگا، بلکہ وہ اولاد شفیق الاسلام کی طرف منسوب ہوگی۔ اگر والدہ سے قریب کوئی عصبہ ہندہ کا موجود تھا اور اس

نے والدہ کے کئے ہوئے نکاح کو رد کر دیا تھا تو وہ رد ہو گیا (۱) پھر بعد البلوغ ہندہ نے جو نکاح ثانی کیا وہ درست ہے اور اس صورت میں اولاد کا نسب اس دوسرے سے ثابت ہوگا، شفیق الاسلام سے ثابت نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/رجب/۵۹ھ، سعید احمد غفرلہ۔

ایضاً

سوال [۵۷۳]: شوہر کا انتقال ہو گیا، ایک لڑکی صغیرہ چھوڑ گیا، مریم بیوہ نے لڑکی کا نکاح اپنی صوابدید کے مطابق کر دیا، لڑکی کا چچا شعبان اس کا نکاح اپنے لڑکے سے کرنا چاہتا تھا، لڑکی کی والدہ نے جہاں نکاح کیا ہے وہ اس نکاح سے خوش نہیں۔ شرعیہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں، جبکہ چچا نے یتیم کی کوئی خبر گیری نہیں کی؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں اگر اس لڑکی کا کوئی رشتہ دار چچا سے قریب موجود نہیں تو اس کا ولی نکاح شرعاً چچا شعبان ہے، مریم نے جو اپنی لڑکی کا نکاح بلا رضا مندی شعبان کیا ہے وہ شعبان کی اجازت پر موقوف ہے، اگر شعبان اجازت دے گا تو نافذ ہوگا ورنہ نہیں۔ ماں کو ولایت، عصبہ نہ ہونے کی صورت میں ہوتی ہے جب عصبہ موجود ہو تو وہ ولی ہوتا ہے، ماں کو ولایت نہیں پہنچتی: ”الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلا توسط أنثی علی ترتیب الإرث“۔ تنویر: ۲/۴۸۰۔ ”فإن لم یکن عصبۃ فالولایۃ للأم، فلوزوج الأبعد حال قیام الأقرب، توقف علی إجازتہ“۔ درمختار: ۲/۴۸۶ (۲)۔

(۱) ”فلوزوج الأبعد حال قیام الأقرب، توقف علی إجازتہ“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۸۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۱/۲۸۵، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المنقی، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۱/۴۹۹، غفریہ)

(۲) (الدر المختار: ۳/۷۶-۷۸، باب الولی، سعید)

یتیمہ کی خبر گیری نہ کرنے کی وجہ سے شعبان کی ولایت سلب نہیں ہوئی، کیونکہ ولایت کا سبب یہاں پر قرابت اور رشتہ داری ہے وہ موجود ہے۔ البتہ خواہ مریم کے کئے ہوئے نکاح کو شعبان جائز رکھے، خواہ اپنے لڑکے سے خود اس لڑکی کا نکاح کر دے، دونوں صورتوں میں خیار بلوغ ہوگا، یعنی اگر لڑکی بالغ ہوتے ہی فوراً گواہوں کے سامنے ناراضی کا اظہار کر دے، اس کے بعد حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں دعویٰ کر کے اس سے نکاح فسخ کرا لے۔

اگر حاکم مسلم بااختیار نہ ہو یا وہ شرع کے موافق فیصلہ نہ کرے تو دین دار مسلمانوں کی ایک جماعت بھی اس نکاح کو فسخ کر سکتی ہے اور اس جماعت میں کم از کم ایک معاملہ فہم عالم بھی ہونا چاہیے۔ اور رسالہ ”حیلہ ناجزہ“ کو بھی دیکھ لینا چاہیے، اس میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے وہ کتب خانہ تحفوی سے بھی ملتا ہے: ”ولہما خيار الفسخ بالبلوغ فی غیر الأب والجد بشرط القضاء“۔ بحر: ۱۱۰/۳ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۸/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/شعبان/۵۴ھ۔

سوتیلی والدہ کو ولایت اور بلوغ کی علامت

سوال [۵۷۳۸]: میرے شوہر درگا ہی میاں مرحوم نے میری موجودگی میں دوسری شادی کی ہے اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، پھر چند روز کے بعد اس بیوی سے تعلق منقطع ہو گیا، لڑکا اپنے پاس رہا، اس کی پرورش ہم نے کی ہے فی الحال لڑکا چودہ سال کا ہے۔ حال میں اس کے والد کا انتقال ہو گیا، انتقال سے قبل لڑکے کا رشتہ کر دیا تھا، نکاح کا بھی پختہ ارادہ تھا، مگر اچانک انتقال ہو گیا۔ اب لڑکی والے نکاح کے لئے زور دے رہے ہیں، علاوہ

= ”والترتیب فی ولایۃ النکاح کالترتیب فی الإرث..... وإن لم یکن عصبة مطلقاً، انتقلت

الولایۃ للأم، الخ“۔ (بدائع الصنائع: ۳/۶۷۳، فصل فی شرط التقدّم، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۲۸۳، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

(۱) (البحر الرائق: ۳/۲۱۱، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

”وإن کان المزوج غیرهما: أی غیر الأب وأبیہ..... ولہما خيار الفسخ بالبلوغ أو العلم

بالنکاح بعده، الخ“۔ (الدر المختار: ۳/۶۷۳، باب الولی، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۲/۵۰۵، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

ازیں میں بھی بے حد ضعیفہ ہوں اور ہر وقت بیمار رہتی ہوں، اس لئے میں بھی چاہتی ہوں کہ اپنی زندگی میں اس فریضہ سے سبکدوش ہو جاؤں۔ چونکہ لڑکا ابھی تک مکمل بالغ نہیں ہے، گو قریب البلوغ ہے، اس لئے میں ولی بن کر اس کا نکاح کرا سکتی ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ تو ولی نہیں، آپ نے اگر نکاح کر دیا تو بے کار ہوگا (۱)، ہاں اگر لڑکے کو غسل کی حاجت ہوتی ہے تو اس کی اجازت سے اس کا نکاح کر دینا درست ہے، ورنہ ابھی انتظار کیجئے، جب بالغ ہو جائے یعنی اس کو غسل کی حاجت ہونے لگے، یا اس کی عمر پندرہ سال ہو جائے تو اس وقت اس کا نکاح کیا جائے، اگر اس کا کوئی ولی عصبہ دادا پردادا وغیرہ کی اولاد سے ہو تو وہ اب بھی اس کا نکاح کر سکتا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۱۳۹۶ھ۔

نابالغہ کا نکاح بغیر باپ کے پوچھے بہنوئی نے کر دیا

سوال [۵۷۳۹]: ہندہ کی سوتیلی ماں نے ہندہ کو بہت ستایا، ہندہ کا باپ بھی سوتیلی ماں کی ہی حمایت کرتا تھا اور اولاد پر اس ظلم کو اہمیت نہیں دیتا تھا، اس پر ہندہ اپنے بہن بہنوئی کے یہاں چلی گئی۔ ہندہ کی عمر اس وقت دس برس تھی۔ ان حالات کے پیش نظر ہندہ کا نکاح اس کے بہنوئی اور بہن نے ایک جگہ کر دیا۔ زید

(۱) ”الأصل عندنا أن العقود تنقذ على الإجازة، إذا كان لها مجيز حالة العقد، جازت. وإن لم يكن، تبطل.“ (فتح القدير: ۲۰۸/۳، كتاب النكاح، فصل في الوكالة بالنكاح، مصطفى البابي الحلبي مصر)
(و كذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۹۸، ۹۷/۳، كتاب النكاح، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق: ۲۴۲/۳، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، رشيدية)

(۲) ”وللولي إنكاح الصغير والصغيرة) جبراً (ولو ثيباً، ولزم النكاح إن كان الولي أباً أو جداً وإن كان المزوج غيرهما إن كان من كفء وبمهر المثل، صح. ولهما خيار الفسخ بالبلوغ.“ (الدر المختار: ۶۵/۳، ۶۹، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲۸۵/۱، كتاب النكاح، الباب الرابع، رشيدية)

(و كذا في البحر الرائق: ۲۰۸/۳، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيدية)

باپ کو معلوم ہوا تو وہ اس بات سے بہت خفا ہوا، مگر رشتہ داری ہونے کی وجہ سے خاموش ہو گیا۔ مگر اس نکاح کو منظور بھی نہیں کیا، ہندہ کی رخصتی فوراً کر دی گئی تھی۔ ہندہ بالغہ ہو گئی، مگر شوہر شرابی نکلا اور ہندہ کو بہت مارتا تھا، اس لئے اب ہندہ بہن کے گھر پر ہے۔ شوہر نہ آباد کرتا ہے، نہ طلاق دیتا ہے، ہندہ بھی جانا نہیں چاہتی۔ ایسی صورت میں شرعاً ہندہ کے لئے کیا حکم ہے؟ شرعاً تو یہ نکاح بھی درست نہ ہونا چاہیئے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب ہندہ کا نکاح کیا گیا اور اس کے والد سے اجازت نہیں لی گئی تو یہ بہت بڑی غلطی ہوئی، یہ نکاح اس کے والد کی اجازت پر موقوف تھا، وہ رد کر دیتا تو جب ہی ختم ہو جاتا، اس نے رد نہیں کیا، اگرچہ منظور بھی نہیں کیا بلکہ ناخوش ہونے کے باوجود تعلقات ہونے کی وجہ سے خاموش ہو گیا، پھر لڑکی کو رخصت کر دیا گیا اور اس دوران لڑکی بالغ بھی ہو گئی اور شوہر کے مکان پر آتی جاتی رہی، لہذا اب اس نکاح کے متعلق اس سوال کا محل ہی نہیں رہا کہ شرعاً یہ نکاح بھی درست نہ ہونا چاہیئے۔ البتہ جس طرح بھی شوہر سے طلاق حاصل کر لی جائے خواہ سمجھا کر، خواہ لالچ دے کر، خواہ مہر معاف کر کے، خواہ ڈانٹ کر زبردستی ہی سہی (۱)، اس کے بعد تین حیض گزار کر نکاح ثانی کی اجازت ہوگی (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۲/۸۸ھ۔

چچا کو حق ولایت

سوال [۷۷۴۰]: چند یتیم بچے ہیں اور ان کے دو تین حقیقی چچا ہیں تو ان پر حق ولایت حاصل ہے یا

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يَاقِيَا حُدُودَ اللَّهِ، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾ (البقرة: ۲۲۹)

”وَإِذَا تَشَاقَّ الزَّوْجَانِ وَخَافَا أَنْ لَا يَاقِيَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا بَأْسَ بِأَنْ تَفْتَدِيَ نَفْسَهَا مِنْهُ بِمَالٍ يَخْلَعُهَا

بِهِ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾“ (الهداية، كتاب الطلاق، باب الخلع: ۴۰۴/۲،

مکتبہ شرکتہ علمیہ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَالْمُطَلَقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾ (البقرة: ۲۲۸)

”وَإِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ طَلَاقًا بَائِنًا أَوْ رَجْعِيًّا أَوْ وَقَعْتَ الْفَرْقَةَ بَيْنَهُمَا بِغَيْرِ طَلَاقٍ وَهِيَ حُرَّةٌ مِمَّنْ

تَحِيضٌ، فَعَدَّتْهَا ثَلَاثَةَ أَقْرَاءٍ“ (الهداية، كتاب الطلاق، باب العدة: ۴۲۲/۲، شرکتہ علمیہ)

نہیں؟ اور جو بچے نابالغ ہیں ان کو بہن پر ولایت حاصل ہے یا نہیں؟ اگر چچا شادی کر دے تو لڑکی کو خیارِ بلوغ حاصل ہے یا نہیں، یا نکاح چچا کا کیا ہوا لازم ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں چچا کو ولایت نکاح حاصل ہوگی (۱)، چچا اگر نیک نیت نہیں ہیں تو خیارِ بلوغ لڑکی کو حاصل ہوگا (۲) اور آثارِ بلوغ ظاہر ہوتے ہی فوراً دو گواہوں کے سامنے اس نکاح کو نامنظور کر دے تو پھر عدالتِ مسلمہ یا شرعی کمیٹی کے ذریعہ فسخ نکاح کرانے کا حق حاصل ہوگا۔ نابالغ بھائی کی ولایت نہیں (۳)، اگر وہ بعد میں بالغ ہو تو اس کے حق میں چچا کا کیا ہوا نکاح، نکاح فضولی نہیں ہوگا، اس کو فسخ کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۸۹ھ۔

(۱) "الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ، وهو من يتصل بالمیت حتی المعتقدۃ..... علی ترتیب الإرث". (الدر المختار). "قولہ: لا المال) فإنه الولی فیہ الأب ووصیہ، والجد ووصیہ، والقاضی ونائبہ فقط، الخ". (رد المحتار: ۳/۷۶، باب الولی، سعید)

(و کذا فی النہر الفائق: ۲/۲۰۸، باب الأولیاء والأکفاء، إمدادیہ، ملتان)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۲/۵۰۳، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۲) "وإن کان المزوج غیر ہما: أی غیر الأب وأبیہ ولو الأم أو القاضی أو وکیل الأب، إن کان من کفء وبمہر المثل صح، ولكن لہما: أی لصغیر وصغیرۃ وملحق بہما خيار الفسخ، ولو بعد الدخول بالبلوغ أو العلم بالنکاح بعده لقصور الشفقة". (الدر المختار: ۳/۶۹، باب الولی، سعید)

(و کذا فی النہر الفائق: ۲/۲۰۹، باب الأولیاء والأکفاء، إمدادیہ، ملتان)

(و کذا فی مجمع الأنہر: ۱/۴۹۴، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۳) "اعلم أن الولی من کان أهلاً للمیراث، وهو عاقل بالغ، لا یثبت للصبی والمجنون ولایۃ".

(حاشیۃ الشلبی علی التبیین: ۲/۴۹۳، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۵۴، باب الولی، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۱۹۲، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

چچا کی موجودگی میں ماموں کو ولایت نکاح نہیں

سوال [۵۷۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ایک لڑکی نابالغہ ہے جس کا نکاح چند سال ہوئے ہو چکا تھا، اتفاقاً اس کے خاوند کا انتقال ہو گیا تھا، جس کو بھی عرصہ گزر چکا، اور یہ نکاح اس لڑکی کے ننہال میں ہوا تھا اور اس کے والد نے نکاح کی اجازت خود دی تھی۔ بیوہ ہونے پر وہ لڑکی اپنے ننہال ہی چلی گئی اور اب تک ننہال میں ہی رہتی ہے، کیونکہ اس کے والد و والدہ کا انتقال ہو چکا تھا، لیکن اس کا حقیقی چچا موجود ہے، اور صرف وہ ہی ولی ہے اس کے سوا کوئی ولی نہیں ہے۔

اب اس کے ننہال نے بغیر اجازت ولی کے (واقف ہوتے ہوئے اور آگاہ بھی کر دیا تھا جان کر کے) اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ اپنی اجازت سے اس کے ماموں نے کر دیا ہے اور ولی اس نکاح پر رضا مند نہیں ہے اور نہ ولی سے کچھ مشورہ ہوا ہے تو وہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ اور جو لوگ اس مجلس نکاح میں شامل ہوئے ان کے اوپر کوئی شرعی حکم نہیں لگتا؟ اور اگر لگتا ہے تو کیا شرعی قید لگائی جاوے؟ کیونکہ اس مجلس والوں کو معلوم تھا کہ اس کا اصل ولی زندہ اور قریب ہی کے گاؤں میں موجود ہے۔ جان بوجھ کر ایسا عمل کیا گیا ہے۔ جواب جلد مرحمت فرماویں تاکہ اس کا تدارک کیا جاوے۔ فقط۔

حدادب: فقیر الدین نور محمد از سہنس پور، ڈاک خانہ خاص ضلع دہرہ دون، ۸/ جنوری/ ۱۳۹۹ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ لڑکی نابالغہ ہے تو اس کا ولی اس کا چچا ہے، ماموں کو چچا کی موجودگی میں نکاح کی ولایت حاصل نہیں (۱)، اس لئے اگر چچا نے اس نکاح کی اجازت نہیں دی تو وہ نکاح نہیں ہوا (۲)۔ جن لوگوں نے

(۱) "الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلا توسط أنشی علی ترتیب الإرث والحجب"۔ (الدر المختار، باب الولی: ۷۶/۳، سعید)

(۲) "فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب، توقف علی إجازتہ. ولو تحولت الولاية إلیہ، لم یجز إلا بإجازتہ بعد التحول"۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۸۱/۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، الباب الرابع فی الأولیاء: ۲۸۵/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیہ، کتاب النکاح، الفصل الحادی عشر فی معرفۃ الأولیاء: ۳۲/۳، إدارة القرآن کراچی)

بلا اجازت نکاح کیا ہے اور اس میں شریک ہوئے ان کو لازم ہے کہ وہ توبہ کریں اور اس کے چچا کے کہنے کے موافق نکاح کریں، یا اس کے بالغ ہونے کا انتظار کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، عبد اللطیف۔

چچا کو بالغہ پر ولایت نکاح

سوال [۵۷۴۲]: ایک آٹھ سالہ لڑکی کی منگنی اس کے چچا کی اجازت سے ہو گئی، جب لڑکی کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو لڑکی کے حقیقی بھائی نے انکار کر دیا۔ تو اس لڑکی بالغہ پر چچا کو ولایت اجبار حاصل ہے یا نہیں؟ یا یہ لڑکی خود مختار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چچا کو بالغہ پر ولایت اجبار حاصل نہیں (۱)، جہاں نکاح کیا جائے، لڑکی کی اجازت سے کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۱۳۸۸ھ۔

بالغہ کے نکاح کا حق بڑے تایا کو ہے یا چھوٹے تایا کو؟

سوال [۵۷۴۳]: ایک کنواری لڑکی بالغہ اس کے والدین وفات پا چکے ہیں، لڑکی کے دو تائے ابا

(۱) "ولا يجوز للولي إجبار البكر البالغة على النكاح". (الهداية، كتاب النکاح، باب فی الأولیاء والأکفاء: ۳/۲، شرکت علمیه)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۵۸/۳، سعید)

(و ملتقى الأبحر، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۱/۴۹۰، غفریہ)

(۲) کیونکہ وہ بالغہ ہے اور بالغہ پر کسی کو ولایت اجبار حاصل نہیں ہے:

"ولا تجبر البالغة الکبر على النکاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ". (الدر المختار، باب الولی:

۵۸/۳، سعید)

"ولا تجبر بکر بالغة على النکاح: أى لا ینفذ عقد الولی علیها بغير رضاها عندنا، الخ". (البحر

الرائق، باب الأولیاء والأکفاء: ۳/۱۹۲، رشیدیہ)

ہیں: ایک بڑے اور ایک چھوٹے، اور ایک خالہ ہیں۔ اگر لڑکی کے برضا و رغبت ان کے بڑے تائے ابا نے نکاح کر دیا کسی لڑکے سے، جہاں وہ لڑکی چھوٹے تائے ابا کے یہاں رہتی ہے، اس سے کسی دوسری جگہ پر نکاح درست ہے یا نہیں؟ جبکہ لڑکی کی پرورش چھوٹے تائے ابا کے یہاں ہوئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ وہ لڑکی بالغہ ہے اور اس کے والدین وفات پا چکے ہیں تو اس کی مرضی کے موافق اس کے بڑے تائے ابا نے جو نکاح کر دیا وہ صحیح ہو گیا (۱)، اگرچہ اس کی پرورش چھوٹے تائے ابا کے یہاں ہوئی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عثیٰ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۸۸ھ۔

شارد ۱۱ یکٹ کے خلاف نکاح کا حکم

سوال [۵۷۴۴]: شارد ۱۱ یکٹ قانون کے نکاح شرعاً کیسے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو نکاح شارد ۱۱ یکٹ کی مخالفت میں اولیاء نے شریعت کے موافق کئے ہیں وہ جائز اور نافذ ہیں، اگر ایسا نکاح باپ دادا نے کیا ہے تو وہ لازم ہے، اس میں کسی قسم کا اختیار باقی نہیں۔ اگر باپ دادا کے علاوہ کسی اور شرعی ولی نے کیا ہے تو اس میں اختیار بلوغ حاصل ہے یعنی لڑکا لڑکی اگر بالغ ہوتے ہی فوراً اس نکاح کو رد کر دے تو حاکم مسلم باختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کر کے اس نکاح کو فسخ کرایا جاسکتا ہے: ”ولهما خيار الفسخ بالبلوغ فی غیر الأب والجد بشرط القضاء“ زیلعی: ۲/۱۲۲ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عثیٰ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۱) ”ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ، فإن استاذنها هو: أي الوكيل - وهو السنة - أو وكيله أو رسوله، أو زوجها وليها وأخبر رسوله، فسكتت عن رده مختارة، فهو إذن إن علمت بالزوج، اهـ“ (الدر المختار: ۵۸/۳، باب الولی، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۸۷/۱، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۴۹۰/۱، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۲) (تبیین الحقائق: ۵۰۵/۲، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(وأنظر أيضاً عنوان: ”ماں کو ولایت نکاح“۔)

بچوں کی پرورش کرنے والا ولی نکاح نہیں

سوال [۵۷۴۵]: لڑکی کی پرورش ابتدا سے دوسرے شخص نے کی ہے اور ولی زندہ ہے۔ اب شرعاً لڑکی کا ولی کون ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض پرورش کرنے سے آدمی ولی نہیں بن جاتا، جس کو شریعت نے ولی مقرر کیا ہے وہ ہی ولی ہے: ”ولو كان الصغير والصغيرة في حجر رجل يعولهما كالمملتقط ونحوه، فإنه لا يملك تزويجهما، كذا في فتاوى قاضی خان“۔ عالمگیری: ۲/۲۹۲ (۱)۔ پس اس پرورش کرنے والے کو بغیر ولی کی اجازت کے نکاح کر دینے کا اختیار نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۲/۵۶ھ۔
جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۸/صفر/۵۶ھ۔

رہیہ کے نکاح کی ولایت

الاستفتاء [۵۷۴۶]: خالد نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا ہے جو اپنے ساتھ ایک نابالغہ لڑکی لائی جو پہلے شوہر سے ہے۔ اب خالد نے اس نابالغہ صغیرہ کا نکاح کر دیا ہے تو بالغ ہونے کے بعد اس لڑکی کو فسخ نکاح کا حق ہے یا نہیں، اگر نابالغہ تو ہے لیکن صغیرہ نہیں ہے ہوشیار ہے۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

خالد کو اپنی اس بیوی کی نابالغہ لڑکی پر ولایت نکاح حاصل نہیں جو کہ اس کے پہلے شوہر سے ہے: ”ولو كان الصغير والصغيرة في حجر رجل يعولهما كالمملتقط ونحوه، فإنه لا يملك تزويجهما،

(۱) (الفتاوى العالمکیریة: ۱/۲۸۴، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

”والرجل الذی یعول الصغير أو الصغيرة، فلا ولاية له فی إنکاحهما“۔ (المحیط البرہانی:

۱۵۸/۳، الفصل التاسع فی معرفة الأولیاء، غفراریہ)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۲۲۲، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۳۵۶، باب الأولیاء، رشیدیہ)

کذا فی فتاویٰ قاضی خان، عالمگیری: ۲/۲۹۲ (۱) لہذا لڑکی بالغہ ہونے پر اگر اس سے ناخوشی ظاہر کر دے اور کہہ دے کہ مجھے یہ منظور نہیں تو اس نکاح کا کوئی اثر باقی نہیں رہے گا، بلکہ کالعدم ہو جائے گا اور اس کے لئے عدالت یا پنچایت کی بھی ضرورت نہیں ہوگی (۲)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غنی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۵ھ۔

ولایت مجنون

سوال [۵۷۷]: لڑکی کا نام سیکھنے ہے اور لڑکی کا باپ باؤلا ہے اور لڑکی کی ماں محنت کرتی ہے اور اپنے بچوں کو پالتی ہے۔ جس وقت لڑکی کا نکاح ہوا تھا اس وقت لڑکی کی عمر ۴ یا ۵ سال کی تھی، لہذا ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ نکاح شرع کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟ کیوں کہ لڑکی بھی چاہتی ہے کہ وہاں نہ جاؤں، کیونکہ پانچ، سات آدمی اکٹھے ہوئے اور انہوں نے لڑکی سے کہا تو لڑکی نے جواب دیدیا کہ میں اس گھر میں نہیں جاتی۔ اگر تم زیادتی کرو گے تو ہم کنویں میں گر کر مر جائیں گے۔ اس لئے یہ فتویٰ طلب ہے کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نکاح کے وقت لڑکی کا باپ باؤلا نہیں تھا بلکہ ہوش میں تھا تو وہ نکاح صحیح اور لازم ہو گیا، اس کو فسخ کرانے کا اختیار نہیں (۳)، جب تک شوہر طلاق نہ دے دوسری جگہ نکاح نہیں ہو سکتا (۴)۔ اگر لڑکی کا باپ

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۱/۲۸۴، رشیدیہ)

(۲) ”لہما: ای لصغیر وصغیرۃ وملحق بہما خيار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ أو العلم بالنکاح بعدہ لقصور الشفقة“۔ (الدر المختار: ۳/۶۹، باب الولی، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنہر: ۱/۴۹۴، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

(و کذا فی النہر الفائق: ۲/۲۰۹، باب الأولیاء والأکفاء، إمدادیہ ملتان)

(۳) ”اعلم أن الولی من کان أهلاً للمیراث، وهو عاقل بالغ، لا یثبت للصبی والمجنون ولایۃ“۔

(حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق: ۲/۴۹۳، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۵۴، باب الولی، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۱۹۲، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

نکاح کے وقت باؤلاتھا اور اسی حالت میں اس نے نکاح کیا ہے تو یہ نکاح اس کی والدہ کی اجازت پر موقوف تھا (۱)، اگر والدہ نے اجازت دیدی تو صحیح ہو گیا تھا (۲)، اگر والدہ نے اس سے ناراضی ظاہر کر کے انکار کر دیا تھا تو وہ صحیح نہیں ہوا، اب لڑکی کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے برادری میں اپنا نکاح کر لے (۳)۔

اگر والدہ نے نکاح کی اجازت دیدی تھی تو اگرچہ اس وقت نکاح صحیح ہو گیا، مگر لڑکی کو اختیار بلوغ حاصل ہے یعنی جب بالغ ہونے کے آثار دیکھے فوراً دو آدمیوں کو گواہ بنائے اور کہہ دے کہ میں اس وقت بالغ ہوئی ہوں اور اس نکاح سے راضی نہیں ہوں۔ اور پھر کسی مسلمان حاکم کی عدالت میں دعویٰ کر کے نکاح فسخ کرالے (۴)۔

= ”بخلاف ما إذا زوجهما الأب والجدة، فإنه لا خيار لهما بعد بلوغهما“۔ (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأقرباء: ۳/۲۱۱، رشیدیہ)

(۳) ﴿والمحصنات من النساء إلاما ملكت أيمانكم﴾ والمراد بهن على المشهور ذوات الأزواج أحصنهن الزوج أو الأزواج أو الأولياء: أي منعهن عن الوقوع في الإثم“۔ (روح المعاني: ۵/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في الفتاوى العالمية كبرى، كتاب النكاح، الباب الثالث في المحرمات، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشیدیہ)

(و كذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط أن لا تكون منكوحه الغير: ۳/۴۵۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) ”ويثبت للأبعد التزويج بعض الأقرب“۔ (الدر المختار: ۳/۸۲، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(۲) ”وإن زوج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء، فإن كان الأقرب حاضراً وإن لم يكن من أهل الولاية بأن كان صغيراً أو كان كبيراً مجنوناً، جاز“۔ (الفتاوى العالمية كبرى: ۱/۲۸۵، كتاب النكاح، الباب الرابع، رشیدیہ)

(۳) ”الولي (هو) (البالغ العاقل الوارث)“۔ (الدر المختار)۔ ”أن الصبي خرج بقوله: البالغ، والمجنون والمعتوه بالعاقل“۔ (رد المحتار: ۳/۵۴، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(۴) ”(وإن كان المزوج غيرهما): أي غير الأب وأبيه، ولو الأم وإن كان من كفء وبمهر مثل صح، و لكن (لهما): أي لصغير وصغيرة وملحق بهما (خياراً الفسخ بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده بشرط القضاء) للفسخ“۔ (الدر المختار: ۳/۶۷-۷۰، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد) =

اگر وقتِ بلوغ نکاح سے ناراضی ظاہر نہیں کی تو پھر یہ اختیار حاصل نہیں (۱)۔ اگر لڑکی جانا نہیں چاہتی تو کسی صورت سے طلاق لے لے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۲/۶۱ھ۔

درست ہے: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/صفر/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

بالغہ پر ولایت

سوال [۵۷۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کے: زید کی ایک لڑکی ہے جس کا رشتہ زید نے اپنی زندگی میں خالد سے کر دیا ہے۔ زید کا ایک چھوٹا بھائی بکر ہے، زید بکر سے سخت ناراض تھا، زید کا انتقال ہو گیا، اب بکر چاہتا ہے کہ زید کی لڑکی کا نکاح میرے لڑکے سے ہو اور زید کی بیوی اور لڑکی اس سے رضا مند نہیں، کیونکہ وہ لڑکا نالائق اور بدچلن ہے۔ زید کی بیوی اور لڑکی خالد سے نکاح کرنے میں رضا مند ہیں، کیونکہ زید اپنی زندگی میں خالد سے رشتہ کر چکا تھا۔ اب زید کی لڑکی بالغ ہے وہ اپنی مرضی کے موافق

= (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۲۱/۱، کتاب النکاح، الباب الرابع، رشیدیہ)

(۱) ”ویبطل هذا الخيار فی جانبها بالسکوت إذا كانت بکراً، ولا یمتد إلی آخر المجلس حتی لو سکتت کما بلغت وهی بکر، بطل الخيار“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۲۸۶/۱، کتاب النکاح، الباب الرابع، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۷۳/۳، کتاب النکاح، باب الولی، مطلب فی فرق النکاح، سعید)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يَاقِيَا حَدُودَ اللَّهِ، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾ (البقرة: ۲۳۰)

”ولا بأس به عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق“۔ (الدر المختار)۔ ”أی لوجود الشقاق وهو

الاختلاف والتخاصم..... السنة إذا وقع بین الزوجین اختلاف أن یجمع أهلہما لیصلحوا بینہما، فإن

لم یصلحوا، جاز الطلاق والخلع“۔ (رد المحتار: ۴۴۱/۳، کتاب الطلاق، باب الخلع، سعید)

(و کذا فی فتح القدير: ۲۱۱/۴، کتاب الطلاق، باب الخلع، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۴۸۸/۱، کتاب الطلاق، الباب الثامن، رشیدیہ)

بغیر اجازت اپنے چچا صاحب کے خالد سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں، جب کہ لڑکی بالغ اور خرمختار ہے؟
سائل: ضمانت خاں محلہ لوہاری سرانے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب لڑکی بالغہ ہے تو اس کا چچا بلا اس کی رضا مندی کے ہرگز اس کا نکاح نہیں کر سکتا، جس جگہ لڑکی کے باپ نے لڑکی کا رشتہ اپنی زندگی میں کیا تھا، اگر وہاں لڑکی بغیر رضا مندی اپنی چچا کے اپنا نکاح کر لے گی تو شرعاً یہ نکاح معتبر ہوگا اور چچا کو شرعاً اعتراض کا حق حاصل نہ ہوگا، بشرطیکہ وہ نکاح کفو یعنی اپنی برادری میں ہو اور مہر مثل سے کم پر نہ ہو: ”ونفذ نکاح حرة مكلفة بلا رضا، ولی، الخ“۔ ”ولا تجبر البالغة البكر على النكاح، ۱ھ“۔ درمختار، باب الولی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۴/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ربیع الثانی/۵۴ھ۔

ولایت نکاح میں شافعیہ کے قول پر فتویٰ

سوال [۵۷۹]: امام شافعی کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوتا اور ہمارے علاقہ میں ایسا ہوتا چلا آ رہا ہے، جو علماء ندوہ سے فارغ ہو کر آئے ہیں انہوں نے ایسے نکاحوں کی ممانعت کی، البتہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ مگر جن لڑکیوں نے فرار ہو کر بغیر ولی کے اپنا نکاح کر لیا ہے، صاحب اولاد بھی ہیں، ان کے بارے میں امام شافعی کے نزدیک کیا حکم ہے، نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟
جواب امام شافعی کے حوالہ سے تحریر کریں، ہمارے علاقہ میں دنیاوی علم بہت ہے اور دینی کم، اس لئے ایسے نکاح کثیر تعداد میں ہوتے ہیں۔

(۱) (الدر المختار: ۵۵/۳، باب الولی، سعید)

”نفذ نکاح حرة مكلفة بلا ولی؛ لأنها تصرفت فی خالص حقها، وهی من أهلہ، لكونها عاقلةً بالغةً..... ولا تجبر بكر بالغة على النكاح: أى لا ينفذ عقد الولی علیها بغیر رضاها عندنا. الخ“۔

(البحر الرائق: ۱۹۲/۳، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۸۷/۱، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اتنا تو آپ کو بھی معلوم ہے کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح درست نہیں ہوتا (۱)، پھر ایسے نکاح اور ایسے نکاح سے اولاد کا حکم جو کچھ دریافت کرنا ہو علمائے شافعیہ ہی سے دریافت کیا جائے، بمبئی جامع مسجد سے بھی حکم مذہب شافعیہ کا معلوم ہو سکتا ہے، آپ کے مقامی علمائے شافعیہ اگر خود نہ بتائیں تو بمبئی سے دریافت کر لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۱۴۰۶ھ۔

ولایت نکاح سے متعلق وصیت کا حکم

سوال [۵۷۵۰]: زید کی بیوی نے اپنی نابالغ لڑکی کے نکاح کے متعلق حالت تندرستی میں زید سے دریافت کیا کہ کیا تمہارا ارادہ عمر کے یہاں کرنے کا ہے، زید نے کہا جو تمہارا ارادہ ہے وہی میرا بھی ارادہ ہے، زید کی بیوی نے کہا میں اس سے ناراض ہوں۔ اس کے بعد زید کی بیوی نے بوقت مرگ محض ایک عاقلہ بالغہ سے وصیت کی کہ لڑکی مذکورہ کی شادی عمر کے یہاں نہ کی جاوے، اگر ایسا کیا گیا تو میں حشر میں دامن گیر ہوں گی۔ اب اگر زید لڑکی مذکورہ کی شادی عمر کے یہاں کر دے تو جائز ہے یا نہیں، جبکہ زید سے عمر کی قرابت قریبہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعاً اس وصیت کا کوئی اعتبار نہیں (۲)، زید کو اس لڑکی پر جس قسم کی ولایت کا حق پہلے حاصل تھا، ویسے

(۱) "الولی عن المرأة مطلقاً شرط عند الشافعية لصحة أي عقد من عقود الزواج، فلا تزوج امرأة نفسها بإذن وليها، ولا غيرها بوكالة، ولا تقبل زواجاً لأحد"۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: ۶۶۹۵/۹، أنواع الولاية عند الشافعية، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۴۹۳/۲، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۳۵۷/۳، فصل: الذی یرجع إلی المولی علیہ، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۲) "ولیس للوصی من حیث هو وصی أن ینزّج الیتیم مطلقاً، وإن أوصی إلیہ الأب بذلک علی

المذہب"۔ (الدر المختار: ۷۹/۳، باب الولی، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲۲۱/۳، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۸۴/۱، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

ہی اب بھی ہے، یعنی باپ ہونے کی حیثیت سے جس طرح بیوی کی زندگی میں اپنے اختیار سے بیوی کی مرضی کے خلاف نکاح کرنے کا مجاز تھا اسی طرح اب بھی ہے (۱)۔ اگر وہ لڑکی زید کی نہیں بلکہ اس کی بیوی کی کسی دوسرے شوہر سے ہے اور زید کا اس سے کوئی رشتہ، عصیت کا نہیں تو زید کو اس کی ولایت نہ پہلے حاصل تھی نہ اب حاصل ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ صفر/ ۶۰۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۷/ صفر/ ۶۰۔

بالغہ کا نکاح بغیر ولی کے، اور نابالغ کے ولی کی طلاق

سوال [۵۷۵۱]: مسماة رمضانوں بنت نہتو بیوہ ہو گئی تھی، عدت ختم ہونے پر اس کے والد نے اس کے دیور مسمی جماعت علی سے نکاح کر دیا اور پھر اس لڑکی سے والد نے کہہ دیا کہ تمہارا نکاح مسمی جماعت علی سے کر دیا جو کہ نابالغ تھا یعنی اس وقت جماعت علی کی عمر دس برس کی تھی اور لڑکی بالغ تھی تو لڑکی نے اس بات پر اظہار ناراضگی کیا اور انکار کیا۔ اب تین سال کے بعد لڑکی کے والد نے جماعت علی کے والد سے کہہ دیا کہ اپنی بہو کو لے جا، تو تین طلاق دیدی ہے اور پہلے بھی کہہ دیا تھا کہ اپنی لڑکی کا نکاح جہاں چاہو کر دو، اب بھی کہتا ہوں کہ تم اپنی

(۱) "الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ، وهو من يتصل بالمیت حتی المعتقدۃ علی ترتیب الإرث". (الدر المختار). "(قوله: لا المال) فإنه الولی فیہ الأب ووصیہ، والجد ووصیہ، والقاضی ونائبہ فقط، الخ". (رد المحتار: ۳/ ۷۶، باب الولی، سعید)

(و کذا فی النہر الفائق: ۲/ ۲۰۸، باب الأولیاء والأکفاء، إمدادیہ، ملتان)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۲/ ۵۰۳، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۲) "ولو کان الصغیر والصغیرۃ فی حجر رجل یعولہما کالملتقط ونحوہ، فإنه لا یملک تزویجہما،

کذا فی فتاویٰ قاضی خان". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/ ۲۸۴، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

"والرجل الذی یعول الصغیر أو الصغیرۃ، فلا ولایۃ لہ فی إنکاحہما". (المحیط البرہانی:

۱۵۸/۳، الفصل التاسع فی معرفۃ الأولیاء، غفراریہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/ ۲۲۲، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/ ۳۵۶، باب الأولیاء، رشیدیہ)

لڑکی کو جہاں چاہو نکاح کر دو۔ اور لڑکی خود بھی جانا نہیں چاہتی ہے اور لڑکا اب بھی نابالغ ہے یعنی تیرہ سال کی عمر ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ لڑکی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

باپ کو جبراً بغیر اس کی مرضی کے نکاح کرنے کا حق نہیں، پس اگر نکاح کی خبر پا کر لڑکی نے اس نکاح کو رد کر دیا تھا تو رد ہو گیا تھا، اب طلاق کی ضرورت نہیں، دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے۔ اگر اس نکاح کو رد نہیں کیا تھا بلکہ اجازت دیدی تھی تو وہ صحیح ہو گیا تھا، اب جب تک لڑکا بالغ ہو کر طلاق نہ دے دوسری جگہ نکاح درست نہیں۔ لڑکے کے باپ کو شرعاً لڑکے کی بیوی کو طلاق دینے کا حق حاصل نہیں، یہ طلاق بالکل بے کار ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ذی الحجہ/ ۱۴۵۷ھ۔

بغیر ولی کی اجازت کے بالغہ کا نکاح

سوال [۵۷۵۲]: ایک بالغ لڑکی نے اپنے کفو میں اور خاندان کے بالغ لڑکے سے بغیر اپنے ولی کی اجازت کے نکاح کر لیا ایسی صورت میں ولی کو حق فسخ ہے یا نہیں؟

۲..... فسخ کی صورت کیا ہوگی؟ کیا قاضی یا کسی مسلمان حاکم کے یہاں دعویٰ کر کے، یا پنچایت میں معاملہ رکھ کر نکاح فسخ کرادیا جائے گا، یا خود ولی کے کہنے سے فسخ ہو سکتا ہے کہ ولی کہہ دے: فسخت بینکما، اور وہ فسخ ہو جائے؟

امیر علی، معرفت: حامد میاں، مدرسہ شاہی مراد آباد۔

(۱) "لا یجوز نکاح أحد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من أب أو سلطان بغیر إذنہا بکراً کانت أو ثیباً، فإن فعل ذلک فالنکاح موقوف علی إجازتہا، فإن أجازتہ جاز، وإن ردتہ بطل". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۸۷/۱، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۱/ ۲۹۱، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(و کذا فی النهر الفائق: ۲/ ۲۰۴، باب الأولیاء والأکفاء، إمدادیہ ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اگر مہر مثل پر نکاح کیا ہے تو ولی کو حق فسخ حاصل نہیں: ”نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا ولی، ولہ

الاعتراض فی غیر الکفو، وروی الحسن عن الإمام عدم جوازہ، وعلیہ فتویٰ قاضی خان، وھذا أصح وأحوط، والمختار للفتویٰ فی زماننا، الخ“۔ مجمع الأنہر (۱)۔

۲..... فسخ کا حق نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۹/ ذی قعدہ/ ۱۴۰۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔

بالغہ کا نکاح بلا اجازت کرنا

سوال [۵۷۵۳]: میرے والد حقیقی محمد اسماعیل نے میری شادی میری مرضی کے خلاف مسمیٰ خدا

بخش ولد میاں خیر الدین ساکن امرتسر کے ساتھ کر دی، میں کنواری اور بالغہ ہوں، مجھے اس نکاح کے متعلق کچھ خبر نہیں دی گئی اور نہ ہی میرے والد یا کسی نے مجھ سے اجازت لی اور نہ ہی ایجاب و قبول کرایا گیا۔ چونکہ خدا بخش مذکور فاسق، فاجر، زانی، بے روزگار اور معمر ہے، نیز تاحال میں سرال یعنی خدا بخش کے گھر بھی نہیں گئی۔ میں نہ تو رضا مند تھی اور نہ ہوں، نکاح معرض تحریر میں آچکا ہے جو منجانب خدا بخش ہے، میرے مشاہدہ سے نہ نکاح نامہ گزرا اور نہ گذارا گیا، میں خواندہ بھی ہوں، ولی، وکیل، اور شاہدان امور متذکرہ بالا کو تسلیم کرتے ہیں۔ پس

(۱) (مجمع الأنہر: ۱/ ۴۸۸، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

”نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضا ولی، ولہ: أى للولی إذا کان عصبۃ الاعتراض فی غیر الکفو،

فیفسخہ القاضی، ویتجدد بتجدد النکاح“۔ (الدر المختار: ۳/ ۵۶، باب الولی، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/ ۱۹۲، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(۲) ”(قولہ: فیفسخہ القاضی)، فلا تثبت ھذہ الفرقة إلا بالقضاء؛ لأنه مجتہد فیہ، وکل من الخصمین

یتثبت بدلیل، فلا ینقطع النکاح إلا بفعل القاضی“۔ (رد المحتار: ۳/ ۵۶، باب الولی، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنہر: ۱/ ۴۸۹، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

(و کذا فی المحيط البرہانی: ۳/ ۱۶۲، الفصل التاسع: فی معرفۃ الأولیاء، غفراریہ)

درخواست ہے کہ بوضاحت فرمادیا جائے کہ آیا نکاح درست ہے یا نہیں؟

نوٹ : عام طور پر لڑکی کی خاموشی کو اس پر دال کیا جاتا ہے کہ لڑکی رضا مند ہے، مگر یہاں تو اتنی تکلیف بھی نہیں کی گئی کہ لڑکی کے پاس جائیں اور ایجاب و قبول کا تذکرہ کریں، نہ کوئی میرے پاس آیا اور نہ مجھ سے پوچھا گیا، میں کسی حالت میں بھی خدا بخش مذکور کی زوجیت قبول کرنے کو تیار نہیں۔

غلام بتول دختر محمد اسماعیل ساکن لاہور۔

تصدیق : ”میں اس بات کی بحیثیت ولی کے تصدیق کرتا ہوں کہ واقعی لڑکی کی

اجازت نہیں طلب کی گئی“۔ العبد محمد اسماعیل ولد رحیم۔

بخدمت علمائے دین و مفتیان شرع متین!

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ۔

”گزارش ہے کہ بندہ در معاملہ درخواست متعلقہ نکاح مسماۃ غلام بتول دختر محمد اسماعیل حسب ذیل عرض کرتا ہے: اول یہ کہ جو درخواست مسماۃ غلام بتول مذکور کی طرف سے علمائے کرام کی خدمت میں ہے کہ اس کا مضمون درست ہے، بات یہ کہ غلام بتول مذکور کے نکاح نامہ پر میرے دستخط بذریعہ وکیل کے ہیں جو کہ میں نے بذریعہ وے والد غلام بتول یعنی محمد اسماعیل کے کہنے پر وکیل بنا کر دستخط کئے، خود میں نے غلام بتول سے اجازت حاصل نہیں کی اور نہ ہی بعد میں ایجاب و قبول کرایا گیا، لہذا ملتمس ہوں کہ درخواست جو کہ مسماۃ غلام بتول نے گزاری ہے وہ بالکل درست ہے۔“

العبد حاجی قادر بخش ولد میاں پیر، المرقوم، ۲۸/ اکتوبر/ ۱۹۳۶ء۔

”جو کہ درخواست غلام بتول دختر محمد اسماعیل کی طرف سے علماء کی خدمت میں ہے اس درخواست کا مضمون درست ہے، کیونکہ میری موجودگی میں دختر محمد اسماعیل سے بذریعہ وکیل و گواہان جن میں سے میں بھی موجود تھا، دختر محمد اسماعیل سے نہ اجازت حاصل کی گئی ہے اور نہ ایجاب و قبول کرایا گیا تھا، حالانکہ دختر محمد اسماعیل بالغہ تھی۔ میری گواہی شرعی کاغذ پر ضرور ہے، مگر وہ تکمیل حق ہی کے واسطے ہے، میرا بیان حلفیہ ہے۔“

العبد رحمت اللہ ولد میاں خیر الدین۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو کنواری بالغہ ہو اس پر کسی کو ولایتِ اجبار حاصل نہیں، یعنی کوئی شخص باپ وغیرہ اس کا نکاح جبراً بلا اس کی رضامندی نہیں کر سکتا، اگر کسی نے ایسا کیا بھی تو یہ نکاح اس بالغہ کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ پس اگر بوقتِ نکاح اجازت نہیں لی گئی اور بلا اجازت نکاح کر دیا گیا ہے تو یہ نکاح تمھاری اجازت پر موقوف ہے، اگر تم نے اجازت دے دی تو جائز ہوگا، اگر اجازت نہیں دی، بلکہ رد کر دیا اس طرح پر کہ ”میں اس نکاح سے رضامند نہیں، میں نے اس نکاح کو رد کر دیا“ تو یہ نکاح رد ہو گیا۔ اب تمھارے والد کو تمھاری مرضی کے خلاف کسی جگہ نکاح کرنے کا حق نہیں:

”ولا تجبر البکر البالغۃ علی النکاح، لانقطاع الولاية بالبلوغ، ۱ھ“۔ درمختار، ص:

۴۶۱ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ عبداللطیف، یکم/رمضان۔

بغیر ولی کے نکاح

سوال [۵۷۵۴]: مسماۃ ہندہ بالغہ باکرہ نے بغیر اجازت والد خود نکاح کر لیا، کیونکہ اس کا والد

دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتا تھا، ہندہ وہاں رضامند نہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا ہندہ کا نکاح ہوایا نہیں؟ غیر مقلد کہتے ہیں کہ دوسری جگہ پڑھایا جائے، اول نکاح درست نہیں۔

پیر محمد غوث، حضرت بابا فرید گنج شکر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہندہ بالغہ نے اپنی برادری میں مہر مثل پر یا اس سے زیادہ پر نکاح کیا ہے تو شرعاً یہ نکاح حنفیہ کے نزدیک صحیح ہے، اگر غیر برادری میں یعنی نیچے خاندان میں نکاح کیا ہے تو مفتی بہ قول کے موافق وہ صحیح نہیں ہوا،

(۱) (الدر المختار: ۵۸/۳، باب الولی، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب الأولیا والأکفاء: ۱۹۲/۳، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، الباب الرابع فی الأولیاء: ۲۸۷/۱، رشیدیہ)

دوبارہ برادری میں کرے۔ اگر مہر مثل سے کم پر کیا ہے تو ولی یعنی باپ کو اختیار ہے کہ حاکم مسلم کے یہاں درخواست دے اور حاکم شوہر کو بلا کر کہے: یا تو مہر مثل پورا کرو ورنہ ہم نکاح فسخ کر دیں گے، اگر شوہر نے مہر مثل پورا کر دیا تب وہ نکاح برقرار ہے، اگر پورا نہ کرے تو حاکم مسلم نکاح فسخ کر دے:

”تنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، وله إذا كان عصبة الاعتراض في غير الكفو،
مالم تلد منه، ويفتي في غير الكفو بعدم جوازه أصلاً، وهو المختار للفتوى، ۱ھ“۔
در مختار: ۲/۴۵۸ (۱)۔

”ولونكحت بأقل من مهر المثل، فللولى العصبة الاعتراض حتى يتم مهر مثلها أو يفرق
القاضى بينهما دفعاً للعار، ۱ھ“۔

”(قوله: الاعتراض) أفاد أن العقد صحيح، وتقدم أنها لو تزوجت غير كفوء، فالمختار
للفتوى رواية الحسن أنه لا يصح العقد، ولم أر من ذكر مثل هذه الرواية هنا، ومقتضاه أنه
لا خلاف في صحة العقد، لعل وجهه أنه يمكن الاستدراك هنا بإتمام مهر المثل بخلاف عدم
الكفاءة. والله تعالى أعلم، ۱ھ“۔ در مختار مع رد المحتار: ۲/۵۰۰ (۲)۔

”نفذ نكاح حرة مكلفة بلاولى، وقال مالك والشافعى رحمهما الله تعالى: لا ينفذ
بعبارة النساء أصلاً؛ لقوله تعالى: ﴿فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن﴾، فلولا أن له ولاية
التزويج لمّا منع عن العضل. وقال الشافعى: هي أبين آية في كتاب الله تعالى على اشتراط
الولى. ولقوله عليه الصلوة والسلام: ”لأنكاح إلا بولى وشاهدى عدل“، وقد رووا في كتبهم
أحاديث كثيرة ليس لها صحة عند أهل النقل، حتى قال البخارى وابن معين: لم يصح في هذا
الباب حديث يعنى على اشتراط الولى۔

(۱) (الدر المختار: ۳/۵۵، باب الولى، سعيد)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۹۴، باب الكفاءة، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۲۰۲-۲۲۳، باب الأولياء والأكفاء، إمداديه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۸۷-۲۹۴، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

ولنا قوله تعالى: ﴿فلا جناح عليكم فيما فعلن في أنفسهن﴾. وقوله تعالى: ﴿فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن﴾ وقوله تعالى: ﴿حتى تنكح زوجاً غيره﴾. وقوله تعالى: ﴿فلا جناح عليهما أن يتراجعا إن ظنا أن يقيما حدود الله﴾. وهذه الآيات تصرح بأن النكاح ينعقد بعبارة النساء؛ لأن النكاح المذكور فيها منسوب إلى المرأة من قوله: ﴿أن ينكحن﴾ و﴿حتى تنكح﴾ وهذا صريح بأن النكاح صادر منها، اهـ. زيلعي: ۱۱۷/۲ (۱)۔

غیر مقلد اگر ذی علم ہے تو ان عبارات میں اس کے لئے دلیل موجود ہے، اگر ذی علم نہیں بلکہ عامی اور جاہل ہے تو علمی مسائل میں جاہل سے بحث فضول ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۵/۵۹ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم، صحیح: عبد اللطیف، ۱۸/جمادی الاولیٰ/۵۹ھ۔

غیر ولی کا کیا ہوا نکاح

سوال [۵۷۵۵]: مسمی سلامت علی نے اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ وایک دختر حقیقی مسماۃ اختر کی کو مکمل قطع کر کے دوسرے موضع میں سکونت اختیار کر لی اور عرصہ دراز تک دونوں زوجین اپنی اپنی جائے سکونت پر بالکل اجنبی کی طرح رہتے رہے۔ جب جانبین میں موافقت کی امید بالکل قطع ہو چکی تو ہندہ نے اپنا نکاح ثانی مسمی کرامت علی سے کر لیا اور خوب محبت و پیار سے رہتے سہتے رہے۔ نکاح کے بعد سلامت علی نے نہ دختر کو لے جانے کا قصد کیا اور نہ زوجہ کا دھیان دل پر لایا۔ ایک روز ہندہ نے اپنے خاوند کرامت علی سے کہا کہ مسماۃ اختر کی کا نکاح مسمی اصغر علی سے موضع ساہا میں کر دو۔ خاوند صاحب نے اختر کی کے بلا اجازت پوشیدہ طریقہ سے اپنے رشتہ دار کے مسمی حشمت علی سے کر دیا اور معارضت بھی کر دیا۔ ان ایام میں اختر کی سن نابالغہ میں تھی۔

جب یہ تمام دغا بازی ہندہ کو معلوم ہوئی تو وہ خاوند پر بہت خفا ہوئی اور فوراً اپنی دختر کو اپنے پاس بلوایا، بعدہ سالہا سال تک رخصتی کا نام تک نہ لیا، یہاں تک کہ اختر کی جوان ہو گئی اور اختر کی کا والد حقیقی فوت ہو گیا۔ بعد میں ہندہ نے سینہ سپر ہو کر اپنے شوہر کی رضا مندی کے خلاف اور حشمت علی کے طلاق دیئے بغیر صرف اپنی

(۱) (تبیین الحقائق للزیلعی: ۲/۴۹۳، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۳/۳۷۲، فصل فی ولایۃ الندب، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

واختری کی رضامندی سے اسے سابق پسند کردہ لڑکے اصغر علی سے نکاح ثانی کر دیا اور حشمت علی کو صاف جواب دے دیا، وہ محروم ہو کر بیٹھ گیا۔ فی الحال دونوں اختری و اصغر علی ایک مکان میں خاوند و بیوی کی طرح رہتے سہتے ہیں۔ اب بعض لاعلم اشخاص یہ کہتے ہیں کہ جو نکاح اول کیا تھا وہی صحیح ہو گیا تھا، نکاح ثانی نہیں ہوا، اور بعض کہتے ہیں کہ نکاح ثانی صحیح ہوا ہے، کیونکہ یہ اختری و اصغر علی کی والدہ کی رضامندی سے ہوا ہے۔ حضور والا سلیس اردو میں تحریر فرماویں کہ یہ عورت کون سے خاوند کو حلال ہے اور کس کو حرام ہے؟ بینوا تو جروا۔

مرسلہ: محمد ابراہیم، متوطن قریہ ساہا، ضلع و تحصیل انبالہ، ۲۱/ شعبان/ ۱۳۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر سلامت علی نے ہندہ کو طلاق دیدی تھی اور ہندہ نے عدت گزار کر کرامت علی سے نکاح کیا تھا تب تو یہ نکاح صحیح ہے اور اگر طلاق نہیں دی تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا (۱)، سلامت علی کے انتقال کے بعد عدت وفات گزار کر دوبارہ نکاح کرنا چاہیے۔ اور سلامت علی نے ہندہ کو طلاق تو دیدی تھی لیکن عدت پوری ہونے سے پہلے ہندہ نے کرامت علی سے نکاح کیا ہے تب بھی صحیح نہیں ہوا، عدت طلاق گزار کر دوبارہ کرنا چاہیے یہ حکم تو ہندہ کا ہے۔ اور ہندہ کی لڑکی اختری کا یہ حکم ہے کہ اس کا پہلا نکاح جو کرامت علی نے کیا تھا وہ ہندہ کے پہلے شوہر، یعنی اختری کے والد سلامت علی کی اجازت پر موقوف تھا، اگر اس نے اجازت دیدی تھی تو نافذ ہو گیا تھا (۲)۔ پھر اختری کو جو اس کی والدہ نے بلا لیا تھا اور پھر رخصت نہیں کیا بلکہ اس کے جوان ہونے پر دوبارہ اصغر علی سے نکاح کر دیا یہ ناجائز رہا، یہ نکاح درست نہیں ہوا۔ حشمت علی کے گھر اس کو بھیجنا ضروری ہے اور اگر اختری کے والد

(۱) ”لایجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، سواء كانت العدة عن طلاق أو وفاة أو دخول في نكاح فاسد أو شبهة نكاح“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/ ۲۸۰، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۳/ ۴۵۱، فصل فی شرط الزوجة، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(و کذا فی التاتارخانیہ: ۳/ ۴، فی بیان مايجوز من الأنکحة الخ، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”فلوزوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته“۔ (الدر المختار: ۳/ ۸۱، باب الولی، سعید)

(و کذا فی المحيط البرهانی: ۳/ ۱۵۷، الباب الرابع فی الأولیاء، غفاریہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/ ۲۸۵، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

سلامت علی نے اس کے نکاح کی اجازت نہیں دی تھی بلکہ رد کر دیا تھا تو وہ رد ہو گیا تھا، اب حشمت علی کو کوئی حق نہیں رہا۔

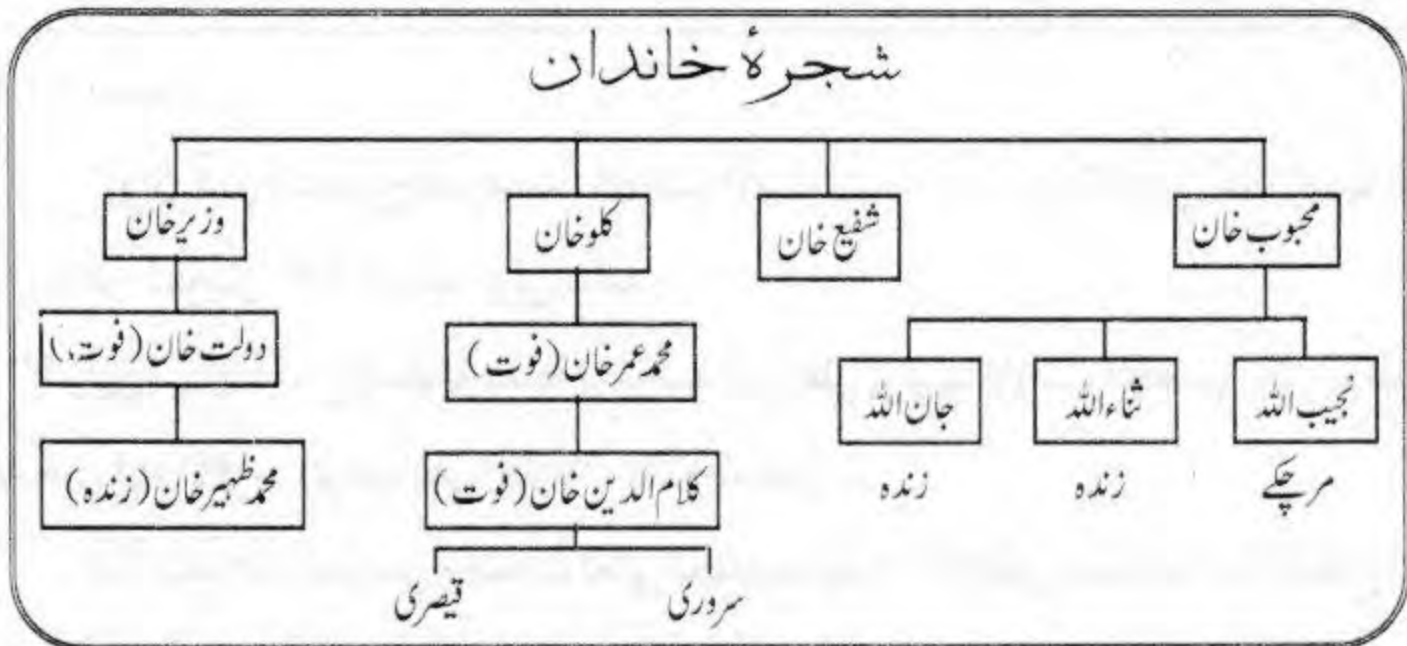
اختری کے بالغہ ہونے پر جو اس کی رضا مندی سے اس کی والدہ نے اصغر علی سے دوبارہ نکاح کیا ہے وہ صحیح اور نافذ ہو گیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۸/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم، کیم/رمضان/۵۶ھ۔

ایضاً

سوال [۵۷۵۶]: میرے چچا زاد بھائی محمد عمر خان کے لڑکے کلام الدین خان جو مرچکے ہیں ان کی دو لڑکیاں اور بیوی موجود ہیں: ۱- دختر سروری جس کی عمر چار پانچ سال ہے، ۲- دختر قیسری جس کی عمر ڈھائی سال ہے۔ ان دونوں لڑکیوں کا عقد نکاح ہو گیا، سروری کا نکاح محمد ظہیر خان نے ولی بن کراپنی اجازت سے کیا، قیسری کا نکاح ثناء اللہ نے ولی بن کراپنی اجازت سے کیا۔ یہ دونوں عقد کس کی اجازت سے ہونے چاہیے تھے؟ اور ولی کون ہو سکتا تھا؟



Designed by: Irfan Anwar Mughal

الجواب حامداً ومصلیاً:

ثناء اللہ خاں نے جو قیسری کا نکاح کیا ہے وہ صحیح ہو گیا، اس کو شرعاً ولایت نکاح حاصل ہے (۱)۔ محمد

(۱) "فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب، توقف علی إجازته". (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: =

ظہیر خاں نے جو نکاح سروری کا کیا ہے، وہ ثناء اللہ اور جان اللہ کی اجازت پر موقوف ہے (۱)، اگر ان میں سے کسی نے بھی اس کو منظور کر لیا تو وہ درست ہو گیا، اگر کسی نے نا منظور کر دیا تو وہ جب ہی بے کار اور ختم ہو گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۲/۸۸ھ۔

ولی کی اجازت کے بغیر بالغہ کا نکاح اور مبسوط کی عبارت

سوال [۵۷۵۷]: اگر کوئی عورت باکرہ عاقلہ بالغہ بغیر رضائے ولی کے خفیہ نکاح کر لیتی ہے جس سے والدین، اولیاء کی عزت پر بہت بدنما دھبہ لگ گیا ہے، کیونکہ وہ شریف خاندان میں سے نہیں اور اس نکاح کو ہرگز جائز نہیں کہتے۔ تو کیا اس صورت میں حسب مضمون عبارت ”مبسوط سرخی“ بغیر رضائے ولی یہ نکاح جائز قرار دیا جاسکتا ہے:

قال العلامة السرخسی رحمه الله تعالى: ”ومن العلماء من يقول: إذا كانت غنية شريفة، لم يحز تزوجها نفسها من غير رضا الولي. وإن كانت فقيرة خسيصة، يجوز لها أن

= ۸۱/۳، سعید)

”وإن كان المزوج غيرهما: أي غير الأب وأبيه وإن كان من كف وبمهر المثل، صح.“ (الدر المختار: ۳/۶۹، باب الولي، سعید)

(۱) ”الولي في النكاح العصبية بنفسه بلا توسط أنثى على ترتيب الإرث والحجب فلوزوج الأبعد حال قيام الأقرب، توقف على إجازته.“ (الدر المختار).

قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى تحته بعد عبارة: ”فلا يكون سكوتة إجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً في مجلس العقد ما لم يرض صريحاً أو دلالة، تأمل.“ (رد المختار: ۳/۷۶-۸۱، باب الولي، سعید)

”وإن زوج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء، فإن كان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولاية، توقف نكاح الأبعد على إجازته.“ (الفتاوى العالمگیریة: ۱/۲۸۵، الباب الرابع في الأولياء، رشیدیہ)
(وکذا في التاتارخانية: ۳/۲۳، الفصل الحادی عشر فی معرفة الأولياء، إدارة القرآن کراچی)

تزوج نفسها من غیر رضا الولی۔ مبسوط: ۵/۱۰، باب النکاح (۱)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عاقلہ بالغہ نے اپنا نکاح کفو میں مہر مثل پر کیا ہے تو شرعاً نافذ اور درست ہے (۲)، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے، امام ابو یوسفؒ کا قول ظاہر الروایہ میں یہی ہے اور انھوں نے قول اول سے رجوع کیا ہے جو یہ ہے کہ: ”بغیر ولی کے نکاح منعقد نہیں ہوتا جبکہ اس کا کوئی ولی ہو“۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ”اگر کفو میں کیا ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں“۔ اس سے بھی رجوع کیا، اور فرمایا کہ زوج کفو ہو یا نہ ہو بہر صورت درست ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک یہ نکاح ولی کی اجازت پر موقوف رہتا ہے، پھر ان سے بھی شیخین کے قول کی طرف جو کہ ظاہر الروایہ ہے رجوع مروی ہے، لہذا ظاہر الروایہ میں ہمارے ائمہ ثلاثہ کا قول متفق علیہ یہی ہے کہ نکاح درست اور نافذ ہے، پھر اس متفق علیہ قول کے خلاف فتویٰ دینا شرعاً درست نہیں۔

مبسوط میں بعض علماء کا قول نقل کیا ہے، معلوم نہیں کہ وہ حنفی ہیں یا غیر حنفی، جیسے کہ آئندہ قول اصحاب ظواہر کا درجہ ہے، پھر یہ کہ اس پر نہ کسی کا فتویٰ نقل کیا ہے نہ اس کو کسی دلیل سے مبرہن کیا ہے۔ ایسے قول پر فتویٰ دینا قواعد افتاء کے خلاف ہے، کما صرح بہ ابن عابدین فی عقود رسم المفتی (۳)۔

”نفذ نکاح حرة مکلفة بلا ولی، وهذا عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى فی ظاهر الرواية. وكان أبو يوسف أولاً يقول: إنه لا ينعقد إلا بولی إذا كان لها ولی. ثم رجع وقال: إن كان الزوج كفواً لها جاز، وإلا فلا. ثم رجع وقال: جاز سواء كان الزوج كفواً لها أو لم يكن. وعند محمد رحمه الله تعالى: وينعقد موقوفاً على إجازة الولی، سواء كان الزوج كفواً

(۱) (المبسوط: ۳/۱۰، کتاب النکاح، باب النکاح بغیر ولی، حبیبیہ)

(۲) ”ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح لإنقطاع الولاية بالبلوغ“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۵۸، سعید)

(۳) ”أن الواجب علی من أراد أن يعمل لنفسه أو یفتی غیره، أن یتبع القول الذی رجحه علماء مذهبه، فلا یجوز له العمل أو الإفتاء بالمرجوح“۔ (شرح عقود رسم المفتی، ص: ۳۵، مطلب: یجب اتباع الراجح ولا یجوز العمل ولا الإفتاء بالمرجوح، الرشید الوقف)

لہا أولم یکن. ویروی رجوعہ إلی قولہما، ۱ھ. تبیین الحقائق: ۲/۱۱۷ (۱)۔ ”فاتفق علیہ أصحابنا فی الروایات الظاہرۃ یفتی بہ قطعاً..... وأن الحکم والفتی بالقول المرجوح جہلاً وخرق للإجماع“. درمختار۔ ”ومذهب الحنفیۃ المنع عن المرجوح حتی لنفسہ لکون المرجوع صار منسوخاً“. شامی: ۱/۵ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

نکاح صغیر بغیر ولی

سوال [۵۷۵۸]: ایک نابالغ لڑکا ہے مگر عاقل ہے، اگر نکاح کے وقت اس سے ایجاب و قبول بغیر ولایت باپ کے کیا جائے تو نکاح منعقد ہوگا یا نہیں، ایسے کئی نکاح ہو رہے ہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کا ایجاب و قبول بغیر ولی کے کافی نہیں بلکہ وہ ولی شرعی کی اجازت پر موقوف رہتا ہے: ”الولی شرط نکاح صغیر، ۱ھ“. درمختار: ۲/۴۵۸ (۳)۔

”صغیرۃ زوجت نفسہا من کف، ولا ولی لہا ولا قاضی فی ذلک الموضع، ینعقد ویستوقف علی إجازتہا بعد بلوغہا. وإذا زوجت الصغیرۃ نفسہا، فأجاز الأخ الولی، جاز، ولہا الخيار إذا بلغت، ۱ھ“. عالمگیری: ۲/۲۸۶ (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/۶۳ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

(۱) (تبیین الحقائق: ۲/۴۹۳، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۶۹-۷۴، مقدمہ، مطلب: لایجوز العمل بالضعیف حتی لنفسہ عندنا، سعید)

(و کذا فی أصول الإفتاء، لمحمد تقی العثماني، ص: ۴۹، القاعدة الحادية عشر فی حکم الإفتاء بالروایات الضعیفۃ)

(۳) (الدر المختار: ۳/۵۵، باب الولی، سعید)

(۴) (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۲۸۶، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ) =

نابالغ کا نکاح غیر ولی نے کیا، ولی نے طلاق دی، پھر نکاح ثانی ہوا

سوال [۵۷۵۹]: زید نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح مسمیٰ عمر کے نابالغ لڑکے سے کر دیا، مسمیٰ بکر نے جو عمر کا حقیقی بھائی ہے اپنے بھتیجے کے لئے قبول کیا۔ عرصہ ایک سال بعد مسمیٰ بکر نے۔ جو نکاح نابالغ کا باپ تھا۔ اپنے لڑکے نابالغ کی جانب سے طلاق ثلاثہ دیدی۔ طلاق کے بعد تقریباً ۴/ سال عرصہ گزرنے کے بعد اب مسمیٰ زید نے اپنی لڑکی نابالغ کا نکاح کسی دوسری جگہ کر دیا۔ کیا عند الشریعہ نکاح ثانی جائز ہے؟

۲..... اور طلاق مسمیٰ عمر کی نابالغ لڑکے کی جانب سے درست ہے؟ جواب مدلل ہو۔

۳..... اگر نہیں تو مسمیٰ زید کی نسبت عند الشریعہ کیا سزا ہے؟

۴..... اور جنہوں نے نکاح ثانی کیا ہے ان کی نسبت کیا حکم ہے؟ یہ یاد رہے کہ نکاح ثانی لینے والوں کو یہ تو علم تھا کہ اس لڑکی کا نکاح پہلے ہوا تھا، مگر بچپن ہی میں مطلقہ ہو گئی، وہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے طلاق کو درست اور صحیح سمجھے۔

۵..... نیز جو گواہان وغیرہ اب نکاح ثانی میں ہوئے ان میں سے کسی کو بھی پہلے نکاح یا طلاق کا کوئی علم نہ تھا۔ نکاح کے وقت منکوحہ کنواری لکھی گئی۔ اب نکاح ثانی کو بھی عرصہ سات ماہ کا ہو چکا ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اگر اول نکاح درست ہو چکا تھا یعنی عمر نے اس کی اجازت دے دی تھی (کیونکہ قبول عمر نے نہیں کیا جو کہ شرعی ولی ہے، بلکہ بکر نے کیا ہے، پس یہ قبول عمر کی اجازت پر موقوف ہے) تو یہ نکاح نافذ اور صحیح ہو گیا تھا (۱)۔ اور عمر نے جو طلاق ثلاثہ دی ہے وہ واقع نہیں ہوئی، جب طلاق واقع نہیں ہوئی تو نکاح ثانی درست نہیں

= ”سئل القاضي بديع الدين عن صغيرة تزوجت نفسها من كفؤ ولاولى لها ولاقاضي في ذلك الموضوع؟ قال: ينعقد ويتوقف بإجازتها بعد بلوغها“۔ (التاتارخانية: ۳/۳۴، النکاح بغير الولی، إدارة القرآن کراچی)

”(نکاح حرۃ) احتراز عن الأمة؛ لأن نکاحها موقوف علی إذن مولیها ڪتوقف نکاح الصغیرة والمجنونة والمعنوة علی إذن الولی“۔ (مجمع الأنهر: ۱/۴۸۸، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۱) ”فلوزوج الأبعد حال قیام الأقرب، توقف علی إجازته“۔ (الدر المختار: ۳/۸۱، باب الولی، سعید)=

ہوا۔ اگر عمر نے اول نکاح کی اجازت نہیں دی تھی بلکہ اس کو رد کر دیا تھا تو وہ اول نکاح نافذ اور لازم نہیں ہوا تھا بلکہ رد ہو گیا تھا، پس نکاح ثانی درست ہو گیا اور طلاق بے کار گئی، اس کی ضرورت بھی نہیں:

”الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلا توسط أنشی علی ترتیب الإرث والحجب، ۱ھ“.

درمختار و شامی (۱)۔ ”لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ، وكذلك المعتدة“۔ ہندیہ (۲)۔

۲..... نہیں، جیسا کہ جواب نمبر: ۱ میں گذرا۔

۳..... اس نے اگر اول نکاح صحیح اور نافذ ہو جانے کے باوجود دوسرا نکاح کر دیا ہے تو وہ دوسرا نکاح صحیح نہیں

ہوا اور ایسا کرنے سے زید گناہ گار ہوا، اس کو چاہیے کہ اپنے اس فعل سے توبہ کر لے اور لڑکی کو اس کا شوہر، شوہر اول کے پاس پہنچا دے۔ اگر اول صحیح اور نافذ نہیں ہوا تھا تب ایسا کیا ہے تو یہ موافق شرع ہے، اس سے گناہ گار نہیں ہوا۔

۴..... اگر مسئلہ سے ناواقفیت کی بناء پر ایسا کیا ہے یعنی منکوحہ لڑکی (جس پر طلاق شرعاً نہیں واقع

ہوئی) سے نکاح کر لیا تو وہ لوگ معذور ہیں، اب انہیں لڑکی کو واپس کر دینا چاہیے، اگر جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو سخت گناہ گار ہے۔ اگر پہلا نکاح صحیح نہیں ہوا تو دوسرا نکاح کرنے والے گناہ گار نہیں۔

۵..... ایسی حالت میں ان پر گناہ نہیں، اگر جان بوجھ کر ناجائز نکاح کے گواہ بنتے تو گناہ گار ہوتے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۱۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/ذی الحجہ/۵۶ھ۔

= (و کذا فی المحيط البرہانی: ۱۵۷/۳، فی معرفۃ الأولیاء، غفراریہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۸۵/۱، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

(۱) (الدر المختار: ۷۶/۳، باب الولی، سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۳۷۶/۳، فصل فی شرط التقدیم، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۲۹۶/۱، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۸۰/۱، القسم السادس: المحرمات التي یتعلق بها حق الغیر، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۴۵۱/۳، فصل فی شرط الزوجۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(و کذا فی التاتارخانیۃ: ۴/۳، فی بیان ما یجوز من الأنکحة وما لا یجوز، إدارة القرآن کراچی)

نابالغہ کا نکاح ولی نہ کرے تو کون کرے؟

سوال [۵۷۶۰]: ایک نابالغہ لڑکی کے نکاح کی چند وجوہ سے نانی کو ضرورت پیش آئی کہ ولی لڑکی کا حقیقی چچا ہے جو عرصہ دراز سے صریح دشمن ہے، جب نانی نے اجازت طلب کی تو اس نے کہا کہ ہم سے کوئی تعلق نہیں، ہم نہیں جانتے۔ علاوہ ازیں ایک اور دور کے رشتہ کے چچا ہیں اور ماں، تو ایسی صورت میں یا غیر حقیقی چچا کی طرف ولایت یا اختیار اجازت منتقل ہوگا یا نہیں؟ یا کوئی ایسی صورت نکل سکتی ہے کہ نابالغہ ہونے کی صورت میں نکاح ہو سکے جب کہ چچا کا یہ قول ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں جب لڑکی کا حقیقی چچا اس لڑکی کے نکاح کرنے کا منکر ہے اور نکاح کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو اس کے نکاح کرنے کی یہ صورت ہے کہ کسی مسلمان با اختیار حاکم کے یہاں درخواست دی جاوے اور وہ حاکم اس لڑکی کا نکاح اپنی طرف سے کر دے، شامی: عن المنتقی:

”إذا كان للصغيرة أب امتنع عن تزويجها، لا تنتقل الولاية إلى الجد، بل يزوجه القاضي وأما ما في الخلاصة والبرازية من أنها تنتقل إلى الأبعد بعض الأقرب، فالمراد بالأبعد القاضي؛ لأنه آخر الأولياء، الخ“: ۲/۳۳۳ (۱)۔ صورت مذکورہ میں ماں یا غیر حقیقی چچا کو خود اس لڑکی کے نکاح کرنے کا حق شرعاً حاصل نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، ۳/۳/۵۲ھ۔

صحیح: بندہ عبد الرحمن غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۱) (رد المحتار: ۸۲/۳، باب الولی، سعید)

”وأجمعوا أن الأقرب إذا عضل، تنتقل الولاية إلى الأبعد. غاب الولی أو عضل، أو كان الأب أو الجد فاسقاً، فللقاضي أن يزوجهما من كفاء“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۲۸۵، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲۲۳/۳، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۱/۴۹۹، باب الأولیاء والأکفاء، دار الکتب العلمیہ بیروت)

ولی اقرب کی اجازت کے بغیر نکاح

سوال [۵۷۶۱]: ایک لڑکی نابالغ کے بڑے بھائی بالغ ہیں، بڑا بھائی مسافت منقطعہ پر نہیں تھا بلکہ اس سے دانستن اس معاملہ کو چھپایا گیا اور چھوٹا بھائی گھر پر موجود تھا، لیکن اس نے کوئی اجازت نکاح خواں کو نہیں دی اور نہ قاضی صاحب نے چھوٹے بھائی سے طلب کی، کیونکہ ان کو بتلایا گیا ہے کہ لڑکی بالغہ ہے اور اجازت دادی صاحبہ نے دی اور یہ نکاح داری کی رضامندی سے ہوا۔ لڑکی نابالغہ کے ہر دو بالغ بھائی بڑے باپ شریک بھائی ہیں۔ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

ضمیر حسن، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکی نابالغہ ہے تو اس کا نکاح صورت مسئلہ میں بھائی کی اجازت پر موقوف ہے، خواہ کوئی بھائی اجازت دے، لڑکی یا اس کی دادی کی اجازت سے نکاح لازم نہ ہوگا اور بھائی کا سکوت معتبر نہیں یعنی جب تک صراحۃً یا دلالتاً رضا متحقق نہ ہو نکاح لازم نہ ہوگا:

فی التنبیہ: ”الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلا توسط أنشی علی ترتیب الإرث والحجب“۔ فی الدر: ”فلوزوج الأبعد حال قیام الأقرب، توقف علی إجازتہ“۔
قال الشامی تحتہ بعد عبارة: ”فلا یكون سکوتہ إجازة لنکاح الأبعد وإن کان حاضراً فی مجلس العقد مالم یرض صریحاً أو دلالةً، تأمل“ (۱)۔

اگر کوئی سا بھائی بھی اجازت سے پہلے اس نکاح کو رد کردے گا تو رد ہو جائے گا۔ فقط۔

محمود، ۳/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۳۵ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، ۳/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۳۵ھ۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۷۶-۸۱، باب الولی، سعید)

”وإن زوج الصغیر أو الصغیرة أبعـد الأولیاء، فإن کان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولاية، توقف نکاح الأبعد علی إجازتہ“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/ ۲۸۵، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)
(وکذا فی التاتاریخانیہ: ۳/ ۲۳، الفصل الحادی عشر فی معرفة الأولیاء، إدارة القرآن کراچی)

ولی سے جبراً اجازتِ نکاح

سوال [۵۷۶۲]: ایک لڑکی کے نکاح کی یہ صورت ہوئی جب کہ وہ نابالغ تھی، اس کے ولی کا بائیکاٹ کیا گیا اور اس پر جھوٹے معاملہ کا دعویٰ کر دیا گیا، عدالت میں وہ بہت پریشان ہوا اور چند آدمیوں نے اس کو پکڑ کر زبردستی نکاح کی اجازت لے لی، یہ اجازت باپ سے لی۔

۲..... کیا اس صورت میں لڑکی کا نکاح ہو گیا یا نہیں؟

۳..... کیا یہ عورت اپنا نکاح کسی دوسرے شخص سے اپنی مرضی سے کر سکتی ہے یا نہیں؟

۴..... بالغ ہونے پر لڑکی نے نکاح سے انکار کر دیا تھا۔

شہاب الدین ضلع سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۲، ۱..... صورت مسئلہ میں وہ نکاح صحیح ہو گیا: ”زوجہا أولیاءها وهم مکرهون، جاز النکاح“.

بدائع : ۷/۱۸۵ (۱)۔

۳..... جب تک شوہر اس عورت کو طلاق نہ دے یا خلع وغیرہ کے ذریعہ سے شرعی طریق سے جدائی نہ ہو جائے اس عورت کا دوسری جگہ نکاح جائز نہیں (۲)۔

(۱) (بدائع الصنائع: ۱۰/۲۳، کتاب الإکراه، فصل فی حکم ما یقع علیہ الإکراه، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۲۱، کتاب النکاح، مطلب: هل ینعقد النکاح بالألفاظ المصحفة

نحو تجوزت، سعید)

(۲) ”لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۲۸۰، کتاب النکاح، الباب

السادس، القسم السادس: المحرمات التي یتعلق بها حق الغیر، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۳/۲۵۱، کتاب النکاح، فصل فی شرط أن لا تكون منکوحة الغیر، دارالکتب

العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی الفقہ الإسلامی وأدلته، ۹/۶۶۲، کتاب النکاح، الفصل الثالث: المحرمات من

النساء، باب المرأة المتزوجة، رشیدیہ)

۴..... جب کہ باپ نے نکاح کی اجازت دی تھی (اگرچہ جبراً ہی دی تھی) تو عورت کو بالغ ہونے پر اس کے فسخ کا کوئی اختیار حاصل نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ۔
صحیح: عبداللطیف، ۱۹/ ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ۔

(۱) ”ہذه المسئلة مشتملة على الصور الثلاثة: الصورة الاولى: أن يكون الزوج كفناً للمرأة، والمهر المسمى قدر مهر مثلها أو أكثر منه، فالنكاح جائز نافذ لازم ولا خيار للمرأة. الثانية: فإن كان المهر المسمى أقل من مهر مثلها، فالنكاح جائز، ويقال للزوج: أن يتم مهر مثلها وإلا فارق بينهما إن لم ترض بالنقصان. الثالثة: فأما إذا أكرهت المرأة، فإن كان المسمى في النكاح قدر مهر مثل أو أكثر منه، جاز النكاح ولزم. وإن كان المسمى أقل من مهر المثل، بأن أكرهت على النكاح بألف درهم ومهر مثلها عشرة آلاف فزوجها أولياءها وهم مكرهون، جاز النكاح..... ثم ينظر إن كان الزوج كفناً يقال للزوج: إن شئت فكمّل لها مهر مثلها، وإلا فنفّرّق بينكما، فإن فعل لزم النكاح، وإن أبى تكمّل مهر المثل يفرق بينهما إن لم ترض بالنقصان؛ لأن لها في كمال مهر مثلها حقاً؛ لأنها تعير بنقصان مهر المثل فيلحقها ضرر العار“. (بدائع الصنائع: ۱۰/ ۲۳، ۲۴، كتاب الإكراه، فصل في حكم ما يقع عليه الإكراه، دار الكتب العلمية، بيروت)

”ولو أن المرأة هي التي أكرهت حتى يتزوجها الرجل على ألف درهم، ومهر مثلها عشرة آلاف درهم، فزوجها أولياءها مكرهين، فالنكاح جائز ولا ضمان على المكره. ثم هل للمرأة والأولياء حق الاعتراض على هذا النكاح؟ فإن كان كفناً لها وقد رضيت بالمسمى، كان للأولياء حق الاعتراض عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، وعندهما: لا أصلاً..... فإن لم ترض بالمسمى، يُنظر: فإن كان الزوج كفناً لها، فلها حق الاعتراض على هذا النكاح بسبب نقصان المهر عندهم جميعاً، فإذا رفعت الأمر إلى القاضي يخير زوجها، فيقول له: أتم لها مهرها وإلا فرفّق بينكما، فإن أتم نقد النكاح، وإن أبى يفرق بينهما، ولا يكون لها مهر“. (الفتاوى العالمكيرية: ۵/ ۲۵، كتاب الإكراه، الباب الثاني فيما يحل للمكره الخ، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار: ۳/ ۲۱، كتاب النكاح، مطلب: هل ينعقد النكاح بالألفاظ المصحفة نحو:

تجوزت؟ سعيد)

ولی سے اجازت کی ایک صورت

سوال [۵۷۶۳]: بکرنے مولوی عمر سے کچھ نا اتفاقی کی وجہ سے اپنے لڑکے سے کہا مولوی صاحب سے کہہ دو میری لڑکی کا نکاح پڑھا دیں۔ یہ اجازت معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح اجازت بھی معتبر ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲/۹۴ھ۔

ولی کی موجودگی میں غیر ولی کو حق نکاح

سوال [۵۷۶۴]: ایک بیوہ عورت نے اپنی لڑکی کے نکاح کا مختار اپنے بھائی کو بنایا اور اس کی معرفت

= ”الثالثة: فزوجها أولياءها وهم مكرهين فالنكاح جائز..... إن لم يكن الزوج كفئاً لها، فلها وللأولياء حق الاعتراض على هذا النكاح، عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى لعدم الكفاءة لنقصان المهر، وعندهما لها حق الاعتراض لذلك، وللأولياء لعدم الكفاءة لا غير“۔ (الفتاوى العالمگیریة: ۵/۴۵، كتاب الإكراه، الباب الثاني فيما يحل للمكره أن يفعل وما لا يحل، رشيدیه)

”إن لم يكن الزوج كفئاً، فللمرأة خيار التفريق، لانعدام الكفاءة ونقصان مهر المثل أيضاً، وكذا الأولياء عند أبي حنيفة، وعندهما: لهم خيار عدم الكفاءة“۔ (بدائع الصنائع: ۱۰/۱۲۴، كتاب الإكراه، فصل فيما يقع عليه الإكراه، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۱) ”(فإن وكل) الوكيل غيره (بدونهما) بدون إذن وتفويض (فَفَعَلَ الثاني) بحضرته أو غيبته (فأجازه) (الوكيل الأول، صح)“۔ (الدر المختار: ۵/۵۲۸، كتاب الوكالة، فصل: لا يعقد وكيل البيع والشراء والإجارة الخ، سعيد)

”(أمر) الأب (رجلاً أن يزوجه صغيرته، فزوجها عند رجل أو امرأتين، و) الحال أن (الأب حاضر صح)؛ لأنه يجعل عاقداً حكماً، وإلا لا“۔ (الدر المختار: ۳/۲۴، مطلب في عطف الخاص على العام، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمگیریة: ۱/۲۶۸، كتاب النكاح، الباب الأول، رشيدیه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۱۶۰، كتاب النكاح، سعيد)

اسی کے مکان پر نکاح ہوا۔ نکاح جس گاؤں میں ہوا وہ گاؤں بیوہ کی سکونت سے پانچ میل ہے۔ نکاح کی اطلاع دور نزدیک سب جگہ کی گئی تھی، بارات کئی سو آدمیوں کی آئی تھی جن کی موجودگی میں نکاح ہوا۔ کچھ پتہ کسی کو نہیں چلا کہ اس میں لڑکی کے تایا اور چچا کی اجازت ہے یا نہیں، کیونکہ تایا چچا کی طرف سے انکار معلوم نہیں ہوا، نہ یہ علم ہوا کہ وہ رضا مند نہیں ہیں۔

لڑکی کی عمر اس وقت بارہ یا تیرہ سال تھی، بخوشی رخصت ہو کر خاوند کے یہاں گئی پندرہ روز رہی، اس کے بعد بخوشی میکے میں بھیج دی گئی، کس کی جانب سے ناراضگی کا اظہار نہیں ہوا۔ اتفاق سے اس لڑکی کے خاوند نے ایک عورت سے نکاح کر لیا، دوسرے نکاح کی خبر پا کر لڑکی کے تایا چچا اس کے مکان پر پہنچے کہ ہم سے لڑکی اب نہیں رکھی جاتی، جوان ہو گئی ہے، تم لے آؤ اور اس عورت کو طلاق دیدو، طلاق نہ دے سکو تو ہم لڑکی کو نہیں بھیجیں گے۔ اس شخص نے طلاق نہ دی، اس پر انھوں نے اس بیوہ کی لڑکی کو دوسری جگہ بھیج دیا اور کہتے ہیں کہ ہم نے زبانی پوچھا کہ پہلا نکاح جائز نہیں ہے، مگر فتویٰ کوئی نہیں ہے۔

لہذا عرض ہے کہ سابق نکاح جائز ہے یا نہیں؟ تو ان لوگوں کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ فقط۔

احقر العباد: فقیر محمد، ساکن مورنہ اسکول، مظفر آباد، ضلع سہارنپور، ۳۱/۱/۴۰ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکی نکاح کے وقت بالغہ تھی تب تو اس نکاح میں کوئی تردد ہی نہیں، بلکہ بلا تامل صحیح ہے (۱)۔ اگر نابالغہ تھی تو اس کے ولی تایا چچا ہیں، ایسی صورت میں ماں کو یا ماموں کو ولایت نکاح حاصل نہیں (۲)۔ اور جب

(۱) ”ونفذ نکاح حرة مكلفة بلا رضا ولی، الخ..... ولا تجبر البالغة البكر على النكاح، اھ۔“
(الدر المختار، باب الولی: ۵۵/۳، سعید)

”نفذ نکاح حرة مكلفة بلا ولی؛ لأنها تصرفت فی خالص حقها، وهی من أهلها لكونها عاقلةً بالغة..... ولا تجبر بكر بالغة على النكاح: أى لا ينفذ عقد الولی علیها بغير رضاها عندنا. الخ.“
(البحر الرائق: ۱۹۲/۳، باب الأولیاء والأكفاء، رشیدیہ)

(و كذا فی الفتاوی العالمگیریة: ۲۸۷/۱، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

(۲) ”الولی فی النكاح لا المال العصبية بنفسه، وهو من يتصل بالمیت حتى المعتقدة..... على ترتيب الإرث.“ (الدر المختار). ”(قوله: لا المال) فإنه الولی فیہ الأب ووصیه والجد ووصیه والقاضی ونائبه =

کہ نکاح لڑکی کے ماموں نے کیا ہے تو وہ تایا چچا کی اجازت پر موقوف ہے، اگر وہ رد کر دیتے تو رد ہو جاتا، لیکن انہوں نے رد نہیں کیا بلکہ لڑکی کے شوہر سے اس کے نکاح ثانی کر لینے سے تقاضا کیا اور کہا: ”ہم سے لڑکی اب نہیں رکھی جاتی، جو ان ہو گئی ہے، تم لے آؤ“۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ اس نکاح سے رضامند ہیں اور لڑکی کے ماموں نے جو نکاح کر دیا ہے اس سے خوش ہیں، لہذا شرعاً یہ نکاح لازم اور نافذ ہو گیا۔

اب اس لڑکی کو دوسری جگہ نکاح کر کے بھیجنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے، دوسری جگہ نکاح ہرگز درست نہیں ہوا۔ ان کے ذمہ واجب ہے کہ لڑکی کو اس جگہ سے بلا کر اسی شوہر کے گھر بھیجیں جس سے اولاً نکاح کیا ہے:

”فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب، توقف علی إجازته (الدر المختار) فلا یكون سكوته إجازة لنکاح الأبعد. وإن كان حاضراً فی مجلس العقد مالم یرض صریحاً أو دلالة، تامل، ۱ھ“۔ در مختار و شامی: ۲/۴۸۶ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۱۲/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ذی الحجہ/۵۸ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۵/ذی الحجہ/۵۸ھ۔

والدین سے چھپ کر نکاح کرنا

سوال [۵۷۶۵]: لڑکا اور لڑکی دونوں جوان ہیں، اگر اپنے ماں باپ سے چھپ کر دوا نجان مسلمان گواہوں یا جاننے والے گواہوں کے سامنے اپنا نکاح کر لیں تو جائز ہے یا نہیں؟ پھر اس لڑکی کے ماں

= فقط، الخ“۔ (رد المحتار: ۳/۷۶، باب الولی، سعید)

(و کذا فی النہر الفائق: ۲/۲۰۸، باب الأولیاء والأکفاء، إمدادیہ، ملتان)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۲/۵۰۳، باب الأولیاء والأکفاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۸۱، باب الولی، سعید)

”وإن زوج الصغیر أو الصغیرة أبعد الأولیاء، فإن كان الأقرب حاضراً، وهو من أهل الولاية،

توقف نکاح الأبعد علی إجازته“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۲۸۵، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المنتقى علی هامش مجمع الأنهر: ۱/۴۹۹، باب الأولیاء والأکفاء، غفاریہ کوئٹہ)

باپ اس کا نکاح کسی اونچے خاندان میں کرنا چاہیں، اس لئے کہ لڑکی کے ماں باپ کو معلوم نہیں ہوا کہ اس نے اپنا نکاح کر لیا ہے۔ اگر میں اس لڑکی کو طلاق دے دوں تاکہ بعد عدت اس کا نکاح دوسری جگہ ہو جائے۔ تو ایسا فعل شرعاً کرنا کیسا ہے؟

اقبال احمد سر سال اعظم گڑھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ طلاق دیدے گا تو شرعاً طلاق واقع ہو جائے گی اور بعد عدت دوسری جگہ اس کا نکاح بھی درست ہوگا، مگر بلا وجہ شرعی طلاق دینا ناپسند ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

والدین کے ذمہ اولاد کا نکاح

سوال [۵۷۶۶]: والدین یا اور اعزہ کے ذمہ اولادِ صغاریا کبار کا نکاح بہر حال سنت ہے یا واجب، خواہ رسوم و بدعات کے ساتھ ہو؟ اگر نکاح بطریق سنت نہ ملے اور مفاسد مروجہ کا انسداد محال ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اولادِ صغار کا نکاح واجب یا سنت نہیں، بلکہ محض مباح ہے، اور امرِ مباح کے لئے بدعات کا ارتکاب خلافِ شرع و عقل ہے۔ اور کبار خود مکلف ہیں، بذمہ والدین ان کا نکاح شرعاً ضروری نہیں، محض تبرع ہے۔ اگر اس درجہ غلبہ شہوت ہے کہ بلا نکاح ابتلائے زنا کا یقین ہے اور ادائے مہر و نفقہ پر قادر ہے تو نکاح فرض ہے، اگر قادر نہیں تو فرض نہیں۔ اور اعتدالِ شہوت کے وقت سنت مؤکدہ ہے اور خوفِ جو کے وقت مکروہ ہے:

(۱) "وایقاعہ (أی الطلاق) مباح، وقیل: الأصح حظره (أی منعه) إلا لحاجة". (الدرا المختار). وقال ابن عابدین: "أبغض الحلال إلى الله الطلاق..... وإذا وجدت الحاجة المذكورة، أبيح". (رد المختار، کتاب الطلاق: ۳/۲۲۷، ۲۲۸، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة: ۴/۲۱۲، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب الطلاق: ۳/۴۶۲، ۴۶۵، مصطفى البابی الحلبي مصر)

”فإن تیقن الزنا إلا به فرض، نهایة. وهذا إن ملك المهر والنفقة، وإلا فلا إثم بتركه، بدائع. ویكون سنة مؤكدة فی الأصح، فیأثم بتركه، ویثأب إن نوى تحصیناً وولداً حال الاعتدال..... ومكروهاً لخوف الجور“ درمختار: ۲/۲۶۰ (۱)۔

اگر بدعات کے چھوڑنے کا پختہ عہد کر لیا جاوے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہوگی اور طریق سنت کے موافق انشاء اللہ نکاح میسر ہوگا۔ اور جو بدعات و رسوم کہ شرعاً ناجائز ہیں، وہ برادری کے رواج کی وجہ سے جائز نہ ہوں گی بلکہ ناجائز رہیں گی، حتیٰ الوسع جو رسوم کی بھی کوشش کرنی چاہئے، اگر باوجود امکان سعی کے پھر رسوم کی گئیں تو انشاء اللہ اس سعی کرنے والے سے مواخذہ نہ ہوگا: ﴿ولا تزر وازرة وزر أخرى﴾ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۸/۱۲/۵۲ھ۔
صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۹/ذی الحجہ/۵۲ھ۔

تبرع کا مطلب

(ضمیمہ سوال سابق)

سوال [۵۷۶]: آنجناب نے تحریر فرمایا یعنی بجواب سوال نکاح اولاد کہ: ”کبار کا نکاح والدین کے ذمہ شرعاً ضروری نہیں، محض تبرع ہے اور یہ کہ کبار اولاد خود مکلف ہیں“۔ لہذا یہ عرض ہے کہ تبرع سے کیا مراد ہے، سنت مؤکدہ یا زائدہ عادیہ یا مستحب یا مندوب یا مباح یا کیا؟

نیز یہ کہ اگر والدین یا والد فقط، یا صرف والدہ، یا غیر والدین خود نکاح کا اہتمام کریں اور انجام کو پہونچائیں جیسا کہ رواج ہے، یا جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا اہتمام فرمایا تھا تو یہ لوگ متابعت سنت عامل بالسنہ ہوں گے یا نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت فاطمہ رضی

(۱) (الدر المختار: کتاب النکاح: ۶/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: کتاب النکاح: ۱۴۰/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: کتاب النکاح: ۴۴۶/۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) (سورة الفاطر: ۱۸)

اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا اہتمام فرمانا بطور سنتِ عادیہ کے تھا، یا صرف بطور مباح، یا بیانِ جواز کے لئے؟
نیز یہ کہ جو امر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور بیانِ جواز ثابت ہو اس کو سنت کہیں گے یا مستحب یا مندوب یا مباح یا سنت کہیں گے، اور سنت کونسی؟ فقط۔

پہلا سوال وجواب آنے پر جواب دیا جائے گا۔ اس کا نمبر: ۲۹۲/۱۲ ہے۔

محمود گنگوہی، ۵/صفر/۵۳ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

”نکاح اولاد کبار کا والدین کے ذمہ ضروری نہیں“ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح نماز، روزہ وغیرہ عبادات فرض عین ہیں کہ نص قطعی سے ثابت ہیں ان کے منکر کی تکفیر کی جاتی ہے، ہر شخص خود ادا کرنے کا مکلف ہے، کسی دوسرے کے ادا کرنے سے بری الذمہ نہ ہوگا، نکاح کی یہ شان نہیں، مگر نکاح میں ایک جہت عبادت کی بھی ہے جیسا کہ پہلے جواب میں تفصیلاً بیان ہو چکا ہے اس لئے عبادت میں اعانت کرنے سے ثواب یقیناً ہوتا ہے، پھر جس درجہ کی عبادت اور اعانت ہوگی اسی درجہ کا ثواب بھی ہوگا، اگر اس عبادت میں فرضیت کی شان آجائے یعنی اولاد پر نکاح کرنا فرض ہو جائے اور بغیر نکاح کے معصیت میں مبتلا ہونے کا یقین یا ظن غالب ہو تو اس وقت اعانت بھی ضروری ہو جائے گی، لقولہ تعالیٰ: ﴿تعاونوا علی البر والتقوی﴾ (۱)۔

اگر نکاح ممنوع ہے تو اعانت بھی ممنوع ہوگی، جب کہ نکاح میں عبادت کی جہت موجود ہے تو اعانت کو صرف سنتِ عادیہ نہیں کہا جائے گا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کرنا محض بطورِ عادت نہیں تھا، اسی طرح صرف بیانِ جواز کے لئے بھی نہیں تھا بلکہ بیانِ سنیت یا استحباب کے لئے تھا۔

جو امر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محض بیانِ جواز کے لئے ثابت ہو، وہ صرف مباح ہوتا ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ کرنے والا ثواب اور نہ کرنے والا عقاب کا مستحق نہیں ہوتا (۲)۔ اور جس امر کا کرنے والا مستحق

(۱) (سورۃ المائدہ: ۲)

(۲) ”المباح هو ما خیر الشرع المکلف بین فعله وترکہ وحکمہ: أنه لا ثواب ولا عتاب علی فعله أو ترکہ“ (الفقہ الإسلامی وأدلته، المطلب الرابع: اصطلاحات الفقہ والمؤلفین فیہ:

ثواب ہو اور نہ کرنے والا مستحق عتاب و عقاب نہ ہو وہ مستحب ہے، مندوب بھی اسی کو کہتے ہیں (۱)۔
 اور جس کے نہ کرنے سے عتاب ہو وہ مسنون ہے (۲) اور جس کے نہ کرنے سے عقاب ہو، وہ واجب ہے اور منکر اس کا کافر نہیں ہوتا (۳)۔ اور جس کا منکر کافر ہو وہ فرض ہے (۴)، البتہ استخفاف واستہزاء اگرچہ فعل مندوب یا مسنون کا ہو موجب کفر ہے، ہکذا فی کتب الأصول والکلام (۵)۔
 محمود گنگوہی، ۸/ربیع الاول/۱۳۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ربیع الاول/۱۳۵۳ھ۔

(۱) ”لا فرق بین المندوب والمستحب والنفل والتطوع“، (الفقه الإسلامی وأدلته، المطلب الرابع: اصطلاحات الفقه والمؤلفین فیہ: ۲۸/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، مطلب: لا فرق بین المندوب والمستحب والنفل والتطوع: ۱۲۳/۱، سعید)
 ”و حکمہ أن یثاب علی فعله ولا یلام علی ترکہ“، (المغنی فی أصول الفقه، باب النهی، فصل فی العزیمۃ والرخصۃ: ۸۶/۱، مکتبۃ أم القری، مکۃ المکرمۃ)
 (و کذا فی المذهب الحنفی، الفرع الثانی فی بیان النفل وما یرادفه من الفاظ: ۲۹۸/۱، مکتبۃ الرشید الریاض، بیروت)

(۲) ”و حکمہا أن یطالب المرء بإقامتها من غیر افتراض ولا وجوب“، (المغنی فی أصول الفقه، باب النهی، فصل فی العزیمۃ والرخصۃ: ۸۵/۱، أم القری، مکۃ المکرمۃ)
 (و کذا فی المذهب الحنفی، المطلب الثالث: السنۃ والنفل، الفرع الأول: ۲۹۶/۱، مکتبۃ الرشید الریاض)

(۳) ”و حکمہ وجوب العمل لا الاعتقاد، حتی لا یکفر جاحده، ویفسق تارکہ“، (المغنی فی أصول الفقه، باب النهی، فصل فی العزیمۃ والرخصۃ: ۸۴، ۸۵، أم القری، مکۃ المکرمۃ)
 (و کذا فی المذهب الحنفی، المطلب الثالث: السنۃ والنفل، الفرع الثانی: ۲۹۲/۱، مکتبۃ الرشید الریاض)
 (۴) ”و حکمہ لزوم الاعتقاد والعمل، حتی یکفر جاحده، ویفسق تارکہ بلا عذر“، (المغنی فی أصول الفقه، فصل فی العزیمۃ والرخصۃ: ۸۴/۱، مکتبۃ أم القری، مکۃ المکرمۃ)

(و کذا فی الفقه الإسلامی وأدلته، المطلب الرابع: اصطلاحات الفقه والمؤلفین فیہ: ۶۷/۱، مکتبۃ رشیدیہ)
 (۵) ”فإن کان علی وجه الاستخفاف بالدين، ینبغی أن یکون کفراً عند الكل“، (التاتارخانیۃ، کتاب=

میرا نکاح والدین ایک جگہ چاہتے ہیں، میں دوسری جگہ، کیا کرنا چاہیے؟

سوال [۵۷۶۸]: اگر میں شادی نہ کروں تو گناہ ہے، میرا یہ مقصد نہیں کہ میں گناہ کی زندگی بسر کروں یعنی میں اپنے آپ کو قابو میں رکھوں۔ کیا پھر بھی مجھے گناہ ہوگا؟

میں اپنی پسند کی شادی کرنا چاہتا ہوں، میرے والدین راضی نہیں ہوتے، وہ کسی اور جگہ کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ان سے انکار کردوں تو میں گنہگار ہوں گا، جبکہ اسلام میں لڑکا لڑکی کی مرضی کے بغیر شادی نہیں کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اعتدال کے وقت نکاح کرنا سنت ہے، قدرت اور ضرورت کے باوجود جو شخص نکاح نہیں کرتا وہ اس سنت سے محروم ہے، غلبہ جذبات کے وقت نکاح کرنا واجب ہے، اگر ادائے حقوق پر قدرت نہ ہو، ظلم کا خطرہ ہو تو نکاح کرنا منع ہے، اس لئے سب کا حال یکساں نہیں (۱)۔

شریعت میں ایک ہدایت تو اولاد کے لئے ہے، وہ یہ کہ والدین کی اطاعت کریں (۲)، اگر والدین کا

= أحكام المرتدین، فیما يتعلق بالصلاة والزكاة، الخ: ۴۹۶/۵، إدارة القرآن، کرانشی

"والاستهزاء بحکم من أحكام الشرع کفر"۔ (شرح الفقه الأكبر للملا علی القاری، فصل فی

العلم والعلماء، ص: ۱۷۶، قدیمی)

(و کذا فی الفتاوی العالمگیریة، الباب التاسع فی أحكام المرتدین، ومنها ما يتعلق بتلقین الکفر والأمر

بالارتداد، الخ: ۲۸۱/۲، رشیدیة)

(۱) "(ویکون واجباً عند التوقان، وسنة) مؤكدة فی الأصح، فیأثم بترکه، ویثاب إن نوى تحصیناً وولداً

(حال الاعتدال): أى القدرة علی وطء ومهر ونفقة..... (ومکروها لخوف الجور) فإن تیقنه حرم

ذلک"۔ (الدر المختار: ۷۶/۳، کتاب النکاح، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۱۴۲/۳، کتاب النکاح، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۴۶۷/۱، کتاب النکاح، غفاریہ، کوئٹہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ووصينا الإنسان بوالديه حسناً﴾. (العنکبوت: ۸)

"ولا يفرض (علی صبی) وبالغ له أبوان أو أحدهما؛ لأن طاعتهما فرض عین"۔ (الدر المختار: =

حکم ہو کہ اپنی بیوی سے الگ ہو جائے تب بھی اطاعت چاہئے (۱)۔ ایک ہدایت والدین کے لئے ہے کہ جب اولاد بڑی ہو جائے تو اس کی طبیعت کے خلاف اس پر جبر نہ کیا جائے، ہاں! مشورہ دیدیا جائے، پس اگر اولاد اور ماں باپ اپنے متعلق ہدایات پر عمل کریں تو صحیح زندگی گزرے، کوئی خلفشار نہ ہو، مگر مشکل یہ ہے کہ اولاد نے تو وہ ہدایت یاد کی جو والدین کے حق میں تھی، اور والدین نے وہ ہدایت کہ جو اولاد کے حق میں تھی، اپنے اپنے متعلق ہدایت کو ہر ایک نے فراموش کر دیا، جس کی وجہ سے سکون ختم ہو گیا۔

بہر حال! اگر آپ والدین کی رضامندی کو اپنی خواہش پر مقدم رکھیں تو بہت بڑی سعادت ہے (۲)، اس کی برکت سے زندگی بھی خوشگوار ہوگی، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو ﴿لَا يَكُفُّ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وَسْعَهَا﴾ (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

والدین کا لڑکے کو اس کی ناپسند جگہ نکاح کے لئے مجبور کرنا

سوال [۵۷۶۹]: ہمارے ایک عزیز ہیں، وہ اپنے لڑکے کی شادی اپنی عزیزہ کے یہاں کرنا چاہتے ہیں، اور لڑکا اس جگہ شادی کرنے کو آمادہ نہیں اور کچھ عزیز بھی وہاں کرنے کو اچھا نہیں خیال کرتے، مگر والدین معلوم نہیں کہ کس دباؤ لالچ میں آکر لڑکے کو زبردستی وہاں پھنسانا چاہتے ہیں۔ اگر لڑکا وہاں شادی کرنے کو منع کر دے تو لڑکے کو نافرمان تو نہیں کہا جائے گا؟ اور گنہگار ہوگا یا نہیں؟ اور لڑکا اپنی مرضی سے خود شادی کر سکتا

= ۱۲۴، ۱۲۵، کتاب الجہاد، سعید

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: كانت تحتی امرأة أحبها وكان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یکرہها، فقال لی: طلقها، فأبیت. فأتی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذكر ذلك له، فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "طلقها". (مشکوۃ المصابیح، ص: ۲۲۱، باب البر والصلة، الفصل الثالث، قدیمی)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً..... فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريماً، واخفض لهما جناح الذل من الرحمة﴾. الآية (سورة بنی اسرائیل: ۲۳، ۲۴)

(۳) (سورة البقرة: ۲۸۶)

ہے یا نہیں، جبکہ والدین رضا مند نہ ہوں؟

۲..... لڑکے کو اس کی مرضی پر چھوڑنا والدین نہ چاہتے ہوں اور اس کو عاق کرنے کا دباؤ ناجائز دے کر اپنی من مانی پر تلے ہوئے ہوں، لڑکے کو کیا کرنا چاہئے؟ اس کو اپنی خوشگوار زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے یا والدین کی تقلید ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... والدین کو راضی رکھنا اور ان کی خوشی کو اپنی خوشی پر مقدم رکھنا سعادت ہے (۱)، لیکن اگر وہ ایسی جگہ شادی کرنا چاہتے ہیں جہاں لڑکے کی طبیعت بالکل آمادہ نہیں اور وہ جانتا ہے کہ حقوق زوجیت ادا نہیں کر سکے گا، نباہ نہیں ہوگا جو کہ والدین کے لئے بھی کوفت کا سبب بنے گا، اس مجبوری سے وہ وہاں شادی سے انکار کر دے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ نافرمانی کا گنہگار نہیں، مگر نرمی سے والدین کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے پوری بات ان کے سامنے پیش کر دے، پھر بتا دے کہ فلاں جگہ شادی کرنا مناسب ہے، گو خود بھی ایجاب و قبول سے نکاح ہو جائے گا (۲)، مگر والدین کے مشورہ سے اور ان کے انتظام سے ہو تو ان کے لئے زیادہ خوشی کی بات ہے۔

۲..... اس کو اپنی خوشگوار زندگی کی تدبیر اختیار کرنے کا پورا حق ہے، تدبیر اس کی نمبر میں آچکی ہے، والدین کو بھی لازم ہے کہ لڑکے کے جذبات کا خیال رکھیں، اس کی منشاء کے خلاف ضد نہ کریں۔ عاق کرنے یعنی وراثت سے محروم کرنے کا ان کو ہرگز حق نہیں، اگر وہ عاق کر بھی دیں گے تب بھی وہ محروم نہیں ہوگا (۳)۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا..... فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أَفْ وَلَا تَنْهَرَهُمَا

وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا، وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذَّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ﴾. الآية (سورة بنی اسرائیل: ۲۳، ۲۴)

(۲) ”النکاح ینعقد متلبساً بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح: ۹/۳، سعید)

(وکذا فی الہدایۃ، کتاب النکاح: ۳۰۵/۲، شركة علمية، ملتان)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۱۴۴/۳، رشیدیہ)

(۳) ”وعن أنس رضي الله تعالى عنه: قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”من قطع ميراث وارثه،

قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة“۔ رواه ابن ماجه“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، باب الوصایا، الفصل

الثالث: ۲۶۶/۱، قدیمی)

”الإرث جبری لا یسقط بالإسقاط“۔ (تکملة رد المحتار، کتاب الدعوی، مطلب: واقعة =

ان کو سوچنا چاہئے کہ اگر زبردستی اس کی شادی کر دی گئی اور اس نے بیوی کی طرف رخ نہ کیا تو اس کو سنبھالنا کس قدر دشوار ہوگا، اور ایسی حالت میں طلاق یا خلع تک نوبت پہونچی تو پھر کیا ہوگا، دوسری شادی آسان نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

والد کا بیٹے کو فاجر شرابی کی بیٹی سے نکاح کرنے پر مجبور کرنا

سوال [۵۷۷۰]: زید کے والدین نے زید کا پیام بغیر زید کے علم و اطلاع کے ایک فاجر شرابی کی لڑکی سے کر دیا، یعنی ابھی شادی نہیں ہوئی، صرف ابتدائی بات چیت حسب رواج بالکل طے ہو گئی ہے جس کی مدت تقریباً تین سال ہو چکی ہے۔ بات چیت طے ہونے کے بعد زید کو معلوم ہوا تو زید نے ناراضگی کا اظہار کیا کہ ان کے ذرائع آمدنی حلال نہیں ہے، اس لئے اس جگہ مجھے شادی کرنے سے انکار ہے، مگر زید کے والدین وہیں پر شادی کرنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ اب زید کو کیا صورت اختیار کرنی چاہئے کہ پورا پورا شریعت پر عمل ہو سکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر والدین مجبور کر رہے ہیں، کسی دوسری جگہ پر رضا مند نہیں ہیں تو مجبوراً شادی کر لے (۱)، شراب کی آمدنی سے پورا پرہیز کرے، لڑکی کے والدین کو مشورہ دیا جائے کہ وہ کہیں سے حلال آمدنی قرض لے کر اس سے شادی کے مصارف پورے کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۸۹ھ۔

= الفتویٰ: ۵۰۵/۱، سعید

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب الفرائض: ۷/۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الفرائض: ۴/۲۹۴، غفراریۃ کوئٹہ)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (بنی اسرائیل: ۲۳)

”حدثنا أبو الوليد قال: حدثنا شعبه قال: سألت النبي صلى الله عليه وسلم: ”أَيُّ الْعَمَلِ

أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ؟ قَالَ: ”الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا“. قَالَ: ثُمَّ أَيُّ؟ قَالَ: ”ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ“. (صحيح البخاري، كتاب

الأدب، باب قوله: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ﴾: ۲/۸۸۲، قديمی)

نکاح سے اگر تعلیم میں حرج ہو مگر والدین مجبور کریں

سوال [۵۷۷۱]: زید ابھی تعلیم حاصل کر رہا ہے اور زید عاقل بالغ ہے اور زید کے گھر والے مجبور کرتے ہیں شادی کرنے پر، اور زید ابھی شادی کرنا نہیں چاہتا ہے، حتیٰ کہ اس کے والدین اور دیگر احباب بھی زور شور کر رہے ہیں کہ زید کی شادی ہو جانی چاہیے، لیکن زید چاہتا ہے کہ شادی مؤخر ہو جائے۔ ان حالات میں زید کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کو ابتلائے معصیت کا اندیشہ نہیں اور نکاح کے بعد اس کو تحصیل علم میں رکاوٹ کا ظن غالب ہے تو اس کو حق ہے کہ وہ نکاح کو مؤخر کر دے (۱)۔ اگر والدین صرف نکاح پر اصرار کریں، رخصت کو مؤخر کر دیں تو زید کو چاہیے کہ اس سے انکار نہ کرے (۲)۔ اگر ابتلائے معصیت کا اندیشہ ہے تو اس کو چاہیے کہ نکاح کر لے (۳)، پھر حسب موقع تعلیم کا سلسلہ جاری رکھے۔ زید کے سامنے تین چیزیں ہیں: تحصیل علم، حفاظت

(۱) قال الإمام البخاری: "وقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: "تفقهوا قبل أن تسودوا"..... وفسره شہر اللغوی بالتزوج، فإنه إذا تزوج صار سيد أهله، ولا سيما إن ولد له". (فتح الباری، کتاب العلم، باب الاغبط فی العلم والحکمة ۱/۲۱۹، ۲۲۰، قدیمی)

"قال بشر الحافی: ضاع العلم فی أفخاذ النساء". (المصنوع فی معرفة الحديث الموضوع، حرف الضاد المعجمة، ص: ۱۲۰، (رقم: ۱۸۱)، سعید)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً﴾ (بنی اسرائیل: ۲۳)

"حدثنا أبو الوليد قال: حدثنا شعبة..... قال: سألت النبي صلى الله عليه وسلم: أي العمل أحب إلى الله؟ قال: "الصلاة على وقتها". قال: ثم أي؟ قال: "ثم بر الوالدين". (صحيح البخاری، کتاب الأدب، باب قوله: ﴿ووصينا الإنسان بوالديه﴾: ۸۸۲/۲، قدیمی)

(۳) "(ويكون [أى النكاح] واجباً عند التوقان)، فإن تيقن الزنا إلا به قرَضَ". (الدر المختار، کتاب النکاح: ۶/۳، سعید)

(وكذا البحر الرائق، كتاب النكاح، ۱۳۳/۳، رشیدیہ)

(وكذا في تبیین الحقائق، كتاب النكاح: ۳۴۶/۲، سعید)

نفس، اطاعت والدین، ان نینوں کو جمع کرنے کی صورت تحریر کر دی گئی۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۱۳۹۶ھ۔

والدین کے اصرار کے باوجود دینی مشغولی کی وجہ سے نکاح نہ کرنا

سوال [۵۷۷۲]: ایک شخص کی عمر اٹھائیس سال ہے اور اس کے ماں باپ نکاح کرنے پر زور دیتے ہیں، اور یہ شخص اپنے دینی کام میں مشغول رہتا ہے اور اتنا کم نہیں رہا ہے کہ بیوی بچوں کو پال سکے اور نفس پر بھی قابو ہے، شادی کرنے کے لئے تیار نہیں ہے جس سے اس کے ماں باپ ناراض ہیں۔ تو اس حالت میں مسئلہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابھی شادی نہیں کی تو بچوں کی ضروریات پوری کرنے کا کیا سوال ہے؟ اگر اس شخص کی حالت شہوت کے اعتبار سے اعتدال پر ہے اور اس کو اتنی قدرت ہے کہ شادی کر کے بیوی کا نفقہ واجبہ ادا کر سکے تو اس کو نکاح کرنا سنت ہے (۱)۔ اور جب والدین کا اصرار ہے اور نکاح نہ کرنے کی وجہ سے ناراض ہیں تو اس کا نکاح کرنا اور بھی مؤکد ہو جاتا ہے، دوسرے دینی کاموں وغیرہ کی وجہ سے اس کو ترک نہ کرے۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۵/۱۳۹۰ھ۔

نکاح میں والدین کی اطاعت

سوال [۵۷۷۳]: لڑکا شادی شادہ ہے، مگر ایک لڑکی محبت کرتی ہے کہ مجھ سے آپ شادی کر لیں تو بہتر ہے، مگر ماں باپ ایسا نہیں کرنے دیتے، لڑکی بالغ ہے جائز کام کرنے کی اجازت چاہئے۔
احمد علی، گودھنا۔

(۱) ”ویکون سنة مؤكدة في الأصح، فيأثم بتركه، ويثاب إن نوى تحصيناً وولداً حال الاعتدال: أي

القدرة على وطء ومهر ونفقة، الخ“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح: ۷/۳، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح: ۳/۵۱، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح: ۲/۴۴۶، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس لڑکی کے کہنے سے والدین کو ناخوش نہ کیا جائے (۱)۔ فقط۔

نکاح میں کس کی اطاعت کی جائے باپ کی یا ماں کی؟

سوال [۵۷۷۴]: ایک شخص نے اپنی زوجہ کو بالکل چھوڑ دیا، زوجہ نے اپنی لڑکی اور لڑکے کی پرورش کی، جب لڑکا جوان ہو گیا تو باپ کہتا ہے کہ میں تیری اچھی جگہ شادی کروں گا۔ اگر باپ کے کہنے پر لڑکا دوسری جگہ شادی کرے تو ماں کی جدائی کا اندیشہ ہے۔ اب یہاں لڑکے کو کس کی بات ماننا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

باپ نے جو حق تلفی کی ہے لڑکا اس کا انتقام نہ لے، بلکہ والد کی اطاعت کرے اور والد کے کہنے کے مطابق شادی کر لے، پھر والدہ کی بھی خدمت کرتا رہے، ان کے حقوق میں کوتاہی نہ کرے، اگر والد منع کریں تو اس میں والد کی اطاعت لازم نہیں، بلکہ والدہ کے ساتھ ہمیشہ احسان و ہمدردی لازم ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۸۸ھ۔

(۱) والدین کی ناراضگی سے اللہ رب العزت ناراض ہو جاتے ہیں:

”عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ”رضا الرب في رضا الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد“۔ (جامع الترمذی، أبواب البر والصلة، باب ما جاء من الفضل في رضا الوالدین: ۱۲/۲، سعید)

”رضا الرب في رضا الوالدین، وسخطه في سخطهما“۔ (فيض القدير، رقم الحديث، ۴۴۵۷: ۱/۷، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾۔ (سورة بنی اسرائیل: ۲۳)

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! من أحق بحسن صحابتي؟ قال: ”أمك“۔ قال: ثم من؟ قال: ”أمك“ قال: ثم من؟ قال: ”أمك“ قال: ثم من؟ قال: ”ثم أبوك، الخ“۔ (كتاب الأدب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة: ۸۸۳/۲، قديمي)

نکاح میں والدین کی پسند کا لحاظ رکھنا

سوال [۵۷۷۵]: ایک شخص بالغ اور تعلیم یافتہ، صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے اور ملازمت پر ہے، مگر اس کے والد اپنے سالے کی لڑکی سے نہ معلوم کس دباؤ کے تحت شادی کرنا چاہتے ہیں، یہ لڑکا عاقل بالغ ہونے کے باوجود اس لڑکی سے ناراضگی ظاہر کرتا ہے، اور دیگر لوگ بھی اس رشتہ سے ناخوش ہیں، مگر لڑکے کے والدین دباؤ ڈال کر زبردستی نکاح کرانے کے درپے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری نافرمانی نہ کرو، نیز عاق کرنے کو کہتے ہیں۔ کیا ایسی حالت میں جس نکاح کو لڑکا پسند نہیں کرتا کسی دباؤ کے تحت نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

والدین کو اپنے لڑکے سے طبعی محبت ہوتی ہے، وہ فطرۃً اس کے خیر خواہ ہوتے ہیں، اپنے نزدیک بہتر جگہ شادی کرتے ہیں، اس لئے بلاوجہ ان سے گمان خراب نہ کیا جائے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ لڑکے کی مرضی کسی دوسری جگہ ہو اور وہ اپنی پسند میں خیر سمجھتا ہو، والدین اپنے پسند میں خیر سمجھتے ہوں۔ لڑکے کی سعادت اس میں ہے کہ وہ والدین کی پسند کو اختیار کرے، لیکن اگر وہ مجبور ہو تو والدین کو اصرار نہیں کرنا چاہئے، بلکہ لڑکے کی رغبت کو اختیار کر لیں، ورنہ اندیشہ ہے کہ نباہ نہ ہو اور سب ذمہ داری والدین پر عائد ہو جائے، ایسی ضد نہ کریں۔

اگر والدین نہ مانیں تو لڑکے کے لئے مناسب یہ ہے کہ ان کی اطاعت کرے (۱)، اللہ پاک اس میں خیر کریگا، پھر بھی اگر ایسی کوئی بات پیش آئے کہ دل نہ ملے اور حقوق ادا نہ ہو سکیں تو لڑکے کو شریعت نے بہت کچھ اختیار دیا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۹۱ھ۔

والد کی مرضی کے بغیر بالغ لڑکے کا نکاح

سوال [۵۷۷۶]: زید (بالغ) نے بغیر والد کی رضامندی کے ہندہ (بالغہ) سے نکاح کر لیا ہے،

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (سورۃ بنی اسرائیل: ۲۳)

”عن أبی الولید قال: حدثنا شعبۃ..... قال: سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم: أئی العمل

أحب إلی اللہ؟ قال: ”الصلوٰۃ علی وقتہا“۔ قال: ثم أئی؟ قال: ”ثم بر الوالدین، الخ“۔ (صحیح البخاری،

کتاب الأدب، باب قوله: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ﴾: ۸۸۲، قدیمی)

گواہان وقاضی ونکاح، رسید سب کچھ موجود ہے۔ اب چونکہ والد ناراض ہیں، اس لئے مسئلہ دریافت طلب ہے۔

نوٹ: یہ سوال سائل نے ۶/۷ صفحات پر پھیلا دیا ہے، رسید نکاح بھی موجود ہے، اسی کی پشت پر

مفتی صاحب نے یہ جواب لکھا ہے:

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر واقعات اسی طرح ہیں تو یہ نہایت خود غرضی، فریب دہی، جعل سازی ہے، خدائے پاک کے نزدیک مذموم و قبیح ہے، شریف معاشرہ کے نزدیک ناپسند اور موجب غضب ہے اور لائق ملامت و نفرت ہے، اور رجسٹر نکاح پر غلط اندراج پر قانونی گرفت بھی ہو سکتی ہے، لیکن لڑکا ماشاء اللہ عاقل بالغ ہے، برسر روزگار ہے، حالات و واقعات سے واقف ہے، اپنے والد کی اس عقد سے نارضا مندی کو بھی جانتا ہے، اس سے بھی یقیناً کوتاہی ہوئی کہ اس نے بغیر والد کی موجودگی و اجازت کے عقد نکاح کو قبول کر لیا، جب اس نے قبول کر لیا اور چند لوگوں کی موجودگی میں قبول کیا ہے جو کہ لڑکی سے بھی واقف تھے، اگرچہ معلوم نہیں تھے تو نکاح صحیح و لازم ہو گیا، والد کی عدم موجودگی باعث تنسیخ نکاح نہیں بن سکتی، ہکذا فی کتب الفقہ: البحر (۱) ورد المحتار (۲) والبخانیۃ (۳) والہندیۃ وغیرہا (۴)۔

اب مصالح کا تقاضا یہ ہے کہ تین سال سے زائد گزر چکنے کے بعد اس قصہ کو نہ اٹھایا جائے، بلکہ لڑکے کی زندگی درست و خوشگوار بنانے کی کوشش کی جائے، اس اعتراض کا موقع بھی نہ دیا جائے کہ تین سال تک اس عقد کو کیوں برداشت کیا گیا، جبکہ یہ آپ کے نزدیک ناجائز تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۹/۹۴ھ۔

(۱) ”وینعقد بإيجاب وقبول وضعا للمضى أو أحدهما): أى ینعقد النکاح: أى ذلک العقد الخاص ینعقد بالإيجاب والقبول، حتى يتم حقيقة فی الوجود عند حرین أو حر وحرین عاقلین بالغین مسلمین ولو فاسقین، الخ“۔ (البحر الرائق، کتاب النکاح: ۱۴۴/۳ - ۱۵۵، رشیدیہ)

(۲) (رد المحتار، کتاب النکاح: ۹/۳ - ۲۳، سعید)

(۳) (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، فصل فی شرائط النکاح: ۳۳۱/۱، رشیدیہ)

(۴) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الأول فی تفسیرہ، الخ: ۲۶۷/۱، رشیدیہ)

سابقہ مطلقہ سے بضرورت دوبارہ نکاح مگر والدین ناراض ہیں

سوال [۵۷۷۷]: تیرہ سال قبل میں نے اپنے بڑے والد کی لڑکی سے شادی کی تھی، دو سال تک زندگی بہت خوشگوار گزری، مگر دو سال بعد ہی خاندانی نا اتفاقی کی بناء پر طلاق دینی پڑی، طلاق کے وقت وہ میرے دوسرے بچے کی ماں بننے والی تھی، اب وہ دونوں بچوں کو اپنے ہی پاس رکھ کر زندگی بسر کرنے لگی۔ اس دوران میں نے دوسری شادی کر لی، اس کے والدین نے بھی اس کی شادی دوسری جگہ پر کر دی، اسے اپنے بچوں کی فکر دامن گیر ہوئی اور اس پریشانی کے تحت وہاں سے بھی طلاق ہو گئی۔ اس دوران اس کے والد کا بھی انتقال ہو گیا، وہ بے سہارا ہو گئی، والد کے انتقال کے بعد بھائیوں نے بھی ساتھ دینا بند کر دیا۔ اس درمیان اس نے مجھ سے اپنا دکھ درد بیان کیا اور دوبارہ نکاح کے لئے اصرار کیا، اور اس پر میں بھی اس کی یہ مجبوری دیکھتے ہوئے تیار ہو گیا۔

میری اپنی بیوی بھی ہے، وہ بھی اس کے حالات کو دیکھتے ہوئے راضی ہو گئی ہے، مگر میرے والد ایسا نہیں چاہتے اور ان کے لئے پرانی دشمنی آڑ بنی ہوئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب ایک بار گھر سے نکل گئی تو دوبارہ نہیں لانا چاہئے حالانکہ وہ لڑکی ہمارے والد کی سگی بھتیجی ہے۔ اس کی والدہ نے ہمارے گھر آ کر بہت منت سماجت کیا، بہت سمجھایا، لیکن والدین کسی طرح تیار نہیں ہوئے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ جب یہ رشتہ ہو جائے گا تو زندگی بھی سنور جائے گی، اور دشمنی بھی ختم ہو جائے گی۔ اب مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟ والدین بالکل تیار نہیں ہیں، حالانکہ میں والدین سے الگ ہوں، اپنا کاروبار ہے، مجھے یقین ہے کہ دونوں کو سکھ چین کی زندگی دے سکتا ہوں۔ ایسے حالات میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ جواب سے جلد نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ اس غریب کا دوسرے شوہر سے بھی تعلق ختم ہو گیا اور وہ بے سہارا ہو گئی، اور آپ کے ساتھ نباہ ہو سکتا ہے، نیز دونوں کے حقوق میں آپ برابری کا ارادہ رکھتے ہیں، اور یہ بھی توقع ہے کہ اس سے نکاح ہونے پر خاندانی دشمنی ختم ہو کر میل ملاپ کی صورت پیدا ہو جائے گی تو آپ اس سے دوبارہ نکاح کر لیں (۱)، امید ہے کہ

(۱) قال الله تعالى: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ، وَتَلَكَ حُدُودُ

اللَّهِ بَيْنَهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ﴾ (سورة البقرة: ۲۳۰)

اس کے نتیجے میں والدین بھی رضامند ہو جائیں گے، اور آپ کے بچوں کی پرورش بھی آسان ہو جائے گی۔ حق تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۱۳۹۲ھ۔

مغالطہ سے ناپسند لڑکی سے نکاح

سوال [۵۷۷۸]: زید کی شادی ایک شخص کے یہاں طے ہوئی، اس شخص کے یہاں اس روز دو بارائیں آئی تھیں، جب نکاح ہو چکا تب معلوم ہوا کہ زید کا نکاح اس لڑکی سے ہو گیا ہے جس کو وہ نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی اس لڑکی سے زید کا نکاح طے ہوا تھا اب زید اس غلط شادی کی وجہ سے سخت پریشان ہے، اور وہ اس لڑکی کو طلاق دینا چاہتا ہے، کیا وہ طلاق دے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس لڑکی سے نکاح نہیں چاہتا تھا، مغالطہ میں اگر اس سے ایجاب وقبول ہو گیا تو بہتر یہ ہے کہ اس پر صبر کرے اور اس کو آباد کرے، لیکن اگر اس سے نباہ ہی دشوار ہو یا اس سے نکاح میں دوسری مصالح مانع ہوں اور حقوق ادا نہ کر سکے تو اس کو طلاق دیدے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۲/۹۲ھ۔



فصل فی التوکیل بالنکاح

(نکاح میں وکالت کا بیان)

نکاح میں ایک شخص کا اصیل اور وکیل ہونا

سوال [۵۷۷۹]: رشید کی عمر ۵۰ سال اور انیس خاتون بیوی کی عمر تقریباً ۴۵ سال ہے، شوہر کے انتقال کو تقریباً ۲۰ سال ہو گئے۔ رشید نے انیس سے نکاح کرنے کو کہا، وہ راضی ہو گئی اور کہا کہ نکاح تم کر لو، زید نے نکاح پڑھایا۔ نکاح پڑھانے والا اور وکیل نمازی نہیں۔ عمر بحیثیت گواہ ہے، وہ بھی نمازی نہیں۔ نکاح انیس کی عدم موجودگی میں ہوا۔ بعد میں رشید نے انیس سے کہا کہ تمہارے کہنے کے مطابق ہم نے نکاح کر لیا ہے اور انیس نے بھی قبول کر لیا۔ تو کیا یہ نکاح جائز ہوا؟ کیا اس کو بیع فضولی پر قیاس کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ انیس نے رشید کو نکاح کی اجازت دیدی کہ تم نکاح کر لو تو رشید اس کی طرف سے وکیل اور اپنی طرف سے اصیل ہو گیا۔ زید اور عمر دونوں گواہ ہو گئے، جب رشید نے ان دونوں کے سامنے انیس کو قبول کر لیا تو یہ نکاح منعقد ہو گیا، نفس توکیل بھی کافی تھی، نکاح میں شخص واحد اصیل اور وکیل ہو سکتا ہے، پھر انیس نے اس کی تنفیذ بھی کر دی تو بالکل ہی بلا تردد لازم و نافذ ہو گیا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) "أجمع أصحابنا أن الواحد يصلح وكيلاً في النكاح من الجانبين، وولياً من الجانبين، وولياً من جانب أصيلاً من جانب، الخ." (الفتاوى العالمگیریة، کتاب النکاح، الباب السادس فی الوكالة بالنکاح وغیرها: ۲۹۹/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب النکاح، باب، الکفاءة، مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح: ۹۶-۹۹، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، الفصل الثانی: ۲۴۵/۳، رشیدیہ)

نکاح پڑھانے کا مسنون طریقہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کس نے پڑھایا؟
سوال [۵۷۸۰]: نکاح پڑھانے کا جو مروجہ طریقہ ہے کہ ایک شخص لڑکی کی جانب سے وکیل ہوتا ہے جو ہر دو گواہوں کو اپنے ہمراہ لے کر لڑکی کے پاس جاتا ہے اور اس سے اس کے نفس کی بابت رضا مندی اور مہر کی مقدار معلوم کر کے نکاح خواں کے پاس آتا ہے اور نکاح خواں دونوں گواہوں کی موجودگی میں وکیل سے برضا اجازت نفس اور مقدار مہر کا سوال کرتا ہے، جسے وکیل دو گواہوں کی شہادت کے ساتھ بیان کرتا ہے، پھر نکاح خواں نکاح پڑھاتا ہے۔

سارے ہندوستان میں یہی طریقہ جاری ہے، مگر ایک صاحب کہتے ہیں کہ یہ طریقہ غلط ہے بلکہ خلاف سنت ہے۔ اور سنت طریقہ یہ بتلاتے ہیں کہ لڑکی خواہ بالغ ہو یا نابالغ، باپ خود اپنی وکالت سے پورے حاضرین کو گواہ بنا کر نکاح خواں کو اجازت دے، حالانکہ اس صورت میں نہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی رضا مند ہے یا نہیں، نہ ہی اس کی رضا مندی پر کوئی شاہد ہوتا ہے، حالانکہ شریعت میں یہ بھی ہے کہ لڑکی سے معلوم کرو، اگر وہ ہنس پڑے یا خاموش رہے تو اجازت سمجھے، اگر رونے لگے تو اس کی ناراضگی تصور کرے۔ اور فقہ کا یہ مقولہ مشہور ہے: ”السکوت یدل علی الإيجاب“۔

اور پھر یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح اسی طرح ہوا تھا کہ کوئی گواہ نہ تھا اور سنت طریقہ یہی ہے، ایسا ہی کرنا چاہیے۔

تو جواب طلب امر یہ ہے کہ نکاح خوانی کا صحیح طریقہ مسنون کیا ہے، اور طریقہ مروجہ مطابق شرع ہے یا نہیں؟ اور یہ شخص جو طریقہ نکاح خوانی کا بتلا رہا ہے وہ کس حد تک تک ٹھیک ہے؟ اگر اس شخص کے بتلائے ہوئے طریقہ پر نکاح ہوا جس میں نہ تو لڑکی کی طرف سے کوئی وکیل اور نہ اس کی رضا مندی پر کوئی شاہد ہے تو یہ نکاح ہوا یا نہیں، نیز حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کس طرح ہوا تھا؟ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نکاح کس نے پڑھایا اور کیسے پڑھایا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکی بالغہ ہو تو ولی اس سے کہہ دے کہ فلاں لڑکے سے تمہارا نکاح اتنے مہر پر کرتا ہوں، کیا تم کو منظور

ہے، انکار تو نہیں ہے؟ (۱) پھر گواہوں کے سامنے خود لڑ کے سے ایجاب و قبول کرادے (۲)، یا نکاح خوان کے ذریعہ ایجاب و قبول کرادے بس اس سے نکاح درست ہو جاتا ہے۔ جو طریقہ مروجہ ہے یہ رجسٹر میں اندراج کی مصلحت سے ہے کہ اگر عدالت میں معاملہ جائے تو متعینہ گواہوں کے ذریعے ثبوت آسان رہے۔ لڑکی اگر انکار کر دے صراحت یا دلالت تو وہاں نکاح نہ کیا جائے (۳)، اگر لڑکی نابالغ ہو تو اس کی منظوری کی بھی ضرورت نہیں (۴)، وکیل یا گواہ نامحرم ہوں تو ان کے سامنے لڑکی کا بے پردہ ہونا منع ہے (۵)۔

(۱) "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "ولا تنکح البکر حتی تستأذن" قالوا: یا رسول اللہ! وکیف إذنہا؟

قال: "أن تسکت". (مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، الفصل الأول: ۲۷۰، قدیمی)

(و کذا فی ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۵۸/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۱۹۹/۳، رشیدیہ)

(۲) "(کزوجت نفسی أو بنتی أو مؤکلتی منک (و) یقول الآخر: (تزوجت)". (الدر المختار، کتاب

النکاح، مطلب: کثیراً ما یتساهل فی إطلاق المستحب علی السنة: ۹/۳، ۱۰، سعید)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب النکاح: ۲/۵۶، دار المعرفۃ بیروت)

(۳) "ولا یجوز للولی إجبار البکر البالغۃ علی النکاح". (الہدایۃ، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء

والأکفاء: ۳۱۴/۲، شرکۃ علمیۃ)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۵۸/۳، سعید)

(و کذا فی ملتقى الأبحر، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۴۹۰/۱، غفاریۃ)

(۴) "(وللولی إنکاح الصغیر و الصغیرۃ) جبراً (ولو ثیباً، و لزم النکاح)". (الدر المختار، کتاب النکاح،

باب الولی: ۶۵، ۶۶، سعید)

(و کذا فی ملتقى الأبحر، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۴۹۳/۱، غفاریۃ)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء والأکفاء: ۳۱۷/۲، شرکۃ علمیۃ)

(۵) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ یَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ﴾ (سورۃ النور: ۳۱) وقال ﴿یا أیہا

النبی قل لأزواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیہن من جلابیبہن﴾ (سورۃ الأحزاب: ۵۹)

"وعن أم سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا أنها كانت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومیمونۃ؛

إذ قبل ابن أم مكتوم، فدخل علیہ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "احتجبا منه". فقلت: =

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت نبی صلی اللہ صلی علیہ وسلم نے خود پڑھایا، جتنے حاضرین مجمع میں تھے، سب گواہ تھے، کذا فی الخمیس (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نکاح بذریعہ وکیل یا بذریعہ خط

سوال [۵۷۸۱]: لڑکا اور لڑکی اپنی مرضی سے خفیہ طور پر نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا دونوں کا ایک ہی دن نکاح ہونا ضروری ہے، یا دو چار دن کا وقفہ ہو سکتا ہے، مثلاً ایک کا نکاح پیر کے دن ہوا اور دوسرے کا جمعرات کے دن ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مجلس میں دونوں موجود ہوں یا ایک موجود ہو اور دوسرے کی طرف سے کوئی وکیل موجود ہو تب بھی کافی ہے، دو مجلس کی ضرورت نہیں اور یہی صورت مناسب اور بہتر ہے، یا مثلاً لڑکی اپنی طرف سے لڑکے کو وکیل بنا دے کہ میرا نکاح اپنے سے اتنے مہر پر کر لیں اور لڑکا گواہوں کے سامنے کہے کہ فلاں لڑکی نے مجھے وکیل بنایا ہے، لہذا اس کا نکاح اپنے سے میں نے کر لیا تب بھی صحیح ہو جائے گا (۲)۔ اگر لڑکی نے خط کے ذریعے ایجاب

= یا رسول اللہ! ایس هو أعمی، لا یبصرنا؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "أَفَعُمَيَاوَانِ أَنْتُمَا، أَلَسْتُمَا تبصرانہ؟" (مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثانی: ۲۶۹، قدیمی)

(۱) "وروی أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب حین النکاح هذه الخطبة اھ زوج علی بفاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنہما". (تاریخ الخمیس ۱/ ۳۶۲، بیروت)

(۲) "وینعقد بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر كزوجت نفسي أو بنتی أو مؤكلتی منك". (الدر المختار) "(قوله: كزوجت نفسي أشار إلى عدم الفرق بين ألا يكون الموجب أصيلاً أو ولياً أو وكيلاً". (رد المحتار، کتاب النکاح: ۹/۳، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النکاح، الباب السادس في الوكالة بالنکاح: ۲۹۴/۱، رشیدیہ)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النکاح، فصل في ركن النکاح: ۳۲۲/۳، دار الكتب العلمية بیروت)

کیا اور لڑکے نے خط پہونچنے پر گواہوں کے سامنے وہ خط پڑھ کر سنایا اور ان کے سامنے ہی قبول کر لیا، تب بھی صحیح ہو جائے گا (۱)۔ دونوں کا نکاح آپس میں ہوا، اور پھر دو تین دن کے وقفہ سے ہو، یہ صورت سمجھ میں نہیں آتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۹۴ھ۔

توکیل و اجازت نکاح کے بعد دستخط سے مگر جانا

سوال [۵۷۸۲]: ہندہ نے دو شوال/۱۳۶۲ھ کی شب کو دو شاہدوں کے روبرو رجسٹر نکاح خوانی سرکاری پر انگوٹھا اپنی رضا سے لگا دیا، بعد ازاں جب ورثہ ہندہ کو واقعہ معلوم ہوتا ہے تو حلفیہ بیان کرتی ہے کہ نہ میرا انگوٹھا ہے نہ کسی کا غلط دستخط کئے ہیں اور نہ نکاح کی اجازت دی ہے۔ تو کیا اس صورت میں اس کا انکار عند الاحناف معتبر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب شرعی گواہ موجود ہیں کہ ہندہ نے ہمارے سامنے رجسٹر نکاح خوانی پر دستخط کئے ہیں اور اس نکاح پر رضا مندی ظاہر کر دی تو اب اس کا انکار شرعاً معتبر نہیں:

”امراة وکلت رجلاً بأن یزوجها من نفسه، فقال: زوّجتُ فلانةً من نفسي، یجوز. وإن لم تقل: قبلت، کذا فی الخلاصة“. ص: ۱/۲۹۵ (۲)۔ ”ینعقد النکاح بالکتاب کما ینعقد

(۱) ”فیانه قال: ینعقد النکاح بالکتاب کما ینعقد بالخطاب، و صورته: أن یکتب إلیها یخطبها، فإذا بلغها الکتاب أحضرت الشهود و قرأتہ علیهم، وقالت: زوّجتُ نفسي منه. أما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوّجت نفسي من فلان، لا ینعقد، الخ“ (رد المحتار، کتاب النکاح، مطلب: التزوج بإرسال کتاب: ۱۲/۳، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح: ۱/۳۲۰، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الأول: ۱/۲۶۹، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۳/۱۴۸، رشیدیہ)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب السادس فی الوكالة بالنکاح و غیرها: ۱/۲۹۵، رشیدیہ)

(و کذا فی خلاصة الفتاویٰ، الفصل الحادی عشر فی الوكالة بالنکاح: ۲/۳۰، امجد اکیدمی لاہور) =

بالخطاب، و صورته: أن يكتب إليها بخطبها، فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود و قرأته عليهم، و قالت: زوجت نفسي منه، أو تقول: إن فلاناً كتب إليّ بخطبني، فاشهدوا أني زوجت نفسي منه. أما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان، لا ينعقد؛ لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح، و بإسماعهم الكتاب أو التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين، بخلاف ما إذا انتفيا. قال في المصنفی: هذا: أي الخلاف إذا كان الكتاب بلفظ التزوج، أما إذا كان بلفظ الأمر كقوله: زوجي نفسك مني، لا يشترط إعلامها الشهود بما في الكتاب؛ لأنها تتولى طرفي العقد بحكم الوكالة، اهـ. رد المحتار: ۱۰۹/۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ صفر ۶۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، سہارنپور، ۱۴/ صفر ۶۳ھ۔

اجازت و دستخط کے بعد انکار

سوال [۵۷۸۳]: ایک عاقلہ بالغہ عورت اپنے ایک رشتہ دار کو جس کو وہ چچا کہتی ہے کہ چچا جی! میرا نکاح فلاں سے کرادو، کیونکہ والدین کی طرف سے اس کے ساتھ میری نسبت کی ہوئی ہے، اب غیر جگہ جہاں میں منظور نہیں کرتی بطمع زر کرنا چاہتے ہیں۔ اس گفتگو کے تقریباً ۴:۳۰/ گھنٹے بعد مسماۃ کے منسوب جس کے ساتھ وہ جہاں نکاح رکھتی ہے وہ اس کے پاس جاتا ہے اور اس حالت میں کہ وہ دونوں ہیں اور کوئی نہیں مسماۃ اس کو کہتی ہے کہ میں بخوشی اجازت دیتی ہوں کہ رو برو دو گواہوں کے نکاح کر لو اور یہی لفظ مرد تحریر کرتا ہے اور عورت دستخط

= (و کذا فی المحيط البرہانی، الفصل الثامن فی الوكالة بالنکاح: ۱۵۰/۳، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(۱) (رد المحتار، کتاب النکاح، مطلب: التزوج بإرسال کتاب: ۱۲/۳، ۱۳، سعید)

(و کذا فی خلاصۃ الفتاوی، الفصل السابع عشر فی النکاح بالکتاب والرسالة مع الغائب: ۴۸/۲،

امجد اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی التاتارخانیۃ، الفصل الرابع عشر فی النکاح بالکتاب والرسالة: ۵۴/۳، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۱۴۸/۳، رشیدیہ)

کر دیتی ہے اور ایک پرچہ پر تحریر کرتا ہے کہ فلانی! کیا فلاں سے ۵۰ روپے حق مہر میں منظور ہے تو روبرو دو گواہوں کے اپنے ساتھ نکاح کر لو، جس کے نیچے وہ تحریر کرتی ہے: فلانی دل سے راضی ہوں۔

اس کے بعد مسماۃ کے چچا کو جس کو وہ چچا کہتی ہے اور ایک دوسرے شخص کے سامنے اس نے دونوں کا غنڈ کھلا دیئے اور کہا: میں اپنا نکاح کرتا ہوں ۵۵ روپے بمہر ہیں اور قبول کرتا ہوں۔ تینوں مسماۃ کے گھر چلے گئے اور ناکح نے اندراج رجسٹر کر لیا اور شاہدین سے پوچھا تو اس نے کہا: ہاں میں نے اجازت دی ہے۔ مسماۃ نے نشان انگوٹھا لگا دیا اور شاہدین نے دستخط کر دیئے مگر جب مسماۃ کے ورثہ کو علم ہوا تو اس نے انکار کر دیا کہ میں نے ہرگز اجازت نہیں دی اور نہ دستخط کئے۔ آیا یہ انکار معتبر ہے یا نہیں؟ ناکح شرعاً کیا کر سکتا ہے؟ تھوڑی دیر کے بعد چچا اور دوسرے شخص نے پوچھا کہ نشان وغیرہ تم نے کیا، اس نے ہاں کہا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں جب کہ مسماۃ نے دو گواہوں کے سامنے اجازت و رضا مندی کا اقرار کیا اور رجسٹر نکاح خوانی پر دستخط کر دیئے ہیں تو شرعاً نکاح صحیح ہو گیا، اب انکار سے کچھ نہیں ہوتا (۱)۔ البتہ دو گواہ عادل نہ ہوں

(۱) "فإنه قال: ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب، و صورته: أن يكتب إليها بخطبها، فإذا بلغها الكتاب، أحضرت الشهود، و قرأته عليهم، و قالت: زوجت نفسي منه، أو تقول: إن فلانا كتب إلي بخطبني فاشهدوا أنني زوجت نفسي منه. أما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان، لا ينعقد؛ لأن سماع شطرين شرط صحة النكاح، وبإسماعهم الكتاب أو التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين، بخلاف ما إذا انتفيا. قال في المصنفی: هذا: أي الخلاف إذا كان الكتاب بلفظ التزوج، أما إذا كان بلفظ الأمر كقوله: زوجي نفسك مني، لا يشترط إعلامها الشهود بما في الكتاب؛ لأنها تتولى طرفي العقد بحكم الوكالة، الخ." (رد المحتار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بإرسال كتاب: ۱۲/۳، ۱۳، سعید)

(و کذا فی خلاصۃ افتاوی، الفصل السابع عشر فی النکاح بالکتاب والرسالة مع الغائب: ۴۸/۲، امجد اکیدمی لاہور)

(و کذا فی التاتارخانیۃ، الفصل الرابع عشر فی النکاح بالکتاب والرسالة: ۵۴/۳، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۱۲۸/۳، رشیدیہ)

اور شرعاً مردود الشہادۃ ہوں تو ان کی گواہی سے قضاء نکاح کا ثبوت نہیں ہوگا اور مسماۃ کا انکار اس وقت معتبر ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ جمادی الثانیہ/ ۱۴۳۳ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف غفرلہ۔

وکالت نامہ نکاح

سوال [۵۷۸۲]: (نقل وکالت نامہ) دفتر قضاۃ شریعت حیدرآباد، آندھرا پردیش میں سردار حامد حسین خاں شا کر ولد میر منور علی خاں صاحب عمر ۲۷/ سال، پیشہ طالب علم، ساکن بالٹی مور میاری لمیٹڈ اسٹیٹ، امریکہ بھارت عقل و ہوش و حواس، بلا جبر و اکراہ، برضا و رغبت خود لکھ دیتا ہوں، اس بات پر کہ میں بعض مجبوریات کی بناء پر حیدرآباد حاضر نہیں ہو سکتا، اور اس لئے اپنی جانب سے اپنے حقیقی والد میر منور خاں صاحب ابن میر غلام خاں صاحب مرحوم کو ولی مقرر کرتا ہوں تاکہ وہ میرے غیاب میں مراسم عقد انجام دے سکیں۔

میرا عقد مسماۃ ثریا نفیس بنت محمد رفیع الدین صاحب مرحوم سے بمعاوضہ گیارہ ہزار سکے ہند مہر موجد مل طے پایا ہے اور میرے غیاب میں سارے مراسم کی تکمیل والد انجام دیں گے جو میرے لئے منظور و قبول ہے۔
لہذا یہ چند کلمے بطور امانت کے لکھ دیئے ہیں، تاکہ آئندہ سند رہے اور وقت ضرورت کام آئے۔

سردار حامد حسین خاں

دستخط سالم محبوب۔

مذکورہ وکالت نامہ یا اجازت نامہ میں حسب ذیل امور قابل غور ہیں:

۱- وکالت نامہ یا اجازت نامہ حکومت، امریکہ کا مصدقہ نہیں ہے۔

۲- عاقد نے اجازت نامہ کے ذریعے زہر مہر سکے ہند میں قبول کیا ہے، برخلاف اس کے نکاح نامہ میں

(۱) "ولا المحدود فی القذف وإن تاب، لقوله تعالیٰ: ﴿و لا تقبلوا لهم شہادۃً أبداً﴾ الخ"۔ (الہدایۃ،

باب من یقبل شہادۃ و من لا یقبل: ۱۶۰/۳، إمدادیہ ملتان)

(و کذا فی فتح القدر، باب من یقبل شہادۃ و من لا یقبل: ۴/۲۰۰، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی البدائع، کتاب الشہادۃ، فصل فی شرائط الرکن: ۲۸/۹، ۲۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

عائد کی مرضی کے خلاف سکہ رائج الوقت لکھا گیا۔

۳- عقد نکاح کی اہم شرط دو گواہوں کے روبرو ایجاب و قبول لازمی ہے، عائد نے ایک مرد گواہ اور ایک عورت گواہ سے مولجہ میں مہر و عائدہ کو قبول کیا ہے، حالانکہ احکام ربانی کی رو سے ایک مرد اور دو عورت گواہاں کی موجودگی میں قبولیت لازمی تھی۔ براہ کرم شریعت کے احکام کی روشنی میں فتویٰ دیا جائے کہ یہ عقد نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۲..... عائدہ بغیر کسی کارروائی کے نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وکالت نامہ کیلئے کیس حکومت کا مصدقہ ہونا ضروری نہیں، صرف اتنا کافی ہے (کہ) سردار حامد حسین خاں شاہ صاحب کو اس سے انکار نہ ہو۔ نکاح ہندوستان میں ہوا، وہیں پر سکہ رائج الوقت لکھا گیا، اس لئے کوئی فرق نہیں ہوا۔ وکالت نامہ پر جو گواہ ہیں وہ عقد نکاح کے گواہ نہیں بلکہ وکالت کے گواہ ہیں، نفس وکالت کیلئے گواہوں کا ہونا شرط بھی نہیں (۱)۔ نکاح کے گواہ وہ ہیں جن کی موجودگی میں میرمنور علی خاں نے ایجاب و قبول کیا، اور قاری النکاح سید محبوب حسین نے جب ان سے قبول کرایا۔ دو گواہوں کے نام سوال میں بھی درج ہیں: محمد رئیس الدین صاحب، احمد محی الدین صاحب ان کی موجودگی میں نکاح پڑھا گیا، لہذا:

۱..... یہ عقد نکاح شرعاً جائز ہو گیا (۲)۔

۲..... عائدہ کا نکاح موجودہ حالت میں کسی دوسری جگہ نہیں ہو سکتا جب تک شوہر سے طلاق حاصل نہ

(۱) "أما الشهادة على التوكيل بالنكاح، فليست بشرط لصحته". (ردالمحتار، كتاب النكاح،

مطلب: هل ينعقد بالألفاظ المصحفة نحو: تجوزت: ۳/ ۲۱، سيعد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/ ۱۲۶، رشيدية)

(۲) "النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر عند حضور شاهدين حرين أو حر و

حر تین مکلفین سامعین قولها معاً". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۳/ ۹، ۲۱، ۲۲، سيعد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/ ۱۲۲، ۱۵۵، رشيدية)

(و كذا في الهداية، كتاب النكاح، ۲/ ۳۰۵، ۳۰۶، شركة علمية ملتان)

کی جائے یا شرعی قاعدہ سے تفریق نہ کرائی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۹۵ھ۔

کیا قادیانی نکاح کا وکیل ہو سکتا ہے؟

سوال [۵۷۸۵]: ہمارے اطراف میں نکاح کی مجلس اس طرح منعقد ہوتی ہے کہ لڑکی کا باپ یا چچا نانا وغیرہ میں سے کوئی ایک دو گواہوں کو لے کر لڑکی کے پاس جاتا ہے اور لڑکی سے یوں کہتا ہے کہ میں تمہارا وکیل بن کر فلاں کا لڑکا فلاں سے مبلغ اتنے مہر میں ان دو گواہوں کے روبرو نکاح کر دوں، جب لڑکی ہاں کہہ دیتی ہے تو یہ وکیل اور دونوں گواہ مجلس میں آتے ہیں، بعدہ محلہ کا پیش امام خطبہ نکاح پڑھتا ہے اور وکیل سے کہتا ہے کہ یوں کہو کہ میں نے اپنی وکالت سے فلاں کی لڑکی فلاں کو مبلغ اتنے مہر میں ان دو گواہوں اور حاضرین مجلس کے سامنے تمہارے عقد میں دیا، تم نے قبول کیا؟ تو وہ لڑکا کہتا ہے کہ میں نے قبول کیا۔

صورت بالا پیش نظر رکھتے ہوئے اگر لڑکی کا نانا قادیانی مذہب کا ہے وہ وکالت کرتا ہے اور دونوں گواہ مسلمان اہل سنت والجماعت ہیں وہ قادیانی ایجاب و قبول کرتا ہے تو ایسی صورت میں نکاح ہو گیا یا نہیں؟ واضح ہو کہ ”بہشتی زیور“ میں ہے کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا ولی نہیں بن سکتا ہے؟ لہذا برائے مہربانی اس صورت پر نظر فرما کر جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ولی اور وکیل میں فرق ہے، نکاح میں وکیل کا کام صرف الفاظ کی تعبیر تک رہتا ہے، اصل ایجاب و قبول

(۱) ”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب

النکاح، الباب الثالث فی المحرمات، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير:

۱/۲۸۰، رشیدیہ)

(و کذا فی الفقہ الاسلامی وأدلته، کتاب النکاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، باب المرأة

المتزوجة، ۹/۶۶۳۶، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح فصل فی شرط أن لا تكون منکوحۃ الغير: ۳/۴۵۱،

دارالکتب العلمیۃ بیروت)

زوجین کا ہوتا ہے۔ بیان کردہ صورت میں نکاح منعقد ہو گیا ہے، قادیانی کی وکالت بیکارگئی۔ اگر لڑکی کی طرف سے اصالۃ یا وکالت یا دلالت کسی کا ایجاب نہ بھی تسلیم کیا جائے تب بھی اس نکاح پر لڑکی کا راضی ہونا اور اس کے لوازمات کو بجالانا یہ اجازت فعلی ہے جو کہ شرعاً معتبر ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

قادیانی کی وکالت سے نکاح

سوال [۵۷۸۶]: ایک شخص اہل سنت والجماعت میں سے ہے، اس نے اپنی لڑکی کا نکاح بھی اہل سنت والجماعت میں کیا ہے، لیکن اپنی لڑکی کے نکاح کا وکیل ایک قادیانی کو بنادیا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس قادیانی کی وکالت بالنکاح صحیح ہے یا نہیں؟ بصورت ثانی نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکی نابالغ تھی اور مجلس عقد میں اس کا باپ موجود ہے، اس کی موجودگی میں قادیانی نے ایجاب وقبول کرایا تو عاقد باپ ہی کو قرار دیا جائے گا (۲) اور قادیانی کی وکالت بیکار ہے اور نکاح صحیح ہو گیا۔ اور اگر لڑکی

(۱) ”ومن شرائط الإيجاب والقبول و شرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر لیتحقق رضاهما“۔ (الدر المختار)۔ ”(قوله: لیتحقق رضاهما): أي لیصدر منهما ما من شأنه أن یدل علی الرضا، الخ“۔ (رد المحتار، کتاب النکاح: ۱۴/۳، ۲۱، سعید)

”وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها، الخ“۔ (الهدایة، باب فی الأولیاء والأکفاء: ۲۱۳/۲، مکتبہ شریکۃ علمیہ ملتان)

(وکذا فی فتح القدیر، باب فی الأولیاء والأکفاء: ۲۵۶/۳، مطفی البابی الحلبی مصر)

(۲) ”ومن أمر رجلاً بأن یزوج ابنته الصغیرة، فزوجها والأب حاضرٌ بشهادة رجل واحد سواهما، جاز النکاح؛ لأن الأب یجعل مباشراً لاتحاد المجلس، فیکون الوکیل سفیراً ومعبراً، الخ“۔ (الهدایة، کتاب النکاح: ۳۰۷/۲، مکتبہ شریکۃ علمیہ ملتان)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب النکاح: ۱۸۳/۲، إمدادیہ ملتان)

(وکذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح: ۲۰۶/۳، مصطفی البابی الحلبی مصر)

بالغہ تھی اور لڑکی کی رضا مندی سے عقد کرایا گیا تو بھی نکاح ہو گیا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۸۸ھ۔

نکاح غائب میں توکیل کی صورت

سوال [۵۷۸۷]: زائد امریکہ میں ہے اور زائدہ افریقہ میں ہے، زائد امریکہ میں رہتے ہوئے زائدہ کی عدم موجودگی میں زائدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ مجلس نکاح کیسے قائم کی جائے؟ اور جواز کی کیا صورت ہے؟
۲..... دوسرا مسئلہ اس کے برعکس ہے یعنی محمودہ امریکہ میں ہے اور محمود افریقہ میں ہے، مجلس نکاح کہاں پر قائم ہوگی، ایجاب و قبول کی طرفین میں کیا شکل ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... زائدہ زبانی یا تحریری کسی کو اپنا وکیل بنادے کہ وہ زائدہ کو اس کیلئے قبول کرے، پھر ایک محفل منعقد کی جائے جس میں زائدہ یا اس کا ولی یا وکیل موجود ہو، اس میں زائدہ کی طرف سے ایجاب ہو اور زائدہ کا وکیل زائدہ کیلئے قبول کرے، پس نکاح منعقد ہو جائے گا۔ حاضرین مجلس گواہ ہوں گے۔ شامی (۲) اور خانہ میں تفصیل مذکور ہے (۳)۔

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: ”کیا قادیانی نکاح کا وکیل ہو سکتا ہے؟“)

(۲) ”فإنه قال: ینعقد النکاح بالکتاب کما ینعقد بالخطاب، وصورتہ: أن یکتب إلیها یخطبها، فإذا بلغها الکتاب، أحضرت الشهود وقرأته علیهم، وقالت: زوجت نفسی منه. أمالو لم تقل بحضرتهم سوی زوجت نفسی من فلان، لا ینعقد، الخ.“ (رد المحتار، کتاب النکاح، مطلب: التزوج بإرسال کتاب: ۱۲/۳، سعید)

(۳) (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الأول فیما یتعلق به انعقاد النکاح، الفصل الأول: ۳۲۶/۱، رشیدیہ)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح: ۳۲۰/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۱۲۸/۳، رشیدیہ)

۲..... اس کی بھی یہی صورت ہے جو نمبر: ۱ میں ہے، خواہ [مجلس] شوہر کے مقام پر ہو اور زوجہ کی طرف سے وکیل ہو یا اس کا برعکس ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۳/۹۳ھ

بیرون ملک میں مقیم لڑکے کے نکاح کیلئے اپنے والد کو مختار بنانا

سوال [۵۷۸۸]: میں کینیڈا میں بوجہ تعلیم مقیم ہوں، میری شادی کے سلسلہ میں والد نے لکھا تو میں نے جواباً لکھا: بذریعہ ٹیلیفون نکاح کر دو، جب کہ اور بہت سے لڑکوں کے ہوتے ہوئے ہیں۔ ایک مولوی صاحب کے بتلانے پر کہ مختار نامہ منگا لیا جائے تو میں نے ایک بیرسٹر سے مختار نامہ لے کر اور پاکستانی ہائی کمشنر سے تصدیق کرا کر والد کو بھجوا دیا، میں نے اپنے والد صاحب کو لکھا کہ: نکاح پڑھنے کے بعد جب اقرار لیں تو آپ میری طرف سے اقرار کر لیں کہ یہ رشتہ میرے لڑکے کو منظور ہے اور میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔

مذہب اور مختار نامہ کی رو سے مولوی صاحب نے نکاح پڑھنے کے بعد چند شہادتوں کے میرے والد سے قبولیت کا اقرار لیا، اور مجھے ابا جان نے ٹیلی گرام سے مبارکباد دی اور میرے والد صاحب نے بطور مختاری نکاح نامہ پر دستخط کئے، میرے گھر میں سے دس ۱۰/ کو کینیڈا پہنچ رہی ہیں۔ میری بیوی کے تایا کہتے پھرتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں، کیونکہ لڑکا یہاں نہیں تھا براہ کرم بتلادیں کہ یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ آپ نے والد صاحب کو اپنی طرف سے مختار بنادیا، انہوں نے مجلس نکاح میں گواہوں کے سامنے آپ کی طرف سے قبول کیا تو نکاح بلا تکلف درست ہو گیا، کوئی شبہ اور تردد نہ کریں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”ثم النکاح كما یعتقد بهذه الألفاظ بطریق الإصالة ینعقد بها بطریق النیابة بالوكالة والرسالة؛ لأن تصرف الوکیل یتصرف المؤکل، وكلام الرسول كلام المرسل. والأصل فی جواز الوكالة فی باب النکاح ماروی: ”أن النجاشی زوج رسول الله صلى الله علیه وسلم أم حبیبة رضی الله عنها“۔ (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی رکن النکاح: ۳/۳۲۲، دارالکتب العلمیة بیروت)

”(قولہ: کز و جت نفسی) أشار إلى عدم الفرق بین أن یكون الموجب أصیلاً، أو ولیاً أو وکیلاً“۔ (ردالمحتار، کتاب النکاح: ۳/۹، ساعد)

قاضی و وکیل کا الگ الگ ہونا، اور خطبہ پہلے ہو یا ایجاب و قبول؟

سوال [۵۷۸۹]: یہاں پر پہلے ایجاب و قبول کرایا جاتا ہے پھر خطبہ پڑھا جاتا ہے اور وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ ایجاب و قبول واجب ہے اور خطبہ سنت ہے، اس لئے ایجاب و قبول پہلے ہونا چاہیے اور خطبہ بعد میں۔ نیت ایجاب و قبول اس طرح کرائی جاتی ہے کہ فلاں کی صاحبزادی فلاں صاحب کی وکالت اور فلاں فلاں کی شہادت میں اپنے نفس کو بعوض اتنے اتنے آپ کی زوجیت میں دیا، کیا آپ نے قبول کیا؟ (الف) سوال یہ ہے کہ سنت طریقہ کیا ہے کہ پہلے ایجاب و قبول ہو یا نہ ہو؟

(ب) کیا وکیل دوسرا ہو اور ناکح دوسرا؟ اور قاضی یہ کہے کہ فلاں کی وکالت سے اور قاضی صرف خطیب کی حیثیت رکھتا ہو، صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف) پہلے خطبہ پڑھا جائے پھر ایجاب و قبول کرایا جائے (۱)۔ یہ بات کہ فرض پہلے ہو، سنت بعد میں ہو، قاعدہ کلیہ نہیں، وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے، منہ (چہرہ) دھونا فرض ہے، سنت پہلے ادا کی جاتی ہے فرض بعد میں۔ فجر کی نماز میں سنت دو رکعت پہلے پڑھتے ہیں، فرض بعد میں پڑھتے ہیں۔

(ب) یہ صورت بھی درست ہے، قاضی بھی وکیل ہو سکتا ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۴/۹۴ھ۔

= (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب السادس فی الوکالۃ بالنکاح: ۱/۲۹۴، رشیدیہ)

(۱) ”ویندب إعلانه و تقدیم خطبہ“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح: ۸/۳، سعید)

(و کذا فی کتاب الفقہ علی المذاهب الأربعة، کتاب النکاح، حکم النکاح: ۱۰/۴، دارالفکر بیروت)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی، علی الدر المختار، کتاب النکاح: ۵/۲، دارالمعرفۃ بیروت)

(و کذا فی الفقہ الإسلامی وأدلته، کتاب النکاح، المبحث الخامس: مندوبات عقد الزواج أو ما

یستحب له: ۶/۲۶۱۶، رشیدیہ)

(۲) ”(ولو زوج بنته المألفة العاقله) كونها بنته غیر قید، فإنها لو وکلت رجلاً غیره، فکذلک، كما فی الہندیۃ، =

سکران کی طرف سے اجازت نکاح

سوال [۵۷۹۰]: زید ایک شرابی کبابی آدمی تھا، اس کے یہاں کچھ مساکین کو کھلانے کی تقریب میں کافی چہل پہل تھی۔ اس میں زید کے بھائی عمر نے زید کو بہلا پھسلا کر الگ تھلگ لے جا کر شراب پلائی، پھر عمر کے چند ساتھی اس جگہ آئے اور ایک پڑھے لکھے شخص کو لے کر آئے، زید پی کر مست تھا تو زید سے زید کی نابالغہ لڑکی ہندہ کے نکاح کی اجازت اپنے لڑکے بکر سے مانگی۔ زید نے اجازت دی یا نہیں دی، بلکہ یوں ہی ”ہو گیا، ہو گیا“، کہا، واللہ اعلم۔ اس جگہ جہاں عمر کے چند ساتھی آئے تھے نکاح پڑھا دیا گیا۔ نکاح کے بعد زید کو ہوش آیا اور معلوم ہوا کہ اس کی لڑکی ہندہ کا نکاح عمر کے لڑکے بکر کے ساتھ ہو گیا، زید یہ سن کر بھونچکا ہو گیا اور کہا مجھے کچھ معلوم نہیں، میں نے کوئی اجازت دی یا نہیں؟

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح شرعاً جائز ہوا یا نہیں، زید نے صاف کہا اور کہتا چلا آ رہا ہے کہ میں نے کوئی اجازت نہیں دی ہے، مجھے معلوم نہیں کیا کہلوا یا گیا ہے؟

مذکورہ بالا منکوحہ غیر موطوءہ کا شوہر کافی عرصہ سے پاگل ہے، عام طور پر ننگا بند کمرہ میں رہتا ہے، تقریباً چار سال کی مدت اس طرح گزر گئی۔ اب طلاق دینے یا خلع کرنے کا حق اس کے باپ کو ہے یا نہیں؟ لڑکی اپنا رشتہ کسی اور سے کر سکتی ہے یا نہیں؟ لڑکی تو پہلے ہی سے حالت صحت میں ناراض تھی، اب کس طرح راضی ہو سکتی ہے؟ صدر شرعی پنچایت نے کہا کہ ہم کو تنسیخ نکاح کا حق نہیں ہے۔ آخر اس قسم کی منکوحہ کی زندگی کس طرح بسر ہو؟ کیا طلاق خود پڑ جائے گی؟ صاف لکھیں۔ اور جنون کی جتنی قسمیں ہوں سب کے احکام الگ

= وقید بالبالغة؛ لأنها لو كانت صغيرة لا يكون الولي شاهداً؛ لأن العقد لا يمكن نقله إليها، بحر“۔
(الدر المختار)۔

”(قولہ: لأنها تجعل عاقدة) لانتقال عبارة الوكيل إليها، وهي في المجلس، فكانت مباشرة ضرورة، ولأنه لا يمكن جعلها شاهدة على نفسها (قولہ: وإلا لا): أي وإن لم تكن حاضرة، لا يكون العقد نافذاً، بل موقوفاً على إجازتها، الخ“۔ (رد المحتار، كتاب النكاح، مطلب في عطف الخاص على العام: ۲۵/۳، سعید)

(و کذا فی حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، ۲/۲۵۷، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح، ۳/۲۰۶، مصطفیٰ البابی الجلی مصر)

الگ تحریر فرمائیں۔ مذکورہ شوہر کا باپ لڑکے کا کوئی بھائی نہ ہونے کی وجہ سے سب جائیداد کے بدلہ خلع چاہے تو لڑکی کی شادی کس طرح ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شراب کے نشہ میں لڑکی کے باپ سے اجازت لی اور نکاح پڑھا دیا گیا تو اس سے شرعاً وہ نکاح لازم نہیں ہوا (۱) بلکہ اگر لڑکی بالغہ ہے تو یہ نکاح شرعاً اس کی اجازت پر موقوف ہے، معلوم ہونے پر لڑکی نے اس کو نا منظور کر دیا تو وہ جب ہی ختم ہو گیا (۲)۔ اگر لڑکی نابالغہ ہے تو یہ نکاح اس کے ولی (باپ) کی اجازت پر موقوف ہے وہ نشہ ختم ہونے پر جب اپنے ہوش میں آیا اس وقت اس کو نا منظور کر دیا تو جب ہی ختم ہو گیا (۳)۔ اب لڑکی کا نکاح خود اس کی اجازت و رائے سے دوسری مناسب جگہ کر دیا جائے، فسخ کرانے کی ضرورت نہیں، لہذا جنون کی قسمیں اور سب کی علامات اور سب کے احکام کا سوال بے محل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۲/۷/۱۴۰۶ھ۔

(۱) ”وإن عرف لا يصح النكاح اتفاقاً، وكذا لو كان سكران فزوجها من فاسق“۔ (الدر المختار، باب الولی : ۶۷/۳، سعید)

(و كذا في البحر الرائق، فصل في الكفاءة : ۲۳۹/۳، رشیدیہ)

(۲) ”لا يجوز نكاح أحد بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنهما، بكرًا كانت أو ثيبًا، فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتهما، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل، كذا في السراج الوهاج“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الرابع فی الأولیاء : ۲۸۷/۱، رشیدیہ)

”ولا تجبر البالغة البكر على النكاح، الخ“۔ (الدر المختار)۔ ”وإن زوجها بغير استیمار، فقد أخطأ السنة، وتوقف على رضاها“۔ (رد المحتار، باب الولی : ۵۸/۳، سعید)

(و كذا في البحر الرائق، باب الأولیاء والأكفاء : ۱۹۴/۳، رشیدیہ)

(۳) ”ولو زوجها الأبعد حال قيام الأقرب حتى توقف على إجازة الأقرب، الخ“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الرابع فی الأولیاء : ۲۸۵/۱، رشیدیہ)

(و كذا في رد المحتار، باب الولی : ۸۱/۳، سعید)

(و كذا في ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، باب الأولیاء والأكفاء : ۳۳۹/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

نکاح فضولی یمین طلاق کی صورت میں

سوال [۵۷۹۱]: زید نے ایک آدمی کو مندرجہ ذیل قسم کھانے پر مجبور کیا کہ میں نے قسم کھائی کہ ”میں جب بھی شادی کروں تو میری عورت پر طلاق ہوگی“ اس کے بعد زید نے وہ کام کر لیا۔ چند سال بعد اس نے شادی کر لی اور ایک بچہ بھی پیدا ہو گیا۔ اب ایک شخص کے یاد دلانے پر اسے اپنی قسم یاد آئی، جب سے شادی کی ہے، اب تک اسے قسم یاد نہیں آئی تھی۔ اب وہ کیا کرے؟

۱..... عورت پر طلاق ہوئی یا نہیں؟

۲..... بچہ کے متعلق کیا حکم ہے؟

۳..... پھر سے اس کے ساتھ زندگی گزارنے کی کیا صورت ہے؟

۴..... اس کے ساتھ اب تک جو میاں بیوی کے تعلقات رکھے اس میں گناہ ہوا یا نہیں؟

۵..... اگر گناہ ہوا ہو تو اس کے کفارہ کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... طلاق ہو گئی (۱)۔

۲..... شبہۃ العقد کی وجہ سے بچہ ثابت النسب ہے۔

۳..... کوئی فضولی اس کا نکاح کر دے اور یہ خاموش رہے، زبان سے قبول نہ کرے، بلکہ فعل سے

اجازت دیدے، مثلاً اس طرح کہ اس کی عدم موجودگی میں فضولی گواہوں کے سامنے اس عورت سے ایجاب وقبول کر لے پھر اس (قسم کھانے والے) سے کہے کہ فلاں عورت کے ساتھ میں نے تمہارا عقد کر دیا ہے اور اتنی رقم مہر معجل مثلاً بیس روپے مقرر کر دیا ہے وہ بیس روپے لاؤ تا کہ تمہاری عورت کو دیدوں وہ خاموشی سے بیس روپے مہر کے اس کو دیدے بس نکاح ہو گیا۔

(۱) ”وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقوله لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق. الخ.“ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق:

۴۲/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایۃ، باب الأیمان فی الطلاق: ۳۸۵/۲، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

۴..... وہ قسم یاد نہ رہنے کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے، لہذا توبہ واستغفار کرے، اللہ پاک معاف کرے: ”ولا فرق فی وجوب الکفارة بین العامد والناسی، والمکره فی الحلف والحنث. اھ.“
ملتقی، ص: ۵۴۹ (۱)۔

”حلف لا یتزوج، فزوجه فضولی، فأجاز بالقول، حنث، وبالفعل لا یحنث، اھ.“
ص: ۵۸۳ (۲)۔

”و یثبت نسب الولد المولود فی النکاح الفاسد. اھ.“ ہندیہ، ص: ۳۴۴ (۳)۔
جب تک طریق مذکور پر بذریعہ فضولی دوبارہ نکاح نہ ہو جائے دونوں الگ الگ رہیں۔ فقط واللہ
سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نانا کو نکاح کا وکیل بنانا

سوال [۵۷۹۲]: مجھ سائلہ کی عمر ۲۳ سال ہے، میری کامل پرورش نانا نے کی ہے، والدہ کا انتقال ہو چکا ہے، میرے والد نے کبھی کوئی ہمدردی مجھ سے نہ کی، اب وہ مجھے بلانا چاہتے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ میری زندگی وہاں پر خوشگوار نہ رہے گی، جو شخص (والد) میری والدہ کو نہ رکھ سکے وہ مجھ سے کیا ہمدردی رکھے گا؟ اب میں سائلہ بالغہ ہوں، کیا میں اپنے نکاح کی وکالت اپنے نانا صاحب کے سپرد کر سکتی ہوں؟ میں مذہباً شافعی مسلک

(۱) (ملتقی الأبحر مع مجمع الأنهر مع سكب الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الأيمان : ۱/ ۵۴۱،
دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الأيمان، مطلب: حلف لا یتزوج فزوجه فضولی، : ۳/ ۸۴۶،
سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الثانی فی تعلیق الطلاق:
۱/ ۴۱۹، رشیدیہ)

(۳) (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحكامه : ۱/ ۳۳۰، رشیدیہ)
”فیثبت نسب ولد معتدة الرجعی ولو بالأشهر لإیاسها، بدائع. و فاسد النکاح فی ذلک
کصحیحہ، قہستانی“، (الدر المختار، فصل فی ثبوت النسب : ۳/ ۵۴۰، سعید)

ہوں، امید ہے کہ جواب سے نوازیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نانا صاحب کو وکیل بنا دیں وہ آپ کا نکاح مناسب جگہ کر دیں گے جس سے آپ کی زندگی خوشگوار گزرے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

لڑکی کا لڑکے کو وکیل نکاح بنانا

سوال [۵۷۹۳]: ہندہ زید کو جو کہ عاقلہ بالغہ ہے، یہ الفاظ کہتی ہے کہ میں مسماۃ فلانی بصر ۱۶/ سال بالغہ تم مسمیٰ فلاں کو اجازت اپنی رضا و خوشی سے دیتی ہوں کہ روبرو گواہاں میرا نکاح اپنے ساتھ کر لو۔ زید نے بعینہ یہی الفاظ کاغذ پر تحریر کئے۔ ہندہ نے جو کہ کتاب ”بہشتی زیور“ وغیرہ کی تعلیم یافتہ ہے، پڑھ کر دستخط کر دیئے اور ایک پرچہ میں زید نے یہ الفاظ تحریر کئے کہ مسماۃ فلانی دختر فلاں سکنہ فلاں کیا تم کو منظور ہے کہ میں مسمیٰ فلاں بن فلاں سکنہ فلاں تیرا نکاح بعوض اتنے روپیہ مہر پر اپنے ساتھ روبرو گواہاں کر لوں تو ہندہ نے یہ الفاظ تحریر کئے:

۷۸۶

”میں دل سے راضی ہوں، فلانی بقلم خود“

اس کے بعد زید نے ہندہ کے والد والدہ و دادا کے نام سے واقف اور ہندہ کے والد کے ملنے والے عاقل بالغ مردوں کے روبرو ہندہ کے زبانی کہے ہوئے الفاظ سنائے اور تحریر میں بھی دکھائے، شاہدوں نے خود پڑھا۔ بعدہ زید نے کہا کہ میں نے تمہارے روبرو فلانی بنت فلاں کا نکاح اپنے ساتھ کیا اور قبول کیا۔ یہ نکاح صحیح

(۱) ”(ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ“۔ (الدر المختار: ۵۸/۳، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(و کذا فی الہدایۃ: ۳۱۴/۲، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء والأکفاء، شرکتہ علمیۃ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۱۹۲/۳، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نکاح شرعاً صحیح ہوگا (۱) بشرطیکہ زید ہندہ کا کفو ہو اور نکاح مہر مثل پر ہوا ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۲/۶۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف سہارنپور، ۱۴/صفر/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/صفر/۶۳ھ۔

توکیل نکاح کے لئے شہادت کا حکم

سوال [۵۷۹۲]: کسی اجتماع میں ایک لڑکی کا ولی آکر مقرر سے کہتا ہے کہ میری لڑکی کا نکاح اس شخص سے اتنے مہر پر کر دیجئے، سینکڑوں ہزاروں کے مجمع میں واعظ صاحب لڑکے سے خطبہ مسنونہ کے بعد کہتے ہیں باواز بلند: فلا نہ بنت فلاں کا نکاح میں نے تم سے پانچ ہزار مہر پر کیا، تم نے اس کو اپنے نکاح میں قبول کیا؟ لڑکا اقرار کرتا ہے کہ میں نے اس کو اپنے نکاح میں قبول کیا۔ ہزاروں کا مجمع اس ایجاب و قبول کو سنتا ہے، کیا اس قدر ایجاب و قبول کافی ہے اور بغیر کراہت کے جائز ہے، یا ناکح کا ولی سے یہ پوچھنا کہ تم نے لڑکی سے اجازت لی کہ نہیں اور اس کی شرعی اجازت کے گواہ کون کون ہیں؟ اور ان گواہوں سے پوچھا جائے کہ کیا تمہارے سامنے لڑکی نے اجازت دی ہے؟ کیا گواہوں کی اس گواہی کے بغیر نکاح نہ ہوگا؟

(۱) ”کما للوکیل الذی وکلته أن یزوجها من نفسه، فإن له ذلک، فیکون أصیلاً من جانب وکیلاً من

آخر“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۹۸/۳، باب الأكفاء، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۲۹۵/۱، الباب السادس فی الوکالة بالنکاح، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲۴۰/۳، فصل: لابن العم أن یزوج بنت عمه، رشیدیہ)

(۲) ”(قوله: فی غیر الکفء): أي فی تزویجها نفسها من غیر الکفء، و کذا له الاعتراض فی تزویجها

نفسها بأقل من مہر مثلها حتی یتم مہر المثل أو یفرق القاضی“۔ (رد المحتار: ۵۶/۳، باب الولی، سعید)

(و کذا فی التاتاریخانیۃ: ۳۱/۳، ومما یتصل بهذا الفصل، مسألة النکاح بغیر ولی، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی المحيط البرہانی: ۱۶۱/۳، الفصل التاسع: فی معرفة الأولیاء، غفاریہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ولی نے لڑکی سے بالغہ ہونے کی حالت میں نکاح کی اجازت لی ہے اور اس نے اجازت دیدی یا سکوت کیا، پھر ولی نے ایجاب وقبول کے لئے اپنی طرف سے مقرر صاحب کو وکیل بنادیا اور وکیل نے ایجاب وقبول کرا دیا جس کے گواہ موجود ہیں تو یہ نکاح درست ہو گیا۔ اگر ولی نے پہلے اجازت نہیں لی اور نکاح کے بعد لڑکی کو خبر کر دی، لڑکی نے اس کو نا منظور نہیں کیا تب بھی نکاح صحیح ہو گیا۔ ولی جب لڑکی سے اجازت لے تو اس کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں، نہ وکیل کے لئے اس کو دریافت کرنا ضروری ہے کہ تم نے کس کے سامنے اجازت لی گواہ لاؤ، کذا فی ردالمحتار:

”أما الشهادة على التوكيل بالنكاح، فليست بشرط لصحته“. شامی: ۲/۲۷۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۷/۱۴۰۶ھ۔



(۱) (ردالمحتار: ۳/۲۱ کتاب النکاح، سعید)

”لا يشترط الإشهاد على التوكيل، الخ“۔ (البحر الرائق: ۳/۱۴۶، کتاب النکاح، رشیدیہ)

”ويصح التوكيل بالعبارة أو الكتابة، ولا يشترط بالاتفاق الإشهاد عند صدور التوكيل، وإن كان يستحسن للوكيل أن يشهد على التوكيل، للاحتياط خوفاً من الإنكار عند النزاع“۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: ۹/۲۷۲، حکم التوكيل بالزواج، رشیدیہ)

باب استیمار المرأة للنکاح

(عورت سے اجازت نکاح طلب کرنے کا بیان)

نکاح کی اجازت لینے کا طریقہ

سوال [۵۷۹۵]: اصولی طریقہ دوہن سے اجازت حاصل کرنے کا کیا ہے؟

۲..... اجنبی گواہوں کا اجازت لینے کے لئے عورتوں کے مجمع میں جانا شرعاً کیسا ہے؟

۳..... یہاں پر تو نکاح سے دو گھنٹہ قبل لڑکی کا ولی یا نامزد کردہ وکیل مع دو گواہوں کے اندر جاتا ہے اور

عورتیں دو گھنٹہ تک پریشان کرتی ہیں، پھر لڑکی سے کہلواتی ہیں کہ ہاں کہہ دو۔ اس رسم کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بالغہ لڑکی کا ولی (باپ) خود لڑکی کو اطلاع کر دے کہ میں فلاں لڑکے سے اتنے مہر کے عوض تیرا نکاح

کرتا ہوں، پھر اتنی دیر ٹھہر جائے کہ اگر لڑکی ہاں نہیں کا کوئی جواب دینا چاہے تو دے سکے، اس پر اصرار نہ کرے

کہ جواب دے بلکہ خاموشی بھی کافی ہے، پھر مجمع میں چاہے خود اس کی طرف سے ایجاب و قبول کر لے یا قاضی یا

نکاح خواں کو وکیل بنادے اور وہ ایجاب و قبول کرے، شرعاً تو اتنا کر لینا کافی ہے (۱) اور جو طریقہ رائج ہے وہ

(۱) ”و ینعقد بإیجاب من أحدهما و قبول من الآخر کزوجت نفسی أو بنتی أو مؤکلتی منک“۔

(الدر المختار)۔ ”(قولہ: کزوجت نفسی) أشار إلى عدم الفرق بین أن یکون الموجب أصیلاً أو ولیاً أو

وکیلاً“۔ (رد المحتار: ۹/۳، کتاب النکاح، سعید)

”ثم النکاح کما ینعقد بهذه الألفاظ بطریق الإصالة ینعقد بها بطریق النیابة بالوكالة والرسالة؛

لأن تصرف الوکیل کتصرف المؤکل“۔ (بدائع الصنائع، فصل فی رکن النکاح: ۳۲۲/۳، دار الکتب

العلمیة بیروت)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب النکاح: ۵/۲، ۶، دار المعرفۃ بیروت)

کچھ رسم کی پابندی ہے، کچھ قانونی رعایت ہے۔ اجنبی گواہوں کا جا کر اجازت لینا شرم و غیرت کے خلاف ہے، اس کو نیز دیگر خرافات کو حسن تدبیر سے روکنا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۳/۸۷ھ۔

بالغہ سے نکاح کی اجازت لینے کا طریقہ

سوال [۵۷۹۶]: کیا لڑکی سے اختیار نفس لینے کا ضروریات نکاح سے ہے؟ اگر یہ اختیار نہ لیا جائے تو نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ یہاں پر یہ رواج ہے کہ نکاح کے وقت شاہدین اور وکیل تین مرتبہ لڑکے لڑکی کے پاس آتے جاتے ہیں، اور تعداد مہر میں کمی کراتے ہیں، تیسری مرتبہ میں خواہ کتنا ہی مہر ہو، اور لڑکے کی حیثیت اس قابل ہو یا نہ ہو، مہر مقرر کر کے نکاح ہو جاتا ہے، اختیار نفس نہیں لیا جاتا۔ ایک تعلیم یافتہ صاحب کے گھر میں نکاح میں شریک تھا لڑکی بالغ تھی، وکیل شاہدین نے جا کر لڑکی سے دریافت کیا: فلاں لڑکے سے تمہارا نکاح کر رہے ہیں، تم اپنا مہر بتلاؤ، اس کی ماں نے مہر بتلایا۔

شاہدین نے لڑکے سے مرضی طلب کی، اس نے انکار کر دیا۔ دوسری مرتبہ گئے، مہر میں نصف کمی ہو گئی، جب لڑکے سے دریافت کیا گیا تو اس نے رضا مندی ظاہر کر دی، حالانکہ وہ تعداد رقم بھی اس کی طاقت سے باہر تھی، پس نکاح پڑھایا دیا گیا۔ قاضی نے لڑکے سے نکاح قبول کر کے خطبہ پڑھ دیا، لڑکی سے ایجاب نہیں کرا گیا تھا، نہ اختیار نفس ہی لیا گیا تھا۔ کیا یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

(۱) ”﴿وجادلہم بالتی ہی أحسن﴾: أى من احتاج منهم إلى مناظرة وجدال، فلیکن بالوجه الحسن

برفق ولین وحسن خطات“۔ (تفسیر ابن کثیر سورة النحل: ۲/۷۸۱، مکتبہ دار الفیحاء ودارالسلام)

”﴿وجادلہم بالتی ہی أحسن﴾ بالطريقة التي هي أحسن طرق المناظرة والمجادلة من الرفق

واللين واختيار الوجه الأيسر..... ومنهم عوام أصحاب نفوس كدرة ضعيفة الاستعداد شديدة

الألف بالمحسوسات قوية التعلق بالرسوم والعادات قاصرة عن درجة البرهان، لكن لا عناد عندهم،

وهؤلاء يدعون بالموعظة الحسنة بالمعنى المتقدم، الخ“۔ (روح المعاني، سورة النحل: ۱۴/۲۵۴،

دار إحياء التراث العربی بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکی اگر بالغہ ہو اور اس کا ولی اس سے کہے کہ میں تمہارا نکاح فلاں لڑکے سے اتنے مہر پر کرتا ہوں، تم کو منظور ہے؟ اس کے جواب میں لڑکی اگر کہہ دے کہ منظور ہے، یا صرف ہاں کر دے، یا خاموش رہے تو اتنا ہی کافی ہے، یہی اختیار نفس بھی ہے، نہ وکیل کی ضرورت نہ گواہوں کی (۱)، پھر گواہوں کے سامنے ولی خود یا اس کی اجازت سے قاضی لڑکے سے کہے کہ میں نے فلاں کی فلاں لڑکی کا نکاح تم سے اتنے مہر پر کیا، تم نے اس کو قبول کیا ہے تو وہ جواب میں کہہ دے کہ میں نے قبول کیا، تو یہ نکاح منعقد صحیح ہو جائے گا (۲)۔

اگر ولی خود لڑکی سے اجازت طلب نہ کرے بلکہ کسی کو اپنی طرف سے اس کے پاس اجازت لینے کے لئے بھیج دے اور وہ جا کر اس طرح لڑکی سے کہے کہ تمہارے والد نے مجھے بھیجا ہے، وہ تمہارا نکاح فلاں لڑکے سے اتنے مہر پر کرنا چاہتے ہیں، اس لئے میں تمہارے پاس ان کی طرف سے اجازت لینے کے لئے آیا ہوں، تم کو یہ نکاح منظور ہے؟ اس پر لڑکی منظوری کی اجازت دیدے یا خاموش رہے تب بھی گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کر دینے سے نکاح منعقد ہو جائے گا (۳)۔

(۱) ”(فإن استأذنها هو): أي الولی - وهو السنة - (أو وکیلہ فسکت أو ضحکت غیر مستهزئة أو تبسمت أو بکت بلا صوت، فهو إذن إن علمت بالزوج، لا العلم بالمهر)، وقیل: یشرط، وهو قول المتأخرین“۔ (الدر المختار: ۵۸/۳ - ۶۱، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

”وإذا قال لها الولی: أريد أن أزوجه من فلان بآلف، فسکت فالسکوت منها رضا“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۸۷/۱، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

(۲) ”(وینعقد) متلبساً (بایجاب) من أحدهما (وقبول من الآخر)“۔ (الدر المختار: ۹/۳، کتاب النکاح، مطلب: كثيراً ما يتساهل فی إطلاق المستحب علی السنة، سعید)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب النکاح: ۵/۲، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۱۴۴/۳، کتاب النکاح، رشیدیہ)

(۳) ”الأول أن یقول: وکلک تستأذن لی فلانة فی کذا، والثانی أن یقول: اذهب إلی فلانة وقل لها: إن أحاک فلانا یستأذنک فی کذا لکن رسول الولی قائم مقامه، فیکون سکوتها رضا عند استئذانه، کما فی الفتح، والوکیل کذلک“۔ (رد المحتار، ۵۹/۳، ۶۲، کتاب النکاح، باب الولی، سعید) =

جو صورت آپ نے لکھی ہے اس صورت سے بھی نکاح درست ہو گیا، کوئی فکر اور شبہ نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

بالغہ کا نکاح اس کی اجازت سے کیا جائے

سوال [۵۷۹۷]: محترم جناب شیخ الحدیث صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ایک عورت مسماۃ نور بیگم کا نکاح مسمیٰ نورو کے ساتھ نور بیگم کے والدین کر دیتے ہیں، لیکن کچھ عرصہ کے بعد نورو اپنی زوجہ نور بیگم کو طلاق دے کر علیحدہ کر دیتا ہے، نور بیگم اپنے والد نھو کے یہاں آ جاتی ہے۔ عدت گزارنے کے بعد نور بیگم کا والد نھو نور بیگم کا نکاح دوسری جگہ مسمیٰ عبدل کے ساتھ کر دیتا ہے، عبدل کے ساتھ حمل قرار پاتا ہے لیکن جب کہ حمل چار ماہ کا ہو چکتا ہے تو عبدل اور نور بیگم (میاں بیوی) میں سخت تنازع ہوتا ہے اور نور بیگم اپنے والد نھو کے گھر آ جاتی ہے اور نھو کے یہاں ہی نور بیگم کے لڑکی پیدا ہو جاتی ہے، جب لڑکی ڈھائی سال کی ہو چکی ہے تو نھو اپنی لڑکی نور بیگم کو اس کے پہلے خاوند نورو کے یہاں بلا نکاح بٹھا دیتا ہے۔ چونکہ نور بیگم کے دوسرے خاوند عبدل نے طلاق نہیں دی تھی، اسی طرح اسے بلا نکاح مسماۃ نور بیگم نورو کے یہاں پندرہ سولہ سال رہتی ہے اور نہ ہی نور بیگم کے دوسرے خاوند عبدل نے اب تک طلاق دی ہے۔

عرصہ پندرہ سال میں نورو سے چار بچے ہو چکے ہیں جو کہ شرعی احکام کے مطابق حرام کے ہیں اور برادری ہماری ان سے سخت خلاف ہے، لیکن اب وہ لڑکی جو کہ عبدل سے ہے سولہ سال کی ہے، نیز بالغہ ہے۔ لڑکی کا نانا نھو اب لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہے، لیکن لڑکی کا والد عبدل جھگڑا ڈالتا ہے کہ میری لڑکی مجھے دیدی جاوے، میں نکاح کی اجازت نہیں دیتا، لڑکی بالغ ہے، کیا لڑکی کے نکاح میں جب کہ وہ بالغ ہے اس کے والد عبدل کی اجازت واجب ہے یا نہیں؟ (لڑکی کا نانا عبدل کو لڑکی اس وجہ سے نہیں دیتا کہ کہیں وہ اس کو ویسے ہی فروخت نہ کر دے)۔ دوسری بات اشد ضروری ہے کہ چوں کہ مسماۃ نور بیگم نورو کے یہاں بلا نکاح رہ رہی ہے اور نور بیگم اپنی والدہ کے مرجانے کی وجہ سے اپنے والد نھو کی روٹی پکا کر دیتی ہے، اب نھو اپنی دھیوتی کی شادی بجائے مسماۃ

نور بیگم کے یہاں ہونے کے اپنے مکان پر اپنی کمائی سے کرنا چاہتا ہے۔ چوں کہ برادری سخت خلاف ہے اس لئے شادی میں شریک ہونا نہیں چاہتی کہ یہ اپنی لڑکی جو حرام کار ہے، اس کی پکائی ہوئی روٹی کھاتا ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے، اس کے یہاں کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

راقم: محمد صدیق، شہر انبالہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بالغہ لڑکی اگر اپنی برادری میں اپنا نکاح مہر مثل پر خود کرے تو وہ صحیح اور نافذ ہو جاتا ہے، اجازت والد پر موقوف نہیں رہتا (۱) اور والد کو شرعاً اجازت نہیں کہ بالغ لڑکی کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کسی جگہ کر دے، لڑکی بالغہ کی رضا مندی ہر حالت میں ضروری ہے (۲)۔

بغیر نکاح عورت کو اپنے گھر رکھنا اور عورت کو رہنا حرام ہے (۳)، تنہو کے ذمہ واجب ہے کہ اپنی لڑکی کو

(۱) ”نفذ نکاح حرة مكلفة بلا ولي“۔ ”(قوله: نفذ نکاح حرة مكلفة بلا ولي)؛ لأنها تصرفت في خالص حقها، وهي من أهلها، لكونها عاقلة بالغة..... و روى الحسن أنه إن كان الزوج كفئاً، نفذ نكاحها، وإلا فلم ينعقد أصلاً..... والمختار للفتوى في زماننا رواية الحسن“۔ (البحر الرائق: ۱۹۲/۳، ۱۹۴، كتاب النکاح، باب الأولياء والأکفاء، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایۃ: ۳۱۳/۲، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء والأکفاء، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

(و کذا فی الدر المختار: ۵۵/۳، ۵۶، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(۲) ”ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح“ لانقطاع الولاية بالبلوغ“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۵۸/۳، سعید)

(و کذا فی الہدایۃ: ۳۱۴/۲، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء والأکفاء، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

(و کذا فی البحر الرائق: ۱۹۲/۳، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(۳) قال الله تعالى: ﴿و لا تقربوا الزنى، إنه كان فاحشة وساء سبيلاً﴾ (بنی اسرائیل: ۳۲)

اگر نور بیگم سے نکاح کرے تب بھی جائز نہیں جب تک عبدل اسے طلاق نہ دے، اس لئے کہ منکوحۃ الغیر سے نکاح

جائز نہیں ہے: ”ولا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۸۰/۱، کتاب

النکاح، الباب السادس، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشیدیہ)

اس حرام کاری سے روکے (۱)، اگر وہ باوجود قدرت کے نہیں روکتا، یا اس کے اس فعل سے خوش ہے تو نھو سے بھی ترک تعلق کرنا چاہئے (۲) اور جہاں تک ہو سکے نھو اور اس کی لڑکی پر اور اس شخص پر جس کے گھر میں بغیر نکاح رہتی ہے، روک دیا جائے تاکہ حرام کاری بند ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۱۰/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۵/شوال/۵۷ھ۔

بالغہ کا نکاح بغیر اسکی اجازت کے

سوال [۵۷۹۸]: بخدمت جناب مولانا مولوی شمس العلماء صاحب سہارنپور!

السلام علیکم ورحمة اللہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بابت مندرجہ ذیل مسائل بموجب فرمان الہی وارشادات حدیث نبوی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: کسی بالغہ لڑکی کی شادی بلا رضا مندی اس کے اور اس کی والدہ کے، کی جائے یعنی صرف والدہ اپنے بیٹے کی خاطر اس مذکورہ بالا لڑکی کا بٹہ دے کر اپنے لڑکے کی شادی یعنی نکاح کرے اور وہ مذکور لڑکا

= (و کذا فی بدائع الصنائع : ۳ / ۴۵۱، کتاب النکاح، فصل فی شرط أن لا تكون منكوحه الغير، دار الكتب العلمیة بیروت)

(و کذا فی الفقہ الاسلامی وأدلته : ۹ / ۶۶۳، کتاب النکاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء باب المرأة المتزوجة، رشیدیہ)

(۱) ”عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ، فإن لم یستطع فبلسانہ، فإن لم یستطع فبقلبہ، و ذلك أضعف الإیمان.“ رواہ مسلم۔ (مشکوۃ المصابیح، باب الأمر بالمعروف، ص: ۴۳۶، قدیمی)

(۲) ”قال الخطابی: رخص للمسلم أن یغضب علی أخیه ثلاث لیل لقلته، ولا یجوز فوقها، إلا إذا کان الهجران فی حق من حقوق اللہ تعالیٰ، فیجوز فوق ذلك..... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة علی مر الأوقات ما لم یظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق الخ.“ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب ما ینهی عنہ من التهاجر والتقاطع الخ، الفصل الأول: ۸ / ۷۵۸، رشیدیہ)

(و کذا فی عمدة القاری : ۲۲ / ۱۳۷، کتاب الأدب، باب ما ینهی عن التحاسد، مطبعہ خیریہ بیروت)

مذکورہ والدہ کے دولڑکوں کا سوتیلا بھائی بیٹا ہوا اور نکاح کے صرف والد ہی ذمہ دار ہوں اور لڑکی اور والدہ لڑکی کو نکاح ہونے کے وقت بالکل پوچھا نہ گیا ہو، یہاں تک کہ لڑکی اور والدہ لڑکی کو مطلق علم نہ ہو کہ نکاح کس وقت بلکہ کب ہوا اور مہر کیا مقرر ہوا ہے؟ لڑکی کو پس گھنٹہ بعد معلوم ہوا کہ میرا نکاح کر دیا گیا ہے اور دو روز کے بعد یہ معلوم ہوا کہ میرا مہر اتنا مقرر ہوا ہے۔ اب چھ ماہ کے بعد لڑکی سسرال کو بھیجی گئی، وہاں لڑکی نے بائیس روز گزارے جس میں سوائے لڑائی و نا اتفاقی کے ہر دو فریقین اپنی زوجہ، خاوند میں اور کچھ نہ ہوا اور خاوند کی بیوی سے زبردستی ایک دفعہ صحبت ہوئی ہے۔

سو مہربانی کر کے بموجب شرع اصول حقانی اس مسئلہ کا حل تحریر فرما کر مشکور فرمائیں کہ آیا یہ نکاح ہوا ہے یا نہیں؟ کیونکہ اب لڑکی ایک سال سے اپنے والدین کے گھر مقیم ہے، سسرال جانے سے قطعی انکار کرتی ہے، بلکہ یہ کہتی ہے کہ اگر زبردستی بھیجا گیا تو میں خودکشی کر لوں گی۔ فقط والسلام۔ مہربانی فرما کر اس کاغذ کی پشت پر جواب ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

محمد شفیع۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکی نے والد کے کئے ہوئے نکاح کو اطلاع پانے پر رد نہیں کیا، بلکہ قبول کر لیا یا خاموش ہو گئی، مہر کی خبر پانے پر بھی رد نہیں کیا، بلکہ چپ ہو گئی اور سسرال جاتے وقت بھی نکاح سے ناراضی ظاہر نہیں کی تو شرعاً وہ نکاح لازم اور نافذ ہو گیا، اب لڑکی اس کو فسخ نہیں کر سکتی (۱)۔ اگر شوہر سے نباہ دشوار ہے، طبیعتوں میں اختلاف

(۱) ”(أو زوجها) وليها وأخبرها رسولهُ أو فضولي عدل (فسكتت) عن رده مختارة (أو ضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أو بكت بلا صوت فهو إذن)“۔ (وبطل خيار البكر بالسكوت) لو مختارة (عالمه) أصل (النكاح)“۔ (الدر المختار)۔

”(قوله: عن رده) قيد به إذ ليس المراد مطلق السكوت؛ لأنها لو بلغها الخبر فتكلمت بأجنبي، فهو سكوت هنا، فيكون إجازة“۔ (رد المحتار: ۵۹/۳، ۷۳، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد) ”وإن زوجها الولي بغير استیمار، ثم أخبرها بعد النكاح فسكتت، إن أخبرها بالنكاح..... وإن ذكر الزوج والمهر فسكتت، كان رضا“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۸۸/۱، كتاب النكاح، باب

الأولياء، رشیدیہ)

ہے، یا شوہر پریشان کرتا ہے، حقوق ادا نہیں کرتا تو چاہئے کہ کسی طرح سے شوہر سے طلاق حاصل کر لی جاوے یا خلع کر لیا جاوے (۱)، اس کے بعد عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح درست ہوگا (۲)۔ یا حقوق ادا نہ کرنے کی صورت میں حاکم مسلم باختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا جائے اور وہ شوہر سے کہے کہ تم اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو یا طلاق دے دو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے، اگر وہ کسی بات کو اختیار کر لے تو بہتر ہے ورنہ حاکم مسلم تفریق

= ”وأما في حق البكر، فيبطل بمجرد السكوت“. (البحر الرائق: ۲۱۵/۳، کتاب النکاح، باب الأولياء والأكفاء، رشیدیہ)

(۱) قال الله تعالى: ﴿فإن خفتن ألا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (البقرة: ۲۳)
 ”وإذا تشاق الزوجان و خافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدي منه بمال يخلعها به“.
 ”(قوله: إذا تشاق الزوجان): أي تخصما (و خافا): أي علما“. (فتح القدير: ۲۱۱/۴، کتاب الطلاق
 باب الخلع، مصطفى البابي الحلبي مصر)

”(ولا بأس به عند الحاجة) للشقاق بعدم الوفاق“. (الدر المختار). ”(قوله: للشقاق): أي لوجود الشقاق وهو الاختلاف والتخاصم السنة إذا وقع بين الزوجين اختلاف أن يجتمع أهلهما ليصلحوا بينهما، فإن لم يصطلحا، جاز الطلاق والخلع، اهـ“. (رد المحتار: ۴۴۱/۳، کتاب الطلاق، باب الخلع، سعيد)

(كذا في الفتاوى العالمية: ۴۸۸/۱، کتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع، رشیدیہ)
 (۲) قال الله تعالى: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (سورة البقرة: ۲۳۵)
 ”أي غير الزوج في العدة لاشتباه النسب بالعلوق، فإنه لا يوقف على حقيقته أنه من الأول أو الثاني ولا يجوز الزوج في العدة لعله أخرى هي إظهار خطر المحل أو هو حكم تعبدی“.
 (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب في العقد على المبانة: ۴۰۹/۳، سعيد)

”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذا المعتدة سواء كانت العدة عن طلاق أو وفاة أو دخول في نكاح فاسد، الخ“. (الفتاوى العالمية: ۲۸۰/۱، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشیدیہ)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴۵۱/۳، کتاب النکاح، دار الكتب العلمية بيروت)

کردے (۱)۔ اس کے بعد عدت طلاق تین حیض گزار کر دوسری جگہ نکاح جائز ہوگا (۲)۔

لیکن اگر وہ پریشان نہیں کرتا اور حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا تو پھر ایسی کاروائی کرنا ناجائز ہے (۳)۔ عورت کے ذمہ واجب ہے کہ شوہر کی اطاعت کرے (۴)۔ اگر نکاح سے ناراضی تھی تو خبر پانے پر

(۱) قال الله تعالى: ﴿فإمساك بالمعروف أو تسريح بإحسان﴾ أمر عز وجل بالإمساك بالمعروف، و قد عجز عن الإمساك بالمعروف؛ لأن ذلك بإيفاء حقها في الوطاء والنفقة، فتعين عليه التسريح، فإن فعل، وإلا نأب القاضى منابه في التسريح وهو التفريق“۔ (بدائع الصنائع : ۳/۲۰۳، کتاب النکاح، فصل فيما يبطل به الخيار، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿و لا تعزما عقدة النکاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (سورة البقرة: ۲۳۵)
 ”أى غير الزوج فى العدة لاشتباه النسب بالعلوق، فإنه لا يوقف على حقيقته أنه من الأول أو الثانى ولا يجوز التزوج فى المدة لعللة أخرى هى إظهار خطر المحل أو هو حكم تعبدى“۔
 (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب فى العقد على المبانة : ۳/۴۰۹، سعيد)

”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذا المعتدة سواء كانت العدة عن طلاق أو وفاة أو دخول فى نكاح فاسد، الخ“۔ (الفتاوى العالمکیرية : ۱/۲۸۰، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التى يتعلق بها حق الغير، رشیدیہ)

(و كذا فى بدائع الصنائع : ۳/۴۵۱، کتاب النکاح، دار الكتب العلمية بيروت)
 (۳) ”عن معاذ بن جبل رضى الله تعالى عنه عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”لا تؤذى امرأة زوجها فى الدنيا، إلا قالت زوجته من الحور العين: لا تؤذيه قاتلك الله، فإنما هو عندك دخیل یوشک أن يفارقك إلینا“۔ (جامع الترمذی: ۱/۲۲۲، أبواب الرضاع والطلاق، باب إیذاء المرأة زوجها، سعيد)

”عن عبد الله بن عباس رضى الله تعالى عنهما أنه قال: خسفت الشمس على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال ”رأيت النار فلم أر كاليوم منظرًا قط، ورأيت أكثر أهلها النساء“، قالوا: لم يا رسول الله؟ قال: ”بكفرن هن“۔ قيل: يكفرن بالله؟ قال: ”يكفرن العشير“۔ (الزوج)“۔
 (صحيح البخارى : ۲/۷۸۳، کتاب النکاح، باب كفران العشير، قديمی)

(۴) ”عن أبی هريرة عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”إذا دعا الرجل امرأته إلى فراشه فأبت أن =

کیوں انکار نہیں کر دیا تھا (۱)، گو باپ کو چاہئے تھا کہ نکاح سے پہلے لڑکی کو اطلاع کر دیتا (۲)، لیکن اس صورت میں بھی نکاح لازم ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۷/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/رجب/۵۷ھ۔

= تجیء، لَعْنَتُهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تَصْبَحَ.

”وعنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها، لعنتها الملائكة حتى ترجع.“ (جامع الترمذی: ۷۸۲/۲، باب: إذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها، سعید) ”لما كانت المصلحة المرعية في النكاح تحصين فرجه، وجب أن تحقق تلك المصلحة..... و ذلك أن تؤمر المرأة بمطاوعته إذا أراد منها ذلك، ولو لا هذا لم يتحقق تحصين فرجه. فإن أبت فقد سعت في رد المصلحة. اه.“ (حجة الله البالغة: ۳۶۱/۲، حقوق الزوج، قدیمی)

”و حقه عليها أن تطيعها في كل مباح يأمرها به.“ (الدر المختار). ”ظاهره أنه عند الأمر به منه، يكون واجباً عليها كأمر السلطان الرعية به.“ (رد المحتار: ۲۰۸/۳، كتاب النكاح، باب القسم، سعید) (و كذا في بدائع الصنائع: ۶۱۳/۳، كتاب النكاح، فصل في طاعة الزوج، دار الكتب العلمية بيروت) (۱) ”بالغة زوجها أبوها فبلغها الخبر، فقالت: لا أريد، أو قالت: لا أريد فلاناً، فالمختار أنه يكون رداً في الوجهين.“ (الفتاوى العالمكيرية: ۲۸۸/۱، كتاب النكاح، باب في الأولياء، رشيدیه)

(و كذا في بدائع الصنائع: ۵۹۲/۳، فصل في الخيار بين الزوجين، دار الكتب العلمية بيروت) (۲) ”(قوله: هو السنة) بأن يقول لها قبل النكاح: فلان يخطبك أو يذكر ك فسكت، الخ.“ (رد المحتار: ۵۸/۳، كتاب النكاح، باب الولی، سعید)

(و كذا في البحر الرائق: ۱۹۹/۳، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيدیه)

(و كذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار: ۲۸/۲، كتاب النكاح، باب الولی، دار المعرفة بيروت) (۳) ”(أو زوجها) وليها وأخبرها رسوله أو فضولى عدل (فسكت) عن رده مختارة (أو ضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أو بكت بلا صوت، فهو إذن)..... (وبطل خيار البكر بالسكوت) لو مختارة (عالمية) أصل (النكاح).“ (الدر المختار).

”(قوله: عن رده) قيد به إذ ليس المراد مطلق السكوت؛ لأنها لو بلغها الخبر فتكلمت =

لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح

سوال [۵۷۹۹]: زید نے اپنی بالغ لڑکی کا نکاح لڑکی کی عدم موجودگی میں جب کہ وہ گاؤں سے سو میل دور تھی بکر سے کر دیا، لڑکی کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے برجستہ کہا کہ ”میں تو یہاں“ ا، میرا نکاح وہاں کیسے ہو گیا ہے۔ تو نکاح ہو گیا یا نہیں؟ اگر لڑکی کے گھر پہنچنے پر اس کے والد اس سے رضامندی کی اجازت لے لیں تو نکاح درست ہو گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نکاح کی خبر سن کر برجستہ بطور فرط مسرت یہ کہا کہ میں تو یہاں ہوں میرا نکاح وہاں کیسے ہو گیا، یعنی اس پر خوشی کا اظہار کیا تو وہ نکاح لازم ہو گیا (۱)، اب نہ تجدید نکاح کی ضرورت ہے، نہ دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت ہے (۲)، بس پہلا نکاح کافی اور صحیح ہے۔ اگر بطور ناراضی و غصہ کے فقرہ مذکور کہا ہے اور اس نکاح

= بأجنبي، فهو سكوت هنا، فيكون إجازة“۔ (ردالمحتار: ۵۹/۳، ۷۳، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)
 ”وإن زوجها الولی بغیر استیمار، ثم أخبرها بعد النکاح فسکت، إن أخبرها بالنکاح وإن ذکر الزوج والمهر فسکت، كان رضا“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۸۸/۱، کتاب النکاح، باب الأولیاء، رشیدیہ)

”وأما فی حق البکر، فیبطل بمجرد السکوت“۔ (البحر الرائق: ۲۱۵/۳، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(۱) ”(أو زوجها) ولیها وأخبرها رسولہ أو فضولی عدل (فسکت) (أو ضحکت غیر مستهزئة..... اهـ)“۔ (الدر المختار)۔ ”لأن الضحک إنما جعل إذناً بدلالة علی الرضا“۔ (ردالمحتار: ۵۹/۳، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۸۷/۱، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۱۹۶/۳، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(۲) ”ولا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غیره“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۸۰/۱، کتاب النکاح، القسم

السادس: المحرمات التي تتعلق بها حق الغير، رشیدیہ) =

کو نا منظور کر دیا ہے تو وہ نکاح بیکار اور کالعدم ہو گیا (۱)۔ اب اگر اس لڑکے سے عقد منظور ہے تو بھی لڑکی کی اجازت سے دوبارہ نکاح کیا جائے (۲)، دوسری جگہ منظور ہے تب بھی اجازت سے کیا جائے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (و کذا فی بدائع الصنائع : ۳/۴۵۱، کتاب النکاح، فصل فی شرط أن لا تكون منكوحه الغير، دار الكتب العلمية بیروت)

(و کذا فی الفقہ الإسلامی وأدلته : ۹/۶۶۳ کتاب النکاح، باب المرأة المتزوجة، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، رشیدیہ)

(۱) "لأن الضحك إذا لم يدل على الرضا، لم يكن إذناً". (ردالمحتار : ۳/۵۹، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق : ۳/۱۹۸، کتاب النکاح، باب الأولياء والأقفاء، رشیدیہ)

"(و کذا لو قالت: لا أرضی، أو لا أصبر، أو أنا كارهة، عن أبي يوسف : أنه ردّ". (الفتاویٰ

العالمکیریة : ۱/۲۸۹، کتاب النکاح، باب فی الأولياء، رشیدیہ)

(۲) "و لو زوجها، ولیها فقالت: لا أرضی، ثم رضیت فی المجلس، لم یجز". (الفتاویٰ العالمکیریة :

۱/۲۸۸، کتاب النکاح، باب فی الأولياء، رشیدیہ)

"بخلاف مالمو بلغها العقد، فردت، ثم قالت: رضیت، حیث لا یجوز؛ لأن العقد بطل بالرد.

ولذا استحسنوا التجديد عند الزفاف فيما إذا زوج قبل الاستيذان إذ غالب حالهن إظهار النفرة عند

فجاءة السماع". (البحر الرائق : ۳/۲۰۰، کتاب النکاح، باب الأولياء والأقفاء، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار مع ردالمحتار : ۳/۶۰، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(۳) "(ولا تجبر البالغة البكر على النکاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ". (الدر المختار : ۳/۵۸، کتاب

النکاح، باب الولی، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة : ۱/۲۸۷، کتاب النکاح، باب فی الأولياء، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق : ۳/۱۹۲، کتاب النکاح، باب الأولياء والأقفاء، رشیدیہ)

(و کذا فی الهدایة : ۲/۳۱۴، کتاب النکاح، باب فی الأولياء والأقفاء، شركة علمیه ملتان)

بیوہ کا نکاح بلا اذن صریح

سوال [۵۸۰۰]: عام طور پر بیوہ بالغہ سے نکاح کی اجازت باللسان لینے کا دستور نہیں ہے، اکثر بیوہ کی سسرال والے یعنی جیٹھ سسر وغیرہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا حق ہے، چاہے جہاں اس کا نکاح کریں یا بیٹھا رہنے دیں، چنانچہ زبانی پوچھنا تو کیا اس سے ذکر تک نہیں کیا جاتا۔ دیور، جیٹھ وغیرہ اپنی اجازت سے نکاح پڑھا دیتے ہیں، اکثر بیوہ کا دل اس جگہ نہیں چاہتا مگر انکار کی صراحت نہ ہونے کے باعث دل کی ناراضگی کے ساتھ شوہر کے یہاں رخصت کر دینے پر چلی جاتی ہے۔

ایک واقعہ ایسا ہی ہوا، بالغہ بیوہ کا نکاح بغیر اجازت لسانی اور رضامندی کے جیٹھ نے اپنے اجازت سے نکاح پڑھوا دیا، بیوہ کو جدید شوہر کے یہاں جانا پڑا، مگر عرف کے سبب وہ بیوہ اس کو نکاح سمجھتی رہی اور وہاں سے علیحدہ ہونے اور نکل بھاگنے کا موقع دیکھتی رہی۔ اب کسی بہانہ سے وہ اپنے بھائی کے یہاں چلی آئی ہے اور اپنی مرضی کے مطابق اپنے ہم کفو میں اپنی اجازت سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ اور قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بغیر اجازت والے جیٹھ کے کئے ہوئے نکاح سے ناراض تھی، اور اس نکاح کے گواہ بھی یہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے بیوہ سے نہیں پوچھا گیا، بلکہ صرف بیوہ کے جیٹھ نے یہ کہہ دیا کہ میں نے اس سے اجازت لے لی ہے، تم نکاح پڑھاؤ۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ رواج کی وجہ سے خود بیوہ کو بھی یہ نہیں معلوم کہ بغیر میری اجازت لسانی کے نکاح نہیں ہوتا، اور نکاح کا ذکر سن کر انکار لسانی بھی ممکن نہیں، البتہ ناراضگی اور بیزاری اس نکاح سے اب تک ہے۔ اگر شرعاً اس بیوہ کو اپنی مرضی کے موافق نکاح کرنے کی اجازت ہو تو جیٹھ کے کئے ہوئے نکاح پر کوئی فتنہ بھی نہیں ہے، نہ وہ درج رجسٹر ہے کہ عدالتی کاروائی کا خطرہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بالغہ عورت پر کسی کو ولایت اجبار حاصل نہیں تھی یعنی کوئی شرعی ولی باپ بھائی وغیرہ جبراً بغیر اس کی مرضی کے نکاح نہیں کر سکتا، چہ جائے کہ جیٹھ۔ اگر کر دے تو اس کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ بیوہ کے نکاح کے لئے بھی اس کی رضامندی ضروری ہے، خواہ زبان سے رضامندی کا اظہار کرے خواہ کوئی اور فعل ایسا کرے جس سے اس کی رضامندی ظاہر ہو جائے مثلاً مہر کا مطالبہ کرے، یا قبضہ کرے، یا نفقہ کا مطالبہ کرے، یا قبول کرے، یا

مبارکباد کو قبول کرے اور فقہاء نے جماع پر قدرت دینے کو بھی علامتِ رضا لکھا ہے۔ پس اگر صورتِ مسئلہ میں بیوہ مذکورہ نے اس شوہر کو جس کے ساتھ جیٹھ نے نکاح کیا تھا اپنے اوپر جماع کی قدرت دیدی اور صحبت سے منع نہیں کیا، یا اور کوئی چیز علامتِ رضا مندی کی پائی گئی تو شرعاً یہ نکاح نافذ ہو گیا، اب دوسری جگہ اس کو نکاح کرنا جائز نہیں (۱)۔ اور اگر کوئی علامتِ رضا مندی نہیں پائی گئی اور شوہر کو اپنے اوپر قابو نہیں دیا یعنی شوہر نے صحبت نہیں کی، یا جبراً اور زبردستی صحبت کی اور شوہر کے گھر جانے سے انکار کرتی تھی لیکن زبردستی اس کو بھیجا گیا تو شرعاً یہ نکاح لازم نہیں ہوا، اب دوسری جگہ نکاح درست ہے:

”و لا تجبر البالغة البکر علی النکاح، فإن استأذنها غیر الأقرب فلا عبرة لسکوتها، بل لا بد من القول کالثیب البالغة لا فرق بینهما إلا فی السکوت؛ لأن رضاهما یکون بالدلالة کما ذکره بقولہ: أو ما هو فی معناه من فعل یدل علی الرضا کطلب مهرها و نفقتها و تمکینھا من الوطی، و دخوله بها برضاھا و قبول التهنئة والضحک سروراً، و نحو ذلك کقبول المهر، والظاهر أنه مثله قبول النفقة، اه“۔ در مختار و شامی مختصراً: ۲/۲۶۹ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۵/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/جمادی الاولیٰ/۵۷ھ۔

(۱) ”لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وكذلك المعتدة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۲۸۰، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي یتعلق بها حق الغیر، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۳/۴۵۱، کتاب النکاح، فصل فی شرط أن لا تكون منکوحة الغیر، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الفقہ الإسلامی وأدلته: ۹/۶۶۳ کتاب النکاح، باب المرأة المتزوجة، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، رشیدیہ)

(و کذا فی التفسیر المظهری: ۲/۶۳، حافظ کتب خانہ)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۶۲، ۶۳، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

”لا یجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب و سلطان بغیر إذنها بکراً كانت أو ثیباً، فإن فعل ذلك، فالنکاح موقوف علی إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل..... وکان تمکینھا =

عورت اجازت نکاح کی منکر، مرد مدعی کس کے گواہ معتبر ہیں؟

سوال [۵۸۰۱]: مسماة حلیمہ جو کہ اس وقت بالغہ ہے اس کے چچا نے بسبب ولایت بحالت صغر اس کی نسبت مسمیٰ زید سے کی، مگر بعدہ زید کو دینے سے انکاری ہوا، زید نے اس لڑکی کے چچا پر دعویٰ نکاح کر دیا اور دو شاہد پیش کر دیئے، چچا شور مچاتا ہوا پھر ا کہ یہ نسبت تھی نکاح نہ تھا، کسی نے نہ سنی، قاضی نے مسمیٰ زید کے نکاح کا حکم کر دیا اور یہی کہا کہ چونکہ لڑکی نابالغہ ہے اور ولی اس کا چچا وغیرہ کو طلب کر کے بیاہ دینے کو کہا گیا، چچا وغیرہ نے شور مچایا کہ لڑکی اب تک نابالغہ ہے، ہرگز نہ دیں گے، لڑکی بھی فریاد کرتی رہی کہ مجھے یہ منظور نہیں، لڑکی کے چچا کو زیر حراست رکھا گیا اور لڑکی کا اقرار نکاح پر زبردستی انگوٹھا لگایا گیا حالانکہ وہ انکار کرتی تھی۔

جب وہاں سے نجات پائی کچھ عرصہ بعد لڑکی نے بالغ ہوتے ہی فسخ نکاح پر شاہد رکھے اور قاضی کے پاس جا کر فسخ نکاح کے لئے پیش ہو گئی، چنانچہ قاضی نے حکم دیا: جاتیرا نکاح فسخ ہو گیا۔ اب زید نے دعویٰ کیا کہ بوقت بلوغ مسماة حلیمہ اقرار کرنے اور اجازت سے منکر ہے۔ دونوں کے پاس شاہد موجود ہیں، بینہ مرد ثبوت اجازت کیلئے، اور بینہ عورت مرد کیلئے، پس دریں صورت شرعاً کس کے بینہ اولیٰ ارنج ہونگے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: هو الملمہم للصواب:

صورت مذکورہ میں حلیمہ کے شاہد معتبر ہوں گے نہ زید کے، خلاصتہ الفتاویٰ میں خصاف اور جامع کبیر سے منقول ہے: ”فی أدب القاضی للخصاف: لو أقام الزوج أو الأب البينة على الإجازة، والمرأة على الرد، فبیتنها أولى. وفي بیوع الجامع الكبير فی باب المراجعة: القول قولها والبينة بیتنها، اهـ.“ خلاصہ: ۴۴/۲ (۱)۔

= إياه من الدخول بها رضا، إلا إذا دخل بها وهي مكرهة، فحينئذ لا يثبت الرضا. (الفتاوى

العالمکیرة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء، ۱/ ۲۸۷ - ۲۸۹، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/ ۱۹۲ - ۲۰۵، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۲/ ۴۹۵ - ۴۹۹، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱) (خلاصہ الفتاویٰ، کتاب النکاح، الفصل الرابع عشر فی دعوی النکاح: ۲/ ۴۴، امجد اکیدمی لاہور)

= ”البالغة إذا أقامت البينة على رد النکاح بعد البلوغ، والزواج أقام البينة أنها سکت بعد

اس نقل سے قطع نظر کر کے تمام سرگذشت پر نظر ڈالی جائے تو منصف کے لئے ماننا پڑے گا کہ سربر قصہ سے مسماۃ حلیمہ کا انکار ٹھیک رہا ہے، مفتی کے لئے ایسے موقع پر کمال حزم و تدبر سے کام لینا ضروری ہے، چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں: ”علی المفتی أن ينظر فی خصوص الوقائع اهـ“۔ ردالمحتار: ۸۵۳/۲ (۱)۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: ”المفتی فی الوقائع لا بدله من ضرب اجتہاد و معرفة بأحوال الناس“۔ ردالمحتار: ۱۳۶/۲ (۲)۔ قاضی کے لئے تو بطریق اولیٰ اس چیز کی ضرورت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

محمد فاروق، از: اوستہ بلوچستان۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر واقعات مندرجہ سوال صحیح ہیں تو روایت خلاصہ پر مفتی کو فتویٰ دینا درست ہے، کما أفتی به المفتی العلامة، وإن كان المذهب المشهور والرواية الظاهرة خلاف ذلك۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/ صفر/ ۱۳۸۸ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ صفر/ ۱۳۸۸ھ۔

نکاح کی اجازت تحریراً کا شوہر مدعی ہے عورت منکر، تو کیا حکم ہے؟

سوال [۵۸۰۲]: ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے فلاں عورت نے اجازت دی ہے کہ تم جا کر مجھ سے نکاح کر لو اور میں نے جا کر دو گواہوں کے سامنے نکاح کر لیا، نیز کہتا ہے کہ اس نے مجھے اجازت کی تحریر دی ہے اور دستخط بھی کر دیئے ہیں، مگر عورت ہر چیز سے انکار کرتی ہے کہ میں نے نہ اسے زبانی نکاح کرنے کی اجازت

= بلوغھا، تقبل بینتها، کذا فی الفصول الأسترشیة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کاتب الدعوی، الباب التاسع فی دعوی الرجلین، الفصل الثانی فی دعوی الملک فی الأعیان: ۸۰/۳، رشیدیہ)

(۱) (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی الحداد، مطلب: الحق أن علی المفتی أن ينظر فی خصوص الوقائع: ۵۳۵/۳، سعید)

(۲) (ردالمحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسده، مطلب مهم: ۳۹۸/۲، سعید)

رہے اور نہ ہی کوئی تحریر لکھ کر کے دی ہے، یہ شخص جھوٹا ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس صورت میں کس کا قول معتبر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس شخص کے پاس گواہ موجود ہیں اور وہ شرعاً مقبول الشہادۃ ہیں، جن کے سامنے عورت نے زبانی اجازت دی ہے یا تحریر لکھی ہے تب تو ان کی گواہی معتبر ہے اور نکاح صحیح ہے۔ اگر گواہ موجود نہیں یا وہ مقبول الشہادۃ نہیں تو عورت کا قول معتبر ہوگا مگر قسم کے ساتھ، اور یہ نکاح معتبر نہیں ہوگا، ہکذا يفهم عما ذكره في الدر المختار: ۲/ ۴۶۷۔

”قال الزوج للبكر البالغة: بلغك النكاح فسكت، وقالت: رددت النكاح، ولا بينة لهما على ذلك، ولم يكن دخل بها طوعاً في الأصح، فالقول قولها بيمينها على المفتي به، وتقبل بينته على سكوتها. (قوله: فالقول قولها)؛ لأنه يدعى لزوم العقد وملك البضع، والمرأة تدفعه فكانت منكراً، اهـ.“ رد المحتار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۱۲/۱۳۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

لڑکی کا نکاح کی اجازت دینے کے بعد انکار

سوال [۵۸۰۳]: زید کی لڑکی زینب کا نکاح عمر سے ہوا، لیکن نکاح کے وقت کسی بھی ذریعہ سے زینب کی مرضی دریافت نہیں کی گئی، بلکہ زید ہی نے مجلس نکاح میں اس کی طرف سے قبول کر لیا۔ زید کا کہنا ہے کہ ایک روز قبل میں نے اپنی بیٹی سے دریافت کیا تھا تو وہ عمر سے نکاح پر راضی تھی، لیکن زینب کا کہنا یہ ہے کہ میں نے کبھی آمادگی ظاہر نہیں کی اور زینب کو جس وقت اس نکاح کی اطلاع پہنچی، اس نے فوراً ہی اعلان کر دیا کہ میں اس

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/ ۶۳، ۶۴، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۲/ ۵۰۱، ۵۰۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۳/ ۲۰۶، رشیدیہ)

نکاح پر راضی نہیں۔ اب یہ مسئلہ ایک مقامی عالم صاحب سے (جو قاضی بھی ہیں) دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا نکاح نہیں ہوا، لہذا جناب والافتویٰ صادر فرمائیں۔ واضح رہے کہ زینب کی عمر ۱۶ سال ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکی کنواری ہے اور باپ نے اس سے نکاح کے لئے کہا کہ فلاں لڑکے سے تیرا نکاح کرنا چاہتا ہوں تجھے منظور ہے؟ اس پر لڑکی نے آمادگی ظاہر نہیں کی، جیسا کہ اس کا بیان ہے، مگر انکار بھی نہیں کیا بلکہ خاموش رہی تو یہ بھی اس کی طرف سے اجازت ہے اب پھر اس کا انکار کرنا بیکار ہے (۱)۔ یہ اجازت دو روز قبل بھی لینا کافی ہے، عین وقت پر لینا ضروری نہیں۔

ہاں اگر اجازت لینے پر خاموش رہنے کے بعد ایجاب و قبول سے پہلے کہہ دیتی کہ میں اجازت نہیں دیتی تو باپ کو حق نہ رہتا (۲)۔ یا اگر باپ نے بالکل اس سے کہا ہی نہ ہو اور خود ہی نکاح پڑھوا دیا ہو، تو یہ نکاح

(۱) ”وإذا قال لها الولی: أريد أن أزوجه من فلان بألف فسكت، ثم زوجها، فقالت: لا أَرْضی، أو زوجها ثم بلغها الخبر، فسكت، فإلْسَكُوت منها رضا فی الوجهین جمیعاً إذا كان المزوج هو الولی.“
(الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء، ۲۸۷/۱، رشیدیہ)

”فإذا استأذنها هو) الولی (أو وکیلہ أو رسولہ أو زوجها) ولیها وأخبرها رسولہ أو فضولی عدل (فسکت) عن رده مختارة (فهو إذن): أي توکیل فی الأول.“ (الدرالمختار).
”أی فیما إذا استأذنها قبل العقد حتی لو قالت بعد ذلك: لا أَرْضی، ولم یعلم به الولی فزوجها، صح؛ لأن التوکیل لا ینعزل حتی یعلم.“ (ردالمحتار: ۵۸/۳، ۵۹، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۱۹۶/۳، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(۲) ”فللمؤکل العزل متى شاء ما لم يتعلق به حق الغير، بشرط علم القاضي.“ (تنویر الأبصار مع الدرالمختار: ۶۳۶/۵، کتاب الوکالة، باب عزل الوکیل، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۶۳۷/۳، کتاب الوکالة، الباب التاسع فیما ینخرج به الوکیل عن الوکالة، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدیر: ۱۳۷/۸، کتاب الوکالة، باب عزل الوکیل، مصطفى البابی الحلبي مصر)

لڑکی کی اجازت پر موقوف ہوگا، خبر پانے پر لڑکی نا منظور کر دے تو فوراً ختم ہو جائے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۱/۹۲ھ۔

لڑکی کے انکار کے باوجود اس کا نکاح پڑھ دینا

سوال [۵۸۰۴]: ایک لڑکی جس کی شادی ہو چکی ہے اس کی عمر ۲۲/سال ہے، وہ اپنے ماں باپ کے یہاں تھی جب کہ اس کا شوہر انتقال کر گیا۔ اس اطلاع کے ملنے پر وہ سسرال آئی، جہاں پر اس نے اپنے شوہر کی مہر بخشی اور عدت کے دن پورے کئے۔ عدت پوری ہونے کے بعد اس لڑکی کو اس کے ایک دیور سے (جس کی عمر ۱۶/سال ہے اور وہ شادی شدہ ہے) نکاح کرنے پر مجبور کیا، لیکن اس نے صاف انکار کر دیا۔ مجبور کرنے والے لڑکی کے سسرال والے ہی تھے۔

لڑکی کا منشاء شوہر کے چچا زاد بھائی سے نکاح کرنے کا تھا، لیکن ان آدمیوں نے لڑکی کی کوئی بات نہیں سنی اور امام صاحب سے کہا کہ رجسٹر لاکر زبردستی لڑکی کا انگوٹھا لگو اور اسی دن رات کے نو بجے انہوں نے اور آدمیوں کو جمع کیا کہ ہمارے نکاح میں سب ہی کو جمع ہونا ہے۔ ایک وکیل دو گواہ لڑکی سے نکاح کی اجازت لینے کے لئے آئے جو کہ اس لڑکی کے جیٹھ وغیرہ گئے تھے، انہوں نے لڑکی سے اجازت مانگی، لیکن لڑکی نے صاف انکار کر دیا۔ وکیل اور گواہوں نے یہی بات آ کر تمام آدمیوں میں بتلائی کہ وہ صاف انکار کرتی ہے۔ اس پر لڑکی کے سسر نے کہا کہ دوسرے آدمی کو بھیجو، یہ آدمی جھوٹ بولتے ہیں۔ تین آدمی اور بھیجے گئے، لیکن لڑکی نے صاف انکار کر دیا۔ واپسی پر ان آدمیوں نے وہی سب کے سامنے بتلا دیا۔

اس کے بعد پرانے بزرگ ۸۰، ۹۰/سال کی عمر کے بھیجے گئے، ان کے سامنے لڑکی شرم کی وجہ سے بول

(۱) ”لا يجوز نكاح أحد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من أب و سلطان بغیر إذنہا بکراً کانت أو ثیباً، فإن فعل ذلک فالنکاح موقوف علی إجازتہا، فإن أجازتہ جاز، وإن ردتہ بطل“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء، ۱/۲۸۷، رشیدیہ)

”وإن زوّجها بغیر استیمار، فقد أخطأ السنۃ، وتوقف علی رضاها“۔ (ردالمحتار: ۵۸/۳،

کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۱۹۹/۳، کتاب النکاح باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

نہ سکی اور کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ رونے لگی۔ یہی بات انہوں نے آکر سب کے سامنے بتلائی کہ لڑکی رورہی ہے، کچھ بول نہیں رہی ہے۔ امام صاحب نے کہا کہ چپ رہنے پر اور رونے پر نکاح جائز ہے۔

آپ یہ مسئلہ بتائیں کہ لڑکی جن آدمیوں سے بولتی تھی، ان سے اس نے کہا کہ خدا واسطے میرے باپ یا بھائی کو بلوادو، جیسا وہ کہیں گے ویسا ہی کروں گی، کسی نے بھی اس بات پر عمل نہیں کیا اور امام صاحب نے اس لڑکی کا نکاح اس کے شادی شدہ دیور سے پڑھادیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح جائز ہوایا ناجائز؟ امام صاحب اور لڑکے والے اور صرف ۸۰، ۹۰ سال کے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ یہ نکاح جائز ہوا۔ امام صاحب جنہوں نے یہ نکاح پڑھایا ہے تاش و شطرنج کھیلتے ہیں۔ یہ نکاح مسجد میں پڑھایا گیا ہے۔ یہ تمام حالات حلف سے کہتی ہوں۔ برائے کرم مطلع فرمائیں کہ یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس بالغ لڑکی ن شادی ہوگئی، شوہر کے ساتھ رہ چکی، پھر بیوہ ہوگئی تو بعد عدت اس کے نکاح کے لئے اس کی اجازت ضروری ہے، بغیر اس کی اجازت کے اس کے نکاح کا کسی کو حق حاصل نہیں (۱)۔ اگر اجازت لی جائے تو اس کے جواب میں اس کا خاموش رہنا اجازت شمار نہیں ہوگا، یعنی اس کا ولی اس کا باپ اس سے پوچھے تب بھی خاموشی کافی نہیں۔ اگر کوئی آدمی جو کہ نہ ولی ہے نہ ولی کا قائم مقام پوچھے تو کسی حال میں بھی خاموشی کو اجازت قرار نہیں دیا جائے گا (۲)۔

(۱) ”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”لا تنکح الأیم حتی تستأمر“۔ وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”الثیب أحق بنفسها من ولیها“۔ (مشکوۃ المصابیح: ۲/۲۷۰، کتاب النکاح، باب الولی فی النکاح واستیذان المرأة، قدیمی)

(۲) ”(فإن استأذنها غیر الأقرب) كأجنبي أو ولی بعید (فلا) عبرة لسکوتها (بل لا بد من القول كالثیب) البالغة“۔ (الدر المختار: ۳/۶۲، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۲/۴۹۹، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

”ولو استأذن الثیب، فلا بد من رضاها بالقول“۔ (الهدایۃ: ۲/۲۱۵، کتاب النکاح، باب فی

الأولیاء والأکفاء، مکتبہ شریکۃ علمیہ ملتان)

صورت مسئلہ میں دریافت کرنے والے نہ ولی ہیں، نہ ولی کے قائم مقام ہیں، بلکہ محض اجنبی ہیں، ان کے دریافت کرنے میں خاموشی کو اجازت شمار کرنا بالکل غلط اور مسئلہ سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں تو لڑکی پہلے دو مرتبہ صاف انکار کر چکی ہے، پھر بوڑھے آدمیوں کے دریافت کرنے پر رو رہی ہے، تو اس کو اجازت کیسے قرار دیا جاسکتا ہے، یہ نکاح فضولی ہوا، یعنی ایجاب و قبول کے بعد لڑکی نے رضامندی ظاہر کر دی تو صحیح ہو گیا، اگرچہ پہلے انکار کر چکی تھی۔ اگر رضامندی ظاہر نہیں کی بلکہ کہہ دیا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں تو جب ہی ختم ہو گیا، شرعاً اس نکاح کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی، اس لڑکی کو پورا اختیار ہے دوسری جگہ نکاح کر لے (۱)۔

اگر (نہ) رضامندی ظاہر کی نہ اس کو نا منظور کیا، بلکہ اب تک خاموش ہے تو اب بھی نا منظور کر سکتی ہے (۲)۔ جو لوگ لڑکی پر ظلم کر رہے ہیں وہ سخت مجرم ہیں، ان کو خدا سے ڈرنا چاہئے، سخت وبال کی چیز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۳/۹۱ھ۔

(۱) ”لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب و سلطان بغير إذنهما بكرًا أو ثيبًا، فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها، فإن أجاته جاز، وإن ردتته بطل“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ : ۲۸۷/۱، کتاب النکاح، الباب الرابع، رشیدیہ)

”و تزویج العبد و الأمة بغير إذن مولاہما موقوف“ فإن أجازہ المولی جاز، وإن ردتہ بطل، و كذلك لو زوج رجل امرأة بغير رضاها، أو رجلاً بغير رضاہ و هذا عندنا، فإن كل عقد صدر من الفضولی و له مجیز، انعقد موقوفاً على الإجازة، فإذا أجاز من له الإجازة، ثبت حكمه مستنداً إلى العقد“۔ (فتح القدير : ۳۰۷/۳، کتاب النکاح، فصل فی الوكالة بالنکاح و غیرہا، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی رد المحتار : ۹۷/۳ کتاب النکاح، باب الکفاءة، مطلب فی الوکیل و الفضولی فی النکاح، سعید)

(۲) ”عن خنساء بنت خدام أن أباهما -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- زوجها و هي ثيب، فكرهت ذلك، فأنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فردّ نكاحها“۔ و عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: إن جارية بكرًا [أى و هي بالغة] أنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فذكرت أن أباهما زوجها و هي كارهة، فخيرها النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص : ۲۷۰، ۲۷۱، کتاب النکاح، باب الولی فی النکاح و استئذان المرأة، قدیمی)

اجازت نکاح میں دل کی خواہش کا اعتبار ہے یا زبان کا؟

سوال [۵۸۰۵]: ایک قوم مثلاً راجپوت رانگھڑ وغیرہ جو کہ نکاح بیوہ بیاہ کرنا برا جانتے ہیں اور بسبب جہالت کے عورتیں بھی اپنے منہ سے نکاح کی اجازت نہیں دیتیں، بلکہ وہ وقت نکاح لوگوں کے سامنے انکار کر دیتی ہیں، یعنی ظاہراً صاف انکار کرتی ہیں، مگر دل میں خواہش یقیناً ہوتی ہے۔ اس حالت میں کہ ظاہراً انکار کرتی ہو تو نکاح جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔

حافظ مظہر حسن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوہ کے نکاح کو عار سمجھنا سخت جہالت ہے، عورتوں کو مسائل سمجھا کر جہاں تک ہو سکے اس رواج کو توڑنا چاہیے۔ جو عورت زبان سے انکار کرتی ہے اور دل میں نکاح کی خواہش رکھتی ہے تو شرعاً اس کی زبان کا اعتبار ہوگا، پھر اگر نکاح ہونے پر اس نے زبان سے انکار کیا تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوا، اگر انکار نہیں کیا بلکہ خاموش رہی اور شوہر کیساتھ راضی ہو گئی تو نکاح صحیح ہو گیا:

”الولی إذا زوج الثیب فرضیت بقلبها ولم تظهر الرضا بلسانها، کان لها أن ترد؛ لأن المعتبر فيها الرضا باللسان أو الفعل الذي يدل على الرضا نحو التمكين من الوطء، وطلب المهر وقبول المهر، اهـ“۔ شامی : ۲/۴۶۶ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۱) (رد المحتار، باب الولی : ۳/۶۲، ۶۳، سعید)

”الثیب تُشاور: أى يطلب رأيها، والمشاورة لا تكون إلا بالقول، ثم هي مفاعلة، فتقتضى وجوده من الجانبين، لكن حصرها في القول فيه نظر، بل قد تكون بغيره لقولهم: رضى الثيب كما يكون بالصريح كرضيت أو أوجبت، يكون بالدلالة كطلب المهر أو النفقة أو تمكينها من الوطء..... والثيب تعرب عن لسانها. وأما الدلالة فالحق أنها من قبيل القول إلا بالتمكين، فيثبت به بدلالة إلزام القول“۔ (النهر الفائق، باب الأولياء والأكفاء : ۲/۲۰۵، ۲۰۶، إمدادیه ملتان)

عورت کی طرف سے اجازت نکاح کا سننا

سوال [۵۸۰۶]: ایک بالغہ عورت کا نکاح ایک وکیل، دو شاہد کو لے کر ایک مولوی صاحب نے پڑھا دیا، نکاح کے بعد دو شاہدوں میں سے ایک سے پوچھا گیا کہ تم نے نکاح کے وقت عورت کے منہ سے اذن سنا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے عورت کے منہ سے کوئی لفظ اذن کا نہیں سنا۔ اس پر ایک عالم نے کہا کہ یہ نکاح شرعاً معتبر نہ ہوگا، اس پر ایک شادی شدہ شخص نے اس عالم کو گالیاں دیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح شرعاً معتبر ہوگا یا نہیں؟ جس شخص نے عالم صاحب کو گالی دی اس پر شرعاً کیا حکم وارد ہوتا ہے؟ اور اگر کوئی شخص شریعت کے کسی مسئلہ کا انکار کرے تو اس کو شرعاً کیا کہا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نکاح کا ایجاب و قبول گواہوں کے سامنے ہوا اور عورت نے اس کو نا منظور نہیں کیا تو یہ نکاح صحیح ہو گیا اگرچہ وکیل کے دریافت کرنے پر گواہوں نے عورت سے اجازت کو نہ سنا ہو، وہ اجازت کے گواہ ہیں، ایجاب و قبول کے گواہ نہیں (۱)۔ عورت کی طرف سے جس قاضی نے ایجاب کیا اور مرد نے اس کو قبول کیا، اس کو تو سننے والے موجود ہیں، بس یہ کافی ہے (۲)۔ عالم کے علم کا احترام لازم ہے، ان کو کیا کسی معمولی انسان کو بھی گالی دینے کی اجازت نہیں، جس نے گالی دی ہے اس کو لازم ہے کہ وہ اپنی غلطی پر نادم ہو کر معافی طلب کرے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۶/۱۳۹۶ھ۔

= (و کذا فی البحر الرائق، باب الأولیاء والأکفاء، ۳/۲۰۲، ۲۰۳، رشیدیہ)

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان ”بالغہ کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح“۔)

(۲) ”(وینعقد) متلبساً (بایجاب) من أحدهما (وقبول) من الآخر..... (و) شرط (حضور) شاهدين (حرین)

أو حر و حرّین (مکلفین سامعین قولهما معاً)“۔ (الدر المختار: ۹/۳، ۲۱، ۲۲، کتاب النکاح، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۱۳۶-۱۵۵، کتاب النکاح، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۲/۴۵۲، کتاب النکاح، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿و لا تلمزوا أنفسکم و لا تنابزو بالألقاب، بئس الاسم الفسوق بعد الإیمان، و من

لم یتب فأولئک هم الظالمون﴾ (الحجرات: ۱۱)

اجازت نکاح بالفعل

سوال [۵۸۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

۱..... ایک نابالغہ لڑکی جس کے ماں، باپ دادا انتقال کر چکے ہیں، صرف ایک چچا موجود ہیں، وہ اپنے نانا کے یہاں رہتی تھی۔ بالغ ہونے کے بعد اس کے نانا نے اس کا نکاح کر دیا، لیکن لڑکی سے نکاح کرتے وقت نہ اجازت لی گئی اور نہ اسے اس کی اطلاع دی گئی اور اگر دریافت کیا بھی جاتا تو شرم و حیا کی وجہ سے شاید اس کا جواب بھی نہ دیتی، چونکہ اس اطراف میں اس کو بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ ہاں اس کو یونہی اپنے نکاح کی اطلاع ہو گئی تھی اور وہ اس پر بالکل راضی تھی، مگر زبان سے نہ اس نے اپنی رضا کا اظہار کیا اور نہ کسی شخص نے اس سے دریافت کرنے کی زحمت گوارا کی۔

اس صورت میں اس کا نکاح منعقد ہو گیا کہ نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو اب تک میاں بیوی کے جو تعلقات تھے وہ کیسے تھے؟ کیا اس لاعلمی کی وجہ سے وہ ناجائز تعلقات کے مواخذہ سے بچ جائیں گے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکی نے نہ زبان سے اجازت دی نہ زبان سے رد کیا، بلکہ مباشرت کے وقت رضا متحقق ہو گئی تو یہ نکاح نافذ و لازم ہو گیا بشرطیکہ کوئی اور مانع موجود نہ ہو، کیونکہ رضا جس طرح قول سے ثابت ہو جاتی ہے اسی طرح فعل سے بھی: ”إذا ثبت الرضاء بالقول يثبت بالتمكين من الوطى بالأولى“۔ شامی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۴/۵۴ھ۔

(۱) العبارة بأسرها: ”(أو مافى معناه، الخ) لكن أجاب فى الفتح بأن الحق أن الكل من قبيل القول إلا التمكين، فيثبت دلالة؛ لأنه فوق القول: أى لأنه إذا ثبت الرضاء بالقول يثبت بالتمكين من الوطء بالأولى؛ لأنه أدل على الرضاء“۔ (رد المحتار، باب الولی: ۲۲/۳، سعید)

”بل رضاها هنا يتحقق تارةً بالقول كقولها: رضيت..... وتارةً بالدلالة كطلب مهرها و نفقتها أو تمكينها من الوطء..... ان الكل من قبيل القول إلا التمكين، فيثبت بدلالة نص إلزام القول؛ لأنه فوق القول“۔ (البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء: ۲۰۳/۳، رشیدیہ) =

نامحرم وکیل یا گواہوں کا اجازت کے لئے لڑکی کے پاس جانا

سوال [۵۸۰۸]: مجموعہ ادعیہ ماثورہ ۵۳ھ از مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی میں تحریر ہے کہ: ”نکاح کی اجازت لینے کے لئے وکیل اور اس کے گواہ کا محرم ہونا ضروری ہے اور گواہ اجازت کا درجہ استحباب کا ہے، لہذا اگر گواہ محرم نہ ہوں تو اذن پر گواہ بنانا ترک کرنا ضروری ہے۔“ کیا حقیقت میں لڑکی سے اجازت نکاح لینے کے لئے وکیل و گواہ کا محرم ہونا ضروری ہے اور اگر محرم گواہ نہ ہو تو لڑکی سے اجازت صرف محرم وکیل لے اور گواہ غیر محرم نہ بنائے، یہ حکم احتیاطی اور تقویٰ کے طور پر ہے یا بالکل ضروری اور لازم ہے، اگر کوئی بھی محرم نہیں تو پھر وکیل غیر محرم ہو سکے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب لڑکی بالغہ ہو اور اس کا ولی موجود ہو تو خود لڑکی سے اجازت لے لے یعنی اس سے کہہ دے کہ میں فلاں لڑکے سے اتنے مہر پر تمہارا نکاح کرتا ہوں تم کو منظور ہے؟ اس پر اگر لڑکی اجازت دیدے یا خاموش رہے تو بس اتنا کافی ہے، اس کے لئے نہ گواہ کی ضرورت ہے نہ وکیل کی (۱)۔ اگر ولی موجود نہ ہو تو لڑکی اپنے کسی محرم کو

= ”إلا أن ترضی بلسانها أو یوجد ما یدل علی الرضا من الوطاء أو التمكن منه طوعاً“۔ (فتح

القدیر : ۲۸۳/۳، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی تبیین الحقائق : ۴۹۹/۲، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیة بیروت)

”وإنما یبطل خيارها إذا رضیت بالنکاح صریحاً، أو یوجد منها فعل یتدل به علی الرضا

کالتمکین من الجماع“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة : ۲۸۶/۱، کتاب النکاح، باب الأولیاء، رشیدیہ)

”و کذا إذا أمکت الزوج من نفسها بعد ما زوجها الولی، فهو رضا“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة :

۲۸۷/۱، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(۱) ”(فبان استأذنها هو) : أي الولی - وهو السنة - (أو وکیلہ فسکت أو ضحکت غیر

مستهزئة أو تبسمت أو بکت بلا صوت، فهو إذن إن علمت بالزوج، لا العلم (بالمهر)، وقیل : یشرط،

وهو قول المتأخرین“۔ (الدرالمختار : ۵۸/۳ - ۶۱، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

”وإذا قال لها الولی : أريد أن أزوجه من فلان بألف، فسکت فالسکوت منها

رضا“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة : ۲۸۷/۱، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

وکیل بنادے، اس کے لئے بھی کوئی گواہ ضروری نہیں۔ اگر کوئی محرم بھی موجود نہ ہو تو وہ غیر محرم کو بھی بذریعہ تحریر یا زبانی پس پردہ سے وکیل بنادے تب بھی کافی ہے، یا خود لڑکے ہی کو وکیل بنادے کہ آپ میرا نکاح اپنے سے کر لیں خواہ زبانی یا بذریعہ تحریر، یہ سب صورتیں درست ہیں (۱)۔ قابل لحاظ بہر صورت یہ چیز ہے کہ نامحرم وکیل بن کر یا گواہ بن کر لڑکی کے پاس بے پردہ نہ جائے (۲)، غالباً مقصد کلام (ادعیہ ماثورہ کا) یہی ہے، اس میں لفظ ”ضروری ہے“ اس حکم کی وضاحت کردی کہ لازم ہے: ”أما الشهادة على التوكيل بالنكاح، فليست بشرط لصحته، اهـ“۔ رد المحتار: ۲/۲۷۲ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

استیذان پر کسی اور کا اقرار کر لینا اور اذن کی صورتیں

سوال [۵۸۰۹]: زید کا عقد ہندہ کے ساتھ ہوا، چند دنوں کے بعد ہندہ نے یہ اقرار کیا کہ قاضی کے پوچھنے پر میں نے ”ہاں“ نہیں کہا تھا بلکہ محلہ کی فلاں عورت نے کہہ دیا تھا، لیکن میں اس عقد پر راضی تھی اور اب بھی ہوں، اس وقت محض شرم کی بنا پر نہیں کہا تھا، یہ واضح رہے کہ آج کل عام ابتلاء اس میں ہے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ عقد درست ہو یا نہیں؟ اگر نہیں تو اعادہ میں کیا پھر بار اول کی طرح اعلان کی حاجت ہے، یا محض دو تین آدمیوں کے سامنے کر دینا کافی ہے؟ اگر خلوت کے بعد اس صورت کا علم ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ اب

(۱) ”یصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود امرأة قالت لرجل: زوجني ممن شئت، وکلت رجلاً بأن يتصرف في أمورهما لو وکلتہ بتزويجها، لا يملك أن يزوجه من نفسه امرأة وکلت رجلاً بأن يزوجه من نفسه، فقال: زوجت فلانة من نفسي، يجوز وإن لم تقل قبلت“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۲۹۳، ۲۹۵، کتاب النکاح، الباب السادس فی الوكالة بالنکاح وغیرها، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۲۴۰، ۲۴۱، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ﴾ (سورة الأحزاب: ۵۳)

(۳) (رد المحتار: ۳/۲۱، کتاب النکاح، مطلب: هل ینعقد النکاح بالألفاظ المصحقة نحو تجوزت، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۲۹۳، کتاب النکاح، الباب السادس، رشیدیہ)

تو نکاح کے علی الاعلان اعادہ میں رسوائی بھی ہے؟ اور اگر ہندہ نے ہنس دیا ہو یا رو دیا ہو تو اس کا حکم کیا ہے؟ لیکن بوجہ پردہ کے قاضی کو ان سب باتوں کا علم نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہندہ بوقت عقد نابالغہ تھی تب تو اس کی رضا و عدم رضا کا صراحۃً بھی کچھ اعتبار نہیں بلکہ اس کے عقد کا اختیار من کل الوجوہ ولی کو ہے (۱)۔ اگر وہ بوقت عقد بالغہ تھی تو اس کی دو صورتیں ہیں: باکرہ تھی یا ثیبہ۔ اول صورت میں اس کا سکوت، تبسم، بلا استہزاء ہنسا، بلا صوت رونا، یہ جملہ امور صریح اذن کے حکم میں ہیں، بشرطیکہ مستاذن ولی ہو، یا اس کا وکیل ہو، یا اس کا رسول ہو۔ یہی حکم اس وقت ہے جب کہ ولی نے بغیر استیذان نکاح کر کے خود اس کو اطلاع کر دی ہو یا اس کے رسول یا کسی غیر شخص نے بشرطیکہ وہ عادل ہو اطلاع کی ہو۔

اگر مستاذن ولی اقرب اور اس کے رسول کے علاوہ کوئی اور شخص ہو مثلاً ولی ابعد ہو یا اجنبی، تو سکوت کافی نہیں، بلکہ صریح قول یا کوئی ایسا فعل جو کہ رضا پر دلالت کرنے میں بمنزلہ قول کے ہو ضروری ہے جیسے مہر اور نفقہ کا طلب کرنا اور ہمبستری پر قدرت دینا۔ ثانی صورت میں یعنی جب کہ وہ ثیبہ ہو تب بھی سکوت کافی نہیں ہوتا، بلکہ قول یا بمنزلہ قول ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی وجہ سے تجدید عقد کی ضرورت پیش آئے تو دو گواہوں کی موجودگی میں کافی ہے (۲)۔

”فإن استأذنها هو: أي الولي - وهو السنة - أو وكيله أو رسوله أو زوجها وليها، وأخبرها رسولاً أو فضولي عدل، فسكتت عن رده مختارة أو ضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أو بكت بلا صوت، فهو إذن. فإن استأذنها غير الأقرب كالأجنبي أو ولي بعيد، فلا عبرة لسكوته بل لا بد من القول كالثيب البالغة أو ما هو في معناه من فعل يدل على الرضى كطلب

(۱) سیاتی تخریجہ تحت عنوان ”کس کس کے استیذان پر سکوت اذن ہے؟“

(۲) ”(هو)..... ینعقد (متلبساً) (بایجاب) من أحدهما (وقبول) من الآخر..... و شرط سماع کل العاقدین لفظ الآخر (لیتحقق رضاهما) (و) شرط (حضور) شاهدین (حرین) أو حر و حرّین (مکلفین، الخ)۔ (الدر المختار: ۹/۳ - ۲۱، ۲۲، کتاب النکاح، سعید)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: ۵/۲ - ۱۱، کتاب النکاح، دار المعرفۃ، بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق: ۱۳۶/۳، ۱۵۵، کتاب النکاح، رشیدیہ)

مهرها ونفقتها و تمکینہا من الوطی و دخوله بها برضاها و قبول التهنئة الخ“۔ درمختار
مختصراً (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۶/۱۳۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۶/۶۰ھ۔

کس کس کے استیذان پر سکوت اذن ہے؟

سوال [۵۸۱۰]: ایک مقام پر نکاح کے وقت لڑکی کے پاس گواہ اور وکیل بن کر چند آدمی استیذان کے واسطے گئے، مگر وہ لڑکی خاموش رہی اور ان لوگوں نے اس کا نکاح پڑھوا دیا، یہ سمجھتے ہوئے کہ استیذان کے وقت لڑکی کی خاموشی اجازت شمار کی جاتی ہے۔ اس میں ذیل کی صورتوں کو واضح فرمایا جائے:

۱..... استیذان کے وقت کوئی عورت کی خاموشی اذن قرار دی جاتی ہے، بیوہ کی یا کنواری کی؟

۲..... اس معاملہ میں نابالغ لڑکی کا کیا حکم ہے؟

۳..... استیذان کے وقت عورت کی خاموشی اذن سمجھی جاتی ہے وہ کن کن اولیاء کے استیذان کے وقت

سمجھی جاتی ہے؟

۴..... اولیاء کی تفصیل بیان فرما کر بیان فرمایا جائے کہ ولی اقرب کون کون ہوتے ہیں اور ولی ابعد

کون کون ہوتے ہیں؟

۵..... اگر بھائی، تایا چچا کے استیذان کے وقت عورت خاموش رہی تھی تو اس کی خاموشی رضا سمجھی

جائے گی یا نہیں اور ایسا نکاح شرعاً منعقد ہوگا یا نہیں؟

۶..... بعض جگہ یہ دستور ہے کہ اول لڑکے سے ایجاب و قبول کرایا جاتا ہے، اور اس کے بعد شکر پریا

کچے چاولوں پر کچھ قرآن مجید کی آیات پڑھ کر لڑکی کے پاس بھیج دیتے ہیں جس سے اس کو یہ اطلاع دینا مقصود

(۱) (الدر المختار: ۵۸/۳ - ۶۳، کتاب النکاح، سعید)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: ۲۸/۲ - ۳۲، باب الولی، کتاب النکاح،

دارالمعرفة، بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق: ۱۹۶/۲، ۲۰۲، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

ہوتا ہے کہ تیرا نکاح ہو گیا۔ اس وقت یا اس سے قبل لڑکی سے کچھ نہیں کہا جاتا، یعنی اس سے اجازت کے واسطے اس کے پاس کوئی نہیں جاتا۔ جملہ جوابات مزین بالدلائل الشرعیہ فرما کر واپس فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....کنواری کی (۱)۔

۲.....اقرار، انکار سب کا حکم ایک سا ہے یعنی کوئی اعتبار نہیں (۲)۔

۳.....جس کو اختیار اجبار ہے اس کا وکیل ہو یا رسول ہو (۳)۔

(۱) ”فإن استأذنها هو: أي الولی - وهو السنة - (أو وكيله أو رسوله أو زوجها) وليها وأخبر رسوله أو فضولی عدل (فسکت) عن رده مختارة (أو ضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أو بكت بلا صوت، فهو إذن)“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۵۸/۳، ۵۹، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۸۷/۱، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۱۹۶/۳، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(۲) ”لولی الصغیر والصغیرة أن ینکحهما وإن لم یرضیا بذلك، سواء كانت بکراً وثیباً“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۲۸۵/۱، رشیدیہ)

”وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة جبراً (ولو ثیباً ولزم النکاح)“۔ (الدر المختار)۔ وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ”أی بلا توقف علی إجازة أحد وبلا ثبوت خیار فی تزویج الأب والجد“۔ (رد المختار، کتاب النکاح: ۲۵/۳، ۲۶، سعید)

(۳) ”فإن استأذنها هو: أي الولی - وهو السنة - (أو وكيله أو رسوله أو زوجها) وليها وأخبرها رسوله أو فضولی عدل“۔ (الدر المختار: ۵۸/۳، ۵۹، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

”فإن استأذنها الولی فسکت فهو إذن وإن استأذنها غیر الولی فلا بد من القول“۔

”والممراد بالولی من له ولاية الاستحباب ودخل تحت غیر الولی الولی الأبعد مع الأقرب و ليس للأبعد مع وجود الأقرب ذلك فهو غیر ولی“۔ (البحر الرائق: ۱۹۲/۳، ۱۹۶، ۲۰۳)

کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

”کل هؤلاء (أی الولی العصبۃ بترتیب الإرث) تثبت لهم ولاية الإجماع علی البنت والذکر فی حال

صغرهما و حال کبرهما إذا جئا“۔ (البحر الرائق: ۳۱۰/۳، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

۴..... ولی عصبہ بنفسہ ہے بترتیب میراث وحجب: ”الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلا توسط
 أنشی علی ترتیب الإرث والحجب، فیکدم ابن المجنونة علی أبيها؛ لأنه یحجبه حجب نقصان،
 هذا عندهما، خلافاً لمحمد حیث قدم الأب. وفی الهندیة عن الطحاوی: أن الأفضل أن یأمر
 الأب الابن بالنکاح حتی یجوز بلا خلاف، اهـ. وابن الابن کالابن، ثم یقدم الأب، ثم أبوه، ثم
 الأخ الشقیق ثم لأب..... ثم ابن الأخ الشقیق ثم لأب، ثم العم الشقیق ثم لأب، ثم ابنه
 كذلك، ثم عم الأب كذلك، ثم ابنه كذلك، ثم عم الجد كذلك، ثم ابنه كذلك. کل هؤلاء
 لهم إجمار الصغیرین و کذا الکبیرین إذا جئا، ثم المعتق ولو أنشی، ثم ابنه وإن سفل، ثم عصبته
 من النسب علی ترتیبهم. بحر عن الفتح و غیرهم. اهـ.“ شامی بقدر الحاجة: ۲/۲۸۰ (۱)۔

اس میں ”ثم“ کے ذریعہ ولی قریب وبعید کی ترتیب بھی بیان کر دی۔

۵..... ان سے قریب کوئی ولی موجود ہے اور انہوں نے بغیر وکالت و رسالت کے استیذان کیا ہے تو
 کنواری کا سکوت معتبر نہیں: ”فإن استاذن غیر الأقرب، فلا عبرة لسکوتها بل لا بد من القول کالثیب
 أو ما هو فی معناه، اهـ.“ در مختار: ۲/۴۶۵ (۲)۔

بلکہ قول یا کوئی ایسا فعل جو رضامندی پر دلالت کرے قول کے مثل فعل ہو سکے جیسے طلب مہر و نفقہ اور
 تمکین و طی وغیرہ ضروری ہے (۳)۔

۶..... یہ محض رسم و خلاف سنت ہے اس کو ترک کر کے سنت پر عمل کرنا چاہئے یعنی قبل از نکاح استیذان
 کیا جاوے:

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۷۶، کتاب النکاح، باب الولی، مطلب فی فرق النکاح، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۲۱۰، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۱/۲۸۳، رشیدیہ)

(۲) (الدر المختار: ۳/۶۲، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۱۹۶، ۲۰۲، ۲۰۵، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(۳) (راجع للتخریج رقم الحاشیة: ۱)

” (قوله : وهو السنة) بأن تقول لها قبل النکاح : فلان یخطبک أو یذکرك، فسکت. وإن زوجها بغير استشار، فقد أخطأ السنة، وتوقف علی رضاها. بحر عن المحيط“. درمختار : ۶۱/۲ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔
الجواب صحیح : سعید احمد غفرلہ، صحیح : عبد اللطیف، ۵۹/۱۲/۲۱ھ۔

غیر ولی کے استیذان میں سکوت اذن نہیں

سوال [۵۸۱۱] : ہندہ بالغہ اور مطلقہ ہے، عدت گزر جانے کے بعد ایک دور کے رشتہ کے چچا سے نکاح ہوا۔ یہ بالغہ ہندہ قبل نکاح اس چچا کے ساتھ نکاح سے قبل راضی نہ تھی، ہندہ کا ولی سوا اس کی ماں اور ماموں کے کوئی نہ تھا، زید نے بغیر اجازت ہندہ کی ماں اور ماموں کے ولی ہو کر محمد سمیر کو وکیل بنایا اور دو گواہ بھیجے۔ جب وکیل سمیر نے لڑکی ہندہ سے اذن طلب کی تو اس نے سکوت اختیار کیا، تین مرتبہ پوچھا اس نے جواب نہیں دیا، ملاجی نے نکاح پڑھا دیا۔

لڑکی کہتی ہے کہ اجبار شریعت کہاں جائز رکھتی ہے؟ میں نکاح ہونے سے قبل راضی نہ تھی اور جس وقت سمیر میرے پاس آیا، میں نے اس کو اپنی طرف سے وکیل نہیں بنایا، حتیٰ کہ اس سے بات بھی نہیں کی، پھر میرا نکاح کہاں ہوا؟ اس واقعہ کو ایک مولوی صاحب کے سامنے پیش کیا، مولوی صاحب نے رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الأبصار، ص : ۳۰۹، ”مصری مطبوعہ، ۱۳۲۳ء کی دلیل پر:

”فإن استأذنها غیر الأقرب كأجنبي أو ولی بعید، فلا عبرة لسکوتها بل لا بد منه

القول“ (۲)۔ وأيضاً فی الهدایة، ص : ۲۹۴، فی المطبع المجتبائی الواقع فی الدہلی: ”قال وإن

(۱) (رد المحتار، ۵۸/۳، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق : ۱۹۹/۳، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار : ۲۸/۲، کتاب النکاح، باب الولی، دار المعرفۃ، بیروت)

(۲) (الدر المختار : ۶۲/۳، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

فعل هذا غير الولي، لم يكن رضا حتى تتكلم به“ (۱)۔ پہلے نکاح کو عدم الجواز کا فتویٰ دیکر ہندہ کا دوسرے کے ساتھ نکاح کرادیا۔ دونوں میں کون صحیح ہوگا؟ جلد از جلد ارسال فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

پہلا نکاح حسب تحریر مولوی صاحب ناجائز ہوا یعنی منعقد نہیں ہوا (۲)۔ پھر اگر دوسرا نکاح ہندہ کی اجازت سے ہو تو وہ درست ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۲/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/صفر/۶۷ھ۔

استیذان ولی کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں

سوال [۵۸۱۲]: ہمارے یہاں شادیوں میں دولہا والے کی جانب سے دو شاہد رضا مندی دولہن کی سننے کے لئے وکیل کے ساتھ عورتوں کے مجمع میں جاتے ہیں اور والدین کی جانب سے مہینوں پیشتر نسبت طے شدہ ہوتی ہے، دولہا اور دولہن کی جانب سے کبھی انکار کا موقعہ اب تک نہیں آیا۔ اب سوال یہ ہے کہ بذات خود

(۱) (الہدایۃ: ۳۱۴/۲، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء والأکفاء، مکتبہ شرکتہ علمیہ)

(۲) ”(فإن استأذنها غیر الأقرب كأجنبي أو ولی بعید، فلا عبرة لسکوتها بل لا بد من القول كالثیب“.

(الدرالمختار: ۶۲/۳، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۱۹۶/۳، ۲۰۲-۲۰۵ کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۴۹۹/۲، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیہ بیروت)

”وإن کان لها ولی أقرب من المزوج، لا یكون السکوت منها رضا، ولها الخيار إن شاءت

رضیت، وإن شاءت ردت“۔ (الفتاویٰ العالمکیریہ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۲۸۷/۱،

رشیدیہ)

(۳) ”و نفاذ عقد الفضولی بالإجازة یجعله فی حکم الوکیل“۔ (رد المحتار: ۹۵/۳، کتاب النکاح،

باب الکفاءة، مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح، سعید)

”أو وکلت رجلاً بالتزویج فتزوجها، أو زوجها فضولی، فأجازت، جاز“۔ (بدائع الصنائع،

۳۶۹/۳، کتاب النکاح، فصل فی ولایة النذب، دارالکتب العلمیہ بیروت)

باپ لڑکی کی جانب سے وکیل رہے اور نکاح کی مجلس میں نکاح پڑھانے والے سے اپنی ایجاب پیش کر دے تو اس حالت میں بغیر شاہدوں کے نکاح ہو جائے گا؟ مزید سنا گیا ہے کہ باپ بذات خود وکیل ہو تو شاہدوں کی ضرورت نہیں رہتی۔ لہذا تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

باپ اپنی لڑکی سے کہہ دے کہ فلاں لڑکے سے اتنے مہر پر میں تمہارا نکاح کرتا ہوں تم کو منظور ہے، اس پر اگر لڑکی صاف اجازت دیدے یا خاموش رہے یعنی عدم رضا ظاہر نہ کرے تو بس اتنی بات کافی ہے، اس کے لئے شاہدوں کی ضرورت بھی نہیں، پھر باپ جب مجمع میں ایجاب و قبول کرائے یا اس کی اجازت سے قاضی ایجاب و قبول کرائے تو نکاح بلا تکلف صحیح ہو جائے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔



(۱) ”(قوله: أي توكيل في الأول): أي فيما إذا استأذنها قبل العقد، حتى لو قالت بعد ذلك: لا أرضى، ولم يعلم به الولي، فزوجها، صح، كما في الظهيرية؛ لأن التوكيل لا ينزل حتى يعلم. بحر.“
(ردالمحتار: ۵۹/۳، كتاب النکاح، باب الولي، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱۹۶/۳، كتاب النکاح، باب الأولياء والأقفاء، رشيدية)
”و لو قال لها وليها: إني أريد أن أزوجه من فلان، فقالت: يصلح، فلما خرج الولي، قالت: لا أرضى، ولم يعلم الولي بقولها حتى زوجها من فلان، صح.“ (الفتاوى العالمكيرية: ۲۸۸/۱، كتاب النکاح، باب الأولياء، رشيدية)

”أما الشهادة على التوكيل بالنکاح، فليست بشرط لصحته كما قدمنا عن البحر، وإنما فائدتها الإثبات عند جحود التوكيل.“ (ردالمحتار: ۲۱/۳، كتاب النکاح، مطلب: هل ينقذ النکاح بالألفاظ المصحفة نحو تجوزت، سعيد)

”يصح التوكيل بالنکاح وإن لم يحضره الشهود.“ (الفتاوى العالمكيرية: ۲۹۲/۱، كتاب النکاح، الباب السادس في الوكالة بالنکاح وغيرها، رشيدية)

باب خیار البلوغ و حدہ

(خیارِ بلوغ اور اس کی حد کا بیان)

خیارِ بلوغ

سوال [۵۸۱۳]: جہاں پر حکومت غیر مسلم ہو اور شرعی باختیار قاضی کی جگہ غیر مسلم اور غیر شرعی حاکم ہو تو حالت موجودہ میں کیا صورت ہوگی، یعنی زید کا نکاح بزمانہ نابالغی ایک نابالغہ لڑکی کے ساتھ اس لڑکی کے بھائی نے باپ کے انتقال کے بعد کر دیا، لڑکی نے بوقتِ بلوغ اس نکاح سے بیزاری کا اعلان کر دیا اور اس کی اطلاع شوہر اور اس کی والدین کو کر دی گئی۔ لڑکی اس نکاح سے کسی صورت میں رضا مند نہیں، وہ بموجب استحقاق شرع شریف عقد دوسری جگہ کرنا چاہتی ہے۔ لہذا اس بارے میں کیا صورت ہوگی؟

المرسل: والسائل محمد ظفر الحق، ساکن ایٹہ خاص، دوکاندار جفت فروش۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکی نے فوراً بوقتِ بلوغ اس نکاح سے ناراضگی ظاہر کر دی اور شوہر کے یہاں جانے کے لئے رضا مند نہیں تو اس کو چاہیے کہ اس مقدمہ کو کسی مسلمان حاکم عادل باختیار کے یہاں پیش کرے اور وہ حاکم اس نکاح کو فسخ کر دے، بغیر حاکم مسلم فسخ کئے فسخ نہ ہوگا اور جب فسخ کر دے تو وہ عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے:

”وإن زوجها غیر الأب والجدة، فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ، إن شاء أقام علی النکاح، وإن شاء فسخ، یشترط فیہ القضاء“۔ ہدایہ: ۲/۲۹۷ (۱)۔

(۱) (الہدایۃ، باب الأولیاء والأکفاء، کتاب النکاح: ۲/۳۱۷ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان)

(و کذا فی البحر الرائق، باب الأولیاء والأکفاء، کتاب النکاح: ۳/۲۱۱، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدیر، باب الأولیاء والأکفاء، کتاب النکاح: ۳/۲۷۷، مصطفى البابی الجلی مصر)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۱/۳۳۶، دار احیاء التراث العربی بیروت)

اگر اس جگہ حاکم مسلم با اختیار نہ ہو تو دوسری جگہ جہاں حاکم مسلم ہو وہاں نکاح فسخ کرانا چاہیے اور چونکہ شوہر کے ساتھ جماع یا خلوت صحیحہ کی نوبت نہیں آئی، اس لئے عدت واجب نہ ہوگی (۱)، فسخ کے بعد فوراً دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ صحیح: بندہ عبد الرحمن غفرلہ۔

باپ کے کئے ہوئے نکاح میں خیارِ بلوغ نہیں

سوال [۵۸۱۴]: زید نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کر دیا تھا، ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ لڑکا نابالغ دوسری شادی کر رہا ہے اور اس لڑکی کی رخصتی نہیں کراتا۔ کیا لڑکی بالغ ہونے پر اپنا نکاح خود فسخ کر سکتی ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

ابھی لڑکا اور لڑکی دونوں نابالغ ہیں، رخصتی کی کیا ضرورت ہے۔ باپ نے جو نکاح حالتِ نابالغی میں کر دیا وہ لازم اور صحیح ہو گیا اور لڑکا اور لڑکی فسخ نہیں کر سکتے۔ بالغ ہونے پر اگر لڑکا رخصتی نہ کراوے تو مسئلہ دریافت کر لیا جائے: ”ولہما خيار الفسخ بالبلوغ فی غیر الأب والجد بشرط القضاء“۔ بحر: ۳/۱۲۰ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۳۰/۳/۸۸ھ۔

(۱) ”أربع من النساء لا عدة عليهن: المطلقة قبل الدخول“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة: ۱/۵۲۶، رشیدیہ)

”وسبب وجوبها النكاح المتأكد بالتسليم وما جرى مجراه من الخلوة“۔ (کتاب الطلاق، باب العدة: ۱/۴۶۴، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة: ۳/۲۱۶، رشیدیہ)

قال الله تعالى: ﴿ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ، فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا﴾ (سورة الأحزاب: ۴۹)

(۲) (البحر الرائق، باب الأولياء والأقفاء، کتاب النکاح: ۳/۲۱۱، رشیدیہ) =

ڈیڑھ سال بعد خیار بلوغ

سوال [۵۸۱۵]: کیا نابالغ لڑکی بالغ ہونے کے ڈیڑھ سال بعد اپنا نکاح فسخ کر سکتی ہے؟ لڑکا لڑکی کو بالغ ہونے سے پہلے طلاق دینے پر رضا مند تھا، اب طلاق نہیں دیتا، نہ لڑکی کو نکالتا ہے، نکاح نابالغی کی حالت میں ہوا تھا۔

۲..... کیا اس لڑکی کا نکاح ثانی بعد طلاق فوراً چند دن بعد ہو سکتا ہے، جبکہ شوہر کے گھر تک نہ گئی ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اگر باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے اس کا نکاح کر دیا تھا تو بالغ ہوتے ہی فوراً اس نکاح کو نامنظور کر کے اور اس پر گواہ بنا کر موافق شرع حاکم مسلم سے فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ اگر آثار بلوغ ظاہر ہوتے ہی فوراً نامنظور نہیں کیا بلکہ خاموشی اختیار کی تو اب ڈیڑھ سال بعد خیار بلوغ باقی نہیں رہا (۱)، اب اگر لڑکا رخصتی کرانا اور آباد کرانا نہیں چاہتا تو بہتر یہ ہے کہ لڑکی طلاق مہر کے عوض لے لے (۲)۔

= (وکذا فی فتح القدیر، باب الأولیاء والأکفاء، کتاب النکاح : ۳/۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲،

اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو حاکم مسلم باختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور میرے حقوق ادا نہیں کرتا، مجھے نکاح ثانی کی اجازت دی جائے، اگر حاکم کے نزدیک یہ ثابت ہو جائے تو شوہر کو حاضر عدالت کر کے کہے کہ تم اپنی بیوی کو رخصت کراؤ، اس کے حقوق ادا کرو، یا طلاق دیدو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے۔ پھر اگر شوہر کوئی صورت اختیار نہ کرے تو حاکم مسلم باختیار خود تفریق کر دے، یہ تفریق طلاق کے حکم میں ہوگی، اس کے بعد دوسری جگہ نکاح درست ہوگا۔

اگر حاکم مسلم باختیار نہ ہو یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت بھی بطور پنچایت یہ سب کام کر سکتی ہے اور اس جماعت میں کم از کم ایک فہیم و معاملہ شناس معتبر عالم کی شرکت بھی ضروری ہے۔ رسالہ ”الحیلہ الناجزۃ“ کا مطالعہ بھی بغور کر لیا جائے، اس میں تفصیل مذکور ہے (۱)۔

اگر نکاح باپ نے کیا تھا، یا باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے دادا نے کیا تھا تب بھی خیار بلوغ حاصل نہیں (۲)، لیکن ادائے حقوق نہ کرنے کی صورت میں طریقہ مذکور پر فسخ کرانے کا حق حاصل ہے۔

۲..... جبکہ شوہر سے تنہائی نہیں ہوئی اور شوہر نے طلاق دیدی، یا خیار بلوغ کی وجہ سے فسخ کرا لیا، یا حقوق ادا نہ کرنے کی وجہ سے فسخ کرا لیا۔ جس کی تفصیل نمبر: ایس گزری۔ تو عدت واجب نہیں، طلاق یا فسخ کے

(۱) (حیلہ ناجزہ، باب: حکم زوجۃ متعنت ۷۳، ۷۴، دارالاشاعت، کراچی)

”فبإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان“ أمر عز وجل بالإمساک بالمعروف، وقد عجز عن الإمساک بالمعروف؛ لأن ذلک بإیفاء حقها فی الوطاء والنفقة، فتعین علیہ التسریح بالإحسان، فإن فعل، وإلا ناب القاضی منابہ فی التسریح، وهو التفریق. الخ. (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فیما یبطل به الخیار : ۳/۶۰۳، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

(۲) ”وإن کان المزوج غیرهما: أى غیر الأب وأبیہ، لایصح النکاح من غیر کفو، أو بغبن فاحش أصلاً. وإن کان من کفو وبمهر المثل، صح، ولكن لهما: أى لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ أو العلم بالنکاح بعده.“ (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۶۷، ۶۹، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، باب الأولیاء والأکفاء، کتاب النکاح: ۳/۲۱۱، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدیر، باب الأولیاء والأکفاء، کتاب النکاح: ۳/۲۷۷، ۲۷۸، مصطفى البابی الجلی مصر)

بعد بھی دل چاہے دوسرا نکاح ہو سکتا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۶/۸۷ھ۔

نابالغہ کا نکاح ولی نے کیا، شوہر بد اخلاق ہے، راہِ نجات کیا اختیار کیا جائے؟

سوال [۵۸۱۶]: محمد شفیع و مسماۃ عنایت بی کا نکاح بوجہ ان کی نابالغیت کے ان کے ولیوں نے اپنی اجازت سے تقریباً بارہ برس کا عرصہ ہوتا ہے کر دیا تھا۔ وقتِ نکاح محمد شفیع کی عمر آٹھ سال اور مسماۃ کی عمر چار سال تھی، لیکن چونکہ محمد شفیع کی اخلاقی حالت اس قسم کی ہو گئی ہے جو شریعت کے بالکل متضاد ہے، مثلاً ڈاڑھی منڈانا، شراب پینا، نماز کا بالکلیہ نہ پڑھنا وغیرہ، گویا کہ محمد شفیع کا چال چلن نہایت خراب ہے جس کی وجہ سے مسماۃ عنایت بی کو اپنی جان و ایمان و عصمت کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، بلکہ یقین ہے۔ بایں وجہ مسماۃ عنایت بی محمد شفیع کے یہاں جانا ہی نہیں چاہتی، بلکہ اگر اس کو زبردستی بھیج بھی دیا جائے تو اس کا خودکشی کر لینا یقینی ہے۔

اور مسماۃ عنایت بی نکاح کے وقت سے اس وقت تک غیر مدخول بہا ہے، کیونکہ محمد شفیع کے یہاں اب تک نہ گئی ہے اور نہ خلوت صحیحہ ثابت ہوئی۔

لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرع شریف میں مسئلہ مذکورہ کے لئے ایسی کوئی صورت ہو سکتی ہے کہ مسماۃ عنایت بی و محمد شفیع کے درمیان تفریق کر دی جائے، جبکہ محمد شفیع نہ طلاق کے لئے رضا مند ہے اور نہ خلع کرنے کے لئے؟ بینوا تو جروا۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ، فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عُدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا﴾ الآية (سورة الأحزاب: ۴۹)

”وسب وجوبها (أی وجوب العدة) النکاح المتأكد بالتسليم وما جرى مجراه من الخلوة“.

(مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب العدة: ۱/۴۶۴، دار إحياء التراث العربی بیروت)

”أربع من النساء لا عدة عليهن: المطلقة قبل الدخول. الخ.“ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب

الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة: ۱/۵۲۶، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نکاح مسماۃ بی کے باپ یا دادا نے کیا ہے تب تو وہ فسخ نہیں ہو سکتا بلکہ وہ لازم ہو چکا ہے (۱)، اب جب تک محمد شفیع طلاق نہ دے، دوسری جگہ ہرگز ہرگز نکاح جائز نہیں (۲)، یا اس کے یہاں جائے یا اس سے طلاق حاصل کرے خواہ سمجھا کر، یا لالچ دلا کر، یا ڈرا کر جس صورت سے بھی ہو، یا خلع کرے، اور کوئی صورت نہیں (۳)۔ اگر باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے نکاح کیا ہے تو اس میں خیار بلوغ حاصل ہے، وہ یہ کہ اگر آثار بلوغ ظاہر ہوتے ہی فوراً اس نکاح سے عدم رضا کا کم از کم دو گواہوں کے سامنے اظہار کر دیا ہے تو حاکم مسلم باختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کر کے اپنا نکاح فسخ کرا لے:

”للصغير والصغيرة إذا بلغا وقد زُوجا أن يفسخا عقد النكاح الصادر من ولي غير أب ولا جد بشرط قضاء القاضي بالفرقة، بخلاف ما إذا زوجها الأب والجد، فإنه لا خيار لهما بعد بلوغهما“۔ بحر: ۱۲۰/۳ (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ لنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۲/۶۰ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

(۱) (البحر الرائق، باب الأولیاء والأکفاء، کتاب النکاح: ۲۱۱/۳، رشیدیہ)

(۲) ”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، القسم الثانی: المحرمات التي تتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط أن لا تكون منکوحة الغير: ۴۵۱/۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الفقہ الإسلامی وأدلته، کتاب النکاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، باب المرأة المتزوجة: ۴۶/۹، رشیدیہ)

(۳) قال الله تعالى: ﴿فإن خفتن ألا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

”إذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدي نفسيهما منه بما لا يخلعهما به“۔

(الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمہ، الفصل الأول: ۴۸۸/۱، رشیدیہ)

(۴) (البحر الرائق، باب الأولیاء والأکفاء، کتاب النکاح: ۲۱۱/۳، رشیدیہ)

باپ کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ

سوال [۵۸۱۷]: ہندہ کا نکاح اس کے والدین نے زید سے کر دیا، ہندہ نے بالغ ہو کر زید کے یہاں جانے سے انکار کر دیا، ہندہ نکاح کے بعد سے اب تک زید کے یہاں نہیں گئی اور نہ اب کسی طرح جانے پر رضا مند ہے۔ اب ایسی صورت میں شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں لڑکی کو خیار بلوغ حاصل نہیں، والد کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ نہیں کر سکتی۔ جب تک زید طلاق نہ دے دوسرا نکاح نہیں ہو سکتا: ”وللولیٰ إنکاح الصغیر والصغیرۃ ولو ثیباً، ولزم النکاح: ای بلا توقف علیٰ إجازة أحد وبلا ثبوت خیار فی تزویج الأب والجد. ۱ھ“۔ شامی: ۲/۴۶۹ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

باپ کے کئے ہوئے نکاح میں شرط کے خلاف ہونے پر بھی خیار بلوغ حاصل نہیں

سوال [۵۸۱۸]: زید نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح عمر کے لڑکے کے ساتھ اس شرط پر کیا کہ عمر اپنی لڑکی کا نکاح میرے لڑکے کے ساتھ کر دے یا کسی اور رشتہ دار کی لڑکی سے کرادے اور زید کی لڑکی کی عمر اس وقت تین سال کی تھی، تو زید کی لڑکی نے بالغ ہونے پر فوراً انکار کر دیا اور عمر نے بھی زید کی لڑکی کی شادی کا انکار کر دیا، تو آیا زید کی لڑکی کا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

باپ نے جب اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کر دیا تو وہ صحیح اور پختہ ہو گیا، بالغ ہونے پر لڑکی کو اس کے فسخ

= (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۶۷، ۶۹، سعید)

(وکذا فی فتح القدیر، باب الأولیاء والأکفاء، کتاب النکاح: ۳/۲۷۷، ۲۷۸، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۶۵، ۶۶، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۳/۲۰۸، ۲۱۱، رشیدیہ)

(وکذا فی ملتقى الأبحر علی هامش مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۱/۳۳۵،

دار إحياء التراث العربی، بیروت)

کردینے کا اختیار نہیں (۱)۔ عمر کے شرط پورا نہ کرنے کی وجہ سے اس نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا، یہ نکاح باطل نہیں ہوا: ”وہو (أی النکاح) لا یبطل بالشرط الفاسد، بل یبطل الشرط، ویصح (النکاح)، اھ“۔
شامی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۲/۹۴ھ۔

چچا کے کئے ہوئے نکاح میں خیاء بلوغ

سوال [۵۸۱۹]: امام الدین نے اپنی نابالغ بھتیجی کا نکاح گل احمد کے ساتھ کر دیا، اس وقت منکوحہ کی عمر ساڑھے گیارہ سال کی تھی، اب جب کہ وہ ۲۱ سال کی ہے تو اس نے تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کر دیا ہے کہ چچا کا نکاح کردہ چونکہ میری مرضی کے خلاف ہے، لہذا عدالت خیاء بلوغ کے دفعہ کے تحت مجھے دوسری جگہ نکاح کی اجازت دے اور پہلے نکاح کو کالعدم قرار دیدے۔

لڑکی نے عدالت میں دعویٰ دائر کرنے سے پہلے کسی اجلاس یا شریعت یا قاضی کے سامنے کوئی درخواست وغیرہ نہیں دی ہے اور بلوغت کی حالت میں ۲۱ سال تک جتنا عرصہ گزرا ہے بالکل خاموش رہی ہے۔ کیا یہ نکاح مذکورہ صورت میں قابل فسخ ہے یا نہیں؟

(۱) ”وللولیٰ إنکاح الصغیر والصغیرۃ ولو ثیباً، ولزم النکاح: أی بلا توقف علی إجازة أحد وبلا ثبوت خیاء فی تزویج الأب والجد“۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۶۵/۳، ۶۶، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۳/۲۱۱، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۳۳۵/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب المحرمات، مطلب فیما زوج المولیٰ أمته: ۵۳/۳، سعید)

(و کذا فی الهدایة، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳/۳۱۳، شركة علمية ملتان)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳/۲۵۱، مصطفى البابی الحلبي مصر)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یتیمہ کا دادایا بھائی موجود نہیں تو چچا کو ولایت نکاح حاصل تھی (۱)، چچا نے جو نکاح کیا وہ منعقد ہو گیا، یتیمہ کو خیار بلوغ حاصل تھا، اگر وہ آثار بلوغ ظاہر ہوتے ہی فوراً اس نکاح سے ناراضگی ظاہر کر کے اس پر گواہ بنا لیتی تو اس کو بذریعہ عدالت مسلمہ اس نکاح کو فسخ کرانے کا حق ہوتا، لیکن اگر اس نے بالغہ ہونے پر خاموشی اختیار کی، نکاح کو رد اور نامنظور نہیں کیا تو وہ نکاح پختہ اور لازم ہو گیا اور فسخ کرانے کا حق ختم اور کالعدم ہو گیا۔ اب اس کو چاہیے کہ اسی شوہر کے مکان پر آباد ہو (۲)۔ بلوغ کی علامت حیض ہے، یا پھر پوری پندرہ سال کی عمر پوری ہونے پر بلوغ کا حکم ہو جاتا ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۸ھ۔

(۱) "والولی هو العصبۃ نسباً أو سبباً علی ترتیب الإرث والحجب، فیکدم الفرع وإن نزل، ثم الأصل وإن علا، ثم الأخ لأبوين ثم لأب ثم العم، ثم ابنه"۔ (ملتقى الأبحر علی هامش مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۳۳۷/۱، داراحیاء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۵۰۴/۲، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۲۱۰/۳، رشیدیہ)

(۲) "ولهما خيار الفسخ بالبلوغ فی غیر الأب والجد بشرط القضاء: أى للصغیر والصغیرة إذا بلغا وقد زوّجا أن یفسخا عقد النکاح الصادر من ولی غیر أب ولا جد بشرط قضاء القاضی بالفرقة"۔ (البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۲۱۱/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۲۷۷/۳، ۲۷۸، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۳۳۶/۱، داراحیاء التراث العربی بیروت)

(۳) "وبلوغ الجارية بالاحتلام والحیض والحبل، فإن لم یوجد فیهما شئ حتى یتم لكل منهما خمس

عشر سنة، وبه یفتی"۔ (الدر المختار، کتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام: ۱۵۳/۶، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الحجر، الفصل الثانی فی معرفۃ حد البلوغ: ۶۱/۵، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الإکراه، باب الحجر، فصل فی حد البلوغ: ۱۵۳/۸، رشیدیہ)

صغیرہ کے لئے خیار بلوغ

سوال [۵۸۲۰]: زید نے ایک ہندہ عورت جس کے ساتھ اس کی شیر خوار لڑکی صفیہ تھی نکاح کیا اور صفیہ شیر خوار کی پرورش بھی کرتا رہا اور پھر بصورت نابالغی زید نے صفیہ کا نکاح بھی کر دیا۔ زید صفیہ کے خاندان سے بھی نہیں بلکہ ہندہ اپنے آپ کو نو مسلم ظاہر کرتی ہے، صفیہ نابالغہ کو بھی زید نے اس کے سسرال میں بھیج دیا، وہاں فتنہ و فساد ہوتا رہا۔ صفیہ کا خاوند کبھی صفیہ کو گھر سے نکال دیتا رہا، کبھی صفیہ خود سسرال سے نکل آتی رہی۔

اب صفیہ بالغہ ہے، اس کے خاوند نے اب اس کو گھر سے نکال دیا ہے، اب صفیہ اور اس کی والدہ کے خاوند کا ارادہ کسی جگہ نکاح کر دینے کا ہے، وہ کہتے ہیں کہ صفیہ نابالغہ کا نکاح اس کی والدہ کے خاوند کا کیا ہو اس سے صحیح ہی نہیں ہوا، عالمگیری: ۱۳/۲ کے حوالے سے یہ عبارت پیش کرتے ہیں:

”ولو كان الصغير والصغيرة في حجر رجل يعولهما كالمملوك ونحوه، فإنه لا يملك تزويجهما، كذا في فتاوى قاضى خان“ (۱)۔ بینوا تو جروا عند الله أجراً عظيماً۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

یہ نکاح فضولی کا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ ولی شرعی کی اجازت پر موقوف ہے (۲)، اگر اس لڑکی کا کوئی ولی عصبہ موجود نہیں تو اس کی ماں ولی ہے (۳)، اگر ماں نے اجازت دیدی تو جائز ہو گیا، اگر ماں نے اجازت

(۱) (الفتاوى العالمكيريّة، كتاب النكاح، الباب الرابع فى الأولياء : ۲۸۴/۱، رشیدیہ)

(۲) ”وان زوج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء، فإن كان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولاية، توقف نكاح الأبعد على إجازته، الخ“۔ (الفتاوى العالمكيريّة، كتاب النكاح، الباب الرابع فى الأولياء : ۲۸۵/۱، رشیدیہ)

(و كذا فى الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولی : ۸۱/۳، سعید)

(و كذا فى فتاوى قاضى خان، كتاب النكاح، فصل فى الأولياء : ۳۵۶/۱، رشیدیہ)

(۳) ”وعند عدم العصبه، كل قريب يرث الصغير والصغيرة من ذوى الأرحام الأقرب، عند أبی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ: الأم، الخ“۔ (الفتاوى العالمكيريّة، كتاب النكاح، الباب الرابع فى الأولياء :

۳۸۴/۱، رشیدیہ)

نہیں دی بلکہ رد کر دیا تو رد ہو گیا۔ اور اس صورت میں کسی طلاق یا تفریق کی ضرورت نہیں اور پہلی صورت میں یعنی جب کہ ماں نے اجازت دے دی ہو تو لڑکی کو خیار بلوغ حاصل تھا یعنی اگر بالغہ ہوتے ہی فوراً لڑکی نے اس نکاح سے ناراضی ظاہر کر دی تو حاکم مسلم باختیار کی عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے اور اگر بالغہ ہوتے ہی فوراً اظہار ناراضی نہیں کیا تو اب فسخ نہیں کرا سکتی تا وقتیکہ شوہر طلاق نہ دے، یا کسی دوسرے شرعی طریق پر خلع وغیرہ کے ذریعہ سے جدائی نہ ہو اور پھر عدت نہ گذر جائے تو دوسری جگہ نکاح درست نہ ہوگا:

”ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء: أي للصغير والصغيرة إذا بلغا وقد زوّجا أن يفسخا عقد النكاح الصادر من ولي غير أب ولا جد بشرط قضاء القاضي بالفرقة ۱۱ھ“۔ بحر: ۳/۱۲۰ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۱/۵۵ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/ذی قعدہ/۵۵ھ۔

نابالغہ کا جبراً نکاح اور خیار بلوغ کی تفصیل

سوال [۵۸۲]: ہندہ کا نکاح نابالغہ ہونے کی حالت میں ایسی صورت میں کیا گیا کہ اس کے ولی شرعی ناراض تھے، ہندہ کی خالہ نے ہندہ کا نکاح بلا اس کی مرضی کے جبراً کر دیا، لیکن ہندہ برابر انکار ہی کرتی رہی۔ جب رخصتی کا وقت آیا تو اس وقت بھی ہندہ نے انکار کر دیا اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس کی ناراضگی کی وجہ سے ہی اس کی رخصتی ملتوی کر دی گئی، چنانچہ ہندہ آج تک یعنی عرصہ تقریباً چھ سال کا ہو چکا اور اس شخص کے یہاں جانے سے انکار کرتی ہے۔ عرصہ چھ سال سے وہ لوگ جہاں ہندہ کا نکاح ہوا تھا ہندہ کے طالب ہیں، چونکہ ہندہ کی خالہ اپنی طرف سے وہاں بھیجنا چاہتی تھی مگر ہندہ جانے سے انکار کرتی رہی۔

= (و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۳/۲۱۸، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۷۸، سعید)

(۱) (البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۳/۲۱۱، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۳/۲۷۷، ۲۷۸، مصطفی البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۱/۳۳۶، دار إحياء التراث العربی بیروت)

سوال یہ ہے کہ ہندہ کا یہ نکاح شریعت کے مطابق ہے یا نہیں، جب کہ محض ہندہ کی خالہ نے اپنے ارادہ سے بلا اس کی مرضی کے کر دیا تھا اور نہ ہی کوئی ہندہ کے نکاح کے شاہد ہیں، محض اس کی خالہ اور خالو ہی ہندہ کو اس شخص کے یہاں بھیجنا چاہتے ہیں؟ اب ایسی صورت میں ہندہ اپنا نکاح دوسری جگہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ نکاح کے وقت محض ہندہ کی والدہ موجود تھی، لیکن ہندہ کی والدہ کی بھی مرضی نہیں تھی کہ یہ نکاح کیا جائے۔ اب ایسی صورت ہندہ اپنا نکاح دوسری جگہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ (نوٹ) ہندہ کے والد کا پہلے انتقال ہو چکا تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وقت نکاح والدہ نے اس کو منظور نہیں کیا بلکہ نامنظور کر دیا تھا تو یہ نکاح اس وقت ختم ہو گیا تھا (۱)، اگر والدہ خاموش رہی اور لڑکی نے بالغہ ہونے پر اس کو نامنظور کر دیا تب بھی بیکار ہو گیا (۲)، اب لڑکی کی اجازت سے دوسری جگہ نکاح کر دیا جائے۔ یہ اس وقت ہے جب کہ لڑکی کا کوئی ولی عصبہ موجود نہ ہو، ورنہ اس کی منظوری

(۱) ”(فإن لم يكن عصبه فالولاية للأم) ثم للأم الأم..... (ثم لذوی الأرحام) العمدات..... ثم الخالات..... فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب، توقف على إجازته“۔ (الدر المختار)۔ ”فلا يكون سكوتہ (أی سكوت الأقرب) إجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً في مجلس العقد مالم يرض صريحاً أو دلالة“۔ (رد المحتار: ۸۱/۳-۷۸، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۸۴/۱، ۲۸۵، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲۱۸/۳، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(۲) ”ولها خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط قضاء القاضي“۔ ”أی للصغير والصغيرة إذا بلغا وقد زوجا أن يفسخا عقد النكاح الصادر من ولي غير أب ولا جد بشرط قضاء القاضي بالفرقة“۔ (البحر الرائق، باب الأولیاء والأکفاء: ۲۱۱/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، باب الولی: ۷۰-۶۷/۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۸۵/۱، کتاب النکاح، باب الأولیاء، رشیدیہ)

”لأن الفرقة بالخيار فسخ للعقد، والعقد إذا انفسخ، يجعل كأنه لم يكن“۔ (رد المحتار:

۷۰/۳، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

اور نامنظوری پر موقوف رہے گا (۱)، البتہ بالغہ ہونے پر لڑکی کو خیارِ بلوغ حاصل ہوگا، یعنی اگر ولی عصبہ نے منظور نہیں کیا تھا تو بیکار ہو گیا تھا، اگر منظور کر لیا تھا تو درست ہو گیا تھا۔ پھر اگر آثارِ بلوغ ظاہر ہوتے ہی لڑکی نے فوراً دو گواہوں کے سامنے اس نکاح سے ناراضگی ظاہر کر دی تھی تو حاکم مسلم یا مسلم کمیٹی کے ذریعہ سے فسخ کرانے کا اس کو اختیار حاصل ہوگا، پھر فسخ کے بعد نکاحِ ثانی کی اجازت ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۸۰ھ۔

بلوغ کی حد شرعی

سوال [۵۸۲۲]: بلوغ کی حد شرعی کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب لڑکے کو احتلام و انزال ہونے لگے تو سمجھو کہ وہ بالغ ہو گیا، ورنہ پندرہ سال کی عمر ہو جانے پر شرعاً بالغ قرار دیا جائے گا، شامی: ۹۷/۵ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) ”(فإن لم يكن عصبه فالولاية للأُم) ثم لأم الأم (ثم لذوی الأرحام) العمت ثم الخالات فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب، توقف على إجازته“. (الدر المختار). ”فلا يكون سكوته (أى سكوت الأقرب) إجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً في مجلس العقد مالم يرض صريحاً أو دلالة“.

(رد المختار: ۸۱-۷۸/۳، كتاب النكاح، باب الولی، سعید)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲۸۴/۱، ۲۸۵، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء، رشیدیہ)

(و كذا في البحر الرائق: ۲۱۸/۳، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشیدیہ)

(۲) ”ثم إذا اختارت وأشهدت ولم تتقدم إلى القاضي فهي على خيارها“. (البحر الرائق:

۲۱۴/۳، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشیدیہ)

(۳) ”بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال، والأصل هو الإنزال. والجارية بالاحتلام والحيض والحبل،

فإن لم يوجد فيهما شئ فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة، وبه يفتى. وأدنى مدته له اثنتا عشرة سنة،

ولها تسع سنين.“ (الدر المختار، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام: ۱۵۳/۲، سعید)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الإكراه، باب الحجر، فصل في البلوغ: ۱۵۳/۸، رشیدیہ)

حد بلوغ

سوال [۵۸۲۳]: مسلمانوں میں لڑکا اور لڑکی کس عمر میں بالغ سمجھے جاتے ہیں، عمر معصومیت کب ختم ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پندرہ سال پورے ہونے پر لڑکا اور لڑکی دونوں کے لئے بلوغ کا حکم شرعاً کر دیا جائے گا، اگر اس سے پہلے علامات بلوغ ظاہر ہو جائیں تو اسی وقت سے حکم کر دیا جائے گا، پندرہ سال پورے ہوں یا نہ ہوں لڑکی میں عامۃً نو سال سے پہلے اور لڑکے میں عامۃً بارہ سال سے پہلے علامات بلوغ ظاہر نہیں ہوتیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۸/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۸/۸۷ھ۔

ایضاً

سوال [۵۸۲۴]: لڑکا کتنے سال پر بالغ ہو جاتا ہے اور مومے زیر ناف اور ڈاڑھی مونچھ آنا علامت

= (وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الحجر، الفصل الثانی فی معرفۃ حد البلوغ: ۵/۶۱، رشیدیہ)
(وکذا فی ملتقى الأبحر علی هامش مجمع الأنهر، کتاب الحجر، فصل فی بیان أحكام البلوغ: ۲/۴۴۴، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۱) ”یحکم ببلوغ الغلام بالاحتلام أو الإنزال أو الإحبال..... و ببلوغ الجارية بالحیض أو الاحتلام أو الحبل..... فإن لم یوجد شی من ذلك، فإذا تم له ثمانی عشرة سنة ولها سبع عشرة سنة عنده، وعندهما إذا تم خمسة عشر سنة فیهما، وهو رواية الإمام، وبه قالت الأئمة الثلاثة، وبه یفتی..... وأدنی مدته له ثنتا عشرة سنة، ولها تسع سنین، الخ“۔ (ملتقى الأبحر علی هامش مجمع الأنهر، کتاب الحجر، فصل فی بیان أحكام البلوغ: ۲/۴۴۴، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الإکراه، باب الحجر، فصل فی حد البلوغ: ۸/۱۵۳، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الإکراه، باب الحجر، فصل فی حد البلوغ: ۸/۱۵۳، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الحجر، الفصل الثانی فی معرفۃ حد البلوغ: ۵/۶۱، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام بالاحتلام: ۶/۱۵۳، سعید)

بلوغ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ڈاڑھی مونچھ موئے زیر ناف علامت بلوغ نہیں بلکہ انزال، احتلام اور احبال علامت بلوغ ہے، اگر یہ علامات ظاہر نہ ہوں تو پندرہ سال پورے ہونے پر بلوغ کا حکم دے دیا جائے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۹/۶۲ھ۔

ایضاً

سوال [۵۸۲۵]: زید کہتا ہے کہ بارہ سال کا لڑکا بالغ ہو جاتا ہے۔ شرعاً اس کا قول صحیح ہے یا نہیں،

حکم شرعی اس کے بارے میں کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکے کے بلوغ کی ادنیٰ مدت بارہ سال ہے، بس اگر بارہ سال کا لڑکا کہے کہ میں بالغ ہوں، شرعاً اس کا قول معتبر ہے۔ اگر لڑکا نہ کہے، نیز کوئی علامت بھی اس میں ظاہر نہ ہو تو پندرہ سال پورا ہونے پر اس کو بالغ کہہ دیا جائے گا، کذا فی الدر المختار (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

(۱) ”(بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال) والأصل هو الإنزال، (والجارية بالاحتلام والحیض

والحبل، فإن لم يوجد فيهما شيء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة، به يفتی“۔ (الدر المختار،

كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام: ۱۵۳/۶، سعید)

(و كذا في الفتاوى العالمية، كتاب الحجر، الفصل الثاني في معرفة حد البلوغ: ۲۱/۵، رشیدیہ)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الإكراه، باب الحجر، فصل في حد البلوغ: ۵۳/۸، رشیدیہ)

(۲) ”(بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال) والأصل هو الإنزال، (والجارية بالاحتلام والحیض والحبل، =

علامتِ بلوغ اور اجازتِ نکاح

سوال [۵۸۲۶]: نابالغہ کا نکاح جس کی عمر بارہ، تیرہ برس ہو، ہو سکتا ہے یا نہیں، اور یہ عمر سن بلوغ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس عمر میں اس کو حیض آنا شروع ہو گیا تو وہ بالغہ ہے (۱) اور خود اس کی اجازت سے اس کا نکاح درست ہے (۲)، اگر غیر خاندان میں کیا جاوے تو ولی کی اجازت بھی ضروری ہے (۳)۔ اگر ابھی اس کو حیض

= فإن لم يوجد فيهما شيء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة، به يفتى. وأدنى مدته له اثنتا عشرة سنة، ولها تسع سنين. (الدر المختار، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام: ۱۵۳/۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الإكراه، باب الحجر، فصل في حد البلوغ: ۱۵۳/۸، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحجر، الفصل الثاني في معرفة حد البلوغ: ۶۱/۵، رشيدية)

(وكذا في ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الحجر، فصل في بيان أحكام البلوغ:

۴۴۴/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) ”(بلوغ..... الجارية بالاحتلام والحيض والحبل)“ (الدر المختار: ۱۵۳/۶، كتاب الحجر، فصل

بلوغ الغلام بالاحتلام، سعيد)

(وكذا في تبیین الحقائق، كتاب الحجر، فصل في بلوغ الغلام: ۲۷۵/۶، ۲۷۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الحجر، فصل في بيان أحكام البلوغ:

۴۴۴/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) ”(ولا تجبر البالغة البكر على النكاح) لا نقطاع الولاية بالبلوغ“ (الدر المختار: ۵۸/۳، كتاب

النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذا في الهداية: ۳۱۴/۲، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء، شركة علميه)

(وكذا في البحر الرائق: ۱۹۲/۳، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيدية)

(۳) ”وإنما تحل في الصورة الرابعة، وهي رضا الولي بغير الكفر، مع علمه بأنه كذلك، اهـ..... إن

الولي لو قال لها: أنا راض بما تفعلين، أو زوجي نفسك ممن تختارين ونحوه أنه يكفي، وهو ظاهر؛ لأنه =

آنا شروع نہیں ہوا تو وہ نابالغ ہے۔ ولی کی اجازت سے اس کا نکاح درست ہے، تنہا اس لڑکی کی اجازت پر نکاح کرنے سے ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۸۷ھ۔

علامت بلوغ

سوال [۵۸۲۷]: شرع میں بالغ ہونے کی کیا علامتیں مانی گئی ہیں؟

ظاہر خان نائب مدرس مدرسہ مہنوں، ڈاکخانہ سری نگر، ضلع گونڈ، ۱۲/ جولائی/ ۳۶ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکے میں بلوغ کی علامتیں تین ہیں: احتلام، انزال، اجمال۔

= فَوْضُ الْأَمْرِ إِلَيْهَا، وَلَأنَّهُ مِنْ بَابِ الْإِسْقَاطِ“. (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۷/۳، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

”وَإِذَا زَوَّجْتَ نَفْسَهَا مِنْ غَيْرِ كَفَرُ وَرَضَى بِهِ أَحَدُ الْأَوْلِيَاءِ، لَمْ يَكُنْ لِهَذَا الْوَلِيِّ وَلَا لِمَنْ مِثْلَهُ

أَوْ دُونَهُ حَقُّ الْفَسْخِ“. (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۹۳/۱، کتاب النکاح، الباب الخامس، رشیدیہ)

”لَا يَشْتَرُطُ مَبَاشَرَةُ الْوَلِيِّ لِلْعَقْدِ: لِأَن رِضَاءَ الزَّوْجِ كَافٍ“. (البحر الرائق: ۱۹۴/۳، کتاب

النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(۱) ”(وهو): أي الولی (شرط) صحة (نکاح صغیر ومجنون ورقیق)“. (الدر المختار: ۵۵/۳، کتاب

النکاح، باب الولی، سعید)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی هامش الدر المختار: ۲۶/۲، کتاب النکاح، باب الولی، دارالمعرفة)

”نعم لو كان لها أب أوجد وزوجت نفسها كذلك توقف“. (رد المحتار: ۸۰/۳، کتاب

النکاح، باب الولی، مطلب: لا یصح تولیة الصغیر، سعید)

اور لڑکی میں بھی تین ہیں: حیض، احتلام، حبل۔

اگر ان علامات میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو ہر دو کو پندرہ سال پورے ہونے پر بقول مفتی بہ بالغ کہا جائے گا، کذا فی تبیین الحقائق، ص: ۴۰۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ واعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۵/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۶/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

مدت بلوغ

سوال [۵۸۲۸]: شرع شریف میں نابالغ کس عمر تک خیال کیا جاتا ہے؟

کریم اللہ سب پوسٹ ماسٹر۔

شاہ آباد، ضلع کرنال۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر علامات بلوغ احتلام و انزال وغیرہ متحقق نہ ہوں تو پندرہ سال کا لڑکا شرعاً بالغ شمار ہوگا:

قال العلامة الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”فإن لم يوجد فيهما شيء منها فحتى يتم لكل

(۱) ”قال رحمه الله: ”بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال، وإلا فحتى يتم له ثمانى عشرة سنة =

والجارية بالحيض والاحتلام والحبل، وإلا فحتى يتم لها سبع عشر سنة، ويفتى بالبلوغ فيهما بخمس

عشرة سنة..... اهـ“۔ (تبیین الحقائق، کتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام: ۲/۵۷، ۲۷۶، دار الكتب

العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام بالاحتلام: ۲/۵۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق للعلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى، کتاب الإكراه، باب الحجر، فصل فی حد

البلوغ: ۸/۵۳، رشیدیہ)

(و کذا فی ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، کتاب الحجر، فصل فی بیان أحكام البلوغ:

۲/۴۴۴، دار إحياء التراث العربی بیروت)

منها خمس عشرة سنة، وبه يفتى". در مختار: ١٩٩/٢ (١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ٥٣/١/٤۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ٨/محرم الحرام/٥٣ھ۔



(١) (الدر المختار، کتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام بالاحتلام: ١٥٣/٢، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الإکراه، باب الحجر، فصل فی حد البلوغ: ١٥٣/٨، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الحجر، الفصل الثانی فی معرفۃ حد البلوغ: ٦١/٥، رشیدیہ) =

(و کذا فی ملتقى الأبحر علی هامش مجمع الأنهر، کتاب الحجر، فصل فی بیان أحكام البلوغ:

٢/٢٢٢، دار إحياء التراث العربی بیروت)

باب الکفاء

(کفائت کا بیان)

مسئلہ کفائت

سوال [۵۸۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ”کفو“ کے بیان میں صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب ص: ۳۰۱ (۱) پر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ذلیل پیشوں کا کفو میں اعتبار کیا جائے گا اور ذلیل پیشوں میں ”جولاہہ، حجام، دباغ، کٹاس“ کو شمار کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ لوگ ”صراف و بزاز“ کے کفو نہیں ہو سکتے، اور حاشیہ شرح وقایہ پر بھی یہ عبارت موجود ہے: ”الحائك ليس كفواً لبنت الدهقان وإن كانت فقيرة“ (۲)۔

اب آپ سے پر خلوص گزارش ہے کہ شریعت مطہرہ میں بھی اونچ نیچ، ذات پات کا اعتبار ہے تو کیسے، جب کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کا نکاح دوسرے قبیلہ میں کیا ہے، چنانچہ علامہ شامی (۳) وابن ہمام (۴) نیز امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک روایت میں فرمایا ہے کہ ”پیشہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا“۔

(۱) (الہدایۃ: ۲/۳۲۱، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء والأکفاء، وتماہ فی رقم الحاشیۃ: ۴، شرکتہ علمیہ ملتان)

(۲) (شرح الوقایۃ، کتاب النکاح، بیان الکفاءۃ نسباً وإسلاماً و غیرہما: ۲/۲۷، (رقم الحاشیۃ: ۱۴)، سعید)

(۳) ”(قولہ: حرفۃ)، ذکر الکرخی أن الکفاءۃ فیہا معتبرۃ عند أبی یوسف وأن أبا حنیفۃ بنی الأمر فیہا علی عادیۃ العرب أن موالیہم یعملون ہذہ الأعمال لا یقصدون بہا الحرف، فلا یعیرون بہا“۔ (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ: ۳/۹۰، سعید)

(۴) ”(قولہ: وعن أبی حنیفۃ فی ذلک روایتان) أظهرہما لا تعتبر فی الصنائع حتی یكون البیطار کفناً =

پس آج تک کتب فقہ میں یہ عبارتیں کیوں مذکور ہیں، یہ الفاظ وحی تو نہیں کہ جن پر تنبیخ کا قلم اٹھانا خروج اسلام کا باعث ہو۔ لہذا جناب عالی سے مؤدبانہ عرض ہے کہ جواب شریعت مطہرہ کی روشنی میں تحریر فرمائیں تاکہ اطمینان اور سکون ہو جائے۔

نوٹ: اساتذہ کرام بھی اسباق میں بتاتے ہیں کہ یہ باتیں پہلے تھیں، اب نہیں۔ پس فی زمانہ یہ عبارتیں کیوں ہیں؟

المستفتی: عبدالصمد کریاں، اعظم گڑھ، المرقوم، ۱۵/مئی/۱۷۷ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفس کفایت کی رعایت وحی خفی (حدیث شریف) میں موجود ہے جیسا کہ ترمذی (۱)، حاکم (۲)، ذہبی (۳)، سیوطی (۴)۔ ابن ماجہ (۵)، بیہقی (۶) نے نقل کیا ہے۔

= للعطار، وهو رواية عن محمد. (فتح القدير، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، فصل في الكفاءة: ۳/۳۰۱، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۱) "عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال له: "يا علي! ثلث لا تؤخرها: الصلوة إذا أتت، والجنابة إذا حضرت، والأيم إذا وجدت لها كفوءاً" (جامع الترمذی: ۲۰۵/۱، أبواب الجنائز، باب ما جاء في تعجيل الجنابة، سعيد)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "تخيروا لنطفكم، فأنكحوا الأكفاء وأنكحوا إليهم". (المستدرک للحاکم، کتاب النکاح، باب تخیروا لنطفکم، فأنکحوا الأكفاء وأنکحوا إليهم: ۲/۱۶۳، دار الفکر بیروت)

(۳) (راجع تلخیص الذہبی علی المستدرک، کتاب النکاح، باب تخیروا لنطفکم، فأنکحوا الأكفاء وأنکحوا إليهم: ۲/۱۶۳، دار الفکر بیروت)

(۴) "تخيروا لنطفكم فأنكحوا الأكفاء وأنكحوا إليهم". (هوك هق) عن عائشة (صح). "فيه دليل ظاهر على اشتراط الكفاءة ورد من لم يعتبرها (هك) في النكاح". (فيض القدير شرح الجامع الصغير، حرف التاء: ۵/۲۶۵۹، (رقم الحديث: ۳۲۶۸)، مكتبه نزار مصطفى الباز، رياض)

(۵) (سنن ابن ماجه: ۱/۱۴۱، کتاب النکاح، باب الأكفاء، قدیمی)

(۶) "وكذا مع الزيادة هي: عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى =

مزید تفصیلات فقہاء کی استنباط کردہ ہیں (۱)۔ جس طرح کہ فقہاء کے استنباط کردہ دیگر مسائل قابل اعتماد ہیں، یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دولڑکیوں کا یکے بعد دیگرے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کیا (۲) وہ نسباً کچھ زیادہ دور نہیں، چوتھی پانچویں پشت میں اوپر متحد ہو جاتے ہیں (۳)، نیز یہ نکاح بذریعہ وحی ہوئے

”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”إن اللہ تعالیٰ أوحى إلی أن أزوج کریمتی من عثمان، اھ“۔ المعجم الصغير للطبرانی، ص: ۸۳ (۴)۔ پس سقوط کفایت کے لئے اس سے استدلال صحیح نہیں۔

= علیہ وسلم: ”لاتنکحوا النساء إلا الأكفاء“..... قال عمر رضی اللہ عنہ: لا ينبغي لذوات الأحساب تزوجهن إلا من الأكفاء“۔ (السنن الكبرى للبيهقي: ۱۳۳/۷، کتاب النکاح، باب اعتبار الکفاءة، نشر السنة)

(۱) ”(وتعتبر) الکفاءة للزوم النکاح خلافاً لمالك (نسباً)..... وحرية وإسلاماً..... وديانة ومالاً وحرقة“۔ (الدر المختار: ۸۶/۳-۹۰، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید)
(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۹۰/۱، ۲۹۱، کتاب النکاح، الباب الخامس، رشیدیہ)
(و کذا فی البحر الرائق: ۲۲۸/۳، ۲۳۶، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیہ)
(۲) ”وزوج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابنته رقية من عثمان، وماتت عنده فی أيام بدر، فزوجه بعدها أختها أم کلثوم، فلذلك كان یلقب ذا النورین“۔ (الإصابة: ۳۷۷/۴، عثمان بن عفان، (رقم الترجمة: ۵۴۶۴)، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۳) ”نسب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: فهو محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصی، الخ“۔ (زاد المعاد، ص: ۲۶، فصل فی نسبه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، دارالفکر بیروت)
”هو عثمان بن عفان بن العاص بن أمیة بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی“۔ (تاریخ الطبری: ۴۴۴/۳، ذکر نسبه، مؤسسة الأعلمی، بیروت)

(۴) (الروض الدانی إلی المعجم الصغير للطبرانی، باب من اسمه حباب، (رقم الحدیث: ۴۱۴)؛
۲/۲۵۳، المکتب الإسلامی بیروت)

سب خاندانوں کی معیشت و معاشرت، خو، بو، طور طریقہ یکساں نہیں، اگر اس کا لحاظ نہ کیا جائے تو مصالح نکاح کا نظم برقرار رہنا دشوار ہو جاتا ہے، مثلاً کوئی ناز پروردہ اونچے خاندان کی لڑکی ہو جس کی خوراک، پوشاک اعلیٰ قسم کی ہو، گھر کا کام کرنے کے لئے خادمہ موجود ہو، نہ کبھی اس کو خود کھانا پکانا پڑے، نہ مکان کی صفائی کرنی پڑے، نہ کپڑے دھونے کی نوبت آئے، نہ باہر سے پانی بھر کر لانے کی ضرورت ہو، بلکہ سب کام اس کے خادم و ملازم کرتے ہوں، اگر اس کی شادی کاشتکار سے ہو جائے جہاں بیل، بھینس وغیرہ بھی ہیں، روزانہ ان کا گو بر صاف کرنا، ان کو وقت پر گھاس پانی دینا، ڈول رسی لے کر باہر کنویں سے پانی بھر کر سر پر رکھ کر لانا، مرد کا کھانا کھیت میں پہنچانا۔

یہ سب کام اس کے ذمہ ہوں تو اس کے لیے ظاہر ہے کہ ناقابل برداشت ہیں، اس کی زندگی بد سے بدتر حالت تک پہنچ جائے گی، نیز ناواقفیت کی وجہ سے کوئی کام بھی صحیح نہیں کر سکے گی جو کہ شوہر کے لئے بھی مستقل کوفت کا باعث ہے۔ اسی طرح اوردوسرے پیشوں کو قیاس کر لیا جائے۔

اس وجہ سے مسئلہ کفایت کو کلیۃً نظر انداز کرنا بہت سے مصالح کوفت کرنا ہے، جس کا نتیجہ نہایت تلخ ہوگا۔ لڑکی کو برداشت کرتے کرتے ٹی، بی ہو جائے گی، لڑکا بات بات پر طلاق کے لئے آمادہ ہوگا، سخت زبان استعمال کرے گا، ہاں! بعض دفعہ لڑکے میں کوئی ایسا جوہر بھی ہوتا ہے جس کی وجہ سے کفایت کو نظر انداز بھی کر دیا جاتا ہے اور وہاں لڑکی کی زندگی اس جوہر کی وجہ سے خوشگوار بھی ہو جاتی ہے، پریشانی پیش نہیں آتی۔

حاکم کی روایت ہے: ”عن عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”العرب بعضهم أكفاء لبعض، والموالي أكفاء بعضهم لبعض إلا حائلک أو حجام، اھ“۔ نصب الراية میں اس کی تخریج کر کے اس کو منقطع لکھا ہے (۱)، اعلاء السنن، ص: ۵۱، میں جواب دیا ہے: ”قلت: الانقطاع فی القرون الفاضلة لا یضرنا، لاسیما ولہ شواہد ذکرہا الزیلعی بالبسط“ (۲)۔

(۱) (نصب الراية: ۳/۱۹۷، کتاب النکاح، فصل فی الأكفاء، مؤسسة الريان، مکتبہ المکیة، جدہ)

(۲) (اعلاء السنن: ۱۱/۷۷، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، باب مراعاة الکفاءة وجواز النکاح فی

غیرہا، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية کراچی)

ابوبکر بزار کے حوالہ سے ”اقتضاء الصراط المستقیم“ میں حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے: ”نفضلکم یامعشر العرب! لتفضیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إیاکم لاننکح نسائکم، الخ“۔ إعلاء السنن (۱)۔

کسی مصنف نے اپنی کتاب میں ایک مسئلہ لکھا ہے، اگر وہ آپ کے نزدیک غلط ہے تو آپ کو دلائل کی روشنی میں اس کی تغلیط کا حق ہے، آپ حاشیہ بھی لکھ سکتے ہیں، شرح بھی لکھ سکتے ہیں، اس کی تردید پوری قوت کے ساتھ کر سکتے ہیں، لیکن دوسرے کی کتاب سے اس مسئلہ کو خارج کرنے کا آپ کو حق نہیں، اگر کوئی شخص ایسا کرے گا تو وہ اسلام سے خارج تو نہیں ہوگا، البتہ خائن اور مفتری ضرور ہوگا (۲)۔ پھر فقہائے کرام کی سب کتابوں سے اس کو خارج کر دیئے گا کسی کو حق نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ایضاً

سوال [۵۸۳۰]: زید کا اس بات پر اصرار ہے کہ برادری کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، جبکہ سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، پھر شیخ، سید، مغل، پٹھان اور انصاری کی تخصیص کے کیا معنی؟ دریافت طلب امر یہ ہے کہ سرکار مدینہ - صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین، تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کسی نے بھی اس امتیاز کو ملحوظ رکھا؟

۲..... کیا ان حضرات نے حکم دیا ہے کہ دوسری برادریوں میں رشتہ نہ کیا جائے؟ یا انھوں اشارۃً، کنایۃً

(۱) (إعلاء السنن : ۱۱/۷، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، باب مراعاة الکفاءة وجواز النکاح فی غیرہا، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية کراچی)

(۲) ”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”آیۃ المنافق ثلاث: إذا حدث کذب، وإذا وعد أخلف، وإذا أوّتمن خان“۔ ”وعن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”أربع من کن فیہ کان منافقاً خالصاً، ومن كانت فیہ خصلۃ منہن كانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعہا: إذا أوّتمن خان، وإذا حدث کذب، وإذا عاہد غدر، وإذا لحاصم فجر“۔ (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب علامۃ المنافق: ۱۰/۱، قدیمی)

یہ کہا ہے کہ میں فلاں برادری سے تعلق رکھتا ہوں؟

۳..... کفو غیر کفو کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، جبکہ اس کی بین شہادتیں موجود ہیں کہ مسلمان لڑکیاں

غیر مسلموں سے رشتہ ازدواج منسلک کر رہی ہیں۔

۴..... تلک (۱) اور جہیز کے روز افزوں مطالبات کے باعث بہت سے مسلمان گھرانوں کی لڑکیاں

اپنی زندگی یونہی گزار رہی ہیں کہ کیا والدین پر یہ فرض نہیں عائد ہوتا کہ وہ کسی دیندار مسلمان کے حوالہ عقد میں اپنی

لڑکیاں دیدیں؟

۵..... وہ لوگ جو ذات پات یا برادری میں تفریق کرتے ہیں عند اللہ ماخوذ ہوں گے؟

۶..... زید اپنے احباب کے ساتھ مل کر یہ تحریک چلانا چاہتا ہے کہ اس برادری کے امتیاز کو ختم کیا جائے،

کیا اس کا یہ اقدام لائق تحسین ہے یا قابل مذمت؟ براہ کرم اپنے جواب باصواب سے ممنون فرمائیں۔ فقط

والسلام۔

ڈاکٹر اختر حسین، مسجد روڈ نزد کھٹیا گنج، چمپارن، بہار۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱، ۲..... یہ ذات برادری کی تخصیص مدارِ نجات نہیں (۲)، نہ اس کی وجہ سے ایمانی امتیاز برتنے کی

اجازت ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ الآية (۳)۔ اس وجہ سے نماز میں ایک صف میں کھڑے ہونے سے

کسی کو منع کرنے کا حق نہیں۔ نماز، روزہ، حج سب پر یکساں طریقہ سے لازم ہیں۔ جو شخص جس منصب کا اہل

ہوگا، علم وفہم، اخلاق، اعمال، تجربہ کے اعتبار سے وہ منصب اس کو دیا جائے گا، لیکن اس سے بھی انکار نہیں

کیا جاسکتا کہ ہر برادری کا ذہن، مزاج، طور طریقہ، عادت، خصلت، رہن سہن یکساں نہیں، ان میں تفاوت یقینی

اور مشاہد ہے، شادی کے لیے معاشرت میں توافق بہت قابل رعایت ہے، عمر میں بھی توافق کا لحاظ کیا جاتا ہے،

(۱) ”تلک: ماتھے کا ایک زیور، وہ روپیہ جو شادی سے پہلے دلہن کا باپ دولہا کے گھر بھیجتا ہے۔“ (فیروز اللغات، تل، ص:

۳۷۵، فیروز سنز، لاہور)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا، اِنْ اٰكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ (الحجرات: ۱۳)

(۳) (الحجرات: ۱۰)

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کا پیغام دیا تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمر میں توافقی نہ ہونے کی وجہ سے عذر فرما دیا (۱)، مگر یہ شرط لازم نہیں صحت، قوت وغیرہ کی وجہ سے اس کو نظر انداز بھی کر دیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی لڑکی کا عقد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا تھا (۲)۔

مال کے اعتبار سے بھی توافقی دیکھا جاتا ہے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک عورت نے مشورہ کیا کہ ”فلاں شخص نے پیغام دیا ہے تو ارشاد فرمایا کہ: ”اس کے پاس مال کم ہے“ (توافقی نہیں)۔ مزاج کے اعتبار سے بھی توافقی کا لحاظ ہوتا ہے جیسا کہ ایک صاحب کا مزاج سخت تھا ان کے پیغام کو قبول کرنے کا مشورہ نہیں دیا گیا (۳) لون و جمال کی بھی رعایت ثابت ہے (۴)۔

(۱) ”عن بريدة رضى الله تعالى عنه، قال: خطب أبو بكر وعمر - رضى الله تعالى عنهما - فاطمة رضى الله تعالى عنها، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لا، إنها صغيرة“.

”أو المراد أنها صغيرة بالنسبة إليهما، لكبر سنهما“۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۱۰/۴۷۶، كتاب المناقب والفضائل، (رقم الحديث: ۶۱۰۴)، باب مناقب علي ابن أبي طالب، الفصل الثالث، رشیدیہ) (۲) ”أم كلثوم بنت عني بن أبي طالب..... خطبها عمر بن الخطاب إلى أبيها علي، قال: إنها صغيرة. فقال عمر: زوّجنيها يا أبا الحسن! فإني أرصد من كرامتها ما لا يرصده أحد، فقال له علي: إن أبعثها إليك، فإن رضىتها فقد زوّجتها فبعثها ببرد..... فقال..... قدر ضيت..... فتزوّجها عليّ مهر أربعين ألفاً“۔ (أسد الغابة: ۲/۴۰۲، النساء، دار الفكر بيروت)

(۳) ”فلما حللت، ذكرت له، أن معاوية بن أبي سفيان وأبا جهم خطباني، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”أما أبو جهم فلا يضع عصاه عن عاتقه، وأما معاوية فصعلوك، لا مال له“۔ (سنن أبي داؤد: ۳۱۲/۱، كتاب الطلاق، باب في نفقة المبتوتة، سعيد)

(۴) ”لكن النصيحة أن يراعى الأولياء، المجانسة في الحسن والجمال“۔ (رد المحتار: ۳/۹۳، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۹۲، كتاب النكاح، الباب الخامس، رشیدیہ)

(و كذا في التاتارخانية: ۳/۶۳، الفصل الخامس عشر: الكفاءة في الحرف، إدارة القرآن كراچی)

تجارت، دباغت، زراعت، خیاطت، حجامت، حیاکت وغیرہ پیشوں اور مشاغل کے بھی خصوصی اثرات ہوتے ہیں۔ بعض قبائل کے بھی کچھ خواص بیان کئے گئے ہیں۔ کبھی لڑکے میں ایسا علم اور اخلاق کا جوہر بھی ہوتا ہے جس کی وجہ سے دیگر امور کی رعایت نہ کرنے سے مصالح نکاح منظم ہو جاتے ہیں (۱) اور توافق نہ ہونے کی وجہ سے شوہر، بیوی دونوں کو ضیق ہوتی ہے، لیکن کسی جائز پیشہ اور کسب کی وجہ سے کسی کو حقیر و ذلیل سمجھنا جائز نہیں اور اپنے نسب پر فخر، غرور اور گھمنڈ کرنا سخت گناہ ہے۔ خدا کی بارگاہ میں ذریعہ قرب، ایمان اور عمل صالح ہے (۲)۔

۳..... یہ ازدواج نہیں، یہ تو حرام کاری ہے، کیا مسئلہ کفایت کو ساقط کرتے ہوئے اس کی بھی اجازت مطلوب ہے؟ استغفر اللہ۔ اس حرام کاری کی وجہ مسئلہ کفایت نہیں بلکہ طبعی کمینگی، جہالت، عدم خشیت ہے، جو لوگ مسئلہ کفایت کو صحیح طور پر نہ سمجھیں اور اس پر عمل نہ کریں تو یہ خود ان کی کوتاہی ہے (۳)۔

۴..... ان غلط اور بیجا پابندیوں کو سب ملکر ختم کریں، ورنہ دیندار، شریف المرزاج مسلمان لڑکے تلاش کر کے اپنی لڑکیاں ان کے حوالہ عقد میں دیدیں (۴)۔

(۱) ”لا یزوج بنتہ من غیر کفء أو بغین فاحش إلا لمصلحة تزيد علی هذا الضرر، کعلمہ بحسن العشرة معها، وقلة الأذى ونحو ذلك“ (رد المحتار: ۳/۶۷، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، ۱/۲۹۱، کتاب النکاح، الباب الخامس، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۲۳۷، کتاب النکاح، فصل فی الکفء، رشیدیہ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنْ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَرُّكُمْ﴾ (سورة الحجرات: ۱۳)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾ (سورة البقرة: ۲۲۱)

” (قوله: لا یصح نکاح عابدة کوکب لا کتاب لها) وإن كانوا یعبدون الکواکب ولا کتاب لهم، لم تجز منا کحتهم؛ لأنهم مشرکون“ (رد المحتار: ۳/۴۶، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، سعید)

(۴) ”عن أبی هريرة رضى اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”إذا خطب إليکم من ترضون دینہ وخلقہ فزوجوه، إن لا تفعلوه تکن فتنة فی الأرض وفساد عریض“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، الفصل الأول، ص: ۲۶۷ قدیمی)

- ۵..... اپنی طرف سے تفریق کا کسی کو حق نہیں، جو لوگ ایسا کریں گے وہ جوابدہ ہوں گے۔
- ۶..... جو امتیازات خلاف شرع قائم ہو گئے ہوں ان کے ختم کرنے کی سعی مبارک اقدام ہے، مگر اس میں بڑے تدبیر اور حکمت کی ضرورت ہے ایسا نہ ہو کہ اس سے بڑا فتنہ قائم ہو جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۹۲ھ۔

کفاءة کیا غیر اسلامی نظریہ ہے؟

- سوال [۵۸۳۱]: عمر اپنے لڑکے کی شادی زید کی دختر سے کرنا چاہتا ہے، عمر قاضی گھرانے کا ہے اور زید کا سلسلہ نسب جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملتا ہے اور عربی النسل ہے۔
- ۲..... زید بدایونی مسلک کا کٹر حنفی اہل سنت والجماعت ہے اور قادر یہ سلسلہ میں مجاز بیعت ہے، لیکن کسی کو شرف بیعت کا اہل نہیں سمجھتا، تا وقتیکہ وہ تائب ہو کر: ﴿إِنْ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَاكُمْ﴾ پر ایمان نہ لائے اور ذات پات، رنگ و نسل، قوم و وطن کے جاہلی امتیازات کو بُرا نہ سمجھے، نیز یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان جاہلی امتیازات کو مٹانے اور نوح انسانی کو امت واحدہ بنانے کے لئے تشریف لائے۔
- ۳..... زید مصر ہے کہ موجودہ سائنسی دور میں خاص طور پر اسلامی ذہنیت کو فروغ دینے کی اشد ضرورت ہے جبکہ موجودہ اسلامی معاشرہ عجمی، یہودی اور آریائی ذہنیت کا شکار ہے، غیر تو غیر اپنوں میں آپسی بیاہ و شادی کے دروازے بند ہیں، قوم مسلم کی تباہی و بربادی کے جہاں اور وجوہ ہیں ان میں ایک یہ بھی نہایت اہم ہے۔ آج مسلم سماج امت واحدہ ہونے کے بجائے منتشر و پراگندہ ہے۔

۴..... زید نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ترتیب دیئے ہوئے خطوط پر اسلامی معاشرہ کو لانے کی کوشش شروع کر دی ہے قولاً وفعلاً دونوں طرح سے، وہ ہندوانہ ذہنیت کے تحت پیشہ کو ذات نہیں سمجھتا، ہر پیشہ جائز ہے جس کے ذریعہ اکل حلال حاصل ہو بشرطیکہ پیشہ حرام نہ ہو۔ اس نے بیاہ کے سلسلہ میں اپنے خاندان کے علاوہ دوسرے مسلم خاندان سے بھی رشتہ ناٹے جوڑا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ مسلم قوم کو سر بلند رہنے کے لئے

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ادْعَ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ، وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾

ضرورت ہے کہ وہ غیر مسلم امتِ دعوت کے ان گھرانوں کے افراد سے رشتہ جوڑے جو ایمان کے: ﴿إِنْ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَاكُمْ﴾ کے معیار پر پورے اترتے ہوں اور دو غلہ پن کی ذہنیت کا ڈٹ کر مقابلہ کرے۔

۵..... عمر بھی زید کا ہم خیال ہے، لیکن عمر کی برادری اس کی رائے سے متفق نہیں ہے کچھ موافق بھی ہیں کچھ مخالف ہیں، برادری کے دباؤ کی وجہ سے عمر کشمکش میں مبتلا ہے۔ براہ کرم کلام پاک اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں کہ عمر کونسا راستہ اختیار کرے؟

نوٹ: زید اصول فقہ و اصول دین کو لازم و ملزوم سمجھتا ہے، کفاءة کی تمام شرائط فقہ فی الدین کے ساتھ مشروط ہے، اس طرح دونوں کا مقصد و منشاء بنی نوع انسان کو امت واحدہ بنانا ہے۔ فقط۔

پنڈت بشیر الدین، ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر اسلامیہ اسکول، شاہجہاں پور۔

الجواب حامداً ومصلياً:

قال الله تبارك وتعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ﴾ وقال الله تعالى: ﴿وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ﴾ وقال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ، وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ، إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (سورة الحجرات) (۱)۔

ان آیات میں ہدایت کی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایمان بہت بڑی دولت ہے جس کو یہ مرحمت ہو جائے اس کا مذاق نہ اڑایا جائے، اس کو ذلیل نہ کیا جائے، اس کیلئے طعن آمیز القاب نہ تجویز کئے جائیں، یہ سب احترام ایمان کا تقاضہ ہے۔ انسان کی نسل ایک مرد ایک عورت سے چلی ہے یعنی تمام نسل انسانی ایک باپ اور ایک ماں کی اولاد ہے، البتہ آگے چل کر ان کے مختلف شعبے اور قبیلے بنادیئے ہیں تاکہ ان میں شناخت ہو سکے، ان کے تمدن الگ الگ ہو گئے، طبائع جدا جدا ہو گئیں، رہن سہن علیحدہ علیحدہ ہو گیا، اسی مصلحت سے کفاءة کی بھی رعایت کا حکم دیا گیا۔ زوجین میں جب تمدن اور معاشرہ کا اتحاد نہ ہو تو نباہ دشوار ہوتا ہے، مصالح نکاح منظم نہیں ہوتیں، زندگی تلخ ہو جاتی ہے، اولاد کی بھی صحیح تربیت نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو چیز ذریعہ کرامت اور موجب قربت ہے وہ تقویٰ ہے، اس لئے جس کو یہ نعمت

نصیب ہو جائے اس میں تمدن و معاشرہ جدا ہونے کے باوجود صبر و تحمل، سخاوتِ نفس، وسعتِ حوصلہ، حسنِ تدبیر، صلاحیتِ تربیت کی بناء پر خلافِ طبع امور کے برداشت کی طاقت ہوتی ہے اور اوصافِ عالیہ کی وجہ سے کفایت کو نظر انداز بھی کر دیا جاتا ہے، اس کی نظیر خیر القرون میں بھی موجود ہے، بعد کے طبقات میں بھی اقتداء کیا گیا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ چیز عام نہیں، قلیل الوجود ہے، جہاں یہ نہ ہو وہاں کفایت کا لحاظ کرنا چاہیے، کفایت کا لحاظ خود حدیث شریف میں موجود ہے، ارشاد ہے: ”تخیروا النطفکم، وأنکحوا الأكفاء، وأنکحوا إليہم“ (۱)۔ اس میں کفایت کی رعایت کا حکم ہے۔

نیز ارشاد ہے: ”إن ربکم واحد، وأباکم واحد، فلا فضل لعربی علی عجمی، ولا لأحمر علی أسود إلا بالتقوی“ (۲)۔ اس میں فرما دیا گیا کہ عربی کو عجمی پر تقویٰ ہی ذریعہ فضیلت ہے۔ نیز ارشاد ہے: ”العرب بعضها أكفاء لبعض، والموالی بعضهم أكفاء بعض“ (۳) یعنی عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں اور موالی (غیر عرب) ایک دوسرے کے کفو ہیں، یہ سب احادیث جمع الفوائد: ۱/۲۱۸ (۴) میں مذکور ہیں۔

جو پیشہ آدمی اختیار کرتا ہے جب تک شریعت کی طرف سے اس کی ممانعت نہ ہو اس کو ناجائز اور اس کی کمائی کو حرام نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن پیشوں کے خواص و اثرات بھی احادیث میں موجود ہیں ان کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا، ان نامناسب اثرات سے تحفظ اور نگہداشت میں کچھ غفلت ہو جائے تو ان کا ظہور بھی ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی نفی کلیۃً کر دینا بھی غلط ہے اور اس نفی کو یہودیت آرائی ذہنیت قرار دینا بھی صحیح نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۳/۱۳۹۵ھ۔

کیا کفایت شرعی حکم نہیں؟

سوال [۵۸۳۲]: ایک عورت نے خود اپنا نکاح کر لیا ہے، اس کا کہنا ہے کہ خدا اور رسول، کلمہ، قرآن

(۱) (جمع الفوائد، کتاب النکاح: ۱/۳۷۸، رقم الحدیث: ۴۱۴۴، المكتبة الإسلامية سمندری)

(۲) (جمع الفوائد، المصدر السابق، رقم الحدیث: ۴۱۴۲)

(۳) (جمع الفوائد، رقم الحدیث: ۴۱۴۰)

(۴) (جمع الفوائد، المصدر السابق)

سب ایک ہیں۔ ہندوستان میں صرف ۱۷/ مسلمان آئے تھے، یہاں کے پیشوں سے ذات برادری بن گئی، اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ سب کھانے کمانے کے لئے گروہ بنائے ہیں، کیونکہ مرد غیر برادری ہے۔ کیا عورت کا کہنا درست ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کا یہ کہنا تو صحیح ہے کہ مسلمانوں کا خدا اور رسول، کلمہ اور قرآن سب ایک ہے، لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ برادری کس چیز کا نام ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ حدیث شریف میں نکاح کے متعلق برادری کا اعتبار کیا گیا ہے (۱)، اگر عورت اپنے سے کم درجہ کے خاندان میں اپنا نکاح بغیر ولی کی رضا مندی کے کرے جس سے اس کے خاندان کو عار لاحق ہو تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ کتب فقہ شامی (۲)، بحر (۳)، فتح القدیر (۴) وغیرہ (۵) میں اس

(۱) ”عن علی بن أبی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال له: ”یا علی! ثلث، لا تؤخرها: الصلوة إذا أتت، والجنابة إذا حضرت، والأیم إذا وجدت لها كفراً“، (جامع الترمذی أبواب الجنائز، باب ما جاء فی تعجیل الجنابة: ۲۰۵/۱، سعید)

(و کذا فی إعلاء السنن: ۷۶/۱۱، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، باب مراعات الکفاءة وجواز النکاح فی غیرها، إدارة القرآن کراچی)

”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”تخیروا لنطفکم، وأنکحوا الأكفاء، وأنکحوا إلیهم“، (إعلاء السنن: ۷۵/۱۱، إدارة القرآن کراچی)

(۲) قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”(ویفتی) فی غیر الکفوء (بعدم جوازه أصلاً)، وهو المختار للفتویٰ لفساد الزمان“، (الدر المختار).

”وهذا إذا کان لها ولی لم یرض به قبل العقد..... لأن وجه عدم الصحة علی هذه الروایة دفع الضرر عن الأولیاء“، (رد المختار: ۵۶/۳، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(۳) (البحر الرائق ۱۹۴/۳۰، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأكفاء، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۹۲/۱، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الأكفاء، رشیدیہ)

(۴) (فتح القدیر، ۲۹۴/۳، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۵) (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: ۲۷/۲، کتاب النکاح، باب الولی، دارالمعرفة بیروت)

کی تصریح موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ہندوستان میں کفائت

سوال [۵۸۳۳]: ہندوستان میں بین الاقوامی شادی کے بارے میں فقہائے امت کی کیا رائے ہے؟ ”لأن العجم ضیعوا أنسابهم“ کے تحت مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ شرح وقایہ کے حاشیہ پر فرماتے ہیں:

”لأن العجم المراد بهم من لم ينتسب إلى إحدى قبائل العرب، وعامة أهل الأمصار والقری فی بلادنا فی زماننا منهم، سواء تكلموا بالعربية أو غيرها، إلا من كان له منهم نسب معروف كالمنتسبين إلى أحد الخلفاء أو إلى الأنصار وغيرهم“ (۱)۔

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں نسب کا خیال کرنا چاہئے۔ اگر انساب کا ہندوستان میں کوئی اعتبار نہیں تو کیا بین الاقوامی شادی کی تحریک چلانے کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو قبائل عرب سے آکر یہاں آباد ہوئے اور انہوں نے اپنے انساب کو محفوظ رکھا تو ان میں بھی کفائت نسباً معتبر و ملحوظ ہے (۲)۔ جو قبائل ایسے نہیں، ان میں کفائت کی دوسری صورت جہات ملحوظ ہوں گی، دیانت،

(۱) (عمدة الرعاية على شرح الوقاية، كتاب النكاح، باب الولی والكفو: ۲۶/۱، (رقم الحاشية: ۶)،

سعید)

(۲) ”(وتعتبر) الكفاءة (نسباً، فقريش) بعضهم (أكفاء) بعض (و) بقية (العرب) بعضهم (أكفاء)

بعض“، (الدر المختار). ”(قوله: وهذا في العرب): أي اعتبار النسب إنما يكون في العرب وإنما

يتفاخرون بالنسب فعلى هذا، فالنسب معتبر في العرب فقط“، (رد المختار: ۸۶/۳، ۸۷، كتاب

النكاح، باب الكفاءة، سعید)

(وكذا في البحر الرائق: ۲۲۸/۳، ۲۳۲، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، فصل في الكفاءة، رشيدية)=

حرفت وغیرہ (۱)، حرفت میں مدار عار و عدم عار پر ہوگا، جیسا کہ شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں (۲) اور ابن نجیم نے بحر میں (۳) اور ابن عابدین نے رد المختار میں (۴) لکھا ہے کہ بین الاقوامی شادی کا مفہوم تو بظاہر یہ ہے کہ مذہب کی رعایت بھی ختم کر دی جائے، ایسا کرنا نصوص قطعیہ صریحہ کے خلاف ہے: ﴿وَلَا تَنْكَحُوا الْمُشْرَكَاتِ﴾ الخ (۵)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

غیر کفو میں نکاح

سوال [۵۸۳۲]: ایک شخص قوم جنوروں کے اس کے والد کے عزیز اور رشتہ دار تیلی کا کام کرتے ہیں، ایک لڑکی عمر ۱۴، ۱۵ سال قوم سید، صحیح النسب، اہل سنت والجماعت حنفی المذہب کو چوری سے بوقت نیم شب نکال کر لیجاتا ہے، اگر شخص مذکور لڑکی مذکورہ سے نکاح کر ليوے، آیا جائز رہ سکتا ہے یا نہیں بطور کفو کے؟ اور شخص مذکور بدچلن بد معاش اور شراب خور ہے اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے، ویسے ہی فارغ پھرتا ہے۔

بینواتوجروا۔

- = (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/ ۲۹۰، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الکفاءة، رشیدیہ)
- (۱) ”(و) أمافی العجم، فتعتبر (حرية وإسلاماً..... وديانة ومالاً وحرفة“۔ (الدر المختار: ۸۷/۳-۹۰، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید)
- (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/ ۲۹۰، ۲۹۱، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الکفاءة، رشیدیہ)
- (و کذا فی البحر الرائق: ۳/ ۲۲۸، ۲۳۶، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیہ)
- (۲) ”فإن الموجب هو استنقاص أهل العرف، فيدور معه“۔ (فتح القدیر: ۳/ ۳۰۲، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، مصطفى البابی الحلبي مصر)
- (۳) ”لأن الناس يتفاخرون بشرف الحرّ، ويتعبرون بدناءتها، وهي وإن أمكن تركها يبقى عارها“۔ (البحر الرائق: ۳/ ۲۳۵، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیہ)
- (۴) ”إن الموجب هو استنقاص أهل العرف، فيدور معه“۔ (رد المحتار: ۳/ ۹۰، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید)

الجواب حامداً ومصلحاً:

مفتی بہ قول کی بناء پر یہ نکاح صحیح نہیں ہوگا (۱)، البتہ اگر لڑکی کے اولیاء اس نکاح سے رضا مند ہیں (۲) یا اس کے کوئی ولی نہیں ہے تو یہ نکاح صحیح ہوگا (۳)۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "ويفتى في غير الكفو بعدم الجواز أصلاً،

(۱) "أما على رواية الحسن المختارة للفتوى من أنه لا يصح وأن رواية الحسن أحوط
فالمختار للفتوى رواية الحسن أنه لا يصح العقد". (رد المحتار، ۳/۸۴، ۹۴، كتاب النكاح، باب الكفاءة،
سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۹۲، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، رشيدية)
(و كذا في البحر الرائق: ۳/۱۹۴، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيدية)
(۲) "وإنما تحل في الصورة الرابعة، وهي رضا الولي بغير الكف مع علمه بأنه كذلك، اهـ ان
الولي لو قال لها: أنا راض بما تفعلين، أو زوجي نفسك ممن تختارين ونحوه، أنه يكفي، وهو ظاهر؛
لأنه فوض الأمر إليها، ولأنه من باب الإسقاط". (رد المحتار، باب الولي: ۳/۵۷، سعيد)
"فلا يثبت (حق الفسخ) حال وجود الرضاء بعدم الكفاءة من وجه". (رد المحتار: ۳/۸۶،
كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

"لا يشترط مباشرة الولي للعقد؛ لأن رضاه بالزوج كافٍ". (البحر الرائق: ۳/۱۹۴، كتاب
النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيدية)

"وإذا زوجت نفسها من غير كفؤ ورضى به أحد الأولياء، لم يكن لهذا الولي ولا لمن مثله
أودونه حق الفسخ". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۹۳، كتاب النكاح، الباب الخامس في
الأكفاء، رشيدية)

(۳) "هذا إذا كان لها ولي، فإن لم يكن، صح النكاح اتفاقاً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح،
الباب الخامس في الأكفاء: ۱/۲۹۲، رشيدية)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۱۹۴، رشيدية)

وهو المختار للفتوى، لفساد الزمان“۔ درمختار۔ وقال الشامي: ”وهذا إذا كان لها ولي لم يرض به قبل العقد، فلا يفيد الرضا بعده، بحر۔ وأما إذا لم يكن لها ولي، فهو صحيح نافذ مطلقاً اتفاقاً“۔ شامي: ۲/ ۴۰۹ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

اگر لڑکی نابالغہ ہے تب بھی اس کا کیا ہوا نکاح نافذ نہ ہوگا (۲)۔
صحیح: عبد اللطیف، ۲۹/ ربیع الثانی۔ سعید احمد غفرلہ۔

ایضاً

سوال [۵۸۳۵]: ہندہ بالغہ لڑکی سید یا شیخ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر کسی زید جو لا ہے یا تیلی وغیرہ کم ذات سے نکاح کر لیتی ہے، علم ہونے پر اس نکاح پر ولی ناخوش ہے۔ آیا یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

سید زادی یا کوئی عالی نسب لڑکی (اگرچہ سید نہ ہو بلکہ صدیقی، فاروقی، شیوخ میں سے ہو) جب اپنا نکاح غیر کفو میں کر لے یعنی ایسے خاندان کے لڑکے سے کر لے جو نسب کے اعتبار سے اس کے برابر نہ ہو بلکہ کم درجہ ہو تو مفتی بہ قول کے مطابق اس کا نکاح جائز نہیں ہوتا: ”ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ أصلاً، وهو المختار للفتوى، اھ“۔ درمختار: ۲/ ۲۹۷ (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۵۷/۳، سعید)

(۲) ”وقیده بالمکلفة احترازاً عن الصغيرة والمجنونة، فإنه لا ینعقد نکاحها إلا بالولی“۔ (البحر الرائق،

کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۱۹۳/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۵۳/۳، سعید)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار: ۲/ ۲۶، کتاب النکاح، باب الولی، دارالمعرفة، بیروت)

(۳) (الدرالمختار، باب الولی: ۵۷/۳، سعید)

غیر کفو میں نکاح اور نکاح فاسد میں عدت

سوال [۵۸۳۶]: غیر کفو میں نکاح بدون رضائے اولیاء کے ہوا۔ علمائے علاقہ سے دریافت کیا گیا کہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟ اس میں علماء کا آپس میں اختلاف ہے، ایک صاحب کہتے ہیں کہ زوج غیر کفو میں بدون رضائے اولیاء کے جس جگہ ننگ و عار موجود ہے نکاح باطل ہے، اور نکاح ثانی کے لئے عدت نہیں، خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ۔ اور دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ نکاح باطل ہو، یا فاسد، مدخولہ میں عدت ہے۔

اور فریق اول کی دلیل یہ ہے کہ نکاح فی غیر الکفو میں باتفاق متون و شروح، روایت نادر حسن ابن زیاد باطل ہوا تو باتفاق فقہائے کرام: ”فلا عدة فی باطل“ درمختار، عدت نہیں (۱)۔ دوسرا جب نکاح باطل ہوا تو زنا ہوا جس میں پھر بھی عدت نہیں: ”ولا تجب العدة علی الزانیة، وهذا قول أبی حنیفة ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ، کذا فی شرح الطحاوی“۔ عالمگیری: ۲/۹۳۲ (۲)۔

اور فریق ثانی فسخ بقضاء القاضی کی صورت مد نظر رکھ کر اور ظاہر الروایت پر عمل کرتے ہوئے مدخولہ میں عدت قرار دیتے ہیں، حالانکہ فسخ وجود نکاح کو مستلزم ہے، جب نکاح ہی باطل ہے تو پھر فسخ کیسے اور ثمرہ فسخ یعنی عدت کیسے؟ جب کہ علامہ حموی نے شرح اشباہ میں تصریح کر دی ہے:

”الفرق ثلاثة عشرة فرقة، سبعة منها تحتاج إلى القضاء، وستة لا: الفرقة بالجبر والعنة وبخيار البلوغ وبعدم الكفاءة“۔ انتهى بقدر الحاجة. أشباه فن ثانی، کتاب النکاح، ص ۲۲۶۔ اور ”قوله: بعدم الكفاءة“ پر علامہ حموی تحریر فرماتے ہیں کہ: ”(قوله: بعدم الكفاءة) یعنی علی قول من يقول بصحة العقد، وأما على قول من يقول ببطلانه - وهو الصحيح - فلا يحتاج إلى حكمه بفرقة“۔ حموی شرح أشباه، فن ثانی، کتاب النکاح، ص: ۲۲۶ (۳)۔

= (و کذا فی الهدایة، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، فصل فی الکفاءة: ۳/۳۱۹، ۳۲۰، شرکت علمیہ ملتان)

(۱) (الدرا المختار: ۳/۵۱۶، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل، سعید)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۵۲۶، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیہ)

(۳) (الأشباہ والنظائر مع شرحه للحموی: ۲/۱۰۳، ۱۰۴، الفن الثانی، کتاب النکاح، إدارة القرآن، کراچی)

آں جناب کو تکلیف دی جاتی ہے کہ ہر دو فریق میں سے کس کا قول معتبر اور قابل عمل ہے؟ امید ہے کہ اول فرصت میں جواب باصواب سے مستفیض فرمائیں گے۔ بینواتو جروا۔

معرفت مولوی محمد شریف عفا اللہ عنہ بقلمہ۔

ازراولپنڈی محلہ شاہ نادر (فقط)

باسمہ تعالیٰ

الجواب وبيده أزمة التحقيق والصواب حامداً ومصلياً ومسلماً:

جب حرہ بالغہ اپنا نکاح خود کرے بغیر رضا مندی اولیاء کے تو اس میں کفاءة الزوج شرط ہے، ظاہر الروایہ کے موافق تو شرط لزوم نکاح ہے اور رولیت حسن کے موافق شرط جواز نکاح ہے:

”الكفاءة معتبرة في ابتداء النكاح للزومه أو لصحته من جانبه: أي الرجل، اهـ.“ در۔

”(قوله: للزومه أو لصحته) الأول بناء على ظاهر الرواية، والثاني على رواية الحسن، اهـ.“ شامی:

۲/۴۹۰، باب الکفاءة (۱)۔

اگر عورت بغیر رضا مندی اولیاء کے غیر کفو میں (جو کہ موجب عار ہو) نکاح کرے تو ظاہر الروایت کے موافق نکاح منعقد ہو جاتا ہے، لیکن اولیاء کو حق اعتراض باقی رہتا ہے کہ قاضی کے ذریعہ سے اس کو فسخ کرادیں، بغیر قاضی کے وہ فسخ نہیں ہو سکتا، لیکن رولیت حسن کے موافق وہ منعقد ہی نہیں ہوتا۔ ولی موجود نہ ہونے کی صورت میں باتفاق صحیح نافذ ہو جاتا ہے: ”وأما إذا لم يكن له ولي، فهو صحيح نافذ مطلقاً اتفاقاً“۔ در مختار، باب الولی، ص: ۴۵۹ (۲)۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۸۴/۳، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲۲۶/۳، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدير: ۲۹۴/۳، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۵۶/۳، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۹۲/۱، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الکفاءة، رشیدیہ)

پس اس نکاح کے جواز میں اختلاف ہوا کہ ظاہر الروایت کے مطابق جائز ہوا، روایت حسن کے مطابق ناجائز ہوا اور جس نکاح کے جواز میں علماء کا اختلاف ہو وہ نکاح فاسد ہوتا ہے۔ نیز روایت حسن (مفتی بہا) کے موافق شرطِ صحت (کفاءة) مفقود ہے اور جس نکاح میں کوئی شرط مفقود ہو، وہ نکاح فاسد ہوتا ہے اور نکاح فاسد میں مدخولہ پر عدت واجب ہوتی ہے:

”ويجب مهر المثل في نكاح فاسد، وهو الذي فقد شرطاً من شرائط الصحة، كشهود بالوطء في القبل لا بغيره كالخلوة لحرمة وطئها. وتجب العدة بعد الوطء، لا الخلوة للطلاق لا للموت، من وقت التفريق أو متاركة الزوج، اه.“ درمختار: ۵۴۱/۲، باب المهر (۱)۔

”وفى المجتبى: كل نكاح اختلف العلماء فى جوازه كالنكاح بلا شهود، فالدخول فيه يوجب العدة، اه.“ بحر، باب العدة: ۱۴۴/۴ (۲)۔

جميع علمائے حنفیہ و امام شافعی و امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ متفق ہیں کہ بلا شہادت نکاح صحیح نہیں ہوتا، صرف امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے کہ وہ صحت کے قائل ہیں (گوا شاعت کو وہ بھی ضروری کہتے ہیں):

”ومن ذلك قول الأئمة الثلاثة: إنه لا يصح النكاح إلا بشهادة، مع قول مالك: إنه يصح من غير شهادة، إلا أنه يعتبر فيه الإشاعة وترك التراضي بالكتمان، حتى لو عقد في السر واشترط كتمان النكاح، فسخ عنده، وأما عند الثلاثة فلا يضر كتمانهم مع حضور الشاهدين، اه.“ میزان شعرانی: ۱۱۸/۴ (۳)۔

= (و كذا فى فتح القدير: ۲۹۴/۳، كتاب النكاح، فصل فى الكفاءة، مصطفى البابى مصر)

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۳۱/۳-۱۳۳، كتاب النكاح، باب المهر، سعيد)

(و كذا فى البحر الرائق: ۲۹۴/۳، كتاب النكاح، باب المهر، رشيديه)

(۲) (البحر الرائق: ۲۴۲/۴، كتاب الطلاق، باب العدة، رشيديه)

(و كذا فى رد المحتار: ۱۳۲/۳، كتاب النكاح، باب المهر، وأيضاً كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب فى النكاح الفاسد والباطل: ۵۱۶/۳، سعيد)

(۳) (میزان الشعرانی، كتاب النكاح: ۱۱۱/۲، مصطفى البابى الحلبي، مصر)

لیکن اس اختلاف کا اعتبار کرتے ہوئے بھی حنفیہ عدت کو واجب کہتے ہیں، کما مر۔ صورتِ مسئلہ میں تو حنفیہ کا خود اختلاف ہے تو یہاں وجوبِ عدت کا کیسے انکار کیا جاسکتا ہے؟ فریقِ اول کا یہ کہنا کہ ”باتفاقِ متون و شروح روایتِ نادر حسن بن زیاد پر فتویٰ ہے اور ظاہر الروایت متروک ہے الخ“ صحیح نہیں، کیونکہ بہت سے مشائخ نے ظاہر الروایت پر بھی فتویٰ دیا ہے اور دونوں کی تفریعات فقہاء نے علیحدہ علیحدہ بیان کی ہیں:

”فإذا فرق القاضي بينهما، فإن كان بعد الدخول، فلها المسمى، وعليها العدة، ولها النفقة فيها، والخلوة الصحيحة كالدخول. وإن كان قبلهما، فلا مهر لها؛ لأن الفرقة ليست من قبله، هكذا في الخانية. وهو تفریع على انعقاده. وأما على المفتی به، فينبغي أن يجب الأقل من المسمى ومن مهر المثل، وأن لا نفقة لها في هذه العدة كما لا يخفى.

وأما تمكينها من الوطء، فعلى المفتی به هو حرام، كما يحرم عليه الوطء لعدم انعقاده. وأما على ظاهر الرواية، ففي الولو الجبة: أن لها أن تمنع نفسها، اه. وفي الخلاصة: كثير من المشايخ أفتوا بظاهر الرواية: أنها ليس لها أن تمنع نفسها، اه. وهذا يدل على أن كثيراً من المشايخ أفتوا بانعقاده، فقد اختلف الإفتاء، اه.“ بحر بتغير، ص: ۱۲۸ (۱) وطحطاوی: ۲۷/۲ (۲)۔

لہذا اس کو نکاح باطل کہنا بھی درست نہیں، پھر اس کو زنا کہنا (جو حرامِ قطعی ہے اور اس کا اقرار موجب حد ہے) بالکل بدیہی البطلان ہے اور انتہائی جرأت ہے (کیونکہ مشائخ جوازِ زنا کا فتویٰ نہیں دے سکتے)۔ فریقِ ثانی کو ایجابِ عدت کے لیے ظاہر الروایت پر۔ جس کو فریقِ اول نے بالکل متروک قرار دیا ہے۔ عمل کرنے کی چنداں حاجت نہیں بلکہ روایتِ حسن بھی (جس کو فریقِ اول نے بھی تسلیم کیا ہے) کافی ہے۔ عدت صرف ثمرہٴ فسخ ہی نہیں بلکہ متارکت وغیرہ کی صورت میں بھی واجب ہوتی ہے:

”ومنها الفرقة في النكاح الفاسد بتفريق القاضي أو بالمتاركة، وشرطها الدخول؛ لأن النكاح الفاسد يجعل منعقداً عند الحاجة، وهي عند استيفاء المنافع، وقد مست الحاجة إلى

(۱) (البحر الرائق: ۳/۲۲۶، ۲۲۷، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیہ)

(۲) (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: ۲/۲۷، کتاب النکاح، باب الولی، دار المعرفۃ بیروت)

الانعقاد لوجوب العدة وصيانتہ للماء عن الضیاع بثبوت، اھ۔ بدائع: ۱۹۲/۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ذی الحجہ/ ۱۳۵۶ھ۔
صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، ۲۷/ ذی الحجہ/ ۱۳۵۶ھ۔

غیر سید کا سیدہ سے نکاح کرنا

سوال [۵۸۳۷]: کیا سید عورتوں سے دوسرے مسلمانوں کا شادی کرنا حرام ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حرام نہیں (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۳۰/۳/ ۱۳۸۸ھ

(۱) (بدائع الصنائع: ۱۱۱/۳، کتاب الطلاق، فصل فیما یتعلق بتوابع الطلاق، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

”وعدة المنکوحۃ نکاحاً فاسداً والموطوءۃ بشبهة وأم ولد غیر الایسۃ والحامل، الحيض للموت وغیرہ): أى کفرقة أو متارکة (و) مبدؤها (فی النکاح الفاسد بعد التفريق من القاضی بینہما أو) المتارکة (على ترک وطئها)۔ (الدر المختار: ۳/ ۵۱۶-۵۱۸-۵۲۲، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل، سعید)

(۲) ”وانما تحل فی الصورة الرابعة، وهی رضا الولی بغير الکفاء مع علمه بأنه کذلک، اھ۔“ (رد المحتار: ۵۷/۳، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

”هذا (أى) ”عدم جواز نکاحها فی غیر الکفاء“ إذا کان لها ولی، فإن لم یکن صح النکاح اتفاقاً۔“ (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/ ۲۹۲، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الأكفاء، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/ ۱۹۴، کتاب النکاح، باب الأولیاء والاکفاء، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۵۷/۳، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

سیدہ کا نکاح غیر کفو میں

سوال [۵۸۳۸]: غلام حسین گوجراپنے لڑکے کا نکاح اپنے سید بہنوئی کی لڑکی سے کرنا چاہتا ہے، اس کا بہنوئی بھی راضی ہے کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح اپنے سالے کے لڑکے سے کروں گا، کشمیری علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ یہ بہت بُرا کیا کہ ایک گوجر نے سید کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہا، ترک موالاة اور کفر کا فتویٰ دیدیا۔ تو کیا از روئے شرع سید سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ ان علماء کا کفر کا فتویٰ دینا کس حد تک صحیح ہے؟ اور کیا ایسا کرنے والا سخت گنہگار اور کافر ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اتنی بات صحیح ہے کہ سیدہ لڑکی کا کفو گوجر نہیں ہے (۱) اور غیر کفو میں اگر لڑکی اپنا نکاح خود کر لے تو وہ صحیح نہیں ہوتا (۲)، لیکن اگر وہ غیر کفو علم و اخلاق و شرافت سے نوازا گیا ہو اور لڑکی کا دل بھی اس کو پسند کرتا ہو تو شرعاً نکاح منعقد و صحیح ہو جائے گا:

”ذکر قاضی خان فی جامعہ قالوا: الحسیب کفو للنسب، فالعالم العجمی یكون کفواً للجاهل العربی والعلویة؛ لأن شرف العلم فوق شرف النسب والحسب ومکارم الأخلاق. وفی المحيط عن صدر الإسلام: الحسیب الذی له جاه وحشمة ومنصب، اه.“
بحر: ۱۳۴/۳ (۳)۔ ”ولو زوج طفله غیر کفو وبغبن فاحش، صح، ولم یجز ذلك لغير الأب

(۱) ”العجمی لا یكون کفواً للعربیة“. (الدر المختار: ۹۲/۳، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲۳۰/۳، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۹۰/۱، کتاب النکاح، الباب الخامس، رشیدیہ)

(۲) ”(ویفتی) فی غیر الکفو (بعدم جوازه أصلاً) وهو المختار للفتوی (لفساد الزمان)“.

(الدر المختار). ”أما علی رواية الحسن المختارة للفتوی من أنه لا یصح. الخ.“ (رد المختار، کتاب

النکاح، باب الولی و باب الکفاءة: ۸۴/۳، ۹۲، سعید)

(۳) (البحر الرائق: ۲۳۰/۳، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المختار: ۹۲/۳، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید) =

والجد، اھ۔ بحر: ۳/۱۳۴ (۱)۔

جن حضرات نے اس پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اس کو بغیر دیکھے کیا لکھا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۴ھ۔

ایضاً

سوال [۵۸۳۹]: میں نے اس سے قبل ایک فتویٰ ارسال کیا تھا مگر جواب نہیں آیا، سوال یہ ہے کہ ظریفہ دختر عمر بٹ چڑاسی جس کا اس نے پہلے نکاح کیا تھا اس سے طلاق ملی اور ایک بچہ بھی تھا، بچہ ۲، ۳ سال کا ہے اور دو سال تک باپ کے پاس رہی، اس نے شادی کا کوئی بندوبست نہیں کیا، پھر ظریفہ نے اپنی پسند سے عبد الوہاب سید کے ساتھ عدالت اور شرعی نکاح باضابطہ کیا، اس کے ساتھ رہی۔ ایک ماہ بعد زید عالم کہتا ہے کہ یہ نکاح نادرست ہے اور کفو اور غیر کفو کا مسئلہ اٹھایا۔ عالم کے گھر میں بھی ایک لڑکی ہے جو کہ گوجری کی لڑکی ہے، اگر عبد الوہاب سید اور ظریفہ میں کفو و غیر کفو ہے تو ایک امام اور سید خاندان میں ایک گوجری لڑکی پھر کیسے؟ اس میں بھی کفو اور غیر کفو ہے۔

میں اس وقت بھی غصہ میں ہوں، جب تک کہ جواب نہ مل جائے، مجھے خطرہ ہے کہ اگر آپ جلد جواب روانہ نہ کریں گے تو میں خودکشی کر لوں گا۔ اس وقت مجھے کتابوں کی بھی ضرورت ہے، غصہ میں دکھائی نہیں دیتا کہ کیا کروں۔ برائے مہربانی جلد جواب دیں۔

پیر غلام محی الدین، انت ناگ، کشمیر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نے اس سے پہلے کب سوال بھیجا، میرے علم میں نہیں، اگر تاریخ، مہینہ لکھتے تو رجسٹر میں تلاش

= (و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: ۲/۴۴، کتاب النکاح، باب الکفاءة، دارالمعرفة بیروت)

(۱) (البحر الرائق: ۳/۲۳۷، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۸۵، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۲/۵۲۲، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیہ بیروت)

کیا جاتا، آپ نے اس خط کو لکھتے وقت بھی اپنے غصہ میں ہونے کا اقرار کیا ہے اور خودکشی کی دھمکی بھی دی ہے۔ میرے محترم! بے جا غصہ اس قدر مصیبت اور خطرناک ہے کہ آدمی کی زندگی کو تباہ کر دیتا ہے، ایمان کو بھی برباد کر دیتا ہے۔ غور تو کیجئے کہ اگر خودکشی کریں گے تو کسی کا کیا بگاڑیں گے، مالکِ حقیقی کی دی ہوئی امانت (جان) کو ضائع اور ہلاک کریں گے جس کی وجہ سے خود بھی سخت عذاب کے مستحق ہوں گے، دنیا بھی برباد، آخرت بھی برباد۔ **إنا لله! آپ توبہ کریں۔**

مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ سید اگر کسی گوجر کی لڑکی سے نکاح کر لے تو کفایت کی وجہ سے اس نکاح کو ناجائز نہیں کہا جائے گا (۱)، ہاں! سید کی لڑکی اگر بغیر ولی کی اجازت کے کسی گوجر وغیرہ سے نکاح کر لے تو اس کو ناجائز کہا جائے گا (۲)، کفایت کی رعایت لڑکی کے حق میں ہے (۳)، یہ شریعت کا مسئلہ ہے، فقہ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ **فقط واللہ اعلم۔**

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۴ھ۔

(۱) ”بخلاف جانب الرجل، فإنه إذا تزوج بنفسه مكافئة له أولاً، فإنه صحيح لازم“۔ (رد المحتار :

۸۵/۳، کتاب النکاح، باب الکفاء، سعید)

”فإذا تزوجت المرأة رجلاً خيراً منها، فليس للولي أن يفرق بينهما، فإن الولي لا يتعير بأن يكون

تحت الرجل من لا يكافؤه“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۲۹۰، کتاب النکاح، الباب الخامس، رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: ۲/۴۱، کتاب النکاح، باب الکفاء، دار المعرفۃ بیروت)

(۲) قال العلامة الحصكفي: ”(ويفتى) في غير الكفو (بعد جوازه أصلاً) وهو المختار للفتوى

(لفساد الزمان)“۔ (الدر المختار)۔ ”أما على رواية الحسن المختارة للفتوى من أنه لا يصح“۔

(رد المحتار، باب الولی: ۵۶/۳، ۵۷، سعید)

”فالمختار للفتوى رواية الحسن أنه لا يصح العقد“۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الکفاء:

۸۴/۳، ۹۴، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۲۹۲، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الکفاء، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۱۹۴، کتاب النکاح، باب الأولیاء والاکفاء، رشیدیہ)

(۳) ”(الكفاءة معتبرة من جانبه): أي الرجل؛ لأن الشريفة تأبى أن تكون فراشاً للدنีย์“۔ (الدر المختار: =

سیدہ کا نکاح پٹھان سے

سوال [۵۸۴۰]: میری دو خالائیں پٹھان چچا، یا تایا کی دختر ہیں: بڑی خالہ مرحومہ رفیع الدین کی بیگم اور دوسری خالہ مرحومہ نواب عبدالرزاق کی بیگم۔ رفیع الدین کی بڑی لڑکی سید متین سے بیاہی گئیں، ان کی ایک دختر نفیسہ پروین ہے۔ عبدالرزاق کی دختر ننھیال میں رحمت اللہ خاں سے بیاہی گئیں، ان کا ایک صاحبزادہ عزیز اللہ خاں ہے، کچھ رشتہ دار عزیز اللہ خاں کا رشتہ نفیسہ سے کرنا چاہتے ہیں، اور بعض کی رائے ہے کہ سید کی بیٹی پٹھانوں میں نہیں دی جاتی ہے کیونکہ سید کا مرتبہ بڑا ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر پٹھان میں اچھی صفات، اعمال صالحہ، اخلاق فاضلہ موجود ہوں اور سید کی لڑکی اور اس کے ولی پسند کریں تو ایسے پٹھان سے شادی کرنا بھی درست ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۴/۹۹ھ۔

صالح لڑکی کا نکاح فاسق و فاجر سے کرا دینا

سوال [۵۸۴۱]: ایک بھائی اپنی سوتیلی بہن کو اس کی ماں کے گھر سے فریب دے کر اپنے گھر لے آیا، لڑکی کا سوتیل بھائی فاسق فاجر قسم کا ہے اور اس کے سبھی ساتھی بھی اسی قسم کے اشخاص میں سے تھے۔ لڑکی کے بھائی نے زبردستی نشہ کی حالت میں لڑکی کو مار ڈالنے کی دھمکی دیتے ہوئے اس سے نکاح کی زبردستی اجازت لے کر ایک ایسے شخص کے ساتھ نکاح پڑھا دیا جو کہ اس وقت نشہ کی حالت میں تھا۔ لڑکی نے عدالتی طلاق حاصل کر لی ہے۔ آپ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں؟

= ۸۴/۳، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۲۹۰، کتاب النکاح، الباب الخامس، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۲۲۵، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیہ)

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: ”غیر سید کا سیدہ سے نکاح“۔)

(و أيضاً تحت عنوان: ”سیدہ کا نکاح غیر کفو میں“۔)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکی نیک اور صالح ہے، اور جس سے اس کا نکاح کیا گیا وہ فاسق فاجر شرابی ہے تو شرعاً یہ نکاح ہی منعقد نہیں ہوا (۱)، پھر عدالت سے فسخ کرالیا تو قانونی تحفظ بھی ہو گیا۔ فقط واللہ اعلم۔
املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۱۳۹۹ھ۔

شیخ اور خان باہم کفو ہیں

سوال [۵۸۲۲]: شیخ، خان کا کفو ہے یا نہیں، اور خان، شیخ کا کفو ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندوستان کا شیخ اور خان کفو ہیں (۲)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”(و) تعتبر في العرب والعجم (ديانة): أي تقوى، فليس فاسق كفراً لصاحبة أو فاسقة بنت صالح، معلناً كان أولاً، على الظاهر“۔ (الدر المختار)۔

”والظاهر أن الصلاح منها أو من أبائها كاف لعدم كون الفاسق كفراً لها..... إذا كانت فاسقة بنت صالح، لا يكون الفاسق كفراً لها؛ لأن العبرة لصلاح الأب، فلا يعتبر فسقها، ويؤيده أن الكفاءة حق الأولياء إذا أسقطتها هي؛ لأن الصالح يعير بمصاهرة الفاسق.....“ (قوله: بنت صالح) نعت لكل من قوله: صاحبة وفاسقة، وأفرده للعطف ”بأو“ فرجع إلى أن المعتبر صلاح الأباء فقط“۔ (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ۸۹/۳، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق: ۲۳۳/۳، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، رشيدية)

(۲) ”(و) أمافي العجم فتعتبر (حرية وإسلاماً)“۔ (الدر المختار)۔ ”المراد بهم من لم ينتسب إلى إحدى قبائل العرب، ويسمون الموالى والعتقاء، وعامة أهل الأمصار والقرى في زماننا منهم، سواء تكلموا بالعربية أو غيرها، إلا من كان له منهم نسب معروف“۔ (رد المحتار: ۸۷/۳، كتاب النكاح، باب في الكفاءة، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲۹۰/۱، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، رشيدية)

(و كذا في البحر الرائق: ۲۳۱/۳، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، رشيدية)

تُرک اور انصاری کفو ہیں یا نہیں؟

سوال [۵۸۴۳]: ہماری طرف ایک جھگڑا چل رہا ہے کہ ایک جولاہے انصاری کی لڑکی نے ایک دوسرے قوم کے آدمی سے نکاح کر لیا ہے، وہ آدمی قوم کا تُرک ہے۔ اب لڑکے والے کہتے ہیں کہ نکاح درست نہیں ہوا ہے، اب انصاری حضرات کہتے ہیں کہ تمہاری قومیت سے ہماری قومیت اعلیٰ ہے، اور ترکی حضرات کہتے ہیں کہ ہماری قومیت تمہاری قومیت سے اعلیٰ ہے۔ اب دونوں میں جھگڑا چل رہا ہے، ہماری طرف ترکی حضرات کھیتی یعنی کاشتکاری کرتے ہیں ان کے یہاں کاشتکاری ہی کا کام ہوا کرتا ہے، تو اس بارے میں مکمل جواب مطلوب ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

”أمافی العجم فتعتبر حرية وإسلاماً وحرفة، فمثل حائك غير كفؤ مثل خياط، الخ“۔ ”قال في الماتقى وشرحه: فحائك أو حجام أو كناس أو دباغ أو حلاق أو بيطار أو حداد أو صفار غير كفؤ لسائر الحرف كعطار أو بزاز أو صواغ وفي الفتح: أن الموجب هو استنقاص أهل العرف فيدور معه. وعلى هذا ينبغي أن يكون الحائك كفواً للعطار بالإسكندرية، لما هناك من حسن اعتبارها وعدم عدها نقصاً ألبتة، اللهم! إلا أن يقترن بها خساسة غيرها، اه“۔ رد المحتار: ۲/ ۴۳۲ (۱)۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۸۷، ۹۰، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

”والحاصل أن النسب المعتبر هنا خاص بالعرب، وأما العجم فلا يعتبر في حقهم، ولذا كان بعضهم كفواً لبعض الحرية والإسلام، فهما معتبران في حق العجم؛ لأنهم يفتخرون بهما دون النسب وأما السادس فالكفاءة في الحرفة لأن الناس يتفاخرون بشرف الحرف، ويتعبرون بدناءتها، وهي وإن أمكن تركها يبقى عارها والحائك يكون كفواً للعطار بالإسكندرية، لما هناك من حسن اعتبارها وعدم عدها نقصاً ألبتة، إلا أن يقترن بها خساسة غيرها، اه“۔ (البحر الرائق:

۳/ ۲۳۱، ۲۳۴، ۲۳۵، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، فصل في الكفاءة، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمية: ۱/ ۲۹۰، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، رشيدية)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر وہاں کے عرف میں یہ شادی موجب عیب و نقص نہیں ہے تو لڑکی کے اولیاء کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۷/۸۹ھ۔

برات، برادری اور کفایت

سوال [۵۸۴۴]: قانون اسلام میں برات کا کیا درجہ ہے، چونکہ بعض اہل علم بھی اس میں شریک ہوتے ہیں۔ اور اسلام میں برادری کی کیا اصل ہے؟ اچھی طرح تشریح فرمائیں، چونکہ مولانا صاحب نے فرمایا کہ قرآن پاک میں ایک آیت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ”ایک گھر جنتی ہے ایک گھر دوزخی ہے“ اور حضرات علماء بھی برادریوں سے ہوتے ہیں، لہذا ایہ شادی بھی برادری کے طریقہ پر کرتے ہیں اور برادری کے رواج کو ادا کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نکاح ایک عبادت ہے اس کو سنت طریقہ پر ادا کرنا چاہئے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ چند متعارف و مخصوص لوگوں کو بلا کر ان کے مجمع میں ایجاب و قبول کرادیا جائے، مسجد میں ہو تو اور اچھا ہے (۱)، پھر لڑکی کو دولہا کے مکان پر پہنچا دیا جائے، اگر دوسرے بستی میں پہنچانا ہو تو حفاظت کی خاطر حسب موقع دولہا اور دلہن کی طرف سے لوگ بھی ہمراہ ہوں تو مناسب ہے، پہلے عامۃً بیل گاڑی کا سفر ہوتا تھا اور سامان جہیز کے متعلق چور ڈاکوؤں کا خطرہ ہوتا تھا، اس لئے اس وقت کے مدبرین نے تجویز کیا تھا کہ ہر گھر سے ایک آدمی ساتھ جائے تاکہ کسی گھر کے مصالح فوت نہ ہوں اور سامان وغیرہ کی حفاظت بھی ہو جائے اور سہولت سے سفر پورا ہو جائے، اس مجمع کا نام برات تھا۔

(۱) ”لیس لنا عبادة شرعت من عهد آدم إلى الآن، ثم تستمر في الجنة إلا النكاح والإيمان.....“

(ویکون واجباً عند التوقان، وسنة حال الاعتدال)..... ويندب إعلانه..... وكونه في مسجد

وشهود عدول..... (وينعقد بإيجاب وقبول)..... (و) شرط (حضور) شاهدين (حرین) أو حر

وحرین (مكلفین سامعین قولهما معاً)“ (الدر المختار: ۳/۶۳ - ۹، ۲۱، کتاب النکاح، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۱۳۶، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۵۵، کتاب النکاح، رشیدیہ)

جب وہ لڑکی کے مکان پر آتے تھے اور شادی کے مصالح کے لئے آتے تھے تو ان کو کھانا بھی کھلایا جاتا تھا۔ مستقلاً لڑکی والے کے مکان پر کھانا لازم کرنا جیسا کہ آج کل عام دستور ہو گیا ہے، یہ ثابت نہیں کہ جس شان سے لڑکے والے کھانا کھلاتے ہیں اسی شان سے لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھایا جائے۔ اس طریقہ کو ترک کرنا چاہیے (۱)۔

نسبی حیثیت سے جدِ اعلیٰ کی اولاد برادری کہلاتی ہے اور نجات کا دار و مدار اس پر نہیں ہے:

﴿وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (۲)۔

جس آیت کا ترجمہ آپ نے لکھا ہے اس سے برادری مراد نہیں ہے، بلکہ مقصود اس سے یہ ہے کہ عقائد و اعمال و اخلاق کی حیثیت سے ایک گروہ جنتی ہے اور ایک گروہ جہنمی، کسی بھی برادری سے اس کا تعلق نسبی ہو، کسی نسبی برادری کو نہ جنتی فرمایا گیا نہ جہنمی، بلکہ جس برادری کا بھی عمل اہل جنت کے مثل ہو گا وہ جنت میں جائے گا اور جس کا عمل اہل جہنم کی طرح ہو گا وہ دوزخ میں جائے گا، أَعَاذَ اللَّهُ مِنْهُ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) "ومن الأعداء (المسقطه للوجوب أو الندب أن يكون في الطعام شبهة أو لاتليق به مجالسة أو يدعى لدفع شره أو ليعاونه على باطل ونحو ذلك". (مرقاۃ المفاتیح : ۲/۵۳، کتاب النکاح، باب الولیمة، رشیدیہ)

"من أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال". (مرقاۃ المفاتیح : ۲/۵۳، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول، رشیدیہ)

(۲) (سورة الحجرات: ۱۳)

(۳) قال الله تعالى: ﴿فريق في الجنة وفريق في السعير﴾ (الشورى: ۷)

"قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "سدّدوا وقاربوا، فإن صاحب الجنة يُختم له بعمل أهل الجنة، وإن عمل أى عمل. وإن صاحب النار يُختم له بعمل أهل النار وإن عمل أى عمل". ثم قال صلى الله تعالى عليه وسلم ثم قال باليمنی فنبذها فقال: "فريق في الجنة" ونبذ باليسرى، وقال: "فريق في السعير". (تفسير ابن كثير: ۴/۱۰۷، سهيل اكيڏمى لاهور)

حرفت میں کفایت

سوال [۵۸۴۵]: ایک شخص کا پیشہ درودگری کا ہے (۱) اور سہ پشت سے درودگری کے ہمراہ زراعت اور کھیتی کا کام بھی ان کی پشت میں چلا آتا ہے، قانون رائج میں چونکہ کمی ہیں، وہ اراضیات خرید نہیں سکتا، مگر وہ اپنے ہاتھ سے کرتا ہے۔ وہ شخص بغیر اجازت ولی جائز ایک عورت ردانی کو نکاح کرتا ہے جو کہ علاقہ پنجاب میں شریف قوم سمجھی جاتی ہے اور مالک اراضیات کے اور زراعت کا کام بھی کرتے ہیں۔

اب قابل دریافت یہ امر ہے کہ ناکح قوم کا درودگری غیر زراعت پیشہ ہے، درودگری کا کام بھی کرتا ہے اور زراعت کا کام بھی کرتا ہے اور عورت منکوحہ ردانی قوم کی جو کہ زراعت پیشہ ہے اور اس کے اولیاء بھی زراعت کا کام کرتے ہیں، کیا ناکح بغیر رضامندی ولی اس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے، حرفت درودگری قبلہ رانی ہے۔ بینوا تو جروا۔

غلام حیدر، مدرس القرآن مظہر العلوم، واقع جامع مسجد میانوالی، پنجاب، ۲۳/ ذی الحجہ/ ۱۴۵۸ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں عورت مرد ہر دو پیشہ زراعت میں مشترک ہیں، مرد پیشہ درودگری بھی کرتا ہے، عورت اس سے خالی ہے، پس اگر دونوں عجمی ہیں کہ کسی قبیلہ عرب کی طرف منسوب نہیں تو بظاہر ایک دوسرے کے کفو ہیں کیونکہ عجم میں کفایت حرفت کے اعتبار سے ملحوظ ہوتی ہے، اگر دونوں یا ایک کسی قبیلہ عرب کی طرف منسوب ہیں تو اس کے معلوم ہونے پر حکم تحریر کیا جاسکتا ہے:

”وأما في العجم فتعتبر حرية وإسلاماً ومالاً وحرفة، فمثل حائك غير كفؤ لمثل خياط،

الخ“۔ در مختار ملخصاً (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ محرم/ ۱۴۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ محرم/ ۱۴۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲/ محرم/ ۱۴۵۹ھ۔

(۱) ”درودگری: بڑھئی“۔ (نور اللغات ۳/ ۳۰، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور)

(۲) العبارة بأسرها: ”أما في العجم فتعتبر حرية وإسلاماً وحرفة، فمثل حائك غير كفؤ لمثل خياط، الخ“۔ ”قال =

گوت میں نکاح کرنا

سوال [۵۸۴۶]: یہاں کے کچھ مسلمانوں میں زمانہ قدیم سے یہ رواج ہے کہ لڑکے لڑکی کے نکاح باپ کے خاندان یعنی گوت و قبیلہ میں نہیں کرتے، اپنے ہم گوت (۱) و خاندانی لڑکا لڑکی، بہن بھائی مانتے ہوئے نکاح کرنا برا و ناجائز جانتے ہیں، خواہ تایا و چچا زاد لڑکا حافظ قرآن ہی کیوں نہ ہو، دوسرے گوت و قبیلہ میں ناخواندہ کو اچھا و جائز سمجھ کر کرتے ہیں۔ آیا ایسی صورت میں غیر کفو میں یعنی گوت میں نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟ جبکہ بموجب ارشاد واجب العمل والاعتقاد نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من تشبه بقوم، الخ“ (۲) غیر گوت میں کرنا ہندو وانہ رسم ہو۔

= فی الملتقى و شرحه: فحائک أو حجام أو کناس أو دباغ أو حلاق أو بیطار أو حداد أو صفار غیر کفو لسائر الحرف كعطار أو بزاز أو صواغ وفى الفتح: أن الموجب هو استنقاص أهل العرف، فیدور معه. وعلى هذا ينبغي أن يكون الحائک کفواً للعطار بالإسكندرية، لما هناك من حسن اعتبارها وعدم عدها نقصاً ألبته، اللهم! إلا أن يقترن بها حساسة غيرها، اهـ“. (الدر المختار مع رد المحتار: ۸۷/۳، ۹۰، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید)

”والحاصل أن النسب المعتبر هنا خاص بالعرب، وأما العجم فلا يعتبر في حقهم، ولذا كان بعضهم كفواً لبعض الحرية والإسلام، فهما معتبران في حق العجم؛ لأنهم يفتخرون بهما دون النسب وأما السادس فالکفاءة في الحرفة لأن الناس يتفاخرون بشرف الحرف، ويتعبرون بدناءتها، وهي وإن أمكن تركها يبقى عارها والحائک يكون كفواً للعطار بالإسكندرية، لما هناك من حسن اعتبارها وعدم عدها نقصاً ألبته، إلا أن يقترن بها حساسة غيرها، اهـ“. (البحر الرائق: ۲۳۱/۳، ۲۳۲، ۲۳۵، کتاب النکاح، باب الأولياء والأکفاء، فصل في الکفاءة، رشیدیہ)

(وکذا في الفتاوى العالمکیرية: ۲۹۰/۱، کتاب النکاح، الباب الخامس في الأکفاء، رشیدیہ)

(۱) ”گوت: خاندان، گھرانہ، حسب نسب، فرقہ قوم،“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۱، فیروز سنز، لاہور)

(۲) (سنن أبی داؤد: ۲۰۳/۲، کتاب اللباس، باب ماجاء في الأقبية، إمدادیہ ملتان)

(ومشکوة المصابیح، ص: ۳۷۵، کتاب اللباس، الفصل الأول، قدیمی)

(وفیض القدير: ۵۷۴۳/۱۱، نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة)

گوت نہ ملنے پر داماد سے ملازموں کی طرح خدمت لینا

سوال [۵۸۴۷]: ۱.....۲ اپنے قبیلہ و گوت کو چھوڑ کر غیر قبیلہ میں نکاح کرتے ہیں۔ یہ صورت کہ لڑکی کے بدلہ میں لڑکی بجاوردہ دیہات ”آٹا ساٹا کرنے“ کو لازم بلکہ الزم سمجھ کر کرنا، اگر ایک طرف لڑکے والے کے یہاں لڑکی نہ ہو تو دس ہزار سے بیس بائیس ہزار روپے تک حسب عمر و حسن و جمال نقد لینا ضروری سمجھتے ہیں، یہ امر بوقت خطبہ ہے، بروقت نکاح برادری کے حسب دستور مہر معجل علیحدہ ہے، جو لڑکی کا حصہ ہے۔

مہر کے علاوہ رقم مقررہ مذکورہ بالا بھی اگر کسی کے پاس دینے کو نہیں ہے تو آخری درجہ یہ ہے کہ لڑکے یعنی داماد کو آٹھ دس سال تک سسرال رہ کر خسر کے گھر کا کام نوکروں اور مزدوروں کی طرح کرنا ہوگا، صرف شبانہ روز کھانا اور ششماہی یا سالانہ پوشش کپڑا، اس کے علاوہ کچھ روپے نہیں دیتے۔ اگر کسی لحاظ سے رعایتاً ادھار ہو جائے تو آئندہ نسل میں لین دین کی وصولیابی بذریعہ پنچایت ضروری ہے (بطور یاد دہانی مستثنیٰ ہے جو اپنی جگہ میں ہے۔

مذکورہ بالا سے کچھ علاقہ نہیں)۔ کیا یہ مذکورہ شکلیں بیع و شراء نہیں بنتیں، جبکہ بیوہ مطلقہ کے بالعوض بھی دس بیس ہزار روپے جبراً لیا جاتا ہے؟ پنچائیتیں ہوتی ہیں، وصولیابی ضروری ہے۔ کیا اس صورت میں نکاح کرنا درست ہے؟

ایسی تقریبات میں میانجی و معلم کی شرکت

سوال [۵۸۴۸]: ۳..... جو میاں جی و معلم ان کے یہاں رہتے ہوئے پند و نصیحت کرتے ہوں ان کی بات نہ ماننے پر بموجب قولہ سبحانہ تعالیٰ ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ﴾ (۱)، ایسی تقریبات میں شرکت اور نکاح خوانی سے اجتناب ضروری ہے یا نہیں؟ جبکہ وہ مقتدا اور امام کی حیثیت سے فہم ناقص کے سبب غلطی و خامی سے متنبہ کیا جائے: ﴿إِنْ إِرِیدَ إِلَّا الْإِصْلَاحُ﴾ (۲) الخ۔ امید ہے کہ جلد از جلد جواب سے نوازیں گے۔

(۱) (سورة الأنعام: ۶۸)

(۲) (سورة هود: ۸۸)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... یہ رسم و رواج غلط اور غیر اسلامی ہے اس کو توڑنا واجب ہے (۱)۔ خدائے پاک کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام سمجھنا بہت بڑی جہالت ہے، مگر اس کے باوجود جو نکاح دوسرے خاندان میں شرعی طریقہ پر ہوگا اس کو ناجائز اور حرام نہیں کہا جائیگا (۲)۔ ورنہ دوسری جہالت ہوگی۔

۲..... آٹا ساٹا تو ناجائز نہیں ہے جبکہ دونوں طرف مہر مستقل ہو (۳)، لیکن اس کو لازم سمجھنا غلط ہے اور

(۱) ”من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد“۔ ”(مالیس منه): ای رأیاً لیس له فی الكتاب أو السنة عاصد ظاهر أو خفی، ملفوظ أو مستنبط (فہورد): ای مردود علی فاعله لبطلانه..... وکلما کان كذلك فہورد بهذا العمل رد“۔ (فیض القدير: ۱۱/۵۵۹۴، نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(و کذا فی مرقاة المفاتیح: ۳/۳۱، کتاب الصلوة، باب الدعاء فی التشہد، (رقم الحدیث: ۹۴۶)، رشیدیہ)
(۲) ”وإنما تحل فی الصورة الرابعة، وهی رضا الولی بغير الكفو مع علمه بأنه كذلك اه..... إن الولی لو قال لها: أنا راض بماتفعلين، أو زوجی نفسک ممن تختارين ونحوه أنه یکفی، وهو ظاهر؛ لأنه فوّض الأمر إليها، ولأنه من باب الإسقاط..... فلا یثبت حق الفسخ حال وجود الرضا بعدم الکفاء من وجه“۔ (رد المحتار: ۳/۸۶، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید)

”هذا (ای عدم جواز النکاح فی غیر الکف ء) إذا کان لها ولی ولم یرض به قبل العقد..... وأما إذا لم یکن لها ولی، فهو صحیح نافذ مطلقاً اتفاقاً“۔ (رد المحتار: ۳/۵۷، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۲۹۲، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الأكفاء، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر: ۳/۱۹۴، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأكفاء، رشیدیة)

(۳) ”إنما نهی عنه لخلوه عن المهر، وقد أو جبناً فیہ مهر المثل، فلم یبق شغراً. قید بالشغار؛ لأنه لو زوج بنته من رجل علی مهر مسمى علی أن یزوجہ الآخر بنته علی مهر مسمى، فإن زوجہ، فکل واحد منهما مسمى لها من المهر“۔ (البحر الرائق: ۳/۲۷۳، کتاب النکاح، باب المهر، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۱۰۶، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب: نکاح الشغار، سعید)

الزَّمَّ سَجْهًا أَغْلَطَ هِيَ (۱)۔ اگر بدلہ میں لڑکی نہ ملے تو روپیہ لینا رشوت ہے (۲) جو کہ حرام ہے، جس پر جہنم کی وعید ہے (۳)، پھر روپیہ نہ ہونے کی صورت میں داماد سے مزدوروں کی طرح مدت متعینہ تک کام لینا انتہائی تحقیر و تذلیل ہے (۴)۔ ادھار ہونے کی صورت میں آئندہ نسلوں سے وصول کرنا بڑا ظلم ہے، بیع حرباً باطل ہے (۵)، مسئلہ رواج صریح بیع تو نہیں ہے، ہاں صورت بیع کے مشابہ ہے اور بے شمار مفاسد پر مشتمل ہے، اجتماعی

(۱) ”وکل جائز أدى إلى اعتقاده ذلك، كره“۔ (رد المحتار: ۱/۱، کتاب الصلوة، مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت، سعید)

”من أصر على أمر مندوب، وجعله عزمًا، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال“۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۳/۳۱، باب الدعاء فی التشہد، الفصل الأول، رشیدیہ)

(۲) ”(أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترده)؛ لأنه رشوة“۔ (الدر المختار)۔ ”أى بأن أبى أن يسلمها أخوها أو نحوه حتى يأخذ شيئاً. وكذا لو أبى أن يزوجه، فللزوج الاسترداد قائماً أو هالِكاً؛ لأنه رشوة“۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، باب المهر مطلب: أنفق على معتدة الغير: ۳/۱۵۶، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۲۷، کتاب النکاح، الباب السابع فی المهر، الفصل السادس عشر فی جهاز البنت، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۳۲۴، کتاب النکاح، باب المهر، رشیدیہ)

(۳) ”عن عبد الله بن عمرو رضى الله تعالى عنه، قال: لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الراشئ والمرتشئ“ الحديث۔ (سنن أبی داؤد، کتاب القضاء، باب فی کراهة الرشوة: ۲/۵۰۴، دار الحديث ملتان)

(و جامع الترمذی: ۱/۲۴۸، باب ماجاء فی الراشئ والمرتشئ، سعید)

”الراشئ والمرتشئ كلاهما في النار“۔ (فيض القدير: ۷/۳۴۲۰، نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة)

(۴) ”(و) فی (خدمة زوج حر) سنة (للإمهار) لحررة أو أمة؛ لأن فيه قلب الموضوع“۔ (الدر المختار)۔

”لأن موضوع الزوجية أن تكون هي خادمة له، لا بالعكس، فإنه حرام، لما فيه من الإهانة والإذلال“۔

(رد المحتار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب: نکاح الشغار، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۲۷۳، ۲۷۴، کتاب النکاح، باب المهر، رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: ۲/۵۱، کتاب النکاح، باب المهر، دار المعرفۃ بیروت)

(۵) ”(بطل بیع ماليس بمال)..... (كالدّم والمیة والحر والبیع به)“۔ (تنویر الأبصار مع رد المحتار =

حیثیت سے سب قوم کو مل کر اس کی اصلاح لازم ہے۔

۳..... میاں جی اور معلم بھی ایک درجہ کا مصلح و مقتدا ہے، اس کو بھی اصلاح کی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہے، ان کے ساتھ رل مل کر غلط اور خلاف شرع رسم و رواج میں شرکت کرنا ان کی تقویت و تائید ہے جس کی وجہ سے وہاں میں شریک شمار ہوگا اور وہاں سے نہیں بچ سکے گا، وہاں کے مطابق جو تدابیر اصلاح کی مناسب ہوں اس کو اختیار کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۶/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۶/۹۱ھ۔

اپنے خاندان میں نکاح نہ کرنا (گوت بچانا)

سوال [۵۸۴۹]: ایک خاندان کے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کے اندر اگر آپس میں لڑکے اور لڑکی

= ۵/۵۱، ۵۲، کتاب البیع، باب البیع الفاسد، مطلب فی تعریف المال، سعید

(و کذا فی فتح القدیر: ۴۰۳/۶، کتاب البیوع، باب بیع الفاسد، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: ۶۳/۳، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، دارالمعرفة، بیروت)

(۱) ”نهی اللہ تعالیٰ لاتقعد مع الظالمین، وذلك عموم فی النهی عن مجالسة سائر الظالمین من أهل الشرک وأهل الملة، لوقوع الاسم علیهم جميعاً. وذلك إذا کان فی تقیة من تغیره بیده أو بلسانه بعد قیام الحجة علی الظالمین بقبح ما هم علیه، فغیر جائز..... لأن النهی عام عن مجالسة الظالمین؛ لأن فی مجالستهم مختار مع ترک النکیر دلالة علی الرضا بفعلهم“. (أحكام القرآن للجصاص: ۲/۳، سورة الأنعام، باب النهی عن مجالسة الظالمین، دارالکتب العربی، بیروت)

﴿فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین﴾ وهذه الآية هی المشار إليها فی قوله: ﴿وقد نزل علیکم فی الكتاب أن إذا سمعتم آیات اللہ یکفر بها..... إنکم إذا مثلهم﴾ الآية، إنکم إذا جلستم معهم وأقررتموهم علی ذلك فقد ساویتموهم فیما هم فیہ، وقوله: ﴿وما علی الذین یتقون من حسابهم من شئ﴾: أي إذا تجنبوهم فلم یجلسوا معهم فی ذلك، فقد برؤا من عہدتهم وتخلصوا من إثمهم“ (تفسیر ابن کثیر: ۱۴۴/۲، سورة الأنعام، الجزء: ۷، سہیل اکیڈمی لاہور)

کارشتہ کرتے ہیں تو وہ راس نہیں آتا ہے اور یہ عمل پہلے سے چلا آ رہا ہے، اس کی وجہ سے سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بعض وقت باہر سے لڑکیاں اپنے خاندان کے لڑکوں کے لیے نہیں ملتیں، اگر ملتی ہیں تو دوسرے خاندان کی لڑکیاں اس خاندان کے موافق تربیت یافتہ نہیں ہوتیں، جس کی وجہ سے اختلافات جھگڑے اکثر ہوتے ہیں، اور لڑکے اور لڑکیاں دوسرے خاندان میں جانا نہیں چاہتی ہیں، لیکن والدین مجبوراً شادیاں کر دیتے ہیں۔

اسی طرح لڑکیوں کا حال ہے کہ ان کی شادی دوسری جگہ کرنے میں وہ کیونکہ راضی نہیں ہوتیں جس کی وجہ سے شریف لڑکیاں اس قلبی تکلیف کو تمام عمر کے لئے برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہیں اور جس کی وجہ سے ان کی زندگی مایوس کن اور زندگی کی تمام تمناؤں کا خون پہلے ہی ہو جاتا ہے، مگر عقیدہ یہی ہے کہ اپنے رشتے راس نہیں آتے۔ اگر اس بارے میں خاندان کے بزرگوں سے دلیل پوچھی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ چند واقعات مثلاً یہ کہ فلاں رشتہ ہوتے ہی فلاں تکلیف اس گھر کے اندر شروع ہو گئی، فلاں رشتہ سے فلاں جھگڑا شروع ہوا، ان کے دو جوڑے میں لڑکیاں ہی پیدا ہوئیں، یا فلاں آدمی کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔

اس قسم کے واقعات کو پیش کر کے دلیل بتاتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ کسی بزرگ نے ہمارے خاندان کو بددعاء دی تھی جس کی وجہ سے رشتے راس نہیں آتے، جس کی وجہ سے خاندان میں مزید یقین بڑھ گیا اور اب تو اس کے خلاف کوئی بھی تعلیم نہیں کرتا ہے۔

چنانچہ ایک صاحب نے اپنی لڑکی کا رشتہ ایسے لڑکے سے کر دیا کہ لڑکی سخت مجبور ہے اور گوارہ کر رہی ہے، اسی طرح خاندان میں پڑھا لکھا لڑکا بھی راضی ہے، لیکن والدین اسی وجہ سے راضی نہیں ہیں۔ آپ فرمائیں کہ ایسا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟ اور رکھنے والے کے متعلق کیا حکم ہے، اس پر عمل کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ اوہام تعلیمات اسلام کے خلاف ہیں، ان کو ترک کرنا واجب ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی اپنے ہی خاندان میں کی ہے (۱) اور تمام امت مسلمہ کا

(۱) "عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "إن علیاً منی وأنا منه): أي فی النسب" الخ "وعن بریدة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: "خطب أبو بکر وعمر =

تعامل بھی یہی چلا آ رہا ہے، لیکن ہندوستان کی بعض اقوام نے قبول اسلام کے بعد بھی اپنی خاندانی گزشتہ رسوم کو جہالت کی بنا پر باقی رکھا، ان میں سے یہ بھی ایک چیز ہے۔ مسلمانوں کے لیے کسی رٹی وغیرہ کا قول ہرگز قابل التفات نہیں، وہ اپنی اس جہالت سے توبہ کریں۔ دینی کسی منفعت کے فوت ہو جانے پر ایسی بدو عادینا جس کا پشتہا پشت تک اثر باقی رہے اور سنت پر عمل کرنے سے خاندان کے خاندان محروم ہو جائیں، بزرگوں کی شان نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نام لے کر خاندان میں جائز و مسنون طریقہ پر شادی کرنا شروع کریں، اس آنے نہ آنے کا فکر نہ کریں۔ موت و مرض و نقصان سب کچھ پہلے سے مقدر میں لکھا ہوا ہے وہ ہو کر رہے گا (۱)، لڑکا اور لڑکی بالغ ہو کر اپنا نکاح مہر مثل پر اپنے خاندان میں گواہوں کے سامنے خود کر لیں تب بھی درست ہے (۲)، ان کی مرضی کے خلاف غیر خاندان میں زبردستی ان کا نکاح کرنا بڑا ظلم ہے (۳)، خاص کر غیر کفو میں جس سے

= رضی اللہ تعالیٰ عنہما - فاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : ”إنہا صغيرة“۔ ثم خطبہا علی، فزوجہا منہ“۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۱۰ / ۳۶۱، ۲۷۶، کتاب المناقب والفضائل، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، الفصل الثانی والثالث، رشیدیہ)

(وسنن النسائی: ۶۹/۲، کتاب النکاح، تزوج المرأة مثلها فی السن، قدیمی)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا﴾ (سورة الأحزاب: ۳۸)

(۲) ”(نفذ نکاح حرة مکلفة بلاولی)؛ لأنها تصرفت فی خالص حقها، وهی من أهلہ، لکونها عاقلة بالغة

..... وروی الحسن: إن کان الزوج کفوًا، نفذ نکاحها“۔ (البحر الرائق: ۳/۱۹۲، ۱۹۴، کتاب

النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(وکذا فی الهدایة: ۳/۳۱۱، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء، شركة علمية ملتان)

(وکذا فی الدر المختار: ۳/۵۵، ۵۶، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(۳) ”(ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح) لا نقطاع الولاية بالبلوغ“۔ (الدر المختار: ۳/۵۸، کتاب

النکاح، باب الولی، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۱۹۲، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(وکذا فی الهدایة: ۳/۱۹۴، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء والأکفاء، شركة علمية)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۲۸۷، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

بسا اوقات پوری زندگی برباد ہوتی ہے اور مصالح نکاح حاصل نہیں ہوتے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/محرم الحرام/۸۹ھ۔

باپ کا اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کرنا

سوال [۵۸۵۰]: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم! ایک شخص مستمی زید اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کرتا ہے محض لالچ دنیوی پر، ان سے مال لینا چاہتا ہے، لڑکی کی صلاح کی بابت کچھ نہیں اور اس کے نشیب و فراز کی طرف خیال نہیں کرتا۔ اب لڑکی بعد بلوغیت اس نکاح اپنے والد کے کئے ہوئے سے متنفر ہے اور اپنے کفو میں خیال رکھتی ہے۔ از دریں صورت علمائے دین و مفتیان شرع متین کیا ارشاد فرماتے ہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر باپ سنی الاخلاق ہونے کے ساتھ مشہور ہے، مثلاً لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ بہت کم عقل اور بیوقوف ہے کہ اپنے نفع و نقصان کو نہیں سوچتا، یا اس قدر لالچی ہے کہ روپیہ کے مقابلہ میں عزت کی بھی پرواہ نہیں کرتا، پھر اس نے اس بات کو جانتے ہوئے نکاح کیا ہے کہ یہ غیر کفو ہے تو ایسی صورت میں لڑکی کو اختیار حاصل ہے (۱) کہ حاکم مسلم کے ذریعے سے اس نکاح کو فسخ کرادے (۲)۔ اگر باپ کا سنی الاخلاق، سنی الاختیار

(۱) ”حتى لو عرف من الأب سوء الاختيار لسفهه أو لطمعه، لا يجوز عقده ثم اعلم أن مامر عن النوازل: أن النكاح باطل، معناه أنه سيطل كما في الذخيرة؛ لأن المسألة مفروضة فيما إذا لم ترض البنت بعد ما كبرت“۔ (رد المحتار: ۳/۲۶، ۲۷، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

”وقيدہ الشارحون وغيرهم بأن لا يكون معروفاً بسوء الاختيار، حتى لو كان معروفاً بذلك مجاناً وفسقاً، فالعقد باطل، الخ وفي الظهيرية: يفرق بينهما، ولم يقل: إنه باطل، وهو الحق، ولذا قال في الذخيرة في قولهم: فالنكاح باطل: أي يبطل“۔ (البحر الرائق)۔ ”قوله: إن النكاح باطل لا يخفى أن قولهم: ”النكاح باطل“ إنما هو بعد ردها، وذلك لا يفيد بطلانه من أصله وقد رأيت كذلك في الخانية، والذخيرة، واللولو الجية والتجنيس، والبرازية، فكلهم ذكروا البطلان بعد الرد“۔ (البحر الرائق مع منحة الخالق: ۳/۲۳۷، ۲۳۸، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، فصل في الكفاءة، رشيدية)

(۲) ”ويشترط فيه (أي في خيار البلوغ) القضاء، بخلاف خيار العتق“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح =

ہونا مشہور نہیں تو پھر نکاح درست و لازم ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ باپ کے ذہن میں لڑکی کی کوئی ایسی مصلحت ہو جو اس کفایت سے بڑھ کر ہو، ہکذا فی رد المحتار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بالغہ کو بہکا کر لے جا کر اس سے نکاح کرنا

سوال [۵۸۵۱]: آج کل پنجاب میں یہ مرض عام پھیل گیا ہے کہ عموماً کنواری لڑکیاں محض فساق سے خفیہ ناجائز تعلقات پیدا کر لیتی ہیں، کئی دنوں کے بعد وہ فساق ان کو والدین کے گھر سے کوئی موقع پا کر لے بھاگتے ہیں، اور کسی اور علاقہ میں جا کے نکاح کر لیتے ہیں، کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باکرہ (بالغہ) کا نکاح بغیر اجازت ولی جائز ہے جس سے فساق نے ناجائز نفع اٹھانا شروع کر دیا ہے جس کی وجہ سے فساد برپا ہو رہا ہے۔ کیا آج کل انسدادِ فتنہ کے واسطے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول عدم جوازِ نکاح باکرہ بغیر رضائے ولی پر فتویٰ نہیں دیا جاسکتا، اور اس پر عمل جائز نہیں، جبکہ دیگر ائمہ بھی امام شافعی کے متفق ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس مرض کا علاج یہ نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کو ترک کر دیا جائے، بلکہ یہ ہے

= الباب الرابع فی الأولیاء: ۲۸۵/۱، رشیدیہ

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۱۷۸/۳، کتاب النکاح، باب نکاح الرقیق، مطلب فی حکم إسقاط الحمل، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲۱۱/۳، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(۱) "ولزم النکاح إن کان الولی أباً أو جداً لم یعرف منهما سوء الاختیار، وإن عرف لا یصح."

(رد المحتار: ۶۷/۳، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

"(ولو زوج طفله من غیر کفء أو بغبن فاحش، صح، ولم یجز ذلك لغير الأب والجد)

..... وأطلق فی الأب والجد، وقیده الشارحون وغیرهم بأن لا یكون معروفاً بسوء الاختیار.....

إذا کان عالماً بأنه لیس بکفء، علم أنه تأمل غایة التأمل وعرف هذا العقد مصلحة فی حقها". (البحر

الرائق: ۲۳۷/۳، ۲۳۸، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۹۱/۱، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الأكفاء، رشیدیہ)

(کہ) بعد بلوغ لڑکیوں کی شادی میں اپنے رواج، یا قومی مصالح، یا ذاتی منافع کی بناء پر تاخیر نہ کی جائے، نیز شادی سے قبل لڑکی سے استیذان کیا جاوے تاکہ اس کی رضا و عدم رضا کا بھی اندازہ ہو جائے۔ یہ علاج مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے موافق اور احادیث سے ثابت ہے، دیگر ائمہ بھی اسی میں متفق ہیں۔ جبکہ متفق علیہ اور مسنون طریقہ موجود ہے پھر مذہب کو چھوڑنے کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے (۱)، دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دینا اس مسئلہ میں درست نہیں (۲)۔

نوٹ: اگر بالغہ لڑکی غیر کفو میں اپنا نکاح خود کرے تو امام صاحب کے ایک قول کے مطابق اس کا نکاح ہی درست نہیں ہوتا، اور یہی قول مفتی بہ بھی ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد، عبد اللطیف، ۲۶/۱۱/۱۳۶۲ھ۔

(۱) ”وعن عمر بن الخطاب وأنس بن مالك رضي الله تعالى عنهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”في التوراة مكتوب: من بلغت ابنته اثنتي عشرة سنة، ولم يزوجها، فأصابت إثمًا، فإثم ذلك عليه“ (مشکوٰۃ المصابيح، کتاب النکاح، باب الولی فی النکاح، الفصل الثالث، ص: ۲۷۱، قدیمی)
”وقال صلى الله تعالى عليه وسلم: ”ولا تنكح البكر حتى تستأذن“ (مشکوٰۃ المصابيح، المصدر السابق، الفصل الأول، ص: ۲۷۰، قدیمی)

”(قوله: وهو السنة) بأن قال لها: فلان يخطب أويذكرك فسكتت، وإن زوجها بغير استئذان، فقد أخطأ السنة، وتوقف على رضاها“ (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۵۸/۳، سعید)
(وكذا في البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولياء والأكفاء: ۱۹۹/۳، رشیدیہ)

(۲) ”وفی الفتح: قالوا: المنتقل من مذهب إلى مذهب باجتهاد وبرهان ثم يستوجب التعزير، فبلا اجتهاد وبرهان أولى“ (الحموی شرح الأشباہ، کتاب الحدود و التعزیر، الفن الثاني، الفوائد: ۱۷۱/۲، إدارة القرآن کراچی)

(وكذا في رد المحتار، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فيما إذا ارتحل إلى غير مذهب: ۸۰/۳، سعید)
(۳) ”(ویفتی) فی غیر الکف (بعدم جوازہ أصلاً) وهو المختار للفتوی (لفساد الزمان)“ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۵۶/۳، ۵۷، سعید)

(وكذا في الهداية، کتاب النکاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳۱۴/۲، شركة علمية)

(وكذا في ملتقى الأبحر، کتاب النکاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳۸۸/۱ - ۳۹۰، غفارية)

بالغہ لڑکی کا نکاح بغیر کفو میں

سوال [۵۸۵۲]: ایک لڑکی آگرہ ہوٹل میں نرس کی ٹریننگ کر رہی تھی، دوران ٹریننگ ایک لڑکا ملا جس نے اپنے آپ کو سی آئی ڈی انسپکٹر بتایا، ذات سید بتائی اور بغیر شادی شدہ بتایا، لڑکی بھی سید کی تھی، پھر اسی دوران نکاح ہو گیا، آگرہ میں لڑکی کے والدین کو کوئی اطلاع نہیں۔ پھر لڑکی کا کہنا ہے کہ مجھے وکیل گواہ بھی معلوم نہیں کہ کون بنا، صرف ایک جگہ دستخط کرائے گئے، نکاح لڑکے نے کسی غیر آدمی کے گھر پر کرایا۔ لڑکا میرٹھ کا رہنے والا ہے۔

جب لڑکی چھٹی لیکر لڑکے کے گھر پر آئی تب لڑکی کو سب حقیقت معلوم ہوئی کہ دھوکہ ہوا ہے، لڑکا بلیک کا کام کرتا ہے، ذات جولاہا، شادی شدہ ہے، دو بیویاں ہیں: ایک چھوڑ رکھی ہے، ایک گھر پر موجود ہے۔ پھر لڑکی لڑکے کو چھوڑ کر مظفرنگر اپنے باپ کے پاس آئی، پھر لڑکا مظفرنگر آیا اور لڑکی کے والدین سے کہا کہ لڑکی میرے نکاح میں ہے، میرے ساتھ شادی ہوئی ہے۔ لڑکی کے والدین نے کہا کہ بغیر ہماری اجازت نکاح کیسے ہوا؟ وکیل کون بنا؟ نکاح کا کاغذ دکھاؤ، ہم تصدیق کریں گے کہ کس نے بغیر ہماری اجازت کے نکاح پڑھایا ہے؟ ابھی تک کاغذ نہیں دکھایا گیا۔ ایسا دھوکہ دے کر بغیر ماں باپ کی اجازت کے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ دوسرا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سید کی لڑکی کا جولاہا کفو نہیں (۱)، بالغہ لڑکی غیر کفو میں نکاح کرے تو بغیر ولی کی اجازت کے مفتی بہ قول

(۱) ”(و) أما في العجم فتعتبر (حرية وإسلاماً)“۔ (الدر المختار)۔ ”المراد بهم من لم ينتسب إلى إحدى قبائل العرب، ويسمون الموالی والعتقاء، وعامة أهل الأمصار والقرى في زماننا منهم، سواء تكلموا بالعربية أو غيرها، إلا من كان له منهم نسب معروف“۔ (رد المختار: ۸۷/۳، کتاب النکاح، باب فی الکفاءة، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۹۰/۱، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الکفاءة، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲۳۱/۳، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیہ)

”(العجمی لا یكون کفناً للعربیة)“۔ (الدر المختار: ۹۲/۳، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید) =

پر منعقد نہیں ہوتا، لہذا یہ نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوا (۱)، طلاق کی بھی ضرورت نہیں، کسی مناسب جگہ لڑکی کا نکاح کر دیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۹۴ھ۔

لڑکی اور ولی کی رضامندی سے غیر کفو میں نکاح ہوا تو برادری کو ترک تعلق کا حق نہیں

سوال [۵۸۵۳]: زید ایک دیندار اور مالدار شخص ہے، اس نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنی اور لڑکی کی

رضامندی سے غیر کفو میں کر دیا، لڑکا جس سے نکاح کیا وہ بھی دیندار باحیثیت ہے۔ تو کیا غیر کفو میں نکاح کر دینے سے زید کی برادری کو یہ حق ہے کہ وہ زید سے ترک تعلقات کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کفاءة لڑکی اور اس کے ولی کا حق ہے (۳)، جب دونوں اپنے اس حق کو ختم کرنے پر رضامند ہوں تو

= (و کذا فی البحر الرائق: ۳/۲۳۰، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۲۹۰، کتاب النکاح، الباب الخامس، رشیدیہ)

(۱) قال العلامة الحصکفی: ”(ویفتی) فی غیر الکفو (بعدم جوازه أصلاً) وهو المختار للفتویٰ

(لفساد الزمان)“۔ (الدر المختار)۔ ”أما علی رواية الحسن المختارة للفتویٰ من أنه لا یصح“۔

(رد المحتار، باب الولی: ۳/۵۶، ۵۷، سعید)

”فالمختار للفتویٰ رواية الحسن أنه لا یصح العقد“۔ (رد المحتار: کتاب النکاح، باب الکفاءة:

۳/۸۴، ۹۴، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۲۹۲، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الأكفاء، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۱۹۴، کتاب النکاح، باب الأولیاء والاکفاء، رشیدیہ)

(۲) ”فلا یتحقق الطلاق فی النکاح الفاسد (ففی الباطل بالطریق الأولی)“۔ (رد المحتار: ۳/۲۸۴، سعید)

”وقدم قبله أن (محله المنکوحه): أي ولو معتدة عن طلاق رجعی، الخ..... بخلاف عدة

الفسخ بحرمة مؤبدة..... أو غیر مؤبدة كالفسخ بخیار..... عدم کفاءة..... فلا یقع الطلاق

فیها“۔ (رد المحتار: ۳/۲۲۷، کتاب الطلاق، مطلب: طلاق الدور، ۳/۲۳۰، سعید)

(۳) ’وظاهر قوله: کحق الکفاءة، الاتفاق علی أنه حق لكل منهما“۔ (رد المحتار: ۳/۸۵، کتاب النکاح =

برادری کو ترک تعلقات کرنے کا حق نہیں، بلکہ یہ ترک تعلق کی سزا غلط ہے، ظلم ہے (۱)۔ مسئلہ کی تفصیل کتب فقہ بحر (۲) عالمگیری (۳) خانیہ (۴) رد المحتار (۵) وغیرہ میں ہے۔ لڑکے میں بعض دفعہ ایسا جوہر ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے حق کفایت کو ختم کر دینا لڑکی کے حق میں نفع ہوتا ہے (۶)، اس کے نظائر سلف صالحین میں موجود ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۰/۱۳۹۷ھ۔

کفایت زائل ہو جانے کے بعد نکاح کا فسخ کرنا

سوال [۵۸۵۴]: ایک عالم فاضل اجل کی دختر صغیرہ کا نکاح ہوا ایک صغیر السن لڑکے سے جو اچھے

= النکاح، باب الکفاءة، سعید)

(۱) ”عن أبی ایوب الأنصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”لا یحل للرجل أن یتزوج أخاه فوق ثلاث لیال“۔ الحدیث۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ۵۸/۸، باب ما ینہی عنہ من التہاجر والتقاطع، رشیدیہ)

(۲) ”وإن زوجها الأولیاء برضاها، ولم یعلموا أنه عبد أو حر، ثم علموا، لاخیار لأحدہم“۔ (البحر الرائق: ۲۲۵/۳، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(۳) ”وإن کان الأولیاء هم الذین باشرُوا عقد النکاح برضاها، ولم یعلموا أنه کفء أو غیر کفء، فلاخیار لواحد منہما“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۹۳/۱، کتاب النکاح، الباب الخامس، رشیدیہ)

(۴) (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ: ۳۵۳/۱، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیہ)

(۵) (رد المحتار: ۸۵/۳، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید)

(۶) ”(أنه لو فور شفقتہ بالأبوة لا یزوج بنتہ من غیر کفء أو بغین فاحش، إلا لمصلحۃ تزیید علی هذا الضرر کعلمہ بحسن العشرة معها وقلة الأذى ونحو ذلك“۔ (رد المحتار: ۶۷/۳، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۹۱/۱، کتاب النکاح، الباب الخامس، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق: ۲۳۷/۳، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیہ)

حال و ذات کا تھا اور جس میں امید تھی کہ یہ علم پڑھے گا اور صالح ہوگا اور فسق و فجور سے مجتنب رہے گا، مگر سن شعور سے لیکر اب تک چوبیس، پچیس سال کی عمر کو پہنچ چکا ہے، فسق و فجور میں رہا، ترکِ صلوٰۃ عمداً، حقہ نوشی، دنگل و تماشا بینی وغیرہ میں منہمک ہے۔ کیا شرعاً ایسے نکاح کے متعلق تہنیخ و فسخ کی صورت ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بوقتِ نکاح لڑکا صغیر السن تھا، عیوبِ مذکورہ اس وقت تو موجود نہیں تھے، بلکہ بعد میں پیدا ہوئے ہیں، پس ایسے عیوبِ مذکورہ کی بناء پر شوہر فاسق و فاجر تو ہو گیا جس سے کفایت زائل ہو گئی، مگر اس کفایت کے زائل ہونے سے فسخِ نکاح کا اختیار نہیں، کیونکہ کفایت بوقتِ نکاح معتبر ہے بعد میں زائل ہونے سے کچھ نہیں ہوتا، اگر بوقتِ نکاح فسق و فجور لڑکے میں موجود ہوتا تو وہ کفو نہیں تھا اور خیارِ کفایت حاصل ہوتا اب حاصل نہیں:

”والکفاءة اعتبارها عند ابتداء العقد، فلا يضر زوالها بعده، فلو كان وقته كفواً ثم فجر، لم يفسخ، الخ“۔ درمختار۔ ”(قوله: ثم فجر) الأولى أن يقول: ثم زالت كفاءته؛ لأن الفجور يقابل الديانة، وهي إحدى ما يعتبر في الكفاءة، الخ“۔ رد المحتار: ۴۹۸/۲ باب الکفاءة (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۳/۱۰/۵۹ھ۔

لڑکی کا نکاح غیر برادری میں

سوال [۵۸۵۵]: زید چھپائی کا کام کرنے والے چھپا برادری سے تعلق رکھتا ہے، یہ برادری عموماً شادی بیاہ رشتہ داری برادری کے لوگوں ہی تک محدود رکھتا ہے، مگر اس کے علاوہ بھی خاص مثالیں موجود ہیں۔ زید کی ایک لڑکی بیوہ مطلقہ ہے، زید نے اپنی برادری میں دو سال تک بڑی سرگرمی کے ساتھ اس کے لیے رشتہ کی تلاش کی مگر ناکامی ہونے پر ایک دوسری برادری کے مفتی، پرہیزگار، عالم دین لڑکے کے ساتھ رشتہ کرنے کی بات سوچی، چند احباب سے مشورہ و ذکر کر کیا، حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب نے بھی معاملات کی

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۹۲، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۲۹۱، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الکفاءة، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۲۲۸، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیہ)

نزاکت کو سمجھتے ہوئے اجازت دے دی۔ مگر ابھی رشتہ پختہ بھی نہ ہونے پایا تھا کہ برادری کے چند لوگوں نے شدید رخنہ اندازی اور فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی، انہوں نے سر راہ زید کی لڑکی اور ہونے والے داماد اور اس کی برادری کی تحقیر اور تضحیک کرنا شروع کر دیا، اور جب بھی انہیں یہ بتلایا گیا کہ شریعت نے دوسری برادری میں نکاح کرنے سے منع نہیں کیا ہے، تو کھل کر گالیوں اور بدتمیزی کا مظاہر کیا گیا۔ اس پر بھی بس نہیں کیا گیا اور ایک تحریر جمعیت چھپائی کے نام لکھی گئی جس پر لوگوں کو ورغلا کر اس بات کے انفرادی دستخط کرائے گئے کہ یہ شادی غلط ہو رہی ہے اسے روکنا ضروری ہے۔ ان حالات کو پیش نظر رکھ کر اگر زید اپنی لڑکی کا نکاح دوسری برادری کے لڑکے سے کر دے تو یہ فعل جائز ہو گا یا ناجائز؟

۲..... برادری میں رشتہ نہ ملنے پر لڑکی کا نکاح دوسری برادری کے اور دیندار شخص سے محض برادری کے اختلاف کی وجہ سے نہ کرنے دینا اور لڑکی کو مجبوراً بیٹھائے رکھنے پر مجبور کرنا شرعاً کیسا ہے؟

۳..... برادری کے غیر متعلق اشخاص کا اس رشتہ کے بارے میں دوسرے لوگوں کو مخالفت پر ابھارنا اس فعل کو ناجائز اور غلط بتلانا، ورغلا کر تحریر میں دستخط کروانا اور جو لوگ ان کا ساتھ نہ دیں، انہیں گالیوں سے نوازنا اور برادری سے خارج کر دینے کی دھمکی دینا، زید اور زید کی لڑکی اور ہونے والے رشتہ دار اور اس کی برادری کی تحقیر و تضحیک کرنا شریعت کی نگاہ میں کیسا ہے؟

۴..... مندرجہ بالا حرکتیں شرعاً کس زمرہ میں آتی ہیں؟ کیا ایسے لوگوں کو نماز میں امامت کیلئے کھڑا کیا جاسکتا ہے؟ کیا ان لوگوں کے پیچھے پڑھی گئی نماز درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... لڑکی بھی رضا مند ہو، لڑکی کا والد بھی رضا مند ہو تو مصلحت کے پیش نظر اس میں مضائقہ نہیں، بلکہ جائز اور درست ہے (۱)۔

(۱) "وإنما تحل فی الصورة الرابعة، وهی رضا الولی بغير الکفاء مع علمه بأنه کذلک، اهـ" (رد المحتار: ۵۷/۳، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

"هذا (أی عدم جواز نکاحها فی غیر الکفاء) إذا کان لها ولی، فإن لم یکن صح النکاح اتفاقاً". (الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۹۲/۱، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الکفاء، رشیدیہ) =

۲..... یہ ظلم ہے، اس میں مفسد ہیں (۱)۔

۳..... یہ غلط کام ہے، غلط کام کی اعانت ہے شرعاً جائز نہیں، اس کا انجام دنیا و آخرت میں

برا ہے (۲)۔

۴..... مقتدی بھی ایسے ہی ہوں، امام بھی ایسے ہی ہوں تو پھر کیا پوچھنا؟ اللہ تعالیٰ سب کو صحیح راستہ پر

چلائے، غلط راستہ سے بچائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۱۳۹۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۱۳۹۶ھ۔

نداف کی لڑکی کو پٹھان لیکر بھاگ گیا، ان کا نکاح

سوال [۵۸۵۶]: رشید احمد نداف کی لڑکی شفیعہ بیگم بالغہ کو سلیمان خان پٹھان لیکر بھاگ گیا اور کہیں

جا کر شفیعہ بیگم کی مرضی سے سلیمان خان نے نکاح کر لیا بغیر والدین کی مرضی کے، اور ایک ماہ کے بعد رشید احمد

نے بذریعہ پولیس لڑکی کو گرفتار کرا کر اپنی ضمانت پر لے کر اپنے گھر لے آیا۔ بہت آدمی کہتے ہیں کہ نداف (۳)

کی لڑکی کا نکاح سلیمان سے جائز نہیں ہوا، کیونکہ غیر برادری ہے اور بغیر ولی کی اجازت نکاح ہوا، غیر برادری

ہونے کی وجہ سے نکاح جائز نہیں، اس وقت عدالت میں مقدمہ چل رہا ہے، سلیمان بھی ضمانت پر ہے اور طلاق

دینے کو تیار نہیں۔ ان حالات میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندوستانی نسلوں میں نسب کے اعتبار سے کفاءة معتبر نہیں (۴)، لہذا اس نکاح کو غیر معتبر قرار دینے

= (و کذا فی البحر الرائق : ۳/۱۹۴، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار : ۳/۵۷، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَّغْنَ أَجْلَهُنَّ، فَلَا تَعْضِلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضُوا

بَيْنَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ الآية (سورة البقرة : ۳۳۲)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ، وَاتَّقُوا اللَّهَ، إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (المائدة : ۲)

(۳) ”نداف: روئی دھنکے والا، دھنیا“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۵۴، فیروز سنز، لاہور)

(۴) ”والحاصل أن النسب المعتبر هنا خاص بالعرب، وأما العجم فلا يعتبر في حقهم، ولذا كان بعضهم =

یا فسخ کرانے کے لئے یہ وجہ کافی نہیں، لیکن اگر لڑکی کا والد بہت صالح اور متبع سنت ہے اور جو پٹھان اس لڑکی کو بھگا کر لے گیا وہ آوارہ، بدچلن، فواحش میں مبتلا ہے، اور اس کی یہ بدچلنی مشہور و معروف ہے اور اس نکاح سے لڑکی کے خاندان کو عار لاحق ہوتی ہے (۱) اور لڑکی نے بغیر والد سے مشورہ کئے یہ نکاح بہت ہی غلط طریقہ پر بھاگ کر کیا ہے، اور والد اس کو منظور کرنے کے لئے تیار نہیں ہے تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا (۲)، طلاق کی بھی

= کفواً لبعض“۔ (البحر الرائق: ۳/۲۳۱، کتاب النکاح، فصل فی الکفاء، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۸۷، کتاب النکاح، باب الکفاء، سعید)

”والموالی وهم غیر العرب..... بعضهم أكفاء لبعض..... لأنهم يتفاخرون بهما (أی الحرية والإسلام) دون النسب“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۲۹۰، ۲۹۱، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الأكفاء، رشیدیہ)

(۱) ”(و) تعتبر فی العرب والعجم (دیانة): أى تقوى، فليس فاسق كفواً لصالحة أو فاسقة بنت صالح، معلناً كان أولاً، على الظاهر“۔ (الدر المختار)۔

”والظاهر أن الصلاح منها أو من أبائها كاف لعدم كون الفاسق كفواً لها..... إذا كانت فاسقة بنت صالح، لا يكون الفاسق كفواً لها؛ لأن العبرة لصلاح الأب، فلا يعتبر فسقها، ويؤيده أن الكفاءة حق الأولياء إذا أسقطتها هي؛ لأن الصالح يعبر بمصاهرة الفاسق.....“ (قوله: بنت صالح) نعت لكل من قوله: صالحة وفاسقة، وأفرده للعطف ”بأو“ فرجع إلى أن المعتبر صلاح الأباء فقط“۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، باب الکفاء: ۳/۸۹، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۲۳۳، کتاب النکاح، فصل فی الکفاء، رشیدیہ)

(۲) قال العلامة الحصكفي: ”(ويفتى) في غير الكفوء (بعدم جوازه أصلاً) وهو المختار للفتوى (لفساد الزمان)“۔ (الدر المختار)۔ ”أما على رواية الحسن المختارة للفتوى من أنه لا يصح“۔ (رد المحتار، باب الولی: ۳/۵۶، ۵۷، سعید)

”فالمختار للفتوى رواية الحسن أنه لا يصح العقد“۔ (رد المحتار: کتاب النکاح، باب الکفاء:

۳/۸۴، ۹۴، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۲۹۲، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الأكفاء، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۱۹۴، کتاب النکاح، باب الأولياء والأكفاء، رشیدیہ)

ضرورت نہیں (۱)، لڑکی کو جب ایک حیض آجائے (۲) تو اس کی اجازت سے دوسری جگہ نکاح کر دینا درست ہوگا (۳)، البتہ قانونی تحفظ پہلے کر لیا جائے۔ اور احوط یہی ہے کہ اس نکاح کو باقاعدہ عدالتِ مسلمہ سے فسخ کر لیا جائے (۴)۔ لیکن اگر وہ شخص جس سے لڑکی نے نکاح کر لیا ہے ایسا باوجاہت ہے کہ اس سے نکاح کرنا باعثِ عار شمار نہیں ہوتا تو یہ نکاح درست ہو گیا اور اس کو فسخ کرانے کا اختیار نہیں (۵)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۷/۸۹ھ۔

(۱) "فلا يتحقق الطلاق في النكاح الفاسد (ففي الباطل بالطريق الأولى)". (رد المحتار: ۳/۲۸۴، سعيد)

"وقدم قبله أن (محلّه المنكوحه): أي ولو معتدة عن طلاق رجعي الخ..... بخلاف عدة الفسخ بحرمة مؤبدة..... أو غير مؤبدة كالفسخ بخيار..... عدم كفاءة..... فلا يقع الطلاق فيها". (رد المحتار: ۳/۲۲۷، كتاب الطلاق، ومطلب طلاق الدور، ۳/۲۳۰، سعيد)

(۲) "(وعدة..... المؤطوءة بشبهة الحيض للموت وغيره): أي كفرقة أو متاركة؛ لأن عدة هؤلاء لتعرف براءة الرحم وهو بالحيض". (الدر المختار). "أي لأجل أن يعرف أن الرحم غير مشغول، لا لقضاء حق النكاح، إذ النكاح صحيح والحيض هو المعروف". (رد المحتار: ۳/۵۱۷، ۵۱۸، كتاب الطلاق، مطلب في النكاح الفاسد والباطل، سعيد)

(۳) "إذا زوج الثيب فرضيت بقلبها، ولم تظهر الرضا بلسانها، كان لها أن ترد؛ لأن المعتبر الرضا باللسان أو الفعل الذي يدل على الرضا". (رد المحتار: ۳/۶۲، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(۴) "ولا يكون التفريق بذلك إلا عند القاضي، أما بدون فسخ القاضي فلا يفسخ النكاح بينهما، وتكون هذه الفرقة بغير طلاق". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۹۲، كتاب النكاح، الباب الخامس في الكفاءة، رشيدية)

(و كذا في فتاوى قاضى خان على هامش الهندية: ۱/۳۵۱، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، رشيدية)

(۵) "نفذ نكاح حرة مكلفة بلاولى..... روى الحسن: إن كان الزوج كفوًا نفذ نكاحها، وإلا فلم ينعقد أصلاً". (البحر الرائق: ۳/۱۹۴، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيدية)

(و كذا في الدر المختار: ۳/۵۵، ۵۶، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(و كذا في الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء: ۲/۳۱۳، شركة علمية)

بخارے اور رنگریز ایک دوسرے کے کفو ہیں یا نہیں؟

سوال [۵۸۵۷]: بخارے اور رنگریز باہم کفو ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ عرفاً برابر کے سمجھے جاتے ہوں تو کفو ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۱۳۹۶ھ۔

نومسلم کی کفائت

سوال [۵۸۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل صورت مسئلہ میں:

ایک غیر مسلم مسلمان ہوا، اس نے ترجمہ و مطلب کے ساتھ پورا کلمہ ”لا إله إلا الله محمد رسول الله“ پڑھا۔ اس کے بارے میں ہمارے یہاں اختلاف پیدا ہو گیا ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص مسلمان ہے، ہم اس کو اپنی سوسائٹی کا فرد تصور کریں گے اور اسے وہ سب حقوق دیں گے جو اسلام نے مسلم کو دیا ہے۔ دوسرا گروہ جو اکثریت میں ہے اس کا کہنا ہے کہ جب تک وہ پورا مسلمان نہ ہو لے، نماز، روزہ وغیرہ سیکھ کر عمل کرنے نہ لگے تب تک ہم اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ نہ کریں گے، ہم اسے اپنی بیٹی اس وقت نہ دیں گے، نہ حقہ پانی میں شریک کریں گے۔

سوال یہ ہے کہ یہ شخص مسلمان سمجھا جائے گا یا نہیں اور یہ کہ اسے مسلم سوسائٹی کا فرد جان کر حقوق دیئے جائیں گے یا نہیں؟ ممکن ہو تو مختصر ادلائل بھی پیش کر دیئے جائیں۔

المستفتی: بشیر احمد بستوی، بتوسط جناب صدر دارالمعلومات سرائے میر اعظم گڑھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ شخص شرعاً مسلمان ہے، اس کے جان مال کی اسی طرح حفاظت کی جائے گی جس طرح قدیم الاسلام اور پورے دین پر عمل کرنے والے کے جان مال کی حفاظت کا حکم ہے، اسلام کی وجہ سے گذشتہ معاصی

(۱) ”إن الموجب هو استنفاص أهل العرف، فيدور معه“، (رد المحتار: ۳/۹۰، کتاب النکاح، باب

الکفاءة، سعید)

(و کذا فی فتح القدیر: ۳۰۲/۳، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، مصطفى البابی الحلبي مصر)

معاف ہو گئے:

”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”أمرت أن أقاتل الناس حتی یقولوا: لا إله إلا اللہ، فمن قال: لا إله إلا اللہ، فقد عصم منی نفسه وماله إلا بحقه، وحسابہ علی اللہ، اھ۔“ کذا فی البخاری فی کتاب الجہاد (۱)۔

محض کلمہ پڑھنے والے کو اگر کسی شخص نے عین جہاد میں قتل کر دیا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر عتاب فرمایا ہے (۲) اور معاوضہ قتل کا حکم فرمایا ہے۔ رہا بیٹی دینا تو شرعاً اس کی ممانعت نہیں، جو شخص مسلمان ہوا اور وہ پورے دین پر عمل کرتا ہو، اس کا وہ شخص برضائے اولیاء کفو بن سکتا ہے جو کہ آج ہی اسلام لایا ہے اور بجز شہادتین کے اس کو دین کا کوئی علم حاصل نہیں، فقہاء نے باب الکفاءۃ میں اس کو دکر کیا ہے (۳)۔

(۱) (الصحيح للبخاری: ۴۱۴/۱، باب دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إلى الإسلام، قديمی)

”عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”أمرت أن أقاتل الناس حتی یشہد أن لا إله إلا اللہ وأن محمداً رسول اللہ، ویقیموا الصلوۃ، ویؤتوا الزکوۃ، فإذا فعلوه عصموا منی دماءہم وأموالہم، وحسابہم علی اللہ۔“

”عن أبی مالک عن أبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: ”من قال: لا إله إلا اللہ، وكفر مما یعبد من دون اللہ، حرم ماله ودمه، وحسابہ علی اللہ۔“ (الصحيح لمسلم: ۳۷/۱۰، کتاب الإیمان، باب الأمر بقتال الناس، قديمی)

(وسنن ابن ماجہ، ص: ۲۸۱، أبواب الفتن، باب الکف عن قال: لا إله إلا اللہ، قديمی)

(۲) ”عن أسامة بن زید بن حارثة یحدث قال: بعثنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إلى الحرقة من جہینة، فصباحنا القوم، فہزمناہم. قال: ولحقنا أنا ورجل من الأنصار رجلاً منهم، فلما غشیناہ، قال: لا إله إلا اللہ. قال فکف عنہ الأنصاری، وطعنتہ برمحی حتی قتلته. قال: فلما قدمنا، بلغ ذلك النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال لی: ”یا أسامة! أقتلته بعد ما قال: لا إله إلا اللہ؟“ قال: قلت: یا رسول اللہ! إنما کان متعوذاً قال: قال: ”أقتلته بعد ما قال: لا إله إلا اللہ؟“ قال: فما زال یکررها علیّ حتی تمنیت أني لم أکن أسلمت قبل ذلك، اليوم“. (الصحيح للمسلم: ۲۸/۱، باب تحريم قتل الکافر بعد قول: لا إله إلا اللہ، قديمی)

(۳) جدید الإسلام شخص قدیم الإسلام عورت کا کفو نہیں ہوتا: ”ومن أسلم بنفسه لا یكون کفواً لمن له أب واحد =

ایسے شخص کے متعلق یہ رائے قائم کرنا کہ وہ مسلم سوسائٹی کا فرد نہیں ہے، غلط ہے اور تعلیمات اسلام کے خلاف ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ربیع الاول/ ۱۴۱۷ھ۔

والدین کی چوری سے بالغ لڑکے لڑکی کا کفو میں نکاح

سوال [۵۸۵۹]: جوان لڑکی اور لڑکا اپنی مرضی کامل اور والدین کی چوری سے کیا ایک دوسرے کو باعتبار شریعت قبول کر سکتے ہیں؟ فریقین ایک ہی حسب و نسب سے تعلق رکھتے ہیں اور حنفی العتقاد بھی ہیں۔
الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح کر لیں گے تو شرعاً درست ہو جائے گا (۱)، لیکن بڑے سرپرست موجود ہوں تو بغیر ان کے مشورہ

= فی الإسلام۔ (الہدایہ: ۳۲۰/۲، فصل فی الکفاءة، إمدادیہ ملتان)

البتہ عورت کے اولیاء کی رضا مندی سے نکاح درست ہوگا کیونکہ رضا مندی اولیاء کی صورت میں کفاءة معتبر نہیں:
”وإنما تحل فی الصورة الرابعة، وهی رضا الولی بغير الکفو مع علمه بأنه کذلک، اه
..... إن الولی لو قال لها: أنا راض بما تفعلین، أو زوجی نفسک ممن تختارین ونحوه أنه یکفی، وهو
ظاهر؛ لأنه فوّض الأمر إليها، ولأنه من باب الإسقاط فلا یثبت حق الفسخ حال وجود الرضا
عدم الکف من وجه“۔ (رد المحتار: ۸۶/۳، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید)
”هذا (أی عدم جواز النکاح فی غیر الکف) إذا کان لها ولی ولم یرض به قبل
العقد وأما إذا لم یکن لها ولی، فهو صحیح نافذ مطلقاً اتفاقاً“۔ (رد المحتار: ۵۷/۳، کتاب
النکاح، باب الولی، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۹۲/۱، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الکفاءة، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق: ۱۹۴/۳، کتاب النکاح، باب الأولیاء والکفاءة، رشیدیہ)

(۱) ”وإذا أذنت المرأة للرجل أن یزوجها من نفسه، فعقد بحضرة شاهدين، جاز“۔ (الہدایہ، کتاب
النکاح، باب فی الأولیاء، فصل فی الوكالة بالنکاح، ۳۲۲/۲، شركة علمیه)

”فنفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضا (ولی)“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی:

= (۵۶، ۵۵/۳، سعید)

کے خود اقدام کرنا ان کی ناقدری اور غیر مناسب ہے، خاص کر لڑکی کے حق میں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۹۴ھ۔

عورت کا اپنا نکاح خود کرنا

سوال [۵۸۶۰]: ایک بالغہ عاقلہ حنفیہ نے کفو میں بلا رضامندی ولی کے شادی کی۔ نکاح ہوا یا نہیں؟ زیدیوں کہتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا اصلاً، اور یوں تاویل کرتے ہیں کہ اگرچہ امام صاحب کا اصول یہ ہے کہ عاقلہ بالغہ خود مختار ہے، لہذا پورا حق ہوگا۔ اور اگر نابالغہ ہو تو اجازت ولی پر موقوف ہوگا:

”لا نکاح إلا بولی“ یا ”فنکاحها باطل باطل باطل“ کی رو سے جو کہ امام شافعی کا استدلال ہے، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں پر عمل کیا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کو چھوڑ دیا۔ اور امامین میں جو اختلاف ہے وہ ایک دوسرے کی تردید میں ہے ورنہ دونوں ہیں۔ اور حدیث: ”أى امرأة نکحت بنفسها فنکاحها باطل باطل باطل“ میں ”امرأة“ کہتے ہیں باندی کو، جھوٹی بچی کو تو ”امرأة“ نہیں کہتے۔ اس لیے اس حدیث کی رو سے تاویل کی گنجائش ہے اور سو فیصد نکاح نہیں ہوا۔

دریافت امر یہ ہے کہ تاویل درست ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس حدیث کا کیا جواب ہوگا؟ جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اصل اصول ہے؟ نیز کیا اس کی اجازت کلی نہیں ملتی جو احناف کے یہاں عمل کرنا دشوار ہو اور دوسرے مذاہب میں سہولت ہو تو اس پر عمل کیا جائے، اس لئے کہ حدیث سب صحیح ہیں۔

سلیمان محمد قاسم ابودی، ٹرانسواں، ساؤتھ افریقہ۔

= (و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۱/۲۸۸، مکتبۃ غفاریہ کوئٹہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۳/۱۹۲، ۱۹۳، رشیدیہ)

(۱) ”یستحب للمرأة تفویض أمرها إلى ولیها کی لاتنسب إلى الوقاحة“۔ (ردالمحتار، کتاب النکاح،

باب الولی، ۵۵/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۳/۹۹۳، رشیدیہ)

(وحاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: ۲/۲۶، دارالمعرفۃ، بیروت)

الجواب حامداً ومصلحاً:

خفیہ کے نزدیک بلاشبہ نکاح درست ہو گیا: ﴿فَلَا تَعْضَلُوهُنَّ أَنْ يَنْكَحْنَ أَرْوَاجَهُنَّ﴾ (۱)۔ عورت اگر اپنا نکاح کرنا چاہے تو ولی کو روکنے کا حق نہیں، البتہ اگر غیر کفو میں کرے تو اس کا حکم دوسرا ہے، اس پر ”فنکاحها باطل“ محمول ہے (۲)۔ سہولت مذہب خفی میں موجود ہے، کہیں اور تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ فتح القدیر، (۳) احکام القرآن (۴) بدائع الصنائع (۵) وغیرہ میں موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نانی کے فاحشہ ہونے کی وجہ سے نواسہ کفو ہے یا نہیں؟

سوال [۵۸۶۱]: ایک عورت ہے۔ ماشاء اللہ۔ دیندار ہے، اس کا شوہر بھی دیندار ہے، مگر لوگ بچوں کو اور بچوں کی ماں کو حرام قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بچوں کی نانی فاحشہ تھی، اس وجہ سے لوگ عورت کا جو لڑکا ہے اس کے ساتھ شادی کرنے کو منع کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ حرامی کے ساتھ شادی کرنا حرام ہے۔ آیا اس

(۱) (سورة البقرة: ۲۳۲)

(۲) قال العلامة الكاساني رحمه الله تعالى: ”إنه عليه السلام قال: ”أيما امرأة تزوجت بغير إذن وليها، فنكاحها باطل..... اهـ“۔ وقد بطل هذا لمعنى بالتزويج من كفؤ، الخ“۔ (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في ولاية النذب: ۳ / ۳۷۱، ۳۷۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) ”فلا يعتبر بالعارض من لحوق العار للأولياء، فإن قيل. هذا استدلال بالرأى في مقابلة الكتاب والسنة ومثله فاسد، أما الكتاب فقوله تعالى: ﴿فَلَا تَعْضَلُوهُنَّ أَنْ يَنْكَحْنَ أَرْوَاجَهُنَّ﴾ نهى الولي عن العضل وهو المنع، وإنما يتحقق منه المنع إذا كان الممنوع في يده. وأما السنة فما روى في السنن عن ابن جريج عن سليمان ابن موسى عن الزهري عن عروة عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”أيما امرأة نكحت بغير إذن وليها، فنكاحها باطل باطل باطل“۔ فالجواب أن الآية مشتركة الإلزام؛ لأنه نهاهم عن منعهن عن النكاح فدل على أنهن يملكنه، وأن قوله تعالى: ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ﴾ الخ“۔ (فتح القدیر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳ / ۲۵۷، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۴) (أحكام القرآن، للجصاص، البقرة، باب النكاح بغير ولی: ۱ / ۵۴۳، ۵۴۵، قديمی)

(۵) (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل: ولاية النذب: ۳ / ۳۷۳، دار الكتب العلمية بيروت)

حال میں شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر حرامی لڑکا ہے اور - ماشاء اللہ - دیندار ہے تو اس کے ساتھ شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی بچہ کو اس کی نانی کے فاحشہ ہونے کی وجہ سے حرامی کہنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے، اگر قرآن کریم کے مطابق حکومت ہو تو ایسا کہنے والوں کو عبرت ناک سزا دی جائے (۱)، ایسے بچوں کی شادی بالکل درست ہے۔ اگر بالفرض کوئی حرامی ہو بھی تو اس کی بھی شادی جائز ہے (۲)، خاص کر جب کہ وہ صالح دیندار ہو، البتہ صالح لڑکی کی شادی فاسق لڑکے سے نہ کی جائے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۱/۹۵ھ۔



(۱) ”يعزّر من قذف مملوكاً بالزنا أو مسلماً بيا فاسق يا ابن القحبة، يا ابن الفاجرة، الخ“۔ (ملتقى

الأبحر، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۳۷۱/۲، ۳۷۳، غفاريہ کوئٹہ)

(و كذا في الدر المختار، كتاب الحدود، باب التعزير: ۷۰/۴، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع في حد القذف والتعزير: ۱۶۲/۲، رشيدية)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف في التعزير: ۷۸/۵، رشيدية)

(۲) قال الله تعالى: ﴿و أحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (سورة النساء: ۲۴)

(قال الحافظ ابن كثير تحت هذه الآية: ”أى ما عدا من ذكر من المحارم هن لكم حلال“۔ (تفسير ابن

كثير: ۴۷۴/۱، سهيل اكيڈمی لاہور)

(و كذا في التفسير المنير: ۶/۵، دار الفكر بيروت)

(و كذا في التفسير المظهری: ۶۶/۲، حافظ كتب خانہ كوئٹہ)

(و كذا في بدائع الصنائع، فصل في المحرمات بالقراءة: ۴۱۱/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) ”(و) تعتبر في العرب والعجم (ديانة): أى تقوى، فليس فاسق كفواً لصالحة أو فاسقة بنت صالح،

معيناً كان أولاً، على الظاهر“۔ (الدر المختار)۔ ”والظاهر أن الصلاح منها أو من آبائها كاف، لعدم كون

الفاسق كفواً لها“۔ (رد المحتار: ۸۹/۳، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق: ۲۳۳/۳، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، رشيدية)